

کشف الباری عنا فی صحیح البخاری

التفقات، الاطعمه، العقیقه، الذبلخ والصینہ
الاضاحی، الاشربة، المرضی، الطب

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ فاروقیہ

شاہ فیصل کالونی ۲۲ کراچی

كتاب النفقات، الاطمعه، العقبيه، الذبايح والصيد،

کشف الباری

(کتاب الحقائق)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

1432ھ / 2011ء

جملہ حقوق بحق مکتبہ فاروقیہ کراچی پاکستان محفوظ ہیں
اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مکتبہ فاروقیہ سے تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی
شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی کا
حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والعلمية محفوظة

لمكتبة الفاروقية كراتشي. پاکستان

وہ مطبعہ طبع ہو تصویر اور ترجمہ اور اعادہ تصدیق کتاب کاملاً اور
محرراً اور نسخہ علی شرطہ کاسیت اور احوالہ علی الکیسور اور
برسختہ علی اسطوانات صوتیہ إلا بموافقة الناشر خطياً

Exclusive Rights by

Maktabah Farooqia KHI-Pak.

No part of this publication may be translated,
reproduced, distributed in any form or by any
means, or stored in a data base or retrieval
system, without the prior written permission of
the publisher

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

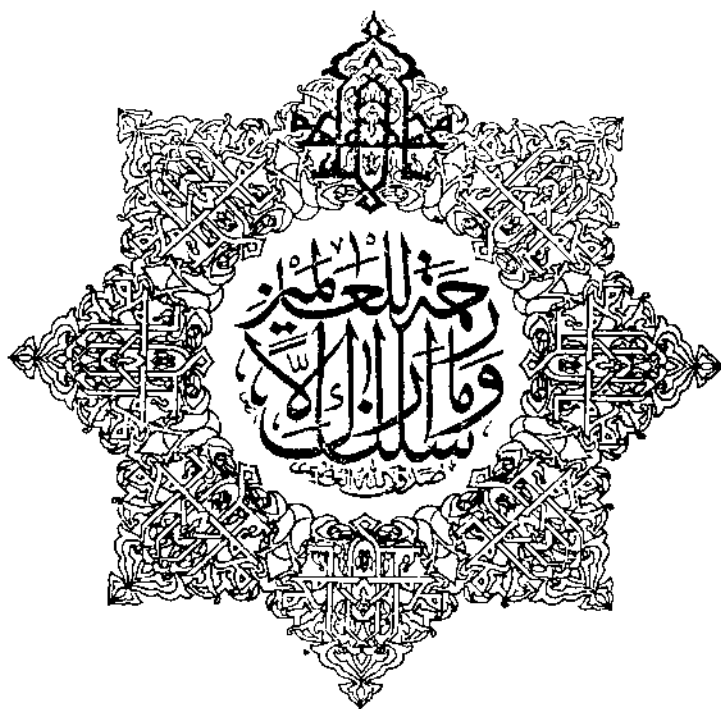
زود جاسو فاروقیہ پبلشرز کالونی نمبر 4

کراچی 75230 پاکستان

فون 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على نبينا وعلى آله وصحبه أجمعين۔

عرض مرتب

صحیح بخاری جلد ثانی سے کشف الباری کی جلد چہارم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کی ہر جلد کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ زندگی کا ایک نازک، مشکل اور حساس مرحلہ مانسے ہے اور جب اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اس کی تکمیل کر دیتے ہیں تو دل شکر و مسرت کے جدات سے معمور اور زبان حمد و ثناء کے زمزموں سے معمور ہو ہو جاتی ہے۔

احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام کا مقدس کام مخصوص آداب و شرائط کے ساتھ پاکیزگی طبع کے جس آئینہ کا تقاضا کرتا ہے، کسی کوتاہی اور دانستہ یا نادانستہ غلطی کی آنچ آنے سے اس کو بیجا بڑا مشکل سے کہے۔

بلبلوں کا صبا! یہ مشہد مقدس ہے

قدم سنبھال کے رکھو یہ تیرا باغ نہیں ہے

یہ جلد چہارم آٹھ کتابوں پر مشتمل ہے، کتاب النفقات، کتاب الأطعمة، کتاب العقیقة،

کتاب الذبائح والصيد، کتاب الأضاحی، کتاب الأشربة، کتاب المرضی اور کتاب الطب:

کتاب النفقات ۱۶ ابواب، کتاب الأطعمة ۵۹، کتاب العقیقة ۴، کتاب الذبائح

والصيد ۳۸، کتاب الأضاحی ۱۶ کتاب الأشربة ۳۱ اور کتاب المرضی ۲۲ ابواب پر مشتمل

ہے۔ حجم بڑھ جانے کی وجہ سے کتاب الطب کے ۵۸ ابواب میں سے ۲۵ ابواب اس جلد میں شامل کیے

گئے ہیں، بقیہ ابواب ان شاء اللہ اگلی جلد میں آئیں گے، اس طرح اس جلد میں ۲۱۱ ابواب کی تخریج آگئی ہے۔



تحقیق و ترتیب اور تخریج و تعلیق میں اسلوب وہی رکھا گیا جو سابقہ جلدوں میں تھا یعنی اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حدیث پہلی بار ذکر فرمائی ہے تو اس حدیث کی تخریج صحاح ستہ سے کر دی جاتی ہے اور صحیح بخاری میں بھی اگر آگے مختلف مقامات پر آئی ہو تو ان مواضع کی نشان دہی کر دی جاتی ہے، اسی طرح رجال بخاری میں جس راوی کا پہلی بار ذکر آیا ہے، اس کے حالات لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

ترجمہ الباب، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے اور رجحان، اثر اربعہ کے مسلک اور بحث طلب مسائل میں ان کے دلائل کی وضاحت مراجع و مصادر کی تفصیل کے ساتھ کی گئی ہے۔

سابقہ جلدوں کے مقابلے میں اس جلد میں حوالہ جات کا اہتمام بھی زیادہ کیا گیا ہے، اس کا کچھ اندازہ کتاب کے آخر میں مراجع و مصادر کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔

آخر میں قارئین سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی صحت اور درازی عمر کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ اس ناکارہ کو اللہ جل شانہ بقیہ حصے کا کام حضرت شیخ کی نگرانی میں جلد از جلد مکمل کرانے کی توفیق عطا فرمائے اور ترتیب و تحقیق کے مراحل آسان فرمادے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ أجمعین

ابن اسحاق
۱۲ شوال ۱۴۲۲ھ

فهرست كشف الباری

كتاب النفقات، كتاب الأطعمة، كتاب العقیقة،

كتاب الذبائح والصيد، كتاب الأضاحی،

كتاب الأشربة، كتاب المرضی، كتاب الطب

کتاب ایک نظر میں

کتاب النعقات ————— ۶۴-۲۹

کتاب الأطعمة ————— ۱۷۲-۶۷

کتاب العقیقة ————— ۲۰۷-۱۷۵

کتاب الذبائح والصيد ————— ۳۱۶-۲۱۲

کتاب الأضاحی ————— ۳۵۲-۳۲۰

کتاب الأشرية ————— ۴۵۶-۳۵۶

کتاب المرضی ————— ۵۲۳-۴۶۰

کتاب الطب ————— ۵۹۱-۵۲۹

فہرست کشف الباری

کتاب النفقات، کتاب الأطعمة، کتاب العقیقہ، کتاب الذبائح والصيد،
کتاب الاضاحی، کتاب الاشرۃ، کتاب المرضی، کتاب الطب

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۳۶	باب وجوب النفقة على الأهل.....	۲۹	کتاب النفقات
۳۶	وجوب نفقة میں زوجین میں کس کی حالت کا اعتبار ہوگا؟.....	۳۰	نفقة کے اصطلاحی اور شرعی معنی.....
۳۷	مذہب ائمہ اور دلائل.....	۳۰	اسباب نفقة.....
۳۷	حضرات حنفیہ کے ہاں مفتی بہ قول.....	۳۰	باب فضل النفقة على الأهل.....
۳۸	أفضل الصدقة ماترك غنی کے معنی.....	۳۰	آیت کریمہ ویسألونك ماذا ینفقون کی تفسیر.....
۳۹	شوہر کے نادر ہونے کی صورت میں بیوی نکاح فسخ کر سکتی ہے.....	۳۰	قل العفو میں عفو کے مختلف معنی.....
۳۹	خروج کرنے میں ابتدا اہل و عیال سے کرنی چاہیے.....	۳۱	کیا زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حق ہے؟.....
۴۰	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....	۳۲	آیت کریمہ کا شان نزول.....
۴۰	نکاح مالدار کی کا ذریعہ بھی بنتا ہے.....	۳۲	نفقة واجبہ پر ثواب ملتا ہے.....
	باب حبس نفقة الرجل قوت سنة على أهله.....	۳۳	ساعی کے معنی.....
۴۲		۳۴	حدیث کی ترجمۃ الباب کی مناسبت.....
		۳۵	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وصیت کا واقعہ

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۲	شوہر کی اجازت کے بغیر نفقہ لینے کا مسئلہ ..	۴۴	ایک اشکال اور اس کا جواب
۵۳	باب حفظ المرأة زوجها	۴۴	غلہ ذخیرہ کرنے کی مدت کتنی ہونی چاہیے ..
۵۴	باب كسوة المرأة بالمعروف	۴۵	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت
۵۴	نفقہ میں كسوہ اور لباس بھی داخل ہے		باب قول اللہ تعالیٰ ﴿والوالدات
۵۵	باب عون المرأة زوجها	۴۶	یرضعن اولادھن
۵۵	بیوی بچوں کی تربیت میں شوہر کی مدد کرے ..	۴۷-۴۶	آیت کریمہ کی تشریح
۵۵	باب نفقة المعسر علی أهله	۴۷	باب نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها ..
۵۶	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت		شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں نفقہ
۵۶	تنگدست والدین اور اولاد کا نفقہ	۴۷	کہاں سے دیا جائے گا
۵۷	کیا ماں پر بچوں کا نفقہ واجب ہے؟	۴۸	سند میں سچی سے کون مراد ہیں
۵۸	باب وعلى الوارث مثل ذلك	۴۹	باب عمل المرأة فی بیت زوجها
۵۸	آیت کریمہ میں وارث سے کیا مراد ہے	۴۹	عورت کے ذمہ کام کاج کا مسئلہ
	اس سلسلے میں مفسرین کے پانچ قول اور ان	۴۹	مذہب ائمہ اور دلائل
۵۹	کی تشریح	۵۰	ألا أدلکما علی خیر مما سألتما کا مطلب
۶۰	ترجمۃ الباب کا مقصد	۵۱	باب خادم المرأة
۶۱	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت	۵۱	شوہر بیوی کے لیے کب خادم رکھے
۶۲	حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک امام بخاری کا مقصد	۵۱	باب خدمة الرجل فی أهله
۶۲	باب قول النبی ﷺ "من ترك کلاً"	۵۲	گھریلو امور میں گھر والوں کا ہاتھ بٹانا چاہیے ..
۶۳	باب المراضع من الموالیات		باب إذا لم یفقد الرجل، فللمرأة أن تأخذ
۶۳	موالیات سے کیا مراد ہیں؟	۵۱	بغیر علمہ

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۷۸	برتن میں ہاتھ گھمانے کا حکم.....	۶۴	باب کی کتاب سے مناسبت.....
۷۹	حضور اکرم ﷺ کو کدو پسند تھا.....		کتاب الأطعمة
۷۹	باب التیمن فی الأکل وغیرہ.....	۶۷	طعام کے معنی
۷۹	اکل بالیمین اور تیمن فی الأکل میں فرق	۶۷	جمع بنانے کے متعلق ایک نحوی قاعدہ.....
۸۰	باب من أكل حتى شبع.....		اہل بیت نے تین دن مسلسل آسودہ ہو کر
۸۱	خوب شکم سیر ہو کر کھانا جائز ہے.....	۶۸	کھانا نہیں کھایا.....
۸۴	کس قدر کھایا جائے.....	۶۸	قلت طعام صحت کا ضامن.....
۸۵	بھوک کی حد.....	۶۹	فدخل داره وفتحها علی کے معنی.....
۸۵	شکم سیری کے مراتب.....	۷۰	حضرت ابو ہریرہؓ کی بھوک کا واقعہ.....
۸۶	باب نیس علی الاعمی حرج.....	۷۱	آیات اور احادیث میں مناسبت.....
۸۷	اکٹھا ہو کر کھانا باعث برکت ہے.....	۷۱	باب التسمية علی الطعام.....
۸۸	باب الخبز المرقق.....	۷۲	کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم.....
۸۸	احادیث باب کی شرح.....	۷۳	دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم.....
۸۹	سفرہ کے معنی.....	۷۵	عمرو بن ابی سلمہ.....
۹۰	شاة مسوطہ کے معنی.....	۷۶	حدیث سے مستنبط چند آداب.....
	حضورؐ نے چھوٹی طشتیوں میں کھانا نہیں	۷۶	باب الأكل مما يليه.....
۹۰	کھایا.....	۷۷	اپنے آگے سے کھانے کا حکم.....
۹۲	ایہا کے معنی.....	۷۷	حضرت عکراش کا واقعہ.....
۹۴	باب السويق.....	۷۸	باب من تتبع حوالی القطعة.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۱۰۸	باب السلق والشعیر.....	۹۴	باب ماکان النبی ﷺ لا یأکل حتی یسمی
۱۰۹	باب النهس وانتشال اللحم.....		حضور ﷺ کو جب تک معلوم نہ ہوتا اس
۱۰۹	ترجمة الباب کا مقصد.....	۹۴	وقت تک کوئی چیز نہ کھاتے.....
۱۱۰	باب تعرق العضد.....	۹۴	ترجمة الباب کا مقصد.....
۱۱۱	باب قطع اللحم بالسکین.....	۹۶	گوہ و کفتار کھانے کا حکم.....
۱۱۲	چھری کانٹے سے کھانے کا حکم.....	۹۷	باب طعام الواحد یکفی الاثنین.....
۱۱۲	باب ماعاب النبی ﷺ طعاماً.....	۹۸	ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہونے کا مطلب.....
۱۱۳	باب النفع فی الشعیر.....	۹۸	باب المؤمن يأکل فی معی واحد.....
۱۱۳	باب ماکان النبی وأصحابہ يأکلون.....		مؤمن کا ایک آنت اور کافر کا سات
۱۱۳	عہد نبوی کی غذا کا بیان.....	۹۹	آنتوں میں کھانے کا مطلب.....
۱۱۷	باب التلبینة.....	۱۰۲	مکرر ترجمة الباب سے متعلق ایک تنبیہ.....
	عام حالات میں دعوت قبول کرنے سے	۱۰۲	باب الأکل متکثراً.....
۱۱۷	انکار کیا جاسکتا ہے.....	۱۰۳	ایک لگا کر کھانے کا حکم.....
۱۱۸	تلبینہ سے کیا مراد ہے.....	۱۰۴	کھانے کے لیے بیٹھنے کی مستحب صورتیں.....
۱۱۸	باب الثرید.....	۱۰۵	علی بن أقمر.....
۱۱۹	باب شاة مسموطة والکنف والجنب.....	۱۰۶	باب الشواء.....
۱۲۰	باب ماکان السلف یدخرون فی بیوتهم	۱۰۶	باب الخزیرة.....
۱۲۱-۱۲۲	احادیث باب کی تشریح.....	۱۰۷	خزیرہ کا مطلب.....
۱۲۲	باب الحیس.....	۱۰۸	باب الأقط.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۱۳۸	باب من ناول أو قدم إلى صاحبه.....	۱۲۳	باب الأكل في إناء مفضض.....
۱۳۸	باب الرطب بالقتاء.....	۱۲۴	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت.....
۱۳۹	باب بلا ترجمۃ.....	۱۲۵	چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے کا حکم
۱۳۹	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۱۲۵	باب ذکر الطعام.....
۱۳۹	تعارض روایات اور اس کا حل.....	۱۲۶	عمدہ کھانوں کا ذکر حرص میں داخل نہیں...
۱۴۰	باب الرطب والتمر.....	۱۲۷	باب الأدم.....
۱۴۲	حضرت جابرؓ کے قرض کا واقعہ.....	۱۲۷	سب سے بہترین سالن گوشت کا ہے.....
۱۴۳	ابراہیم بن عبدالرحمن.....	۱۲۸	باب الحلواء والعسل.....
۱۴۴	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۱۲۹	حضور اکرم ﷺ کو کونسا طلوہ پسند تھا.....
۱۴۵	فجلست فخلا عاما کے مطالب.....	۱۳۰	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۱۴۷	باب أكل الحمار.....	۱۳۱	باب الدباء.....
۱۴۷	باب العحوة.....	۱۳۱	لو کی کی فضیلت کے متعلق ایک حدیث.....
۱۴۸	جمعه بن عبد اللہ.....	۱۳۱	باب الرجل يتكلف الطعام لإخوانه.....
۱۴۸	باب القران في التمر.....	۱۳۲	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت.....
۱۴۸	دودو کھجور ملا کر کھانے کا حکم.....	۱۳۳	طفیلی کا حکم.....
۱۵۱	باب القثاء.....	۱۳۵	دستر خوان پر پڑی اشیاء منتقل کرنے کا حکم.....
۱۵۲	باب بركة النخل.....	۱۳۶	باب من أضاف رجلا إلى طعام.....
۱۵۲	باب جمع اللونين.....	۱۳۶	باب المرق.....
۱۵۲	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۱۳۷	باب القديد.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۱۶۹	باب إذا حضر العشاء.....	۱۵۳	باب من أدخل الضيفان عشرة عشرة...
۱۷۱	نماز مقدم ہے یا کھانا.....	۱۵۴	حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت.....
۱۷۲	باب قول اللہ تعالیٰ "فإذا طعمتم فانتشروا"	۱۵۵	باب ما یکرہ من الثوم والبقول.....
	کتاب العقیقہ	۱۵۵	لہسن کا حکم.....
۱۷۵	عقیقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی.....	۱۵۶	باب الکباب.....
۱۷۶	عقیقہ کا حکم.....	۱۵۷	باب المضمضة بعد الطعام.....
۱۷۶	حنفیہ کا مسلک.....	۱۵۷	باب لعق الأصابع.....
۱۷۷	امام محمدؒ کے ذکر کردہ دلائل.....	۱۵۸	کتی انگلیوں سے کھایا جائے.....
۱۸۲	تعارض روایات اور اس کا حل.....	۱۵۹	انگلیاں چاٹنے کی مصلحتیں.....
۱۸۴	عقیقہ کی کراہت کا قول مرجوح ہے.....	۱۶۱	کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا چاہیے
۱۸۶	حنفیہ کا قول مختار.....	۱۶۱	باب المنديل.....
	عقیقہ کی مشروعیت پر دلالت کرنے والی چند	۱۶۴	کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے کا حکم.....
۱۸۶	احادیث.....	۱۶۴	باب ما یقول إذا فرغ من طعامه.....
۱۸۹	سباب تسمیة المونود غداة یولد.....	۱۶۵	کھانا کھانے کے بعد کی چند مسنون دعائیں.
۱۹۰	تحمید کے معنی.....	۱۶۵	باب الأكل مع الخادم.....
۱۹۰	بچے کا نام کب رکھا جائے.....	۱۶۶	باب الضاعم الشاکر مثل الصائم الصابر.
۱۹۲	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پیدائش کا واقعہ..		باب الرجل یدعی إلى طعام ، فیقول:
۱۹۴	باب إمالة الأذى عن الصبی.....	۱۶۷	وهذا معی.....
۱۹۴	حضرت ام سلیمؓ کے بچے کی وفات کا واقعہ...	۱۶۸	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۲۰۷	فرع اور عتیرہ کا حکم.....	۱۹۶	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت.....
	کتاب الذبائح والصيد	۱۹۶	رباب بنت صلیع.....
۲۱۱	باب التسمیۃ علی الصيد.....	۱۹۷	مع الغلام عقیقہ.....
	ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیات کریمہ کی	۱۹۷	کیا لڑکی کا عقیقہ کیا جائے گا؟.....
۲۱۲	تفسیر.....	۱۹۸	عقیقہ میں کتنی بکریاں ذبح کی جائیں.....
۲۱۵	معراض کے معنی.....	۱۹۸	امبطوا عنه الأذی کی تشریح.....
۲۱۶	کتے کے شکار کے جواز کی شرطیں.....		کیا حضرت حسن بصری کا سماع حضرت سمرہ
۲۱۷	کلب معلّم (سدھایا بہ) کب ہوگا.....	۱۹۹	سے ثابت ہے؟.....
۲۱۷	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....	۲۰۰	مرتنہ بعقیقہ کے معنی.....
۲۱۹	ذبیحہ اور شکار کے وقت نسیم اللہ پر صبح کا حکم.....	۲۰۱	یذبح عنه یوم السابع.....
۲۱۹	مذہب ائمہ.....	۲۰۲	عقیقہ ولادت کے کتنے دن بعد کیا جائے.....
۲۱۹	دلائل جمہور.....	۲۰۳	ویسمی ویدمی کی تشریح.....
۲۲۰	امام شافعی کا استدلال.....	۲۰۴	تدمیہ کے نسخ پر دلالت کرنے والی احادیث.....
۲۲۲	باب صید المعراض.....		عقیقہ میں ذبح کی جانے والی بکری کے متعلق
۲۲۳	باب ما أصاب المعراض بعرضہ.....	۲۰۵	ایک فائدہ.....
۲۲۳	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۲۰۵	عقیقہ کی مشروعیت کی مصلحتیں.....
۲۲۴	باب صید القوس.....	۲۰۶	باب الفرع.....
۲۲۴	تیر سے شکار کرنے کی شرطیں.....	۲۰۶	باب العتیرہ.....
۲۲۶	شکار کے ٹکڑے ہو جانے کا حکم.....	۲۰۶	فرع اور عتیرہ کے معنی.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۲۴۳	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۲۲۷	حضرت ابو ثعلبہ نخعی کی روایت.....
۲۴۴	باب قول اللہ تعالیٰ: احل لکم صید البحر.....	۲۲۸	کفار کے برتنوں کو استعمال کرنے کا حکم.....
۲۴۸	مینڈک کھانے کا حکم.....	۲۲۹	باب الحذف والہندقة.....
۲۵۰	سمندری جانوروں کا حکم.....	۲۳۰	غلیل سے شکار کا حکم.....
۲۵۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات.....	۲۳۰	بندوق کی گولی سے شکار کا حکم.....
۲۵۷	دلائل احتناف.....	۲۳۱	انگی سے کنکریاں پھینکنا مکروہ ہے.....
۲۵۴	سمک طافی کا مسئلہ.....	۲۳۳	باب من اقتنى کلبا لس بکلب صید.....
۲۵۵	جمہور کا استدلال.....	۲۳۳	بلا ضرورت کتابا لنادرست نہیں.....
۲۵۵	امام اعظم کی دلیل.....	۲۳۷	باب إذا أكل الكلب.....
۲۵۵	جھینگے کا حکم.....		سورۃ مائدہ کی آیت کریمہ سے پانچ شرطوں
۲۵۶	باب أكل الجراد.....		کا استنباط.....
۲۵۶	نڈی کا حکم.....	۲۳۵	باب الصيد إذا غاب عنه يومين.....
۲۵۷	ابو یعفر.....	۲۳۷	تین دن کے بعد شکار ملنے کا حکم.....
	حضور اکرم ﷺ نڈی کھانا پسند نہیں	۲۳۹	باب إذا وجد مع الصيد کلبا آخر.....
۲۵۸	کرتے تھے.....	۲۳۹	باب ما جاء في التصيد.....
۲۵۹	باب آية المحوس.....	۲۴۰	شکار کرنے کا حکم اور اس کی شرعی حیثیت..
۲۵۹	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت.....	۲۴۱	من سكن البادية جفا کے معنی.....
۲۶۰	باب التسمية على الذبيحة.....	۲۴۲	باب التصيد على الجبال.....
	آیت کریمہ ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ﴾	۲۴۳	لغات حدیث کی تشریح.....
۲۶۱	اسم اللہ کا شان نزول.....		

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۲۷۶	باب مانند من البہائم.....	۲۶۲	اونٹ بھاگنے کا واقعہ.....
۲۷۸	باب النحر والذبح.....	۲۶۳	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۲۷۸	نحر کے معنی.....	۲۶۵	لیس السن والظفر کی ترکیب.....
۲۷۹	ذبح والے جانور کو نحر کرنے کا حکم.....	۲۶۵	دانت اور تانن سے ذبح کرنے کا حکم.....
۲۸۰	ذبح کے لیے کتنی رگیں کا ثنا ضروری ہے.....	۲۶۶	باب ماذبح علی النصب والأصنام.....
۲۸۱	مذاہب ائمہ.....	۲۶۷	زید بن عمرو بن نفیل.....
۲۸۴	باب ما یکرہ من المثلة والمصورة.....	۲۶۷	باب قول النبی ﷺ: فلیذبح علی اسم اللہ
۲۸۵	مصورہ اور مجسمہ کے معنی.....	۲۶۸	ترجمۃ الباب کا فائدہ و مقصد.....
۲۸۵	جانور کو باندھ کر نشانہ بازی کرنا ممنوع ہے..	۲۶۸	باب ما أنهر الدم من القصب.....
۲۸۷	باب لحم الدجاج.....	۲۶۹	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت.....
۲۸۹	حضرت ابو موسیٰ اشعرئی کا واقعہ.....	۲۷۰	باب ذبیحة المرأة والأمة.....
۲۸۹	زہد بن مضرب.....	۲۷۰	عورت کا ذبیحہ جائز ہے.....
۲۹۱	باب لحوم الخیل.....	۲۷۱	باب لا یدکی بالسن.....
۲۹۱	گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم.....	۲۷۲	باب ذبیحة الأعراب.....
۲۹۲	باب لحوم الحمر الإنسیة.....	۲۷۲	دیہاتیوں کا ذبیحہ جائز ہے.....
۲۹۳	گدھے کے گوشت کا حکم.....	۲۷۳	باب ذبائح أهل الكتاب.....
۲۹۶	درندوں کے گوشت کا حکم.....	۲۷۴	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۲۹۷	ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں.....	۲۷۴	اہل کتاب کے ذبیحہ کی شرطیں.....
۲۹۸	ضج (بجو) کا حکم.....	۲۷۵	اہل کتاب سے کون مراد ہیں؟.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۳۱۴	باب إذا ند بعیر لقوم.....	۲۹۹	باب جلود المیتة.....
۳۱۵	باب أکمل المضطر.....	۲۹۹	جانور کی کھال سے انتفاع کا حکم.....
۳۱۶	مضطر کون شخص ہے.....	۳۰۰	مذہب اور ان کے دلائل.....
۳۱۶	حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنے کی شرطیں	۳۰۱	سند پر ایک اعتراض اور اس کا جواب.....
کتاب الأضاحی		خطاب بن عثمان، محمد بن حمیر، ثابت بن عجلان.....	
۳۲۰	باب سنة الأضحية.....	۳۰۲	باب المسک.....
۳۲۰	لفظ أضحية میں چار لغات.....	۳۰۳	مشک کے استعمال کا حکم.....
۳۲۱	قربانی واجب ہے یا سنت؟.....	۲۰۴	باب الأرنب.....
۳۲۱	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....	۳۰۴	خرگوش کا حکم.....
۳۲۳	دلائل وجوب.....	۳۰۵	باب الضب.....
۳۲۴	باب قسمة الأضاحی بین الناس.....	۳۰۶	باب إذا وقعت الفارة فی السمن.....
۳۲۵	ترجمة الباب کا مقصد.....	۳۰۷	گھی وغیرہ کے اندر نجاست گر جانے کا مسئلہ.....
۳۲۵	باب الأضحية للمسافر والنساء.....	۳۰۸	امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک.....
۳۲۶	مسافر کے لئے قربانی کا حکم.....	جس گھی میں نجاست گر جائے اس سے انتفاع کا حکم.....	
۳۲۶	عورتوں کی قربانی کا حکم.....	۳۰۹	باب الوسم والعلم فی الصورة.....
۳۲۶	حدیث اور ترجمة الباب میں مناسبت.....	۳۱۱	چہرہ داغنا حرام ہے.....
۳۲۷	باب ما یشتہی من اللحم یوم النحر.....	۳۱۳	باب إذا أصاب قوم غنیمة.....
۳۲۷	ترجمة الباب کا مقصد.....		
۳۲۷	إن هذا یوم اللحم فیہ مکروہ کی تشریح.....		

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۳۲۴	باب وضع القدم علی صفح الذبیحة...	۳۲۹	باب من قال: الأضحیٰ یوم النحر.....
۳۲۴	باب التکبیر عند الذبح.....	۳۲۹	ایام قربانی.....
۳۲۵	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۳۳۰	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....
۳۲۵	باب إذا بعث بهدیہ لیذبح.....	۳۳۱	باب الأضحیٰ والمنحر بالمصلی.....
۳۲۶	باب مایوکل من لحوم الأضاحی.....	۳۳۲	باب فی أضحیة النبی ﷺ بکیشین أقرنین
۳۲۶	قربانی کا گوشت کب تک کھا سکتے ہیں.....	۳۳۲	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
	گوشت کا ذخیرہ کرنا کون سے تین دنوں میں	۳۳۳	کس چیز کی قربانی افضل ہے؟.....
۳۲۹	ممنوع تھا.....	۳۳۵	باب قول النبی ﷺ لأبی بردة: ضح بالحذع
۳۵۰	تعارض روایات اور اس کا حل.....	۳۳۵	معز، ضان، جذع اور شنی کے معنی.....
۳۵۲	حضرت علیؓ کے ایک قول کی توجیہات.....	۳۳۷	حریث بن عمرو أسدی.....
	کتاب الأشربة	۳۳۹	باب من ذبح الأضاحی بیدہ.....
	آیت کریمہ إنما الخمر والمیسر کاشان	۳۳۹	اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے.....
۳۵۶	نزول.....	۳۳۹	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۳۵۷	شراب کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی.....	۳۴۰	باب من ذبح ضحیة غیرہ.....
۳۵۸	شراب کی حرمت کب نازل ہوئی.....	۳۴۱	باب الذبح بعد الصلاة.....
۳۶۰	حرمہا فی الآخرة کے دو مطلب.....	۳۴۲	باب من ذبح قبل الصلاة، أعاد.....
۳۶۱	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۳۴۳	قربانی کا وقت.....
	حضور ﷺ کی خدمت میں معراج کے	۳۴۳	مذہب ائمہ.....
۳۶۲	موقع پر کتنے پیالے پیش کیے گئے تھے.....	۳۴۴	ہی خیر نسیکتہ کے معنی.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
	ولینزلن أقوام إلى جنب علم يروح عليهم	۳۶۴	
۳۸۶	بسارحة کے معنی.....	۳۶۶	امام اعظمؒ کے دلائل.....
۳۸۸	حدیث شریف کا مطلب.....	۳۶۷	جمہور کے دلائل.....
۳۹۰	ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت.....	۳۶۸	دلائل جمہور کا جواب.....
۳۹۱	باب الانتیاذ فی الأوعية والتور.....	۳۷۰	تراجم بخاری کا مقصد.....
۳۹۲	باب ترخیص النبی ﷺ فی الأوعية.....	۳۷۱	باب الخمر من العنب.....
۳۹۴	مخصوص برتنوں میں نبیؐ بنانے کا مسئلہ.....		باب نزل تحريم الخمر وهي من البسر
۳۹۵	حنفیہ کا مسلک.....	۳۷۲	والتمر.....
۳۹۷	ابوعیاض.....	۳۷۵	یوسف ابومعشریرا.....
۴۰۰	باب نقيع التمر مالم يسكر.....	۳۷۶	باب الخمر من العسل.....
۴۰۰	باب الباذق.....	۳۷۸	باب ماجاء فی أن الخمر ماخامر العقل.
	سبق محمد الباذق، فما أسكر فهو حرام		تین باتیں جن کے تفصیلی احکام کی حضرت
۴۰۲	کے معنی.....	۳۷۹	عمرؓ نے تمنا کی.....
۴۰۳	باب من رأى أن لا يخلط البسر.....	۳۸۱	باب ماجاء فيمن يستحل الخمر.....
۴۰۳			حدیث باب پر علامہ ابن حزم کا اعتراض اور
۴۰۴	امام اعظمؒ کے دلائل.....	۳۸۲	اس کا جواب.....
۴۰۷	باب شرب اللبن.....	۳۸۳	علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ کی ذکر کردہ وجوہ..
۴۰۹	برتن ڈھانکنے کا حکم.....		امام بخاریؒ کی صنیع کے متعلق حافظ ابن حجر
۴۱۱	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۳۸۴	کی ذکر کردہ وجوہ.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۴۲۹	آب زمزم پینے کا طریقہ اور آداب.....	۴۱۳	حضرت ابو طلحہؓ کے باغ کا واقعہ.....
۴۳۱	حافظ ابن حجر کا ایک واقعہ.....	۴۱۵	باب شرب اللبن بالماء.....
۴۳۱	باب من شرب وهو واقف علی بعبہ.....	۴۱۵	باب استعذاب الماء.....
۴۳۲	باب الأيمن فالأيمن.....	۴۱۵	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۳۲	الأيمن فالأيمن کی نحوی ترکیب.....		حضور ﷺ کا ٹھنڈا پانی طلب کرنے کا ایک واقعہ.....
۴۳۳	باب هل يستأذن الرجل من عن يمينه.....	۴۱۷
۴۳۳	ایک تعارض اور اس کا حل.....	۴۱۹	حدیث سے مستنبط چند آداب.....
۴۳۴	باب الكرع في الحوض.....	۴۲۰	باب شراب الحلوى والعسل.....
۴۳۴	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت.....	۴۲۰	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۳۵	باب خدمة الصغار الكبار.....		امام زہری رحمہ اللہ کے ایک قول کی تشریح.....
۴۳۶	باب تغطية الإناء.....	۴۲۱
۴۳۶	سرشام بچوں کو باہر نکلنے سے ممانعت کا حکم.....	۴۲۲	إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم.....
۴۳۸	باب اختناث الأسقية.....	۴۲۲	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۴۳۹	منہ لگا کر مشکیزے سے منع کرنے کی حکمتیں.....	۴۲۳	حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت.....
	دو حدیثوں کے درمیان تعارض اور اس کا جواب.....	۴۲۴	باب الشرب قائما.....
۴۴۰	۴۲۵	کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم.....
۴۴۱	باب الشرب من فم السقاء.....	۴۲۵	ممانعت والی روایات.....
۴۴۲	باب النهی عن التنفس في الإناء.....	۴۲۶	جواز والی روایات.....
۴۴۲	برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے.....	۴۲۷	حل تعارض.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۴۶۲	مصائب کے متعلق ایک فائدہ.....	۴۴۳	باب الشرب بنفسین.....
۴۶۳	مصیبت کے معنی.....	۴۴۴	پانی پیتے وقت سانس لینے کا مستحب طریقہ..
۴۶۴	مصائب کفارات ہیں.....	۴۴۵	پانی پینے کے آداب.....
۴۶۵	زہیر بن محمد.....	۴۴۶	باب الشرب فی آئینۃ الذهب.....
۴۶۷	ہم، حزن اور غم کے معنی.....	۴۴۷	عبداللہ بن عبدالرحمن.....
۴۶۹	مثل المؤمن کمثل الخامة کے معنی.....	۴۴۸	باب الشرب فی الأقذاح.....
۴۷۱	من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ کے معنی..	۴۴۸	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۷۲	باب شدۃ المرض.....	۴۵۰	باب الشرب من قدح النبی ﷺ.....
۴۷۳	احادیث باب کی تشریح.....	۴۵۰	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۷۴	ایک اشکال اور اس کا جواب.....	۴۵۳	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت.....
۴۷۶	باب: أشد الناس بلاء: الأنبياء.....	۴۵۵	چاندی کا کڑا استعمال کرنے کا حکم.....
۴۷۷	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت.....	۴۵۵	باب شرب البرکۃ والماء المبارک.....
۴۷۷	باب وجوب عیادۃ المریض.....	۴۵۶	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۷۸	عیادت مریض کا حکم.....		
۴۷۸	عیادت کرنے کا وقت.....		
۴۷۹	آداب عیادت.....		
۴۸۱	باب عیادۃ المغمی علیہ.....		
۴۸۲	باب فضل من یصرع من الريح.....		
	کیا جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے		
۴۸۳	ہیں؟.....	۴۶۱	تفسیر.....

کتاب المرضی

کتاب المرضی کی کتاب الاشرہ سے

مناسبت.....

باب ماجاء فی کفارة المریض.....

آیت کریمہ ﴿من یعمل سوء یجز بہ﴾ کی

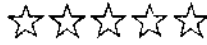
تفسیر.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۰۰	باب ما یقال للمریض، وما یحییہ.....		عہد نبوی میں کس عورت پر مرگی کے
۵۰۰	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۴۸۴	دورے پڑتے تھے.....
۵۰۲	باب عیادۃ المریض را کبا و ماشیا.....	۴۸۵	حدیث سے مستنبط چند باتیں.....
۵۰۴	باب ما رخص للمریض أن یقول: إني و جمع	۴۸۶	باب فضل من ذهب بصرہ.....
۵۰۵	مریض تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے.....	۴۸۷	اشعث بن جابر.....
۵۰۷	حدیث باب کی تشریح.....	۴۸۸	ابوظلال ہلال بن ابی ہلال.....
۵۰۸	حدیث سے مستنبط چند باتیں.....	۴۸۹	باب عیادۃ النساء والرجال.....
۵۰۹	باب قول المریض: قوموا عنی.....	۴۸۹	عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے.....
۵۱۰	باب من ذهب بالصبی المریض.....	۴۹۲	باب عیادۃ الصبیان.....
۵۱۰	باب نہی تمنی المریض الموت.....		حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں
۵۱۱	موت کی تمنا کرنا.....	۴۹۳	سے آنسوؤں کا بہنا.....
۵۱۳	حضرت خبابؓ کے کچھ دردناک حالات.....	۴۹۴	باب عیادۃ الأعراب.....
	إن أصحابنا الذين سلفوا، ولم تنقصهم	۴۹۵	لابأس طہور کے معنی.....
۵۱۴	الدنیا کے معنی.....	۴۹۵	حدیث شریف سے مستنبط چند آداب.....
	کیا آدمی کا عمل اس کو جنت میں داخل کر سکتا	۴۹۶	باب عیادۃ المشرک.....
۵۱۶	ہے؟.....	۴۹۶	کافر کی عیادت کا مسئلہ.....
۵۱۶	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۴۹۷	باب إذا عاد مریضاً.....
۵۱۸	لا یتمنیں أحدکم الموت.....	۴۹۸	باب وضع اليد علی المریض.....
۵۱۹	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۴۹۸	مریض پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۳۶	باب هل یداوی الرجل المرأة.....	۵۲۰	باب کی دوروائیوں کو ساتھ ذکر کرنے میں
۵۳۷	مرد و عورت کے ایک دوسرے کے علاج	۵۲۱	باب دعاء العائد للمریض.....
۵۳۷	کرنے کا مسئلہ.....	۵۲۳	مریض کے لیے شفا کی دعا کرنے سے
۵۳۷	باب الشفاء فی ثلاث.....	۵۲۳	متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۵۳۸	حسین بن زیاد یا حسین بن یحییٰ.....	۵۲۳	باب وضوء العائد للمریض.....
۵۳۸	احمد بن منیع.....	۵۲۴	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۵۳۹	مروان بن شجاع.....	۵۲۵	باب من دعا برفع الوباء.....
۵۴۰	تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب.....	۵۲۵	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۵۴۰	داغنے کا حکم.....		کتاب الطب
۵۴۱	مختلف روایات میں تطہیق کی وجوہ.....	۵۲۹	طب کے لغوی اور اصطلاحی معنی.....
۵۴۲	قسی سے کون مراد ہیں.....	۵۳۰	طب کی قسمیں.....
۵۴۳	باب الدواء بالعسل.....	۵۳۱	طب جسمانی کا مدار.....
۵۴۴	کیا شہد میں ہر بیماری کی شفا ہے.....		حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج کی
۵۴۵	شہد کے منافع.....	۵۳۲	قسمیں.....
۵۴۹	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۵۳۳	باب ما أنزل اللہ داء إلا أنزل له شفاء.....
۵۵۰	باب الدواء باللبان الإبل.....	۵۳۵	ذکر کردہ احادیث سے مستنبط چند باتیں.....
۵۵۲	تداوی بالمحرمات کا مسئلہ.....	۵۳۵	اسباب کے تین درجے.....
۵۵۲	مذہب ائمہ اور دلائل.....	۵۳۵	بیماری کا علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۷۲	باب الحجم من الشقيقة.....	۵۵۴	باب الحجة السوداء.....
۵۷۳	باب الحلق من الأذى.....	۵۵۴	کلو نجی کے فوائد.....
۵۷۳	باب کی کتاب الطب سے مناسبت.....	۵۵۵	رجال سند کی وضاحت.....
۵۷۴	باب من اکتوی أو کوی غیرہ.....	۵۵۷	باب التلبينة للمريض.....
۵۷۶	لارقية إلامن عین أو حمة.....	۵۵۸	باب السعوط.....
	هم الذين لا يسترقون، لا يطيرون،	۵۵۹	باب السعوط بالقسط.....
۵۷۷	لا يكتوون کے معنی.....	۵۶۰	عود ہندی سے کیا مراد ہے.....
۵۷۸	باب الإنمذ والكحل.....	۵۶۱	عود ہندی کے فوائد.....
۵۷۹	باب الحذام.....	۵۶۲	دوا اشکال اور ان کے جوابات.....
۵۸۰	عدوی کے معنی.....		کلو نجی میں سات شفاؤں کے ہونے کا
۵۸۰	طیرہ کے معنی.....	۵۶۴	مطلب.....
۵۸۰	ہامہ کے معنی.....	۵۶۵	باب أى ساعة يحتجم.....
۵۸۱	صفر کے معنی.....	۵۶۵	ترجمة الباب کا مقصد.....
۵۸۱	مسئلہ تعدیل امراض.....	۵۶۵	سیئگی کس دن اور کس تاریخ کو لگانی چاہیے.....
۵۸۳	حل تعارض کی توجیہات.....	۵۶۸	باب الحجم فی السفر والإحرام.....
۵۸۵	باب المن شفاء للعين.....	۵۶۹	باب الحمامة من النداء.....
۵۸۶	باب اللدود.....	۵۶۹	حضور اکرم ﷺ کو بچنے لگانے والے صحابی.....
۵۸۸	باب بلا ترجمہ.....	۵۷۱	باب الحمامة علی الرأس.....
۵۸۸	ما قبل باب کے ساتھ مناسبت.....	۵۷۱	احتجم للحی جمل کے معنی.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۸۹	باب العذرة.....	۵۹۰	باب دواء المبطون.....
۵۹۰	صدق الله وكذب بطن أخيك کے معنی.	۵۹۱	باب: لاصفر، وھوداء يأخذ البطن.....



ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغانے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے (ر) لگا دیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے

٧٢ - كتاب النفقات

کتاب النفقات (الأحادیث: ۵۰۳۶-۵۰۵۷)

کتاب النفقات پچیس مرفوع احادیث پر مشتمل ہے، ان میں تین احادیث معلق ہیں، کتاب النفقات کی اکثر احادیث صحیح بخاری میں پہلے گزر چکی ہیں، صرف تین احادیث اس میں امام بخاری نے پہلی بار ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے، کتاب النفقات میں صحابہ اور تابعین کے تین آثار امام نے ذکر فرمائے ہیں، مذکورہ احادیث اور آثار کے لیے امام بخاری نے کتاب النفقات میں ۱۱۶ ابواب قائم کیے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۲ - کتاب النفقات

نفقہ کے اصطلاحی اور شرعی معنی

نفقہ لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جسے آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے (۱) یہ یا تو ”نفوق“ سے مشتق ہے جس کے معنی ہلاکت کے آتے ہیں، کہتے ہیں نفقت الدابة ”نفوقاً: جانور ہلاک ہو گیا، بطور نفقہ خرچ کرنے والی چیز بھی چونکہ ختم ہو جاتی ہے، اس لیے اسے ”نفقہ“ کہتے ہیں اور یا یہ ”نفاق“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رانج ہونے کے ہیں، کہتے ہیں، نفقت السلعة۔ نفاقاً: سامان چلنے لگا، رانج ہو گیا، بک گیا (۲)۔

ہدایہ کی مشہور شرح ”عناية“ میں ہے کہ ”نفقة“ اسم ہے اور انفاق (خرچ کرنے) کے معنی میں ہے، نفقہ سے مراد کسی چیز کے لیے ایسے اسباب مہیا کرنا ہے جن کے ذریعہ وہ چیز قائم رہ سکے (۳) اور خرچ کر کے ہی یہ اسباب مہیا کئے جاسکتے ہیں۔

وفی الاصطلاح عبارة عما وجب لزوجة أو قريب أو مملوك من الطعام واللباس والسكنی (۴)۔

شریعت کی اصطلاح میں نفقہ کا اطلاق بیوی اور اہل و عیال کے لیے انسان کے ذمہ لازم طعام، لباس اور رہائش پر ہوتا ہے جب کہ عرفاً اس کا اطلاق صرف طعام پر ہوتا ہے (۵)۔

(۱) الدر المختار: ج ۲، ص: ۶۹۹

(۲) رد المحتار: ج ۲، ص: ۶۹۹، وفتح القدير: ۴/۱۹۳، وارشاد الساری: ۱۲/۱۲۱

(۳) العناية على هامش فتح القدير: ۳/۱۹۲

(۴) تنوير الأبصار: ۲/۶۹۹، وارشاد الساری: ۱۲/۱۲۱

(۵) الدر المختار: ۲/۶۹۹

اسباب نفقة

نفقة کے اسباب تین ہیں، اول: زوجیت، دوم: قرابت، سوم: ملک (۶) اسی طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی منفعت کی وجہ سے محبوس ہے تو اس کا نفقہ بھی حابس پر ہوگا (۷)

باب ۱ : فَضْلُ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ» / البقرة: ۲۱۹ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : الْعَفْوَ : الْفَضْلُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ الباب میں آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے ﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ یعنی لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجیے ”عفو“..... اس آیت کریمہ میں عفو کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں:

① آیت کریمہ میں عفو سے صدقہ مفروضہ مراد ہے، صدقہ مفروضہ مراد لینے کی صورت میں

پھر مفسرین کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے، یہاں اجمالاً ذکر ہے اور احادیث میں پھر اس کی تفصیلات ذکر کر دی گئی ہیں، اس قول کے مطابق یہ آیت منسوخ نہیں ہے (۸)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو زکوٰۃ کے وجوب کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں پر واجب تھا، امام کلبی کی ایک روایت میں ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد سونا چاندی اور مال مویشی رکھنے والے لوگ اپنے پاس سال بھر کا خرچ اندازے سے رکھ لیتے تھے اور باقی مال صدقہ کر دیتے تھے، یہاں تک کہ زکوٰۃ کی آیت نازل ہوئی تو اس سے مذکورہ آیت منسوخ ہو گئی (۹)۔

(۶) فتح القدیر: ۳/ ۱۹۳، تنویر الأبصار: ۲/ ۶۹۹

(۷) فتح القدیر: ۳/ ۱۹۳

(۸) تفسیر کبیر للإمام الرازی: ۶/ ۵۲

(۹) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۳/ ۶۱-۶۲

تیسرا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی آدمی کے مال میں کچھ حق واجب ہوتا ہے، وہ مراد ہے، جمہور علماء کے نزدیک اگرچہ زکوٰۃ کے بعد آدمی کے مال میں مزید کوئی حق واجب نہیں، لیکن بعض حضرات کے نزدیک زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق واجب ہے جس کی مقدار متعین نہیں، بلکہ آدمی کی اپنی رائے پر منحصر ہے، چنانچہ علامہ بنوری رحمہ اللہ ”معارف السنن“ میں لکھتے ہیں:

”وبعض السلف يرى أن في المال حقا سوى الزكاة، ولكنه غير منضبط،

مفوض الى رأي المبتلى به، وهو المختار“ (۱۰)۔

یہ حضرات سنن ترمذی میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ”إن في المال حقا سوى الزكاة“۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب المتن ہے، چنانچہ ابن ماجہ نے یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے ”ليس في المال حق سوى الزكاة“ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی تضعیف کی ہے (☆۱۰)۔

② آیت کریمہ میں ”عفو“ کے دوسرے معنی صدقہ نافلہ کے کیے گئے ہیں، یعنی آیت میں عفو سے نفلی صدقہ مراد ہے، اس صورت میں عفو کی مختلف تعبیرات کی گئی ہیں:

بعضوں نے کہا عفو سے وہ مال مراد ہے جو بنیادی ضروریات اور اخراجات سے بچ جائے (۱۱)۔

بعض نے فرمایا اس سے وہ مال مراد ہے جس کے خرچ کرنے سے آدمی نہ تنگدست ہو اور نہ اسے پریشان ہو کر در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں (۱۲)۔

لیکن مقصد ان سب تعبیرات کا ایک ہی ہے یعنی ما فضل من العيال: وہ مال جو آدمی کے اپنے

(۱۰) معارف السنن، کتاب الزکاة: ۵/۱۶۳

(☆۱۰) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الزکاة، باب ما جاء أن في المال حقا سوى الزكاة، رقم الحديث ۶۶۰، و سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاة، باب ما أدى زكاة ليس بكنز، رقم الحديث: ۱۷۸۹۔ چنانچہ محدثین مضطرب المتن کی مثال میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں، دیکھیے، نقط الدرر بشرح متن نحة الفكر: ۹۴، وتيسير مصطلح الحديث: ۱۱۲۔

(۱۱) تفسير القرآن العظيم لابن كثير: ۱/۲۵۶

(۱۲) روح المعاني: ۲/۱۱۵

اور گھر بار کے اخراجات سے زائد ہو، اس طرح کے مال کا نفلی صدقہ کیا جاسکتا ہے، آیت کریمہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

چنانچہ ابن ابی حاتم نے اس آیت کی شان نزول میں ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے بال بچے اور غلام ہیں، ہم کیا خرچ کریں؟..... اس سوال پر یہ آیت نازل ہوئی (۱۳) جس کا حاصل یہ ہے کہ بال بچوں اور اہل و عیال سے جو بچ جائے وہ بطور نفلی صدقہ خرچ کیا جائے، شارح بخاری ابن بطل رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”فروی عن اکثر السلف ان المراد بذلك صدقة التطوع.....“ (۱۴)

صدقہ سے مراد ثواب ہے یعنی اس نفقہ کا اسے ثواب ملے گا، مجازاً ثواب پر صدقہ کا اطلاق کیا گیا ہے، حقیقتاً صدقہ مراد نہیں کیونکہ زوجہ ہاشمیہ کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے، حالانکہ ہاشمیہ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں، اس لیے صدقہ سے مجازاً ثواب مراد ہے (۱۵) نفقہ واجب ہے، اس پر صدقہ کا اطلاق کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ واجب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا، چنانچہ مہلب فرماتے ہیں:

”النفقة على الأهل واجبة بالإجماع، وإنما سماها الشارع صدقة خشية أن يظنوا أن قيامهم بالواجب لأجر لهم فيه، وقد عرفوا ما في الصدقة من الأجر، فعرفهم أنها لهم صدقة، حتى لا يخرجوها إلى غير الأهل إلا بعد أن يكفوهم المؤونة برغيبا لهم في تقديم الصدقة الواجبة قبل صدقة التطوع“ (۱۶)۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۶۲۲، وعمدة القاری: ۲/۱۲، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۲۲

(۱۴) شرح ابن بطل: ۷/۵۲۸

(۱۵) فتح الباری: ۹/۶۲۳، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۲۲

(۱۶) إرشاد الساری: ۱۲/۱۲۲، وفتح الباری: ۹/۶۲۳

۵۰۳۶ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : عَمَّا ثَمَمَةُ شُعْبَةَ . عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بَرْزَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ . عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ . قُلْتُ : عَنِ النَّبِيِّ ؟ قَالَ : عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (إِذَا أَتَى الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ . وَهُوَ يَحْسِبُهَا . كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً) .

[۵۵ : ۱۵۵]

۵۰۳۷ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَنَّانِي مَالِكٌ . عَنْ أَبِي الزُّرَّادِ . عَنْ الْأَعْرَجِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (قَالَ اللَّهُ : أَتَفِيقُ يَا آدَمُ أَتَفِيقُ عَلَيْكَ) .

[۱۴۴۰۷ : ۱۴۴۰۷]

۵۰۳۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ فَرْعَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ . عَنْ ثَوْبَانَ بْنِ زَيْدٍ . عَنْ أَبِي الْغَيْثِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ . كَالسَّجَّادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ . أَوْ الْقَائِمِ اللَّيْلُ الصَّائِمِ النَّهَارَ) . [۵۶۶۰ . ۵۶۶۱]

سند میں ابو الغیث سے سالم مراد ہیں جو عبداللہ بن مطیع کے آزاد کردہ غلام تھے، یہ حدیث یہاں بخاری میں پہلی بار آئی ہے، آگے کتاب الادب میں بھی امام بخاری نے اسے ذکر کیا ہے (۱۷)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یتیم اور مسکین کے لیے محنت کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، یارات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

أَرْمَلَةٌ : اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر مر گیا ہو، یتیم (۱۸)۔

ساعی سے مراد وہ شخص ہے جو یتیم اور مسکین کے نفع اور فائدہ کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہو، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”وَمَعْنَى السَّاعِي الَّذِي يَذْهَبُ وَيَجِيءُ فِي تَحْصِيلِ مَا يَنْفَعُ الْأَرْمَلَةَ

(۱۷) (۵۰۳۸) الحديث أخرجه البخاري في كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، رقم الحديث: ۵۰۳۸ /

وأيضاً أخرجه البخاري في كتاب الأدب، باب الساعي على الأرملة، رقم الحديث: ۵۶۶۰، وأيضاً باب الساعي

على المسكين، رقم الحديث: ۵۶۶۱، وأخرجه مسلم في كتاب الزهد والرفق، باب الإحسان إلى الأرملة

والمسكين واليتيم، رقم الحديث: ۲۹۸۲، وأخرجه النسائي في كتاب الزكوة: ۱/ ۲۷۷، وأخرجه الترمذي في

أبواب البر والصلة: ۲/ ۲۷، وأخرجه ابن ماجه في التجارة: ۱۵۵ /

(۱۸) مجمع بحار الأنوار: ۲/ ۳۸۱، والنهاية لابن الأثير: ۲/ ۲۶۶.

والمسکین“ (۱۹)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

اس حدیث میں یتیم اور مسکین کی خدمت کرنے والے کی فضیلت اگرچہ عام بیان کی گئی لیکن ظاہر ہے آدمی کے اقارب میں سے بھی کوئی ان دونوں صفتوں کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے، کوئی یتیم ہو سکتی ہے، مسکین ہو سکتا ہے تو جب اس حدیث میں اجنبی اور غیر رشتہ دار کے لیے یہ فضیلت بیان کی گئی ہے تو قریب کے لیے مذکورہ فضیلت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ومطابقة الحديث للترجمة من جهة إمكان اتصاف الأهل أى الأقارب

بالصفتين المذكورتين، وإذا ثبت هذا الفضل لمن ينفق على من ليس له

بقرب ممن اتصف بالوصفين، فامتنق على المتصف بهما أولى“ (۲۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”فضل النفقة على الأهل“ کا ترجمۃ الباب قائم کرنے کے بعد اس آیت کو ذکر کر کے اسی دوسرے معنی کی طرف اشارہ کیا کہ اولاً اہل و عیال کا نفقہ آدمی کے ذمہ ضروری ہے، پھر اس سے اگر زائد بچتا ہو تو اسے نفل صدقہ کے طور پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

وقال الحسن: العفو الفضل

یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تعلیق ہے، فرماتے ہیں، آیت کریمہ میں ”عفو“ سے وہ مال مراد ہے جو ضروریات اور اہل و عیال کے نفقہ سے زائد ہو، عبد بن حمید نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۲۱)۔

حدثنا آدم عن أبي مسعود الأنصاري، فقلت: عن النبي صلى الله عليه وسلم،

فقال: عن النبي صلى الله عليه وسلم

(۱۹) فتح الباری: ۹/۲۲۳۔

(۲۰) إرشاد الساری: ۱۲/۱۲۳۔ نیز دیکھیے فتح الباری: ۹/۲۲۳۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/۲۲۲۔ تعلیق التعلیق: ۳/۸۰۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۲۲، ۱۲۲۔

اس میں ”قلت“ کا قائل شعبہ ہے، یعنی شعبہ نے عدی بن ثابت سے پوچھا کہ یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول ہے؟ تو انہوں نے جواب میں اس کی تصدیق فرمائی، چنانچہ اسماعیلی کی روایت میں اس کی تصریح ہے (۲۲)۔

یہ روایت کتاب الایمان میں گزر چکی ہے، وہیں اس پر بحث بھی کی گئی ہے (۲۳)۔ حاصل یہ ہے کہ مسلمان جب اپنے اہل و عیال پر ثواب اور اجر کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ اس کے لیے صدقہ ہے۔

۵۰۳۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ : عَنْ سَعْدِ بْنِ إِدْرِاهِيمَ . عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ بِمَكَّةَ ، فَقُلْتُ : يَا مَالُ : أَوْصِي بِنَاسِي كُلِّهِ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَالْشُّطْرُ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَالْثُلُثُ ؟ قَالَ : (الثُّلُثُ وَالْثُلُثُ كَثِيرٌ . أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدْعَهُمْ عَائِلَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ . وَمَهُمَا أَتَقَفْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ . حَتَّى اللَّقْمَةُ تَرْفَعُهَا فِي فِي أَمْرَاتِكَ . وَلَعَلَّ اللَّهَ يَرْفَعَكَ ، يَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ . وَيَضُرُّ بِكَ آخَرُونَ) . [ر : ۵۶]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بیمار تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرتے تھے، میں نے عرض کیا ”میرے پاس مال ہے، کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ میں نے پوچھا ”نصف مال کی“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ میں نے کہا ”ثلث کی“ آپ نے فرمایا ”ثلث کی کر سکتے ہو اگرچہ یہ بھی زیادہ ہے“ پھر فرمایا ”اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑنا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ تنگ دست ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، تم ان پر جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تمہارے لیے صدقہ ہے حتیٰ کہ وہ قلمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو۔“

عائلة: فقراء..... يتكففون الناس في أيديهم: یعنی يمدون إلى الناس أ كفهم للسؤال

(۲۲) إرشاد الساری: ۲/ ۲۲۲۔ وفتح الباری: ۹/ ۶۲۲

(۲۳) کشف الباری: ۲/ ۷۴۴۔ باب ما جاء من الأعمال بالنية والحسبة

یہ حدیث کتاب الوصایا میں گزر چکی ہے، وہیں اس پر تفصیلی بحث ہے۔

۲۔ باب : وَجُوبُ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب اول میں نفقہ کی فضیلت اور اس باب میں وجوب ذکر فرمایا، اہل و عیال کا نفقہ بالا جماع واجب ہے (۲۴)۔

نفقہ میں کس کی حالت کا اعتبار ہوگا

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نفقہ کے واجب ہونے کے بعد کس کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر کی حالت کا یا بیوی کی حالت کا؟

① امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اس میں شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر اگر مالدار ہے تو نفقہ اغنیاء واجب ہوگا، اگر متکدست ہے تو نفقہ فقراء واجب ہوگا (۲۵) صاحب ہدایہ نے حنفیہ میں سے امام کرخی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے (۲۶) اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ”اعلاء السنن“ میں اسی قول کو حنفیہ کی ظاہر الروایت کہا ہے (۲۷)۔

اس مسلک کی دلیل ایک تو یہ آیت کریمہ ہے ﴿لَيَنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قَدَّرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَلَيَنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا الْإِمَامَ أَنَّا هَاكُنَا﴾ (۲۸) آیت کریمہ میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق خرچ کرے۔

دوسری دلیل حضرت معاویہ قشیری کی وہ حدیث ہے جو امام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور ابن جہان نے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں ”اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت: ماتقول فی

(۲۴) شرح البخاری لابن بطلال: ۴/۵۳۰۔ وفتح الباری: ۹/۶۲۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۳

(۲۵) المعنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۸/۱۵۷۔

(۲۶) الہدایہ، باب النفقة: ۲/۳۳۷۔

(۲۷) إعلاء السنن، ابواب النفقة، باب تعبر حال الزوج فی النفقة: ۱۱/۲۸۹۔

(۲۸) سورة الطلاق: ۷۔

نسائنا؟ قال: أطعموهن مما تأكلون ، واكسوهن مما تكتسبن ، ولا تصرفوهن ولا تغبحوهن“ (۲۹)۔

اس حدیث میں مردوں کی حالت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

② دوسرا مسلک امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، ان کے نزدیک مسلک اول کے بالکل برعکس نفقہ میں عورت کی حالت کا اعتبار ہوگا، بیوی اگر مالدار ہے تو نفقہ اغنیاء اور تنگدست ہے تو نفقہ فقراء واجب ہوگا، ابن قدامہ نے ”المغنی“ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول لکھا ہے (۳۰)۔

اس مسلک کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے ﴿وَعَلَى الْمَوْلَاةِ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ اس میں ”معروف“ سے مراد کفایت ہے یعنی بیوی کی حالت کے اعتبار سے وہ نفقہ اس کے لیے کفایت کر جائے (۳۱)۔

دوسری دلیل حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ”خذی ما کفیت وولدک بالمعروف“ اس میں شوہر کی حالت کا اعتبار کرنے کی بجائے حضرت ہندہ کے لیے کفایت کر جانے کو پیش نظر رکھا ہے (۳۲)۔

③ حضرات حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا (۳۳)، درمختار میں ہے کہ یہی حضرات حنفیہ کا مفتی بہ قول ہے (۳۴)، یعنی اگر دونوں مالدار ہیں تو نفقہ اغنیاء، دونوں تنگدست ہیں تو نفقہ فقراء اور اگر بیوی تنگدست ہے تو اس کا نفقہ اغنیاء کے نفقہ سے کم اور فقراء کے نفقہ سے زیادہ ہوگا۔

اس مسلک کی دلیل یہ ہے کہ ﴿لِيَنْفَقَ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ﴾ میں شوہر کی حالت کا اعتبار کیا گیا

(۲۹) إجماع السنن: ۱۱/۲۸۹۔

(۳۰) المغنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۸/۱۵۶۔

(۳۱) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۶۔

(۳۲) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۶۔

(۳۳) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۷۔

(۳۴) الدر المختار: باب النفقة: ۲/۷۰۱۔

ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے زرقہیں و کموتہیں بالسرورف میں عورت کی حالت کا اعتبار کیا گیا، تو میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کر کے دونوں آیتوں پر عمل ممکن ہو سکے گا، چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَلَنَا فِيْمَا ذَكَرْنَاهُ جَمْعَانِ الْمُسْلِمِينَ ، وَعَسَلًا بِكُلِّ النَّصِيْنِ ، وَرِغَايَةً لِّكُلِّ الْجَانِبَيْنِ ، فَيَكُونُ أَوَّلَى“ (۳۵)۔

۵۰۴۱، ۵۰۴۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ : قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غَنَى . وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى . وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ) . يَقُولُ الْمَرْأَةُ : إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي ، وَإِمَّا أَنْ تُصَلِّتَنِي . وَيَقُولُ الْعَبْدُ : أَطْعِمْنِي وَأَسْتَعْمِلَنِي . وَيَقُولُ الْإِبْنُ : أَطْعِمْنِي . إِلَى مَنْ تَدْعُنِي . فَقَالَ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، جِئْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ قَالَ : لَا . هَذَا مِنْ كَيْسِ أَبِي هُرَيْرَةَ . (۵۰۴۱) . حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي الثَّيْتُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَاصِمٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : عَنْ النَّبِيِّ ﷺ : (أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غَنَى . وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ) . (۱۳۶۰)

افضل الصدقة ما ترك غنى

افضل صدقہ وہ ہے جو کچھ نہ کچھ مانداری کو چھوڑ دے یعنی اس کی وجہ سے آدمی بالکل مفلس بن کر نہ رہ جائے بلکہ کسی قدر مانداری قائم رہے۔ یہ صدقہ کی بہترین شکل ہے، آدمی سارے مال کا اس طرح صدقہ کرے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ بچے، یہ پہلی صورت کی بہ نسبت غیر افضل ہے۔ کیونکہ اس میں خدشہ ہوتا ہے کہ آدمی فقیر ہو کر کہیں مانگنے پر مجبور نہ ہو جائے، اس طرح اس صورت میں بعض واجب حقوق کی ادائیگی بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ آگے فرمایا: ”اليد العليا خير من اليد السفلى“ اس میں يد العليا سے دینے والا ہاتھ اور يد السفلى سے لینے اور مانگنے والا ہاتھ مراد ہے، ظاہر ہے کہ دینا لینے اور مانگنے سے بہتر ہے۔

وابدأ بمن تعول

خرچ کرنے میں ابتداء اہل و عیال سے کرنی چاہیے، اس جملہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان پر خرچ کرنا واجب ہے اور واجب کی ادائیگی، نفل پر مقدم ہوتی ہے، ”من تعول“ میں بیوی اور نابالغ اولاد تو بالاتفاق داخل ہیں، البتہ بالغ ہونے کے بعد اولاد کے نفقہ کے وجوب میں اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک اولاد کا نفقہ مطلقاً باپ کے ذمہ واجب ہے، چاہے بالغ ہو یا نابالغ، لیکن جمہور کے نزدیک لڑکے کے بالغ ہونے اور لڑکی کے شادی شدہ ہو جانے کے بعد باپ کے ذمہ ان کا نفقہ واجب نہیں رہتا (۳۶)۔

تقول المرأة: إما أن تطعنني وإما أن تطلقني

یہ جملہ اور اس سے آگے کے جملے حدیث مرفوعہ کا حصہ نہیں بلکہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ”من تعول“ کی تشریح فرمائی ہے، چنانچہ امام نسائی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، اس میں ہے ”فسئل أبو هريرة: من تعول يا أبا هريرة؟“ (۳۷) یعنی ان سے پوچھا گیا کہ ”من تعول“ کا مصداق کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بیوی کہتی ہے کہ مجھے کھلاؤ، ورنہ طلاق دو یعنی اہل و عیال میں ایک تو بیوی ہے۔

شوہر کے نادار ہونے کی صورت میں بیوی نکاح فسخ کر سکتی ہے؟

اس جملے سے جمہور علماء نے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں اپنے مسلک کے لیے استدلال کیا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر تنگدست اور نادار ہو جائے اس طرح کہ وہ نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو گا یا نہیں۔

① ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو گا، اگر بیوی شوہر کے معسر و تنگدست ہو جانے کے بعد اس سے جدائی اور فراق کی خواہاں ہو تو دونوں کے درمیان تفریق

(۳۶) فتح الباری: ۹/۲۲۶۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۲۲۶۔

کر دی جائے گی۔

② حضرات حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہوگا بلکہ وہ صبر سے کام لے گی، اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے (۳۸)۔

انہر ثلاثہ ایک تو حدیث باب کے اس جملہ سے استدلال کرتے ہیں۔
اور دوسرے دارقطنی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اس میں ہے ”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته، قال: ینفک بینہما“ (۳۹)۔
حضرات حنفیہ کی طرف سے پہلے استدلال کا جواب تو یہ دیا گیا کہ اولاً تو یہ جملہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تشریحی قول ہے، ثانیاً اس میں صرف فراق کا مطالبہ ہے اور مطالبہ فراق، فسخ نکاح کو مستلزم نہیں (۴۰)۔
جہاں تک تعلق ہے امام دارقطنی کی روایت کا تو ابو حاتم نے اسے معلول قرار دیا ہے، لہذا وہ قابل استدلال نہیں (۴۱)۔

حضرات حنفیہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جن میں فقر کے باوجود نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر فقر و تنگدستی سبب فرقت ہوتی تو پھر حالت فقر میں نکاح کی ترغیب نہ دی جاتی، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الحجج“ میں اپنی بلاغات میں یہ روایت نقل کی ہے: ”بلغنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن رجلاً أتاد یشکو إلیہ الجاحۃ، فقال: اذهب فتزوج“ (۴۲) اور امام محمد کی ”بلاغات“ حضرات حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں (۴۳)۔

(۳۸) مذاہب کے لیے دیکھیے، نیل الاوطار: ۶/۲۶۳، وإعلاء السنن: ۱۱/۲۹۰، أبواب الفقہ، وعسدة القاری: ۲۱/۱۵

(۳۹) سنن الدارقطنی: باب النہر، جزء ۳/۲۹۷، رقم الحدیث: ۱۹۴۔

(۴۰) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۱۔

(۴۱) نیل الاوطار: ۶/۲۶۳، والتمحیض المحیط: ۲/۳۲۳۔

(۴۲) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۲-۲۹۳۔

(۴۳) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۲-۲۹۳۔

اسی طرح امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں: ”التمسوا الرزق بالنکاح“ (۴۴)۔

امام حاکم نے ”مستدرک“ میں روایت نقل کی ہے ”تزوجوا النساء فإنهن يأتين بالمال“ حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث علی شرط الثمینین ہے (۴۵) اور علامہ ذہبی نے ”تلخیص“ میں ان کی تائید فرمائی (۴۶) مجمع الزوائد میں اس روایت کی صحت کے متعلق ہے ”ورجاله رجال الصحيح خلا مسلم بن جنادة، وهو ثقة“ (۴۷)

قرآن کریم میں ہے ﴿إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾
ان تمام نصوص سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آدمی کا معسر اور تنگ دست ہونا جدائی اور فسخ نکاح کا سبب نہیں بننا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

و يقول الابن: أطلعمني، إني من تدعني
بیٹا باپ سے کہتا ہے کہ مجھے کھلائیں، آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں، کس کے لیے چھوڑ رہے ہیں، اس جملے سے استدلال کرتے ہوئے بعض حضرات نے کہا کہ اولاد میں سے اگر کسی کے پاس مال ہو یا اس کا کاروبار ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ ”إني من تدعني“ تو وہ انسان کہے گا جس کے لیے باپ کے نفقہ کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع ممکن نہ ہو، صاحب مال اور کاروباری شخص یہ جملہ نہیں کہہ سکتا (۴۸)۔

هذا من ركيس أبي هريرة
رکیس (کاف کے کسرہ کے ساتھ) تھیلے کو کہتے ہیں، یعنی یہ تشریح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی بلکہ یہ میرا اپنا کلام ہے بعض روایات میں ”رکیس“ (کاف کے فتح کے ساتھ) ہے

(۴۴) الفردوس بسائر الخطابات للديلمي: ۱/۸۸، رقم الحديث: ۲۸۴۔

(۴۵) المستدرک للإمام الحاکم ۲/۱۶۱، کتاب النکاح۔

(۴۶) تلخیص الإمام الذہبی ۲/۱۶۱، کتاب النکاح۔

(۴۷) مجمع الزوائد ۳/۲۵۵۔ (باب: تزوجوا النساء يأتينكم بالأموال)

(۴۸) فتح الباری: ۹/۶۴۶، وإرشاد النصارى: ۱۳/۱۲۶۔

بمعنی عقل و دانش یعنی یہ تشریح میں نے اپنی عقل و دانش سے کی ہے (۴۹)، حدیث مرفوع نہیں ہے، جیسا کہ پہلے بتا دیا گیا کہ امام نسائی کی روایت میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ”من تعول“ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کی تشریح میں یہ جملہ ارشاد فرمائے۔

خیر الصدقة ما كان عن ظهر غنى

بہترین صدقہ وہ ہے جو مالدار کی کے ساتھ ہو، یعنی صدقہ کرنے کے بعد انسان بالکل مفلس اور دوسروں کا محتاج ہو کر نہ رہ جائے، علامہ عینی رحمہ اللہ لفظ ظہر کے متعلق فرماتے ہیں:

”والظہر قد يزداد في مثل هذا اتساعا للكلام، ونمكينا، كأنه صدقة مستندة

إلى ظهر قوى من المال“ (۵۰)۔

۳ باب : حبس نفقة الرجل قوت سنہ علی اہلہ . وكيف نفقات العيال .

۵۰۴۳/۵۰۴۲ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا وَكَيْعٌ . عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ : قَالَ لِي مَعْمَرٌ : قَالَ لِي الثَّوْرِيُّ : هَلْ سَمِعْتَ فِي الرَّجُلِ يَجْمَعُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ أَوْ بَعْضَ السَّنَةِ ؟ قَالَ مَعْمَرٌ : فَلَمْ يُحْضِرْنِي . ثُمَّ ذَكَرْتُ حَدِيثًا حَدَّثَنَاهُ أَبُو شَيْبَةَ الرَّهْرِيُّ . عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَبِيعُ تَحْلُ لِبْنِي النَّضِيرِ ، وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ .

(۵۰۴۳) : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ . عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ بَيْنَ الْحَدَّثَانِ . وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ . فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ . فَقَالَ مَالِكٌ : أَنْطَلَقْتُ حَتَّى ادْخَلْتُ عَلَى عُمَرَ إِذْ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ : هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ ذُنُونٍ ؟ قَالَ : نَعَمْ . فَأَذِنَ لَهُمْ . قَالَ : فَدَخَلُوا وَسَلَّمُوا فَجَلَسُوا . ثُمَّ لَبِثَ يَرْفَا قَبِيلًا فَقَالَ يُعَسِّرُ : هَلْ لَكَ فِي عَنِيٍّ وَعَجَّاسٍ ؟ قَالَ : نَعَمْ . فَأَذِنَ لَهُمَا . فَلَمَّا دَخَلَا سَلَّمَا وَجَلَسَا . فَقَالَ

عَبَّاسُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا . فَقَالَ الرَّهْطُ : عُمَرَانُ وَأَصْحَابُهُ . يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 أَقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرْجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ . فَقَالَ عُمَرُ : اتَّقُوا . أَلَسَدُكُمْ رَأَيْتُمْ أَنَا الَّذِي بِهِ تَقُومُ
 السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ . هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا تُورَثُ . مَا تَرَكَتُمْ صَدَقَةً) يُرِيدُ
 رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ . قَالَ الرَّهْطُ : قَدْ قَالَ ذَلِكَ . فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ
 أَتَسَدُّكُمْ بِاللَّهِ . هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ذَلِكَ ؟ قَالَا : قَدْ قَالَ ذَلِكَ . قَالَ عُمَرُ :
 وَبَنِي أَحَدِكُمَا عَنْ هَذَا الْأَمْرِ . إِنَّ اللَّهَ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ بِنِسْبَةٍ . مَا يُعْطَى
 أَحَدًا غَيْرَهُ . قَالَ اللَّهُ : « مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ » - إِلَى قَوْلِهِ : قَدِيرٌ . فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً
 لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ . وَاللَّهُ مَا أَحْتَارَهَا دُونَكُمْ . وَلَا أَسْتَأْثِرُ بِهَا عَلَيْكُمْ . فَقَدْ أُعْطِيَ كُنُوزُهَا وَبَنِيهَا
 فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ . فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَّقِي عَلَى أَهْلِهِ ثَلَاثَةَ سَنِينَ مِنْ هَذَا الْمَالِ .
 ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ . فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلُ مَا لِلَّهِ . فَيَعْمَلُ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيَاتِهِ . أَتَسَدُّكُمْ بِاللَّهِ .
 هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ ؟ قَالُوا : نَعَمْ . قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ : أَتَسَدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ ؟ وَلَا
 نَعَمْ . ثُمَّ تَوَقَّى اللَّهُ ﷻ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ . فَمَقْبُضُهَا أَبُو بَكْرٍ يَعْمَلُ فِيهَا
 بِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا جِئْتُ وَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ : تَرُغِمَانِ أَنْ أُنَا بِبَكْرٍ
 كَذَا وَكَذَا . وَاللَّهُ يَعْلَمُ : أَنَّهُ فِيهَا صَادِقُ بَارٍ رَاسِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ . ثُمَّ تَوَقَّى اللَّهُ ﷻ أَبُو بَكْرٍ . فَقُلْتُ :
 أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا بَكْرٍ . فَمَقْبُضُهَا سَتَتَبِعُ أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ .
 ثُمَّ جِئْتَنِي وَكَرِهْتُمَا وَاحِدَةً وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ . جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيْبَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ . وَأَنَا
 هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيْبَ أُمْرَائِهِ مِنْ أَبِيهَا . فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهِ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنْ عَمِلَكُمَا عِنْدَ اللَّهِ
 وَمِثْلَاقَهُ . لَتَعْمَلَا فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ . وَبِمَا عَمِلْتَ بِهِ
 فِيهَا مِنْذُ وَلَيْتَهَا . وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا . فَقُلْتُمَا : أَدْفَعُهَا إِلَيْمَا بِذَلِكَ . فَادْفَعُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ .
 أَتَسَدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْمَا بِذَلِكَ ؟ فَقَالَ الرَّهْطُ : نَعَمْ . قَالَ : فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ
 فَقَالَ : أَتَسَدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ ؟ قَالَا : نَعَمْ . قَالَ أَفَتَأْتِيَانِي مَنِي قَضَاءً غَيْرَ
 ذَلِكَ . قَوْلَ الَّذِي يَأْذِيهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ . لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّمَاءُ
 فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعُوهَا فَإِنَا أَكْبَرُكُمْ هَا . [١٢٧٤٨]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آدمی اپنے اہل و عیال کے لیے اگر سال بھر کا غلہ محفوظ کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا غلہ محفوظ فرمائی کرتے تھے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”شماکل ترمذی“ میں روایت نقل فرمائی ہے ”سكان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخرو شیئا لغدا“ (۵۱) کہ آپ کل کے لیے بھی کوئی چیز نہیں رکھتے تھے اور یہاں سال بھر کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شماکل ترمذی کی روایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور یہاں اہل و عیال کے لیے غلے کی فراہمی کا ذکر ہے، اس لیے تعارض نہیں (۵۲)۔

غلہ ذخیرہ کرنے کی مدت کتنی ہونی چاہیے؟

بعض صوفیہ نے روایت باب سے استدلال کر کے کہا ہے کہ ایک سال سے زیادہ کا غلہ فراہم کر کے رکھا جائے تو یہ سنت کے خلاف ہوگا (۵۳)۔

لیکن ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ مطلقاً غلے کی فراہمی درست ہے، چاہے وہ سال بھر سے زیادہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو (۵۴)۔

اس استدلال پر اشکال ہوتا ہے کہ روایت میں تو ایک سال کی تصریح ہے، مطلقاً غلے کی فراہمی کا جواز اس سے کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو غلہ اور

(۵۱) شماکل الترمذی: باب ما جاء فی حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۹۳، رقم الحدیث: ۳۵۵۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔ وریض الشری: ۱۲/۱۲۔

(۵۳) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔

(۵۴) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔

کھانے کی چیزیں آیا کرتی تھیں وہ عموماً جو ہوتے تھے اور یا سمجھو رہیں ہوتی تھیں اور عام طور پر چونکہ یہ چیزیں سال بہ سال نئی آیا کرتی تھیں، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر سے زیادہ کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

بہر حال حدیث کے الفاظ کو اگر دیکھا جائے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال کے لیے آپ نے غلے کی فراہمی کا اہتمام فرمایا ہے لیکن اگر اس کے معنی پر غور کیا جائے تو پھر ابن جریر طبری کا استدلال قوی معلوم ہوتا ہے (۵۵)۔

بعض صوفی کہتے ہیں کہ کل کے ایک دن کے لیے غلہ کی فراہم کا انتظام خلاف توکل ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں، بعض حضرات کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کل کا اہتمام کرنا بھی منافی توکل نظر آتا ہے اور بعض کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کل کیا، اس سے زیادہ کا اہتمام کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اس باب میں جو طویل حدیث ذکر کی گئی ہے، یہ ”کتاب المغازی“ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے (۵۶) ترجمۃ الباب کے پہلے حصے کی مناسبت تو حدیث سے ظاہر ہے، دوسرے حصے ”وکیف نفقات العیال“ کی مناسبت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”.....رأيت أنه يمكن منه أن يؤخذه منه دليل التقدير، لأن مقدار نفقة السنة

إذا عرف، عرف منه توزيعها على أيام السنة، فيعرف حصة كل يوم من

ذلك، فكانه قال: لكل واحدة في كل يوم قدر معين من المئيل المذكور،

والأصل في الإطلاق التسوية“ (۵۷)۔

یعنی اس حدیث سے نفقہ کی مقدار کی دلیل اخذ کی جاسکتی ہے، کیونکہ جب سال بھر کا نفقہ معلوم ہو جائے تو سال کے ایام پر اس کی تقسیم بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ ہر دن کے حصے میں نفقہ کی کتنی مقدار آگئی۔

(۵۵) فتح الباری: ۹/۲۲۹۔

(۵۶) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: باب حدیث من المظہیر: ۱۸۶-۱۹۱۔

(۵۷) فتح الباری: ۹/۲۲۸۔ ”مُعَلَّ“ غلہ اگانے والی کھیتی۔

۴ باب : وقال الله تعالى : وَالْوَالِدَاتُ يُرْضَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْتُمِ

الرَّضَاعَةُ

بِأَيِّ قَوْلِهِ : بِأَيِّ تَعْلِيلٍ بِصِيَرٍ : فَقَدْ : ۲۳۳ وقال : وَحَمْلُهُ وَفَصْلَانَهُ تَلَاكِبُهُ تَمَرُّهُ
الْأَحَدُ ۱۵ : وَقَالَ : وَبَيْنَ عَشْرَتِهِ عَشْرَ صُغُرٍ لَهَا الْخَرَى : لِيُثْمَقَ دُونَ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ
مَنْ قَامَ عَلَيْهِ دَرْقُهُ : بِأَيِّ قَوْلِهِ : نَعْدَ عَشْرِ نِسْرٍ : / الصَّلَاقُ : ۶ : ۱۷ .

وَقَالَ يُونُسُ : عَنْ الزُّهْرِيِّ : نَهَى اللَّهُ أَنْ يُضَارَّ وَالِدُهُ بِرَضْعِهِ : مَدَنَتْ : أَنْ تَقُولَ إِنَّ الْمَدَنَةَ
سَلَتْ مُرَاضِعَتَهُ : وَهِيَ أُمُّهُ لَهَا حَمْلٌ : وَأَعْتَقَ عَلَيْهِ وَأَرْقَى يَدَ مَنْ عَوْلَهَا : فَيَسَّ لَهَا أَنْ تَأْتِيَ :
عَدَا أَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نِسْبَةٍ مَا جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ : وَلَيْسَ لِلْمَوْلَى لَدُنْ أَنْ يُضَارَّ بِرَدِّهِ وَالْمَدَنَةُ : فَيَسَّعُهَا
لَا يُرَاضِعُهُ خَيْرٌ : لَهَا بِأَيِّ سَبَبٍ : فَلَا حُدُوحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طَيْبِ نَفْسٍ الْمَوْلَى وَالْمَدَنَةُ :
فَإِنْ أَرَادَ فَصْلَانَهُ عَنْ تَرْضَاعٍ مَبْنًى وَتَسْوِيرٍ فَلَا حُدُوحَ عَلَيْهِمَا : عَدَا أَنْ يَكُونَ دَلَّتْ عَنْ تَرْضَاعٍ
مَبْنًى وَتَسْوِيرٍ .

فَصْلَانُهُ : الْقَصَانُ : ۱۸۴ : وَطَائِفُهُ

ترجمہ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے تین آیتیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی آیت دودھ پلانے والی
عورت کے لیے عقد کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، دوسری آیت ”وَحَمْلُهُ وَفَصْلَانَهُ.....“ مدت
رضاعت کی مقدار بتا رہی ہے اور تیسری آیت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ انفاق میں خرچ کرنے والے
کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا (۵۸)۔

وَقَالَ يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ : ..

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ممنوع قرار دیا کہ والدہ بچہ کی وجہ سے والد کو نقصان
پہنچائے، اس کی صورت یہ ہے کہ والد یہ کہہ دے کہ میں اس بچے کو دودھ نہیں پلاؤں گی، حالانکہ اس کا
دودھ نذا کے اعتبار سے بچے کے لیے زیادہ مناسب ہے اور دوسری عورت کے مقابلے میں وہ بچے کے لیے
زیادہ شفیق اور ہمدرد ہے (تو انکار کی صورت میں بچے کے والد کو تکلیف ہوگی) اس لیے اس کے لیے یہ
درست نہیں کہ دودھ پلانے سے انکار کرے، جب اس کا شوہر اس کا وہ حق ادا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے

اس پر فرض کیا ہے۔

اور اسی طرح باپ کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ بچے کی وجہ سے اس کی والدہ کو تکلیف پہنچائے، اس طرح کہ اسے دودھ پلانے سے روک دے اور کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کی اجازت دے (ظاہر ہے جب والدہ اپنے بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہے اور اس کے باوجود والدہ اسے دودھ پلانے کی اجازت نہ دے بلکہ بچہ کسی دوسری عورت کے حوالہ کرے تو یہ بات والدہ کے لیے یقیناً باعث تکلیف ہوگی، اس طرح بچے کی والدہ کو تکلیف دینا جائز نہیں۔)

فیمنعها أن ترضعه ضراراً لها إلی غیرها۔۔۔ اس میں ”إلی غیرها“ ”یمنع“ سے متعلق ہے ”آی منعها ینتھی إلی رضاع غیرها“۔۔۔ یونس کی اس تعلیق کو ابن وہب نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۹)۔

فصالة: فطامه

آیت کریمہ میں، ”فصال“ کا لفظ آیا ہے، اس کی تفسیر ”فطام“ سے کی جس کے معنی بچے کے دودھ چھڑانے کے آتے ہیں، یہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے جو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے (۶۰)۔

۵ - باب : نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها . ونفقة الولد .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے کہ اگر شوہر غائب ہو جائے تو اس کی بیوی اور اولاد کا نفقہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا۔

حضرات حنفیہ اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے (۶۱)۔

ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر شوہر کا مال، بیوی کے حق کی جنس سے ہو، یا ثمنین (دینار و درہم) وغیرہ اس کے مال میں موجود ہوں تو ان دونوں صورتوں میں عورت اپنا حق اس مال سے نفقہ کے لیے

(۵۹) تعلیق التعلیق: ۳/۲۸۱۔ وفتح الباری: ۹/۶۳۰ و۶۳۱

(۶۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۔ وارشاد الساری: ۱۲/۳۲۔ وفتح الباری: ۹/۶۳۱

(۶۱) فتح القدیر: ۴/۲۰۹۔

وصول کر سکتی ہے۔

لیکن ان دو کے علاوہ مال کی اگر دوسری اقسام ہیں تو اس صورت میں قاضی کے فیصلے اور اجازت ہی سے عورت لے سکتی ہے، اس کے بغیر نہیں (۶۲)۔

۵۰۴۴ : حَدَّثَنَا أَبُو مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ . عَنْ أَبِي شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ . فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ أَبَا سَفْيَانَ رَجُلٌ مَسِيكٌ . فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالُنَا ؟ قَالَ : (لَا . إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ) . [ر : ۲۰۹۷]

رجل مسیک

مسیک یا تو تنگیل کے وزن پر میم کے فتح اور سین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یا مسیک میم کے کسرہ اور سین مکسورہ مشدودہ کے ساتھ مبالغہ کا صیغہ ہے، بمعنی بخیل (۶۳)۔

۴۰۴۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ . عَنْ مَعْمَرٍ . عَنْ هَمَّامٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا . عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ . فَلَهُ يَصْفُ أَجْرُهُ) . [ر : ۱۹۶۰]

یہاں صحیحی سے کون سے صحیحی مراد ہیں؟ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے صحیحی بن موسیٰ (بلخی) اور صحیحی بن جعفر (بکندی) دونوں مراد ہو سکتے ہیں (۶۴)۔

علامہ یعنی فرماتے ہیں کہ صحیحی بن جعفر مراد ہیں اور اس میں تردد کی ضرورت اس لیے نہیں کہ کتاب البیوع کے اندر بعینہ اسی سند کے ساتھ یہ روایت گزر چکی ہے اور وہاں صحیحی بن جعفر کی تصریح

(۶۲) فتح القدیر: ۲۱۰/۴۔

(۶۳) عمدة القاری: ۱۹/۲۱، وارشاد الساری: ۱۳/۱۳۳

(۶۴) شرح الکرمانی: ۱۰/۲۰۔ رقم الحدیث: ۵۰۱۶، وارشاد الساری: ۱۳/۱۳۴، وعمدة القاری: ۱۹/۲۱

موجود ہے (۶۵)۔

علامہ عینی سے پہلے علامہ مزی نے ”تحفة الاشراف“ میں اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ یہ یحییٰ بن جعفر ہیں (۶۶) یہ حدیث بیک سند و متن مکرر ہے۔

۶ - باب : عمل المرأة في بيت زوجها .

۵۰۴۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي الْحَكَمُ . عَنْ أَبِي أَنَسٍ لَيْلَى : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ : أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي بَيْتِهَا مِنَ الرَّحَى . وَبَلَّغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ ، فَلَمْ تُصَادِفْهُ . فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ . فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ . قَالَ : فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا . فَذَهَبْنَا نَقْدِمُ . فَقَالَ : (عَلَى مَكَانِكُمَا) . فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا . حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي . فَقَالَ : (أَلَا أَدْنِكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا ؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا ، أَوْ أَوَيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا . فَسَبَّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَآخِذَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَكَبَّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ . فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ) . [ر : ۲۹۴۵]

عورت کے ذمے کام کاج کا مسئلہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا، مسئلہ یہ ہے کہ عورت کے ذمے گھریلو کام کاج ضروری ہے کہ نہیں، اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے:

① امام شافعیؒ اور امام بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ بیوی کے ذمے شوہر کے گھریلو کام ضروری

اور واجب نہیں، لأن عقد النکاح يتناول الاستمتاع لا الخدمة (۶۷)۔

حدیث باب بظاہر ان کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ

کے گھر میں کام کرتی تھیں۔

(۶۵) عمدة القاری: ۱۹/۲۱۔

(۶۶) قال المزی فی تحفة الاشراف بمعرفة الأطراف: "وفی النفقات (۲:۵) عن یحیی بن جعفر، ولم ینسبه فی

النفقات ۱۰/۳۹۷، رقم الحدیث: ۱۳۶۹۵۔

(۶۷) المغنی لابن قدامة، کتاب عشرة النساء: ۲۲۵/۷، ولامع الدراری: ۹/۳۸۸۔

اس کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے یہ کام اپنے بلند اخلاق اور عادت کی وجہ سے کرتی تھیں، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ گھریلو کام ان کے ذمہ ضروری تھے (۶۸)۔

② حضرات مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر صاحب وسعت ہے اور بیوی بھی صاحب حیثیت ہے تو ایسی صورت میں بیوی کے ذمہ گھریلو کام واجب نہیں، بلکہ شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بیوی کے لیے خادم مقرر کرے، تاہم اگر بیوی غریب گھرانے کی ایک عام کام کاج کی عادی عورت ہے، یا بیوی تو صاحب حیثیت ہے لیکن شوہر کی حیثیت کمزور ہے تو ان دونوں صورتوں میں عورت کے ذمے گھریلو کام ضروری اور واجب ہے (۶۹)۔

③ حضرات حنفیہ کا مسلک بھی مالکیہ کے مسلک کے قریب قریب ہے، وہ فرماتے ہیں اگر شوہر مالدار اور موسر ہے تو گھریلو خدمت عورت کے ذمہ نہیں بلکہ شوہر کے ذمہ خادم رکھنا واجب ہے اور اگر شوہر تنگدست اور مالی لحاظ سے کمزور ہے تو اس صورت میں عورت کے ذمہ گھریلو کام دینا واجب ہے۔
شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت اس صورت میں گھریلو کام کاج کرنے سے انکار کر دے تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا، البتہ ایسی حالت میں شوہر کے ذمہ روٹی کے ساتھ سالن وغیرہ کی فراہمی ضروری نہیں رہے گی (۷۰)۔

الأول كما على خير مما سألتما

اس جملے سے ایک مطلب تو یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تسبیح فاطمی سے آدمی کو ایسی قوت اور طاقت مل جاتی ہے جو خادم کی قوت سے بڑھ کر ہوتی ہے اور مختلف امور کی انجام دہی انسان کے لیے آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔

لیکن دوسرا مطلب جو زیادہ ظاہر ہے یہ ہے کہ تسبیح اور ذکر کا فائدہ آخرت کے ساتھ خاص ہے جب کہ خادم کا فائدہ دنیا کے ساتھ مختص ہے اور آخرت دنیا کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور دائمی

(۶۸) المغنی لابن قدامہ، کتاب عشرة النساء: ۷/ ۲۲۵۔

(۶۹) لامع الدراری: ۳۸۹/۹۔

(۷۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے لامع الدراری: ۳۸۹/۹۔

ہے (۷۱)۔

۷- باب : خادِمُ الْمَرْأَةِ .

۵۰۴۷ : حَدَّثَنَا الْحُسَيْنِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يُحَدِّثُ . عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ : أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَمَّتِ النَّبِيَّ ﷺ تَسْأَلُهُ خَادِمًا . فَقَالَ : (أَلَا أُخْبِرُكَ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنْهُ ؟ تَسْبِيحُ اللَّهِ عِنْدَ مَسَامِكَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَتَحْمِيدُ اللَّهِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَتُكْبِيرُ اللَّهِ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ) . ثُمَّ قَالَ سُفْيَانُ : إِخْدَاهُنَّ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ . فَمَا تَرَكْتَهَا بَعْدَ . قِيلَ : وَلَا لَيْتَهُ صَفِيْنٌ ؟ قَالَ : وَلَا لَيْتَهُ صَفِيْنٌ .

۱۲۹۴۵ : ۱

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی گھریلو زندگی سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر عورت گھر کے کام کاج کرنے کی استطاعت رکھتی ہو تو شوہر پر لازم نہیں کہ وہ اس کے لیے خادم رکھے۔ ہاں اگر عورت گھریلو کام کاج اور کھانا وغیرہ پکانے کی قدرت نہیں رکھتی، مثلاً بیمار ہے تو ایسی صورت میں شوہر کے ذمہ کھانا تیار کرنے کا انتظام کرنا اور خادم کا بندوبست کرنا ضروری ہے، عورت کے خادم کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے (۷۲)۔

۸- باب : خَدْمَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ .

۵۰۴۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُورَةَ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ الْحَكَمِ بْنِ عُثَيْبَةَ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ . عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ : سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي الْبَيْتِ ؟ قَالَتْ : كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ . فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ خَرَجَ . [۱ : ۶۴۴]

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب سے بتانا چاہتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ وہ جب گھر میں ہو تو گھر کے کاموں میں مدد کرے اور گھروالوں کا ہاتھ بٹائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر کے مختلف

(۷۱) فتح الباری: ۹/۲۳۲۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۰

(۷۲) ہدایہ: ۲/۴۳۹، الإنصاف: ۹/۳۵۷ ودرمختار: ۲/۷۱۱۔

کاموں میں مصروف رہتے تھے اور گھریلو ضروریات پورا کرنے میں مدد کیا کرتے تھے، شارح بخاری ابن بطل مہلب کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”فمن السنة أن يمتنن الإنسان نفسه في بيته فيما يحتاج إليه من أمر دنياه، وما يعينه على دينه، وليس الترفه في هذا بمحمود، ولا من سبيل الصالحين، وإنما ذلك من سير الأعاجب“ (۷۳)۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب سے گھر میں گھریلو کاموں میں مصروف رہنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے (۷۴)۔

كَانَ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ

مہنت: میم کے کسر اور فتح دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، ہاء پر سکون ہے، کام کو اور خدمت میں مہارت کو کہتے ہیں، یہ حدیث ”کتاب الصلاة“ میں گزر چکی ہے (۷۵)۔

۹- باب : إِذَا لَمْ يَنْفِقِ الرَّجُلُ . فَلِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ مَا يَكْفِيهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوفِ .
 ۵۰۴۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي . عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عَتَبَةَ قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ أَبَا سَفْيَانَ رَجُلٌ شَجِيحٌ . وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ . وَهُوَ لَا يَعْلَمُ . فَقَالَ : (خُلِّي مَا يَكْفِيكَ وَوَلَدُكَ بِالْمَعْرُوفِ) .
 [ر : ۲۰۹۷]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو نفقہ اور خرچہ نہ دے تو بیوی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے عرفاً جتنا اس کے اور اس کی اولاد کے لیے کافی ہو لے لے، اس سے پہلے ایک باب گزر چکا ہے کہ اگر شوہر غائب ہو تو عورت شوہر کے مال میں سے لے سکتی ہے اور اس باب میں شوہر کے حاضر ہونے کی صورت میں نفقہ نہ دینے کے متعلق

(۷۳) شرح ابن بطل: ۵۳۲/۷

(۷۴) (الأبواب والتراجم: ۸۶/۲۔ نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۱)

(۷۵) (إرشاد الساری: ۱۳۶/۱۲۔ و عمدة القاری: ۲۱/۲۱ و فتح الباری: ۹/۲۳۳)

بتایا گیا کہ عورت بقدر ضرورت و کفایت لے سکتی ہے، لہذا دونوں ترجموں میں تکرار نہیں ہے (۷۶)۔

۱۰۔ باب : حِفْظُ الْمَرْأَةِ زَوْجِهَا فِي ذَاتِ يَدِهِ وَالنَّفَقَةِ

۵۰۵۰ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبُو طَاوُسٍ . عَنْ أَبِيهِ . وَأَبُو الرِّثَادِ . عَنْ الْأَعْرَجِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبُنَ الْإِبِلَ نِسَاءَ قُرَيْشٍ) . وَقَالَ الْآخَرُ : (صَالِحُ نِسَاءٍ قُرَيْشٍ) . أَحَدُهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ . وَأَرَعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ) .

وَيَذْكُرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [۳۲۵۱]

پہلے باب میں تو یہ بتایا گیا تھا کہ عورت شوہر کے مال میں اتنا لے سکتی ہے جو اس کے اور اس کی اولاد کے لیے کافی ہے، یہ جائز ہے، اس باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اپنی اور اولاد کی ضرورت سے ہٹ کر شوہر کے مال میں سے بیوی کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ لینا جائز نہیں۔

ترجمۃ الباب میں ”ذات ید“ سے مراد مال ہے اور ”والنفقة“ کا اس پر عطف ”عطف الخاص علی العام“ کی قبیل سے ہے۔

بعض نسخوں میں ”النفقة“ کے بعد ”علیہ“ کا اضافہ ہے، حافظ نے فرمایا یہ بلا ضرورت ہے (۷۷)۔ حدیث باب کتاب النکاح میں گزر چکی ہے اور وہیں اس کی تفصیل گزر چکی ہے (۷۸)۔

وَيَذْكُرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاوُسُ كِي حَدِيثُ بَابِ كِي طَرَحَ رَوَايَتِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبِي عَبَّاسٍ نِي بِي نَقْلُ كِي هِي كِي كُوَامَامِ أَحْمَدُ وَأَبِي طَبْرَانِي نِي مَوْصُولَا نَقْلُ كِيَا هِي وَأَبِي حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ كِي رَوَايَتِ بِي إِمَامِ أَحْمَدُ نِي نَقْلُ كِي هِي (۷۹)۔

(۷۶) الأبواب والتراجم: ۸۶/۲

(۷۷) فتح الباری: ۶۳۹/۹

(۷۸) کشف الباری، کتاب النکاح: ۱۵۷

(۷۹) فتح الباری: ۶۳۹/۹۔ وإرشادی الساری: ۱۳۸/۱۴۔ وعمدة القاری: ۲۳/۲۱

۱۱ - باب : کسوة المرأة بالمعروف

۵۰۵۱ : حَدَّثَنَا حُجَّاجُ بْنُ مُهْمَلٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ . عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : آتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةً سِيْرَاءَ فَبَسَّهَا . فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ . فَشَقَّقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي . [ر : ۲۴۷۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ جس طرح شوہر کے ذمے بیوی کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح کسوہ اور لباس بھی واجب ہے اور اس میں اپنے اپنے علاقے کے عرف کا اعتبار ہوگا (۸۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، یہ اس حدیث میں وارد ہیں جس کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ ایک طویل حدیث ہے جس میں خطبہ حجۃ الوداع کا بھی ذکر ہے، اس خطبے میں ایک جگہ آپ نے ارشاد فرمایا: ”اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ..... وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ“ (۸۱) یہ حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی اس لیے اس حدیث کو تو ذکر نہیں کیا، البتہ اس کے الفاظ ترجمۃ الباب میں ذکر کر کے اس کی طرف اشارہ کیا اور ترجمۃ الباب کو حضرت علیؑ کی حدیث ذکر کر کے ثابت کیا (۸۲)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کپڑوں کا ایک ریشمی جوڑا لایا گیا (آپ نے وہ مجھے دیا) تو میں نے اسے پہن لیا، میں نے آپ کے چہرے پر غصہ اور ناراضگی کا اثر دیکھا (کیونکہ وہ ریشم کا تھا جس کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں) چنانچہ میں نے اس کو پھاڑ کر اس کے (مختلف حصوں کو) اپنی رشتہ دار خواتین میں تقسیم کیا۔

حدیث میں ”نسائی“ جمع ہے، حضرت علیؑ کی اس وقت صرف ایک بیوی حضرت فاطمہؑ تھیں، چونکہ دوسری رشتہ دار خواتین کو بھی اس میں سے حصہ دیا، اس لیے جمع کا لفظ لائے (۸۳)۔ حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۸۰) شرح ابن بطلان: ۷/ ۵۴۳۔

(۸۱) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم: ۲/ ۸۹۰ (رقم الحديث: ۱۴۷)

(۸۲) فتح الباری: ۹/ ۶۴۰۔

(۸۳) فتح الباری: ۹/ ۶۴۱۔ واعددة القاری: ۲۱/ ۲۳۔ وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۳۹۔

”والسابقة بين الترجمة والحديث من جهة أن الذي حصل لفاطمة رضي الله عنها من الحلة قطعة ، فرضيت بها ، اقتصادا بحسب الحال ، لإسرافاً (۸۴)۔

۱۲ - باب : عَوْنُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي وَلَدِهِ .

۵۰۵۲ : حَدَّثَنَا مُسْلَدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عُمَرُو ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : هَلَكْتُ أَنِّي وَتَرَكْتُ سَبْعَ بَنَاتٍ أَوْ سَبْعَ بَنَاتٍ ، فَتَزَوَّجْتُ أَمْرَأَةً ثَيِّبًا ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (تَزَوَّجْتُ يَا جَابِرُ) ، فَقُلْتُ : لَعَمْرُكَ ، فَقَالَ : (بِكُرٍّ أَمْ ثَيِّبًا) ، قُلْتُ : بَلْ ثَيِّبًا ، قَالَ : (فَهَلَّا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ ، وَتُصَاحِبُكَ وَتُصَاحِبُكَ) ، قَالَ : فَقُلْتُ لَهُ : إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ هَلَكْتُ ، وَتَرَكْتُ بَنَاتٍ ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَجِيبَنَّ بِسْتَلِينَ ، فَتَزَوَّجْتُ أَمْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْنَّ وَتُصَاحِبُنَّ ، فَقَالَ : (بَارَكَ اللَّهُ لَكَ ، أَوْ قَالَ : خَيْرًا) ، [ر : ۴۳۲]

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ بچے کا نفقہ تو شوہر کے ذمے واجب ہوتا ہی ہے لیکن عورت کو بھی چاہیے کہ وہ حسب استطاعت بچوں کی تربیت اور دیکھ بھال میں شوہر کی مدد اور اس کے ساتھ تعاون کرے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں شوہر کے ساتھ تعاون اگرچہ عورت کے ذمہ واجب اور فرض نہیں، تاہم نیک اور صالح عورتوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات میں شوہر کے ساتھ تعاون کرتی ہیں (۸۵)۔
حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ ظاہر ہے۔

۱۳ - باب : نَفَقَةُ الْمَغِيرِ عَلَى أَهْلِهِ .

۵۰۵۳ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا آئِنُ شَهَابٍ ، عَنْ حَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ : هَلَكْتُ ، قَالَ : (وَلَمْ) ، قَالَ : وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ ، قَالَ : (فَأَعْتَقْ رَقَبَةً) ، قَالَ :

(۸۴) إرشاد الساری: ۱۳۹/۱۲ - وفتح الباری: ۶۴۰/۹ وعمدة القاری: ۲۳/۲۱

(۸۵) شرح ابن بطال: ۵۴۵/۷ - وفتح الباری: ۶۴۱/۹ وعمدة القاری: ۲۳/۲۱

لَيْسَ عِنْدِي . قَالَ : (فَصَمُّوا لَهَا بَعْرًا) . قَالَ : لَا اسْتَطِيعُ . قَالَ : (فَأَطْعِمِ بَنَيْنِ وَسَكِينًا) .
 قَالَ : لَا أَجِدُ . فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ . فَقَالَ : (أَيْنَ السَّائِلُ) . قَالَ : هَذَا أَنَا .
 قَالَ : (تَصَدَّقْ بِهَذَا) . قَالَ : عَلَى أَحْسَنِ مَا يَأْمُرُونَ اللَّهُ . فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ، مَا بَيْنَ
 لَابَتِيئَا أَهْلُ بَيْتِ أَحْسَنِ مَا . فَصَحَّكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أُنْيَابُهُ . قَالَ : (فَأَنْتُمْ إِذْ) .
 [ر : ۱۸۳۴]

اس باب میں معسر اور تنگ دست کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کا بیان ہے، شیخ الحدیث مولانا
 محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اعسار اور تنگ دستی کی وجہ سے شوہر کے ذمہ
 واجب نفقہ ساقط نہیں ہوگا (۸۶)۔

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

حدیث سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت کیا گیا ہے کہ صحابی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 جب کھجوریں دیں اور انہیں صدقہ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے بجائے صدقہ کرنے کے کہا کہ میں اپنے
 سے زیادہ محتاج پر یہ صدقہ کروں؟ حالانکہ مجھ سے زیادہ محتاج تو کوئی نہیں، تو اس سے اہل و عیال کے نفقہ
 کا اہتمام معلوم ہوا، کیونکہ اگر یہ اہتمام نہ ہوتا تو وہ صدقہ کر دیتے، معلوم ہوا کہ تنگ دست اور معسر کے ذمہ
 بھی اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب ہے اور اس کا اہتمام کرنا چاہئے (۸۷)۔
 حدیث باب میں ”عَرَق“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی تھیلے کے ہیں۔

تنگ دست والدین اور اولاد کے نفقہ کا مسئلہ

دوسرا مسئلہ یہاں یہ سمجھنے کے والدین اگر تنگ دست و فقیر ہوں اور ان کے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ
 اور مال نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کا نفقہ اولاد کے مال کے اندر واجب ہو جاتا ہے، ابن منذر نے اس پر
 اجماع نقل کیا ہے (۸۸)۔

(۸۶) الأبواب والتراجم: ۲/۸۶۔

(۸۷) الأبواب والتراجم: ۲/۸۶۔ وعمدة القاری: ۲۱/۶۳۔

(۸۸) المعنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۸/۱۶۹۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے ”أَنْ مَنْ أَطْلَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ، وَوَلَدَهُ مِنْ كَسْبِهِ“ (۸۹)۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب عن اُمیہ عن جددہ کے طریق سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرے بچے بھی ہیں، جب کہ میرا والد میرے مال کا محتاج اور ضرورت مند ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”أَنْتَ وَمَالُكَ لِمَالِكَ، أَوْ لَوْلَا دُكُمُ مِنْ طَبَا كَسْبِكُمْ، فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ“ (۹۰)۔

اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ آدمی کے نابالغ محتاج بچوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔

اگر باپ کا انتقال ہو جائے اور ماں صاحب استطاعت ہو تو بچوں کا نفقہ ماں کے ذمہ واجب ہوگا حضرات حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں کا نفقہ کسی کے ذمہ واجب ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا نفقہ واجب ہے، ”لَا نَفَقَةَ لَهَا وَلَا عَلَيْهَا“ (۹۱)۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ نے جمہور کی طرف سے قرآن کی آیت ﴿وَالْوَالِدَاتُ لِلْبَنَاتِ﴾ کو دلیل میں پیش کیا ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی ایک حدیث کو بھی اسہوں نے استدلال میں ذکر کیا ہے کہ ایک صحابی نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”مَنْ لِي؟“ میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ”أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبُ فَلِلْأَقْرَبِ“ (۹۲)۔

(۸۹) سنن ابی داؤد، کتاب النبیوۃ، باب فی الرجل ما کُل من مال ولده (فی الحديث: ۳۵۲۸)

(۹۰) سنن ابی داؤد، کتاب النبیوۃ، باب فی الرجل ما کُل من مال ولده (فی الحديث: ۳۵۳۰)

(۹۱) المعنی لابن قدامہ: ۸/۱۶۹

(۹۲) سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی ما یسأل به العبد (فی الحديث: ۵۱۳۹)

١٤ - باب - وعلى الوارث بمثل ذلك - الشرة ٢٣٣ - وهل على المرأة منه شيء
ومضرت الله مثلاً رجلين أحدهما أنكم - إلى قوله - عيراط مستقيم / النحل ٧٦

اس آیت کریمہ میں وارث کی تفسیر میں اختلاف ہے:

۱۰۰ جواب سوال ہے کہ وارث سے خود بچہ را کو ہے اور مطلب یہ ہے کہ باپ کے مرنے کی صورت میں بچے کے مال میں سے اس کے ۱۰۰ روپے پلانے کا حق ہے جب تک کہ یہ اس صورت میں سے جب بچے کا مال ہو، یہ قبیضہ ان ذواب و رمانہ خاک کا قول ہے (۱۰۰)۔

وہ بات سے بچے کے باپ نے اہل و عیال میں خبر پھیلانے سے باز رہا۔ وہ صرف اپنے گھر میں سے بچوں کو روکا۔ بچوں نے باپ کے ہاتھوں سے اس بات کی خبر نہ سنی۔ باپ نے ان کو یہ بات نہ بتائی۔ باپ نے ان کو یہ بات نہ بتائی۔ باپ نے ان کو یہ بات نہ بتائی۔

-192- (continued)

((أَكْمِهْ)) هَذَا الَّذِي وَلَدَ أَحْمَرَ لَأَسْكُنَهُ، وَلَا يَفْقَهُ وَلَا يَفْقَهُ (إِلَى مَوْلَاهُ) وَتَمْتَنِيهَا ((لَا يَتَأَدَّرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلَّ عَيْنٍ مَوْلَا يَتَمَنَّى أَنَّهُ لَأَيَّاتُ خَيْرٍ هَلْ يَسْتَعِي ثَوْرٌ وَمِنْ ثَائِرٍ بِالْعَدَلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ)) (أَكْلُ) ثَقُلَ (أَمْرُهُ) مِنْ شِدَائِي مَرَّةً وَسَبْعُونَ (أَيْمَانًا) حَتَّى مَا بَرَسَلَهُ لَا يَقُومُ بِمَا يَسْمَعُ (مِنْ يَأْمُرُ) سَلِيمُ الْخَوَارِجِ فَنَاقَ، دُوْهُ هِدَايَةٍ وَإِشْرَادُ (صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ) سِيرَةٌ صَائِحَةٌ، دِينٌ قَوِيمٌ. وَهَذَا مَثَلُ صَرْبِهِ اللَّهُ تَعَالَى لِنَفْسِهِ. وَكَفَى أَنَّهُ يَفِيضُ عَلَى عِبَادِهِ مِنْ إِعَامَةٍ، وَلَمَّا يَسْتَنْبِذُهُ مِنْ آثَارِ رَحْمَتِهِ وَأَنْطَافِهِ. وَلِأَصْنَامِ النَّاسِ فِي حِمَادِ لَا تَنْصُرُ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَا تَنْطِقُ وَلَا تَسْمَعُ. وَلَا تَدْرِي وَلَا تَعْقِلُ، وَهِيَ ثَقُلَ عَلَى عَابِدِيهَا، تَكْلِفُهُمْ نَحْسًا وَتَعْمَلُ وَالْخِدْمَةَ، دُونَ أَنْ تَسْمُوهُمْ فِي فِكْرٍ، أَوْ تَرْفُقِي بِهِمْ إِلَى حَضَارَةٍ.

(٥٠) إجماع لأحكام القرآن للقرطبي: ٣/٤٠، وشرح ابن بطال: ٤/٥٣.

یہ قول امام احمد اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے (۹۵)، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے (۹۶)۔

۳ تیسرا قول یہ ہے کہ وارث سے بچے کا وارث مراد سے یعنی بچے کے مر۔ نہ کی صورت میں نہ لوگ اس کے وارث نہیں گے، مراد ہیں کہ باپ کے مرنے کی صورت میں وارث پر میراث کے حصے کے بقدر خرچہ واجب ہوگا (۹۷)۔

۴ وارث سے بچے کے ذی رحم محرم مراد ہیں، حضرات حنفیہ و شافعی قول ہے۔ اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت میں ”عن ابی النوف دی لرحمہ المسجود من ذلت“ آیا ہے (۹۸) اور ایک قراءت، دوسری قراءت کی مفسر ہوتی ہے یعنی وارث سے وہ ذی رحم محرم مراد ہے کہ اگر بچہ مر جائے تو یہ اس کا وارث بنے، بقدر میراث کے سب یہ خرچہ لازم ہوگا۔

مثلاً اگر ذی رحم محرم دو بھائی یا دو بہنیں ہیں تو دونوں سے نصف نصف لیا جائے گا اور اگر ایک بھائی اور ایک بہن ہے تو بھائی سے دو ثلث اور بہن سے ایک ثلث لیا جائے گا اور وارثوں پر خرچہ اس صورت میں ہے کہ خود بچہ کے پاس مال نہ ہو، ورنہ اگر بچہ کے پاس مال ہے تو پھر تمام خرچہ اسی کے مال میں سے لیا جائے گا (۹۹)۔

یامثلًا اگر یتیم بچے کی ماں اور دادا زندہ ہیں تو یہ دونوں اس بچے کے محرم بھی ہیں اور وارث بھی، اس لیے اس کا نفقہ ان دونوں پر بقدر حصہ میراث عائد ہوگا یعنی ایک تہائی خرچہ ماں کے ذمہ اور دو تہائی دادا کے ذمہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یتیم پوتہ کا حق دادا پر اپنے بالغ بیٹوں سے بھی زیادہ ہے کیونکہ بالغ اولاد کا نفقہ اس کے ذمہ نہیں اور یتیم پوتے کا نفقہ اس نے ذمہ واجب ہے (۱۰۰)۔

۵ وارث سے والدین میں سے ایک کے انتقال کر جانے کے بعد جو باقی رہ گیا ہو وہ مراد ہے، باپ

(۹۵) شرح منہاج، ۷/۵۴۷، ص ۱۰۹، ۱۰۲۔ وحسنہ البخاری، ۲/۲۴۰

(۹۶) روح المسعی، ۳/۱۳۷۔

(۹۷) روح المسعی، ۳/۱۳۷، وازہاد نساری، ۱۲/۱۳۱

(۹۸) حکام القرآن (تلخیصی)، ۱/۲۰، ۵۶۷۔ وحسنہ البخاری، ۲/۲۱۰

(۹۹) معارف القرآن (از مولانا محمد اویس کاندھلوی)، ۳۴۹۔

(۱۰۰) معارف القرآن (از مفتی محمد شفیع صاحب)، ۵۸۲/۱

کے مرنے کی صورت میں والدہ اور والدہ کی وفات کی صورت میں باپ مراد ہے اور وارث ”باقی“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱۰۱)۔

اس صورت میں والدہ بھی ان ورثہ میں داخل ہوگی جن پر بچے کے دودھ کا خرچہ واجب ہوتا ہے، یہ قول زید بن ثابت سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ باپ کے مرنے کی صورت میں اگر بچے کا بچا اور والدہ دونوں رہ جاتے ہیں تو خرچہ دونوں پر بقدر میراث ضروری ہوگا (۱۰۲)۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زید بن ثابت رحمہ اللہ کے اس قول کو رد کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ”وہل علی المرأة منہ شئ“ کا اضافہ کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت کے ذمہ کچھ بھی واجب نہیں (۱۰۳)۔ دلیل میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش فرمائی ﴿وَضْرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَكَانَ صِرَاطُهُ مُسْتَقِيمًا وَالْآخَرُ فَهِمٌ ذِي غُلَّةٍ يَعْلَمُ مَا فِي بَنِيهِ إِذَا دَعَا إِلَى الْوَارِثَةِ أَنْ يَمُوتَ بَعْدَ وَضْعِ يَدِهِ وَحِمْيَرُ لُطَمَاسٍ﴾ تشبیہ دی جو بولنے پر قادر نہیں ہوتا اور اپنے آقا پر بوجھ ہوتا ہے، اسی طرح عورت بھی قادر نہیں، اس لیے اس کے ذمہ کچھ بھی لازم نہیں (۱۰۴)۔ چنانچہ ابن منیر فرماتے ہیں:

”إنما قصر البخاری الرد علی من زعم أن الأم يجب علیها نفقة ولدها، وإرضاعه بعدأیه لدخولها فی الوارث، فبین أن الأم كانت کلا علی الأب واجبة النفقة علیه، ومن هو کُلّ بالإصالة لا یقدر علی شئ غالباً کیف ینوجه علیه أن ینفق علی غیره“ (۱۰۵)۔

(۱۰۱) رواقع سنن، ۱/۳۵۱، عمدة القاری، ۲۱/۲۴۔ وارشاد الساری، ۱۴/۱۴۱

(۱۰۲) شرح ابن بطال، ۷/۵۴۔

(۱۰۳) وصی اللامع، ۹/۳۹۰: ”قوله: ”وہل علی المرأة“ یعنی هل یجب علی المرأة من مالها شئ لرضاع صبیها، حیث لا یحدف، ای لا یجب لأن المرأة کُلّ، والکل لا وجوب علیه، بل الوجوب له کما نطق به النص۔“

(۱۰۴) شرح ابن بطال، ۷/۵۵۷۔ عمدة القاری، ۲۱/۲۴

(۱۰۵) صغریٰ، ۹/۱۴۳۔

۵۰۵۴ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ . عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . هَلْ لِي مِنْ أَجْرِ أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أَتَفَقَّ عَلَيْهِمْ . وَلَسْتُ بِتَارِكِهِمْ هَكَذَا وَهَكَذَا . إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . لَكَ أَجْرٌ . أَتَفَقَّتْ عَلَيْهِمْ) . [ر : ۱۳۹۸]

۵۰۵۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : قَالَتْ هَيْدٌ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ رَجُلٌ شَحِيحٌ . فَهَلْ عَلَيَّ جُزْءٌ أَنْ أَخُذَ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِيْنِي وَبَنِيَّ ؟ قَالَ : (خُذِي بِالْمَعْرُوفِ) . [ر : ۲۰۹۷]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ابو سلمہ کے بچوں کو خرچ دینے میں مجھے ثواب ملے گا، میں انہیں اس حالت اور اس طرح (فقر و تنگدستی میں) نہیں چھوڑ سکتی، وہ بھی میرے ہی بچے ہیں آپ نے فرمایا ”ہاں تجھے ثواب ملے گا جو تو ان کی ذات پر خرچ کرے گی۔“

حضرت ام سلمہؓ کی اس حدیث سے یہ بات صراحت کے ساتھ معلوم ہوئی کہ ان کا اپنی اولاد پر خرچ کرنا بطور نفل و استحباب تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ان پر واجب نہیں تھا، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ذکر کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں:

”مطابقته للترجمة من حيث إن أم الصبي كل على أبيه، فلا يجب عليها نفقة بنيتها، ولهذا لم يأمر النبي صلى الله عليه وسلم أم سلمة بالإنفاق على بنيتها، وإنما قال: لك أجر ما أنفقت عليهم“ (☆۱۰۶)۔

دوسری حدیث حضرت ہندہؓ کی ہے، اس میں بھی یہ بات ظاہر ہے کہ باپ کی موجودگی میں ماں کے ذمہ کچھ نہیں، بلکہ خرچ باپ کے مال سے لیا جائے گا، باپ کی وفات کے بعد بھی یہ اصل برقرار رہے گی۔ لیکن اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ باپ کی زندگی میں ماں کے ذمہ کچھ نہیں، یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ باپ کی وفات کے بعد بھی ماں کے ذمہ کچھ نہ ہو کیونکہ اس سے بچے کی پرورش سے متعلق کئی

مصلحتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”فبحسن ان یکون مراد البخاری من الحديث الأول وهو حديث أم سلمة في إنفاقها عني ولادها الحر الأول من النرجسة، وهو أن وارت الأب كالأم يلزمه نفقة المولود بعد موت الأب، ومن الحديث الثاني النجاء الثاني، وهو أنه ليس على المرأة شيء عند وجود الأب، وليس فيه تعرض لما بعد الأب“ (۱۰۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ باب کی پہلی حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب کے جزء اول کی تائید ہے کہ بچے کے والد کی وفات کے بعد باپ کے دوسرے وارثوں پر بچے کی ماں کی طرح بچے کا نفقہ لازم ہوگا اور دوسری حدیث سے ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ثابت کیا ہے کہ باپ کی موجودگی میں عورت کے ذمے کچھ بھی واجب نہیں۔

البتہ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ترجمۃ الباب کے جزء اول میں قرآن کریم کی آیت کا جو حصہ ﴿وَعَلَىٰ سَوَاسِئِهِمْ شُكْلٌ﴾ ذکر کیا ہے یہ تو وجوب پر دلالت کرتا ہے جب کہ باب کی حدیث اول وجوب کے بجائے استحباب پر دلالت کرتی ہے تو دال علی الاستحباب کو دال علی الوجوب کی تائید میں کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے۔

اس لیے ابن منیر نے جوابات فرمائی ہے وہ زیادہ دل کو لگتی ہے کہ امام کا مقصد دونوں حدیثوں سے ترجمۃ الباب کا جزء ثانی ”وہل علی المرأة منه شيء“ کو ثابت کرنا ہے جس کی تفصیل گزر چکی۔

۱۵۔ باب : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ : (مَنْ تَرَكَ كَلًا أَوْ ضِيَاعًا فَلْيُتَىٰ) .

۵۰۵۶ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ نَكِيَّةٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ . عَنْ عُقَيْلٍ . عَنْ أَبِي شَهَابٍ . عَنْ أَبِي سَلَمَةَ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِي بِالرَّجُلِ الْمَتَوَقَّى عَلَيْهِ الْأَنْدَلِي . فَيَسْأَلُ : (هَلْ تَرَكَ لِدِينِهِ فُقْصًا) . فَإِنْ حَدَّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى . وَإِلَّا . قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ : (صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ) . فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفَتْوحَ . قَالَ : (أَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ . مَنْ تَوَقَّى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دِينًا فَعَلَىٰ قُصَاوُهُ . وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلْيُورَثْهِ) . [ر : ۲۱۷۶]

اس ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے، اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا اور اس کے اہل و عیال نفقہ اور اخراجات کے محتاج ہوں تو مسلمانوں کا بیت المال ان کی کفالت کرے گا۔
 نخل کے معنی بوجھ کے ہیں، مراد قرض اور دین ہے اور ضیاع (ضاد کے فتح کے ساتھ) بمعنی ہلاک ہے، مراد ایسے بچے ہیں کہ اگر مدد نہ کی گئی تو ان کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو (۱۰۷)۔

۱۶۔ باب : المراضع من الموالیات وغیرہن

۵۰۵۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ - حَدَّثَنَا الثَّوْلَبِيُّ - عَنْ غَنْبِيلٍ - عَنْ أَبِي سَهَابٍ - أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ - أَنَّ رَبِيبَ بَنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرْتُهُ : أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ : انْكِحْ أَخِي ابْنَةَ أَبِي سَفْيَانَ - قَالَ : (وَتَحْسِبُ ذَلِكَ) قُلْتُ : نَعَمْ - لَسْتُ لَكَ بِمُخَلِّبَةٍ ، وَحَبِيبٌ مِمَّنْ شَارَكَنِي فِي الْحَبْرِ أَخِي - فَقَالَ : (إِنَّكِ لَتَكُونُ لِي) قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ - فَوَاللَّهِ إِنِّي لَتَحَدِّثُ أَبَاكَ تُرِيدُ أَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ - فَقَالَ : (ابْنَةُ أُمِّ سَلَمَةَ) - قُلْتُ : نَعَمْ - قَالَ : (فَوَاللَّهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيبِي فِي حَبْرِي مَا حَلَّتْ لِي - إِنَّمَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرِّصَاعَةِ - أَرْضَعْنِي وَأَنَا سَلَمَةُ تُرَيْبَةُ - فَلَا تَرْضَعُنِي عَلَيَّ بِذَلِكَ وَلَا أَخِي نَكْرًا)

وقال شعيب : عن الزُّهْرِيِّ : قَالَ عُرْوَةُ : لَمْ يُبَيِّنْ أَخْبَرَهَا أَنَّهُ لَهَا [۴۸۱۳]

مراضع: مُرَضَّعَةُ کی جمع سے دودھ پلانے والی اور مَوَالِیَات (میم کے فتح کے ساتھ) مَوَالِی سے ہے، تراس بخاری ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”مَوَالِیَات“ تھا جو ”مِرْلَاة“ کی جمع ہے، اس کے معنی باندی کے ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں، جہاں تک تعلق نفقہ ”مَوَالِیَات“ کا ہے تو یہ ”مَوَالِی“ کی جمع الجمع ہے۔ ”مَوَالِی“ کی جمع ”مَوَالِی“ اور ”مَوَالِی“ کی جمع مؤنث سالم ”مَوَالِیَات“ آتی ہے۔

یہاں ”مَوَالِیَات“ سے غیر عربی عجمی باندیاں مراد ہیں، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے لیے ضروری نہیں کہ وہ عربی اور آزاد ہو، غیر عربی اور عجمی باندی سے بھی ارضاع کا کام لیا جاسکتا ہے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ عجمی باندیوں سے دودھ پلانا درست نہیں کیونکہ اس سے بچے

(۱۰۷) قوله: ”قَالِي“ بتشديد الياء، ومعناه: فينبغي ذلك إليّ. وأنا أتيهه وهو بمعنى ”غلي“ أي فعلني قضاءه

کی نجات پر اثر پڑتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید فرمائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو لہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا جب کہ وہ غیر عربی تھیں اور ابو لہب کی آزاد کردہ تھیں (۱۰۸)۔

حدیث باب ”کتاب النکاح“ میں گزر چکی ہے اور شعیب کی تعلیق بھی وہاں موصولاً گزر چکی ہے (۱۰۹)۔

باب کی کتاب سے مناسبت

البتہ یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس باب کا ”کتاب النفقات“ سے کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو یہاں ذکر کر کے اس مسئلہ کی طرف لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ والدہ پر بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں بلکہ اسے اختیار ہے پلائے یا نہ پلائے، دودھ نہ پلانے کی صورت میں بچے کا باپ یا ولی کسی دوسری عورت کا اجرت پر دودھ پلانے کا انتظام کرے گا اور مرضعہ کی اجرت بھی چونکہ نفقہ میں داخل ہے اس لیے اس باب کو نفقات میں ذکر کیا (۱۱۰)۔

(۱۰۸) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے سرح، ص ۷/ ۵۵۱۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۶۔ وفتح الباری: ۹/ ۶۳۴ و ۶۳۵

(۱۰۹) دیکھیے کشف الباری (کتاب النکاح: ۱۸۹، ۱۹۰)

(۱۱۰) فتح الباری: ۹/ ۶۳۵، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۱۳۳۔

٧٣ - كتاب الأُطعمة

کتاب الاطعمه (الاحادیث: ۵۰۵۸-۵۱۴۹)

کتاب الاطعمه میں امام بخاریؒ نے ۵۹ ابواب قائم کیے ہیں، ہمارے اس نسخے میں ۵۷ ابواب ہیں، کیونکہ اس میں باب بلا ترجمہ کو شامل نہیں کیا گیا اور ان میں ایک سو بارہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے چودہ احادیث متعلق ہیں اور باقی موصول ہیں، نوے احادیث مکرر ہیں اور ۲۲ احادیث ایسی ہیں کہ وہ امام بخاریؒ نے پہلی بار یہاں ذکر فرمائی ہیں، ان میں ۲۲ سے تیرہ احادیث متفق علیہ ہیں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے، کتاب الاطعمه میں صحابہ اور تابعین کے پچھ آٹھار بھی امام نے ذکر کیے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۳ - کتاب الأطعمة

وَقُلِ اللَّهُ تَعَالَى : كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ . سُورَةُ اَنْعَامُ : ۱۷۲ وَاَعْرِفُوا ۱۶۰
وَالطَّيِّبَاتِ : ۸۱ . وَقَوْلُهُ : اَلْخَمْرُ مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ . اَنْبِقَرَةُ : ۲۶۷ . وَقَوْلُهُ : كُلُوا مِنْ
الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّي نَسُوْنُ عَلِيْمٌ . اِلَا الْمُؤْمِنُوْنَ : ۵۱ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النفقات کے بعد کتاب الأطعمة کو شروع فرمایا، دونوں کے
درمیان مناسبت ظاہر ہے کہ نفقات کا زیادہ تر تعلق اطعمہ سے ہے (۱)۔

أطعمة أفعلة کے وزن پر طعام کی جمع ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جو کلمہ رباعی ہو اور اس کا تیسرا حرف
مدہ ہو تو اس کی جمع عموماً أفعلة کے وزن پر آتی ہے جیسے طعام: أطعمة، رحي: أرحية، رغيف:
أرغفة (۲)۔

ابن فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طعام کا لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کھائی جاتی ہو،
یہاں تک کہ پانی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (۳)۔

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ طہ، سورۃ بقرہ اور سورۃ مؤمنون کی ایک ایک آیت
ذکر فرمائی ہے، ان آیات کے ذکر کرنے کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ انسان کو حلال اور طیب و پاکیزہ
غذا کے حصول کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) الأبواب والتراجم: ۸۶/۲

(۲) دیکھیے جامع الدرر العربیۃ: ۳۱/۱، جموع الفلہ۔

(۳) إرشاد الساری: ۱۳/۳۵۵، وفي معجم مقاییس اللغة لابن فارس: ۳/۳۱۱، "والإطعام يقع في كل ما يطعم،
حتى الماء قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي﴾، وقال عليه السلام في زمزم: "إنها طعام طعم،
وشفاء سُقْم"۔

۵۰۵۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ . عَنْ مَنْصُورٍ . عَنْ أَبِي وَائِلٍ . عَنْ
 أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (أَطْعِمُوا الْجَائِعَ . وَاعْدُوا الْمَرِيضَ .
 وَفُكِّوا الْعَانِي) . قَالَ سُفْيَانُ : وَالْعَانِي الْأَسِيرُ . [ر : ۲۸۸۱]
 ۵۰۵۹ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ .
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى قَبِضَ .

سند میں ”ابوہ“ کا مصداق فضیل بن غزوہ بن جریر کوئی ہیں اور ابو حازم کا نام سلمان التجبی ہے (۳)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروالوں نے تین دن بھی آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔
 مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں ”ما شبع نبی اللہ وأہلہ ثلاثة أيام تباعاً من خبز حنطة حتى فارق الدنيا“ (۵) ای متوالیہ یعنی تین دن مسلسل آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا۔
 اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کچھ میسر نہیں تھا، یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کھانے کو کچھ میسر تو تھا لیکن ایثار کر کے فقراء کو دے دیا اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسلسل خوب سیر ہو کر کھانا نہ موم ہے (۶)۔
 حضرت حذیفہؓ سے مروی روایت منقول ہے ”من قل طعامه، صح بطنه وصفا قلبه، ومن كثر طعامه سقم بطنه وقسا قلبه“ (۷)۔

(۳) إرشاد الساری: ۱۴/۱۳۶۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۷

(۵) فتح الباری: ۹/۶۳۸، رصیح مسلم، کتاب الزهد والرفائق، (رقم الحدیث: ۲۹۷۲)

(۶) إرشاد الساری: ۱۴/۱۳۶۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۷۔ وفتح الباری: ۹/۶۳۸

(۷) إرشاد الساری: ۱۴/۱۳۶، وعمدة القاری: ۲۱/۲۷

۵۰۶۰ : وَعَنْ أَبِي حَازِمٍ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَصَابَنِي جُحْدٌ شَدِيدٌ . فَلَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ . فَاسْتَقْرَأْتُهُ آيَةَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ . فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ فَخَرَرْتُ لِرُوحِهِ مِنَ الْجُحْدِ وَالْجُوعِ ، فَأَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي . فَقَالَ : (يَا أَبَا هِرٍّ) . فَقُلْتُ : لَيْتَكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ . فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي بِي . فَأَنْطَلَقَ بِي إِلَى رَحْلِهِ . فَأَمَرَ لِي بِعَسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ . ثُمَّ قَالَ : (عُدْ فَاشْرَبْ يَا أَبَا هِرٍّ) . فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ . ثُمَّ قَالَ : (عُدْ) . فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ . حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالْقِدْحِ . قَالَ : فَلَقِيتُ عُمَرَ . وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي ، وَقُلْتُ لَهُ : قَوْلَى اللَّهِ ذَلِكَ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنْكَ يَا عُمَرُ . وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَقْرَأْتُكَ الْآيَةَ ، وَلَئِنَّا أَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ . قَالَ عُمَرُ : وَاللَّهِ لَأَنْ أَكُونَ أَدْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ .

یہ تعلق نہیں بلکہ ماقبل کی سند کے ساتھ متصل ہے اور یہ حدیث یہاں پہلی بار آئی ہے۔

أصابني جهد شديد

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سخت بھوک لگی، جھد (جیم کے فتح کے ساتھ) مشقت کو

کہتے ہیں، یہاں بھوک مراد ہے۔

فاستقرأته آية من كتاب الله

میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنے کی (استفادے کی غرض سے) درخواست کی۔

فدخل داره وفتحها عليّ

حضرت عمر فاروقؓ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور وہ آیت پڑھ کر مجھے سمجھائی ”فتحها علی“ کے

معنی ہیں ”قراھا علیّ و أفهمنی ایھا“ یعنی اس کے معنی مجھ پر کھول دیئے۔ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اس قصے کی روایت ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ مذکورہ آیت سورۃ آل عمران کی تھی، اس روایت میں ہے

”فقلت له: أقرئني وما أريد القراءة، وإنما أريد الإطعام“ (۸)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

(۸) فتح الباری ۶۳۹/۹ و حلیۃ الاولیاء، لأبی نعیم: ۳۷۸/۱ و لفظہ: ”فقلت: أقرئني وما أريد إلا الإطعام“ رقم

الترجمة: ۸۵۔ و عمدة القاری: ۲۸/۲۱۔ و إرشاد الساری: ۱۳۷/۱۲

”و كأنه سهل الهمزة فلم يفظن عمر“ حضرت ابو ہریرہؓ نے ”أقرئنی“ کے ہمزہ کو تسہیل کے ساتھ ”أقرئنی“ پڑھا جس کے معنی ہیں ”میری مہمان نوازی کریں“۔ تاہم حضرت فاروق اعظم ان کے اصل مقصد کو نہیں سمجھ سکے (۹) کیونکہ أقرئنی (ہمزہ کے ساتھ) اور أقرئنی (بغیر ہمزہ کے) دونوں کا تلفظ ایک دوسرے کے مشابہ ہے، ایک کو ادا کرتے ہوئے دوسرے کا وہم ہو سکتا ہے، بہر حال یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان کردہ ایک نکتہ ہے، ضروری نہیں کہ حقیقت اور واقعہ میں بھی اسی طرح ہو۔

فجرت لوجہی من الجہد

بھوک کی وجہ سے میں چہرے کے بل گر پڑا، ”حلیۃ الاولیاء“ کی روایت میں ہے کہ اس دن حضرت ابو ہریرہؓ روزے سے تھے اور افطار کرنے کے لیے انہیں کچھ میسر نہیں آیا تھا (۱۰)، گرنے کے بعد دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے پاس کھڑے ہیں، آپ ﷺ اصل حقیقت سمجھ گئے، انہیں گھر لے کر گئے اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ لانے کا حکم دیا، فرماتے ہیں، میں نے اس سے پیا، آپ نے دوبارہ اور۔۔ بارہ پینے کے لیے فرمایا، میں پیتا رہا یہاں تک کہ میرا پیٹ (بھرنے کی وجہ سے) تیر کی طرح سیدھا ہو گیا، پھر میں عمرؓ سے ملا اور ان سے اپنی اصل حالت بیان کی اور ان سے کہا ”مجھے سیراب کرنے کا کام اس شخص نے کیا جو آپ سے زیادہ اس کے حق دار تھے“ (مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔)

واللہ لقد استقرأتک آیۃ ولأنا أقرأ لہامنک

بخدا، میں نے آپ سے ایک آیت پڑھنے کی درخواست کی تھی حالانکہ میں آپ سے زیادہ اس آیت کا پڑھنے والا تھا۔

بہت ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے وہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست پڑھی ہو اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بالواسطہ، اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو ”أقرأ“ کہا (۱۱)۔

(۹) فتح الباری: ۶۳۹/۹۔ راجعہ الباری: ۱۳/۱۳۷۔

(۱۰) حلیۃ الاولیاء: ۱/۳۷۸، رفع الترجمة: ۸۵۔

(۱۱) فتح الباری: ۶۵۰/۹۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ (میں آپ کا مقصد سمجھا نہیں تھا ورنہ) آپ کو اپنے گھر میں داخل کرنا (اور مہمان بنانا) مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میرے پاس سرخ اونٹ ہوں۔

سرخ اونٹ عربوں کے ہاں دوسرے اونٹوں کے مقابلے میں زیادہ محبوب تھے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس زمانے میں حضرات صحابہ کرامؓ کا دستور یہی تھا کہ جب کوئی آدمی کسی سے قرآن مجید کی آیت کے متعلق کوئی سوال کرتا تو (وہ اس کا شکر گزار ہو کر) اسے گھر لے جا کر کھانا کھلاتا اور اس کی ضیافت کرتا، اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے آیت کریمہ کے متعلق یہ سوال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی مصروفیت یا مانع کی وجہ سے ان کی ضیافت نہیں کر سکے (۱۲)۔

آیات و احادیث میں مناسبت

آخر میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیات کریمہ کے ساتھ ان احادیث کا کیا تعلق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شکم سیری اور بھوک، اطعمہ اور کھانوں کے احوال سے پیدا ہونے والی کیفیات ہیں، انہی طرح حلال اور حرام ہونا اطعمہ کی صفات میں سے ہیں اور کھانا کھلانے نہ کھلانے کا تعلق بھی ان صفات سے ہے تو آیات کریمہ میں صرف اطعمہ کی انواع مراد نہیں بلکہ انواع کے ساتھ ساتھ احوال اور اوصاف بھی مراد ہیں اور احادیث میں بھی یہ احوال و اوصاف آگئے ہیں، اس لیے دونوں کے درمیان ایک گونہ مناسبت اس جہت سے پائی جاتی ہے (۱۳)۔

۱ باب التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِينِ

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دو مسئلے ذکر فرمائے ہیں۔ پہلا مسئلہ کھانے کے وقت بسم اللہ

پڑھنے کا ہے۔

(۱۲) فتح الباری: ۹/۶۵۰۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۶۳۹۔ زلزال أبواب و التبراحیم: ۲/۸۶، ۸۷۔

کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ظاہر یہ کے نزدیک کھانے کی ابتدا میں ”بسم اللہ“ پڑھنا واجب ہے، امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۱۴)۔

یہ حضرات حدیث باب میں ”بسم اللہ“ سے استدلال کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک کھانے کے وقت ”بسم اللہ“ پڑھنا مستحب ہے جمہور کے نزدیک امر استحباب کے لیے ہے (۱۵)۔ ”بسم اللہ“ پڑھنے کے سلسلے میں امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی وہ روایت بہت صریح ہے جو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس میں ہے ”إذا أكل أحدكم طعاماً فليقل: بسم الله، فإن نسي في أوله، فليقل: بسم الله في أوله وآخره“ (۱۶) اس حدیث میں صرف ”بسم اللہ“ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے کہ ابتدا میں ”بسم اللہ“ پڑھی جائے اور ابتدا میں بھول جائے تو ”بسم اللہ فی اولہ و آخرہ“ کے الفاظ درمیان یا آخر میں یاد آنے پر کہے جائیں۔

صرف ”بسم اللہ“ کے الفاظ کہہ دینا بھی کافی ہے لیکن اگر پوری ”بسم اللہ“ پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے، اسی طرح آواز بلند پڑھنا مستحب ہے تاکہ دوسروں کو یاد دہانی ہو جائے (۱۷)۔ امام حاکم نے ”متدرک“ میں ”بسم اللہ وبرکۃ اللہ“ کے الفاظ نقل کیے ہیں (۱۸) ”بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ“ کے جو الفاظ مشہور ہیں، وہ مشہور کتب حدیث میں نہیں ملتے، ان کے قریب الفاظ امام

(۱۴) السحلی بالأثر لابن حزم: ۶/۱۰۳، رقم المسألة: ۱۰۲۳۔

(۱۵) عمدة القاری: ۲۸/۲۱، فتح الباری: ۹/۲۵۲۔

(۱۶) الحديث اخرجہ ابو داؤد فی کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام: ۳/۳۴۷، (رقم الحديث: ۳۷۲۷)۔

و نعطه إذا أكل أحدكم فليذكر اسم الله تعالى، فإن نسي أن يذكر اسم الله في أوله فليقل: ”بسم الله وبركة الله“۔

و الترمذی فی کتاب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام، ۴/۲۸۸، (رقم الحديث: ۱۸۵۸)۔

(۱۷) عمدة القاری: ۲۸/۲۱، فتح الباری: ۹/۲۵۱، إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۸۔

(۱۸) مسند كلاله من إمامه نحاكم: کتاب الأطعمة، ۵/۱۰۷۔

حاکم نے نقل کیے ہیں۔

تسمیہ پڑھ کر کھانا کھانے میں شیطان شریک نہیں ہوتا، بسم اللہ پڑھے بغیر اگر کھانا شروع کیا جائے تو شیطان بھی اس میں شرکت کرنے لگتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے (۱۹)۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر کئی آدمی ایک دسترخوان پر بیٹھیں تو سب لوگ بسم اللہ کہیں، جب کہ بعض علماء کے نزدیک جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں محض ایک آدمی کا بسم اللہ کہہ لینا سب کے لیے کافی ہو جائے گا (۲۰)۔

دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم

دوسرا مسئلہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ”کتاب الأم“ اور ”الرسالة“ میں تصریح کی ہے کہ اکل بالیمین واجب ہے (۲۱)۔ علامہ تقی الدین سبکی اور ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی نے وجوب کے اس قول کو ترجیح دی ہے (۲۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکل بالیمین کے وجوب پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس میں اکل بالشمال پر وعید کا بیان ہے، یہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی حدیث ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے ”صحیح مسلم“ میں نقل فرمائی ہے کہ ”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأى رجلاً يأکل بشماله فقال: کُلْ بيمينك، قال: لا أستطيع، قال: لا استطعت، فمأرفعها إلى فيه بعد“ (۲۳)۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ کی ایک اور حدیث امام مسلم اور امام احمد نے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے

(۱۹) دیکھیے مستدرک حاکم: ۱۰۸/۳، کتاب الأطعمة۔

(۲۰) عمدة القاری: ۲۸/۲۱۔ وإرشاد الساری: ۱۳۸/۱۲۔

(۲۱) إرشاد الساری: ۱۳۹/۱۲۔ وعمدة القاری: ۲۸/۲۱۔

(۲۲) فتح الباری: ۶۵۲/۹۔

(۲۳) فتح الباری: ۶۵۲/۹، وصحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام و الشراب وأحكامهما

۱۵۹۹/۳ (رقم الحديث: ۲۰۲۱) وفيه بعد "لا استطعت": ما منعه إلا الكبير قال:.....

”من أكل بشماله أكل معه الشيطان“ (۲۴)۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا مستحب ہے، واجب نہیں، حضرات شافعیہ کا مشہور مسلک بھی یہی ہے، امام غزالی اور امام نووی رحمہما اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے (۲۵)۔

وعید کی مذکورہ روایات کو جمہور زبردستی اور مصالح شریعت پر محمول کرتے ہیں۔ اکل بالیمین کا یہ انتخاب اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو لیکن دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے میں کوئی عذر ہو مثلاً دائیں ہاتھ میں زخم ہو تو ایسی صورت میں بائیں ہاتھ سے کھایا جاسکتا ہے اور اکل بالیمین کے انتخاب کی رعایت ملحوظ نہ رہے گی (۲۶) علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

”هذا الأمر على جهة الندب ، لأنه من باب تشريف اليمين على الشمال ، لأنها أقوى في الغالب ، وأسبق للأعمال وأسكن في الأشغال ، وهي مشتقة من اليمن ، وقد شرف الله أصحاب الجنة ، إذ نسبهم إلى اليمين ، وعكسه في أصحاب الشمال وإذا تقرر ذلك فمن الآداب المناسبة لمكارم الأخلاق والنسرة الحسنة عند الفضلاء اختصاص اليمين بالأعمال الشريفة والأحوال النظيفية كل هذه الأوامر من المحاسن المكملة والمكارم المستحسنة، والأصل فيما كان من هذا الترغيب والندب“ (۲۷)۔

(۲۴) فتح الباری: ۹/۶۵۲، وصحیح مسلم، کتاب الأثرية باب آداب الطعام و الشراب وأحكامهما:

۱۵۹۹/۳۔ ما وجدنا بهذا اللفظ فيه، والذي وجدناه اللفظ: ”لا تأكلوا بالشمال، فإن الشيطان يأكل

بالشمال“ ۱۵۹۸/۳، (رقم الحديث: ۱۰۳ (۲۰۱۹))، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، وعمدة

القاری: ۲۱/۲۹

(۲۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۸۔

(۲۶) فتح الباری: ۹/۲۵۳۔

(۲۷) فتح الباری: ۹/۲۵۳۔

اب ذر احدیث باب کی طرف آئیے جو امام بخاریؒ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۲۸)۔

۵۰۶۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ : الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي : أَنَّهُ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ : أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ يَقُولُ : كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيئُ فِي الصَّخْفَةِ ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (يَا غُلَامُ . سَمِ اللَّهَ . وَكُلْ يَمِينِكَ . وَكُلْ يَمَانِكَ) . فَمَا زِلْتُ تِلْكَ طُعْمَتِي بَعْدُ . [۵۰۶۲ . ۵۰۶۳]

ولید بن کثیر سفیان بن عیینہ کے شیخ ہیں، یہاں سیاق سند عام اسلوب سے ہٹ کر ہے، سند کا عام اسلوب یوں ہونا چاہیے ”.....أخبرنا سفیان، أخبرني الوليد بن كثير“ کیونکہ عام اسلوب میں صبیح تحمل حدیث کو راوی کے نام سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے جب کہ یہاں ”.....الوليد بن كثير أخبرني“ ہے، ”أخبرني“ کو راوی کا نام ذکر کرنے کے بعد لائے ہیں، صیغہ تحمل حدیث کو راوی کے نام کے بعد لانا اگرچہ جائز ہے لیکن محدثین کا عام اسلوب اسے راوی کے نام سے پہلے لانے کا ہے، حمیدی کے طریق میں عام اسلوب ہے ”عن سفیان قال : حدثنا الوليد بن كثير.....“ (۲۹)۔

عمر بن ابی سلمہ

ابو سلمہ کا نام عبد اللہ ہے، عمر ان کے بیٹے ہیں، ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ ہیں، ابن عبد البر نے فرمایا کہ عمر کی ولادت ہجرت کے دوسرے سال بعد ہوئی (۳۰) لیکن حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ صحیح قول کے مطابق ان کی ولادت ہجرت سے دو سال قبل ہوئی ہے (۳۱)۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں رہے۔

كنت غلاماً

غلام کا اطلاق ولادت سے لے کر بالغ ہونے تک کی درمیانی عمر کے بچے پر ہوتا ہے..... فی

(۲۸) (۵۰۶۱) الحديث أخرجه البخاري في كتاب الأطعمة باب الأكل مما يليه، (رقم الحديث: ۵۰۶۲ و

۵۰۶۳) وأخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، (رقم الحديث: ۲۰۲۲)

(۲۹) فتح الباری: ۶۵۱/۹ - وعمدة القاری: ۲۹/۲۱ - وإرشاد الساری: ۱۳۸/۱۲

(۳۰) الاستيعاب لابن عبد البر علی هامش الإصابة: ۴۷۴/۲ - وعمدة القاری: ۲۹/۲۱

(۳۱) فتح الباری: ۶۵۱/۹ - وعمدة القاری: ۲۹/۲۱

حجر رسول اللہ: اُی فی تربیتہ وتحت نظره (۳۲)۔

و كانت یدی تطیش فی الصفحة

میرا ہاتھ پیالے کے اندر (چاروں طرف) پھر رہا تھا، تطیش کے معنی حرکت کرنے اور پھرنے کے ہیں، صحنہ پیالے کو کہتے ہیں، یہ قصہ سے بڑا ہوتا ہے۔

فما زالت تلك طعمتی بعد

یعنی پھر اس کے بعد ہمیشہ کھانے کا میرا وہی طریقہ عادت بن گیا جس کی آپ ﷺ نے رہنمائی فرمائی تھی، یعنی بسم اللہ پڑھنا، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا، طعمۃ (طاء کے کسرہ کے ساتھ) کھانے کا طریقہ اور انداز۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث اور اس سلسلے میں ذکر کردہ دوسری احادیث سے چند آداب مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفی الحدیث أنه ينبغي اجتناب الأعمال التي تشبه أعمال الشيطان والكفار، وأن للشيطان بدین، وأنه يأكل ويشرب ويأخذ ويعطي، وفيه جواز الدعا على من خالف الحكم الشرعی، وفيه الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر حتی فی حال الأكل، وفيه استحباب تعليم أدب الأكل والشرب“ (۳۳)۔

۲ باب : الأكل ممّا يليه .

وقال انس : قال النبي ﷺ : (أَذْكُرُوا اللَّهَ ، وَلْيَأْكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَلِيهِ)

[۹۸۶۸]

(۳۲) فتح الباری: ۵۲۱/۹ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۳۸ وعمدة القاری: ۲۱/۲۹

(۳۳) فتح الباری: ۹/۲۵۳۔

۵۰۶۳/۵۰۶۲ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ . عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ الدَّبَلِيِّ . عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ . عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ . وَهُوَ ابْنُ أُمِّ سَلَمَةَ . زَوْجُ الشَّيِّخِ عَلَيْهِ السَّلَامُ . قَالَ : أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا . فَجَعَلْتُ أَكُلُ مِنْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ . فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (كُلْ مِمَّا يَلِيكَ) .

(۵۰۶۳) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ . عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ . قَالَ : أَنَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامًا . وَمَعَهُ رَيْبَةُ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ . فَقَالَ : (سَمِ اللَّهُ . وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ) . [ز : ۵۰۶۱]

اپنے آگے سے کھانے کا حکم

اپنے سامنے سے کھانا کھانا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے (۳۴)، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں وجوب کی تصریح کی ہے (۳۵)، علامہ تقی الدین سبکی اور ان کے صاحبزادے علامہ تاج الدین سبکی نے وجوب کے قول کو راجح قرار دیا (۳۶)۔

لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کھانا ایک قسم کا ہو، تاہم اگر مختلف النوع طعام ہو تو اس صورت میں اپنی پسند کے مطابق نوع طعام کو اٹھانے کے لیے بغیر کسی قسم کی کراہت کے ہاتھ ادھر ادھر بڑھایا جاسکتا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے (۳۷)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب الأطعمة میں روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکراش سے فرمایا کہ تم اپنے سامنے سے کھاؤ، وہ ادھر ادھر ہاتھ گھمارے تھے، بعد میں ایک طبق لایا گیا جس میں پختہ اور نیم پختہ کھجوریں تھیں تو آپ ﷺ نے حضرت عکراش سے فرمایا کہ اس میں تم جدھر سے چاہو کھا سکتے ہو، کیونکہ یہ مختلف الالوان ہیں (۳۸)۔

(۳۴) فتح الباری: ۹/۲۵۲۔

(۳۵) فتح الباری: ۹/۲۵۲۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۲۵۳۔

(۳۸) سنن الترمذی: کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی التسمیة فی الطعام، ۲/۲۸۳، (رفع الحدیث: ۱۸۴۸)

وعمدۃ القاری: ۳۱/۲۱

باب میں ذکر کردہ حضرت انسؓ کی تعلیق امام مسلم اور ابو نعیم نے موصولاً نقل کی ہے (۳۹)۔
آخری روایت یہاں مرسل ہے، خالد بن مخلد اور یحییٰ بن صالح نے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے (۴۰)۔

۳- باب : مَنْ تَبَعَ حَوَالِي الْقُصْعَةِ مَعَ صَاحِبِهِ . إِذَا لَمْ يَعْرِفْ مِنْهُ كِرَاهِيَةً .
۵۰۶۴ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . عَنْ مَالِكٍ . عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : إِنَّ خِيَاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِبَطْنِ صَنْعَةٍ . قَالَ أَنَسٌ : فَذَعَبْتُ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . فَرَأَيْتُهُ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقُصْعَةِ . قَالَ : فَلَمْ أَزَلْ أُجِيبُ الدُّبَاءَ
مِنْ يَوْمَئِذٍ . [ر : ۱۹۸۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب میں جمع بین الروایات کیا ہے، ”کل مسامیلک“ والی روایت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آدمی کو اپنے سامنے سے کھانا چاہیے اور روایت باب میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں ”فَرَأَيْتُهُ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقُصْعَةِ“ کہ آپ کدو کو پیالے کے اطراف میں تلاش کر کے اٹھا رہے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی پیالے میں ادھر ادھر ہاتھ چلا سکتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ ساتھ کھانے والوں کو آدمی کا ادھر ادھر ہاتھ گھمانا ناگوار نہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ گھمانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر انہیں ناگوار گذرتا ہے تو پھر آدمی کو اپنے سامنے سے ہی کھانا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیالے میں ہاتھ پھر کر ادھر ادھر سے لوکی لے رہے تھے۔ ظاہر ہے ساتھ کھانے والوں کو یہ کیفیت ناگوار نہیں گذر رہی تھی بلکہ وہ تو اس کو اپنے لیے بجا طور پر برکت کا سبب سمجھتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے یہ عمل اختیار فرمایا (۴۱)۔

(۳۹) إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۹۔

(۴۰) فتح الباری: ۹/۲۵۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۰۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۵۰۔

(۴۱) وفي الفتح: ۹/۲۵۵: ”إِنَّمَا جَاءَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّعَامِ، لِأَنَّهُ عَلِمَ أَنَّ أَحَدًا لَا يَسْكُرُهُ ذَلِكَ مِنْهُ وَلَا يَتَّقِذُ رَهْ، بَلْ كَانُوا يَتَرَكُونَ بَرِيقَهُ وَمَعَايِدَهُ، فَكَذَلِكَ مِنْ لَمْ يَتَّقِذْ مِنْ مَوَاطِلِهِ، يَحْزُلُهُ أَنْ تَحُولَ يَدُهُ فِي الصَّحْفَةِ“۔

بعض شراح نے دونوں قسم کی روایات میں ایک اور طرح سے تطبیق دی ہے اور وہ یہ کہ پیالے میں ہاتھ گھمانے کی ممانعت اس وقت ہے جب ایک قسم کا کھانا ہو لیکن اگر کھانے مختلف انواع کے ہوں تو اس صورت میں ممانعت نہیں، حدیث باب بھی اسی دوسری صورت پر محمول ہے کہ پیالے میں شوربہ، کدو اور گوشت تھا، تین مختلف چیزیں تھیں، آپ گوشت چھوڑ کر اپنی پسند کے مطابق لوکی تلاش کر کے تناول فرماتے رہے (۴۲)۔

إن خیاطا دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم لطعام
حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس خیاط کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا، البتہ ثمامہ عن انس کی روایت میں ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے (۴۳)۔

دُبَاء: دال کے ضمہ اور باء کی تشدید کے ساتھ لوکی اور کدو کو کہتے ہیں، یہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک لمبا اور ایک گول، دونوں مراد ہیں، بعضوں نے کہا کہ گول مراد ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، نسائی کی روایت میں ہے ”کان يحب القرع، ويقول: إنها شجرة أحى يونس“ (۴۴) قرع لوکی کو کہتے ہیں۔

۴ - باب : التَّيْمَنُ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ .

قالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (كُلْ بِيَمِينِكَ) . [ر : ۵۰۶۱]
۵۰۶۵ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ : عَنْ أَشْعَثَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ مُسْرُوقٍ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي طَهْرِهِ وَتَغَلُّهِ وَتَرَجُّلِهِ . وَكَانَ قَالَ بِوَأَسْطَ قَبْلَ هَذَا - فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ . [ر : ۱۶۶]
دو چیزیں ہیں ایک ہے، اکل بالیمین اور دوسری چیز ہے، تیمن فی الأکل، دونوں میں فرق ہے، اکل بالیمین کا مطلب تو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا ہے اور تیمن فی الأکل کے معنی ہیں: دائیں

(۴۲) فتح الباری: ۹/۲۵۵۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۲۵۶۔

(۴۴) فتح الباری: ۹/۲۵۶۔

جانب سے کھانا کھانا، امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے تو یہ بتایا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا چاہیے اور اب یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ دائیں جانب اور دائیں طرف سے کھانا کھانا چاہیے، لہذا جب آدمی کے سامنے پیالہ یا پلیٹ رکھ دی جائے تو پیالے اور پلیٹ کی دائیں جانب سے کھانا شروع کرنا چاہیے۔

”فنی الاكمل“ کے بعد امام نے ”وغیرہ“ کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ تیمن کا فعل صرف اکمل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر پسندیدہ فعل کے اندر تیمن مطلوب ہے، جیسا کہ حدیث باب میں اس کی تصریح ہے۔

عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کُلْ بِیَمِیْنُ“ تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ، امام بخاری نے اس سے یَمِیْنُ فی الاُکُلِ اس طریقے سے ثابت کیا ہے کہ آدمی جب دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے گا تو ظاہر ہے کہ دائیں طرف سے کھائے گا کیونکہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے بائیں طرف سے کھانا لینا دشوار اور مشکل ہوتا ہے، اس لیے جب آپ ﷺ نے انہیں دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کے لیے فرمایا تو اس سے ضمناً یہ بھی سمجھ میں آیا کہ دائیں جانب سے کھایا جائے۔

وكان قال بواسطه قبل هذا: "في شأنه كنه"

شعبۃ بن الحجاج فرماتے ہیں کہ اشعث بن ابی الشعث نے اس سے پہلے واسطہ شہر میں جب یہ حدیث بیان کی تھی تو اس میں ”نرجلہ“ کے بعد ”فی شأنہ کلہ“ کا اضافہ تھا (۴۵)۔ چنانچہ کتاب الوضوء میں یہ روایت گزری ہے، وہاں یہ اضافہ موجود ہے (۴۶)۔

د باب من اكل حتى شبع

٥٠٦٦ حَدَّثَنَا أَبُو عَاسِمٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي صَالِحَةَ :
 أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ أَبُو صَالِحَةَ الْأَمَّ سَلِيمُ : لَعَلَّكُمْ سَمِعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

(٣٥) فإن تبعته كان أسعفت فإن جلدته وسط في الزمان السابق "ففي شأنه كلمة" أي وأد عليه هذه الكلمة .

والمراد به الأمور التي فيها التكريم (١٠) نسبة لبحار في المحدثات السنهار نفوري: ٢/ ٨١٠)

(٢٦) صحيح البخاري مع الفتح، كتاب الوضوء، باب التيمم في الوضوء، ٢٦٩/ (رقم الحديث: ١٦٨)

ضعیفاً . أعرف فيه الجوع . فهل عندك من شيء ؟ فأخرجت أقراصاً من شعير . ثم أخرجت خبازاً لها . فلتب الخبز ببعضه ، ثم دسّته تحت ثوبي . وردّني ببعضه . ثم أرسلني إلى رسول الله ﷺ . قال : فذهبت به . فوجدت رسول الله ﷺ في المسجد ومعه الناس ، فقصت عليهم . فقال لي رسول الله ﷺ : (أرسلت أبو طلحة) . فقلت : نعم . قال : (بعضه) . قال : فقلت : نعم . فقال رسول الله ﷺ من معه : (قوموا) . فالتفت وأصلحت بين أيديهم . حتى جئت أبا طلحة . فقال أبو طلحة : يا أم سليم . قد جاء رسول الله ﷺ بالناس . وليس عندهم من الطعام . فقلت : الله ورسوله أعلم . قال : فقص أبو طلحة حتى بقي رسول الله ﷺ . وقبل أبو طلحة ورسول الله ﷺ حتى دخلوا . فقال رسول الله ﷺ : (هلمي يا أم سليم) . فأتيت بابت الخبز . فأمر به فقتل . وعصرت له مناجم فحكة لها فأدمته . ثم قال فيه رسول الله ﷺ : ما شاء الله أن يقول . ثم قال : (أذن لعشرة) . فأذن لهم . فأكلوا حتى شبعوا . ثم خرجوا . ثم قال : (أذن لعشرة) . فأذن لهم فأكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا . ثم أذن لعشرة فأكل القوم كلهم وشبعوا . وألقاهم ثمانون رجلاً . ا ر ١٤١٢

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اگر خوب شکم سیر ہو کر کھائے تو یہ جائز ہے ، چنانچہ امام نے جو روایات ذکر فرمائی ہیں ان میں پہلی روایت میں ہے ”فأكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا“ دوسری روایت میں ہے ”فأكلنا أجمعون وشبعنا“ اور تیسری روایت میں ہے ”حين شبعنا من الأسودين۔“

باب کی پہلی اور دوسری روایت پہلے گزر چکی ہے ، یہاں ان کے چند مشکل الفاظ دیکھ لیں۔

فأخرجت أقراصاً من شعير: حضرت ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں نکالیں ، پھر اپنا دہ پتہ نکالا ، اس کے ایک حصے میں روٹی لپیٹی اور پھر اسے میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیا اور اس اوڑھنی کا بعض حصہ مجھ پر لپیٹ دیا۔ دسّته: ای اذخلته بقوة . وردّني ببعضه: ای جعلته . داءَ لى۔

فَأَمْرَهُ فَقُتَّ وَعَصْرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سَلِيمٍ سُبْحًا لَهَا فَأَدَمَتْهُ

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کے توڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ توڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دی گئیں، حضرت ام سلمہ نے ان ٹکڑوں پر گھی کا برتن نچوڑا اور ان کا لمبہ بنالیا، عُمَہ (بضم العین و تشدید الکاف) چڑے کا برتن جس میں گھی اور شہد رکھا جاتا تھا..... اَدَمَتْهُ: اسے اوام (سالن) والا کر دیا، لمبہ بنادیا، باب شرب سے ہے..... اَدَمَ الحَبِيرُ: اَدَمًا: روٹی کو سالن سے ترک کرنا۔ قُتَّ: مجہول کا صیغہ ہے، قُتَّ کے معنی ہیں: کسی چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔

۵۰۶۷ : حَدَّثَنَا أَبُو سَلَيْمٍ : قَالَ : سَمِعْتُ أُمَّ سَلِيمٍ : وَحَدَّثَ أَبُو عَثْمَانَ أَيْضًا . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ) . فَبَدَأَ مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوَهُ . فَعَجِنَ ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌ طَوِيلٌ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَبِيعْ أُمَّ عَطِيَّةَ . أَوْ قَالَ : هَيْهَ) . قَالَ : لَا . بَلْ أَبِيعُ . قَالَ : فَامْرَأَتِي مِمَّا سَاءَ فَصْنَعَتْ . فَأَمَرَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بِسَوَادِ الْبَطْنِ يُشَوَّى . وَابْنُ اللَّهِ . مَا مِنْ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً إِلَّا قَدْ حَرَّتْ لَهُ حُرَّةٌ مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا . إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ . وَإِنْ كَانَ غَدًا خَبَأَهَا لَهَا . ثُمَّ جَعَلَ فِيهَا قُصْعَتَيْنِ . فَأَكَلْنَا أَجْمَعُونَ وَمَشِينَا . وَفَضَلَ فِي الصُّعْصُعَاتِ . وَحَمَلَتْهُ عَلَى الشَّعْرِ . أَوْ كَمَا قَالَ . [۲۱۰۳]

”ایہ“ کا مصداق سلیمان بنی ہیں جو معتقر کے والد ہیں، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے ”وحدث ابو عثمان“ کا مطلب یہ بیان کیا کہ: ”میں نے یہ حدیث کسی اور سے بھی سنی ہے اور ابو عثمان نحوی سے بھی سنی ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو عثمان نحوی نے باب میں ذکر کردہ حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث بھی پہلے بیان کی ہے۔ علامہ عینی نے علامہ کرمانی کی موافقت کی ہے اور حافظ ابن حجر پر رد کیا ہے (۴۷)۔

لیکن حافظ ابن حجر کی بات زیادہ قوی اور درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعینہ اسی سند کے ساتھ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت کتاب المناقب میں ذکر فرمائی ہے (۴۸) اور وہاں حضرت صدیق اکبر کے مہمانوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ ابو عثمان نے اولاً وہ قصہ بیان کیا ہو اور اس کے بعد پھر یہ حدیث بیان کی ہو۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور ہم ایک سو میں آدمی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کسی کے پاس کوئی چیز کھانے کی ہے، تو ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے لگ بھگ کھانا نکل آیا، اس کو گوندھا گیا، اتنے میں ایک مشرک آدمی لمبا ترنگا بکریاں بانگے لیے جا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ”کیا تو بکری بیچتا ہے یا بہہ کرتا ہے؟“ اس نے کہا، ”نہیں بلکہ بیچتا ہوں“ تو آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی، پھر اسے ذبح کیا گیا، آپ نے اس کی کبھی بھوننے کا حکم دیا، خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس کو اس میں سے حصہ نہ ملا ہو، جو حاضر تھے ان کو تو دے دیا اور جو اس وقت موجود نہ تھے ان کا حصہ رکھ دیا گیا، پھر اس کے گوشت کے دو پیالے بنائے گئے جن سے ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور دونوں پیالوں میں گوشت بچ بھی رہا، اس بچے ہوئے کو اونٹ پر لاد کر لے گئے۔

سوادا البطن: کبھی..... یشوی کے معنی بھوننے کے ہیں، حَزَلَهُ حَزَۃً: یعنی ہر آدمی کے لیے اس کبھی میں سے ایک حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدیا، حَزَ کے معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے ہیں: حَزَۃً: حاء کے ضمہ کے ساتھ ٹکڑے اور حصے کو کہتے ہیں۔ مُشْعَان (میم کے ضمہ اور شین کے سکون کے ساتھ) بہت لمبا۔

۵۰۶۸ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا وَهْبٌ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ . عَنْ أُمِّهِ ، عَنْ عَدِيْثَةَ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهَا : تَوَفَّى النَّبِيُّ ﷺ حِينَ شَبَعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ : الشَّرِّ وَالْمَاءِ . [۵۱۲۷]

تیسری روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۴۹) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ہم کھجور اور پانی سے سیراب ہو گئے تھے، علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وإنما معناه توفي النبي صلى الله عليه وسلم وقت كوننا شباعی من الأسودین“ (۵۰)۔

اس حدیث میں پانی پر تغلیماً ”اسود“ کا اطلاق کیا گیا، ورنہ پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا (۵۱)۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کا اصل مقصد کھجور سے شکم سیری مراد ہے کیوں کہ پانی تو ویسے بھی میسر تھا لیکن دونوں کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ مکمل شکم سیری دونوں کے استعمال سے حاصل ہوئی، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں

”ومراد عائشة بسا أشارت إليه من الشبع هو من التمر خاصة دون الماء، لكن قرنته به إشارة إلى أن تمام الشبع حصل بجمعهما، فكأن الواو فيه بمعنى مع، لا أن الماء وحده يوجد الشبع منه۔“ (۵۲)

کس قدر کھایا جائے

پیٹ بھر کھانا کھانا جائز ہے، البتہ اس قدر زیادہ کھانا کہ طبیعت میں سستی اور کابلی پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عبادات اور ناعت کی ادائیگی میں خلل آتا ہو، مکروہ ہے۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت مقدم بن معدیکرب کی حدیث نقل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں ”سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ماملاً آدمى وعاء شراً من بطن،

(۴۹) (۵۰۶۸) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأطعمة، باب التمر والتمر (رقم الحديث: ۵۱۲۷)

وأخرجه مسلم في كتاب الزهد والرفاق: ۴/ ۲۲۸۳ (رقم الحديث: ۲۹۷۵)

(۵۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۳۳۔

(۵۱) قولہ ”من الأسود“ ثبوت الأسود، وهما التمر والماء، وهذا من باب التغليب وإن كان الماء شفافاً،

لأنون له، وذلك كالأنون للأب والام، والقمرين للشمس والقمر (عمدة القاری: ۲۱/ ۳۳)۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/ ۶۵۹۔

حسب ابن آدم لقیقات یقمن صلبه، فإن غلب الأدمی نفسه، فنلت للطعام، وثلت للشراب، وثلت للنفس۔“ (۵۳)

اس میں ہے کہ چند لقمے جو کمر کو سیدھی رکھ سکیں آدمی کے لیے کافی ہیں، اگر زیادہ غلبہ نفس ہو تو پیٹ کے تین حصے کریں، ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک سانس لینے کے لیے۔

بھوک کی حد

بھوک کی حد اور تعریف میں اختلاف ہے اور دو قول مشہور ہیں:

- ① ایک قول تو یہ ہے کہ آدمی بھوکا اس وقت کہلائے گا جب سالن کے بغیر روٹی کھانے کی اس کو طلب ہو، اگر روٹی کے ساتھ سالن کی بھی خواہش رہی تو ایسا شخص بھوکا اور جائع نہیں کہلائے گا۔
- ② دوسرا قول یہ ہے کہ جب آدمی تھو کے تو اس کی تھوک پر مکھی نہ بیٹھے، جس شخص کی ریتِ فم پر مکھی بیٹھتی ہو، وہ جائع نہیں کہلائے گا (۵۴)۔

شکم سیری کے مراتب

امام غزالی رحمہ اللہ نے شکم سیری کے سات مراتب بیان کیے ہیں۔

- ① پہلا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی اتنا شکم سیر ہو جس سے زندگی قائم رہ سکے۔
- ② دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ جس سے نماز روزہ اور عبادات و حقوق ادا ہو سکیں، یہ دونوں مراتب واجب ہیں۔

(۵۳) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الأطعمة باب ما جاء فی کراهیة كثرة الأكل: ۵۹۰/۴ (رقم

الحدیث: ۲۳۸۰) والحاکم: باب أكثر الناس فی الدنيا شیعا: ۱۲۱/۴..... وابن ماجه: باب الاقتصار فی

الأكل وکراهیة الشبع: ۱/۱۱۱ (رقم الحدیث: ۳۳۳۹)

(۵۴) عمدة القاری: ۲۱/۳۳۔ وفتح الباری: ۹/۶۶۰۔

سکون کے ساتھ) نون پر فتح بھی جائز ہے (۵۷)۔ اس کے معنی ہیں: سفر کے ساتھیوں کا زاد سفر کو ایک ساتھ جمع کرنا، جب کچھ لوگ ایک ساتھ سفر کر رہے ہوتے ہیں تو بسا اوقات اپنا سفر خرچ اور زاد سفر نکال کر جمع کر دیا جاتا ہے، جس طرح تبلیغی جماعت کے اسفار میں معمول ہے کہ جماعت کے ساتھی سفر کے خرچ کے لیے اجتماعی رقم امیر کے پاس عموماً جمع کراتے ہیں اس مثل کو نکھد کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر کتاب الشرکہ میں بھی ”باب الشرکة فی الطعام والشرکة“ کے الفاظ کے ساتھ ترجمہ الباب قائم کیا ہے (۵۸)۔

اکٹھا ہو کر کھانا باعث برکت ہے

ترجمہ الباب میں ان الفاظ کا اضافہ کر کے امام بخاری اس بات پر تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اگرچہ متفرق کھانا کھانا جائز ہے لیکن مجتمعاً اور اکٹھا ہو کر کھانا بہتر اور افضل ہے، ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ”ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن آسودگی نہیں ہوتی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اکٹھے کھاتے ہو یا الگ الگ؟“۔ انھوں نے کہا، ”الگ الگ“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”جمع ہو کر کھایا کرو، اللہ کا نام لیا کرو تو اللہ اس میں برکت دالیں گے۔“ (۵۹)۔

اس حدیث سے بھی اکٹھے ہو کر کھانا کھانے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

(۵۷) قال العینی: النهی: بکسر النون و سکون الهمزة من المنع من الخروج کل واحد من الرفقة نفقة علی قدر نفقة صاحبه (عمدة القاری: ۲۱/۳۴)

(۵۸) دیکھیے فتح الباری: ۵/۲۸ و عمدة القاری: ۲۱/۳۴

(۵۹) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الأطعمة، باب في الاجتماع على الطعام: ”إن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قالوا: يا رسول الله: إنا نأكل ونشبع؟ قال: فنعلمكم التفرقون؟ قال: نعم، قال: فاجتمعوا على طعامكم، واذكروا اسم الله عليه، يبارك لكم فيه“: رقم الحديث: ۳۷۶۲، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأطعمة، باب الاجتماع على الطعام، رقم الحديث: ۳۲۸۶، وانظر أيضاً الترغيب والترهيب للمندري، باب الترغيب في الاجتماع: ۳/۱۳۳۔

۵۰۶۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : سَمِعْتُ بُشَيْرَ ابْنَ يَسَارٍ يَقُولُ : حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ الثَّعْلَبِ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ - قَالَ يَحْيَى : وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ - دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِطَعَامٍ ، فَمَا أُنِيَ إِلَّا بِسَوِيقٍ ، فَلَكَنَاهُ ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ ، فَمَضْمَضُ وَمَضْمَضْنَا ، فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

قال سُفْيَانُ : سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَدُوًّا وَبَدَأَ . [۲۰۶]

حدیث باب آگے ”باب السویق“ کے تحت بھی آرہی ہے، حضرت سؤید بن نعمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے جب ہم مقام صہباء تک پہنچے جو خیبر سے ایک شام یعنی آدھی منزل کے فاصلے پر ہے، وہی من خیبر علی روحة کے معنی یہ ہیں کہ یہ جگہ خیبر سے اتنے فاصلے پر ہے کہ آدمی زوال کے وقت سے چلے تو شام تک وہاں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا منگوایا تو صرف ستولایا گیا، ہم نے اس میں سے کچھ پھانک کر کھایا، پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور صرف کلی کی، وضو نہیں کیا، ہم نے بھی کلی کی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں نماز مغرب پڑھائی، سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے یحییٰ بن سعید سے اولاد آخر اسنی۔

لُكِنَّا: بِرُوزَن قُلْنَا، لَوْكَ سے ہے جس کے معنی پھانکنے کے ہیں، عَوْذًا وَبَدَأَ: اِیْ عَائِدًا وَبَادئًا اِیْ اَوْلَاوْ اٰخِرًا یعنی ابتدا میں بھی سنی اور آخر میں دوبارہ بھی سنی (۶۰)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے اجتماعاً ستوتناول فرمایا۔

۷ - باب : الْخَبْزُ الْمُرَقَّقُ ، وَالْأَسْکَلُ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةِ .

خبز مُرَقَّق: باریک چپاتی اور نرم تلی روٹی کو کہتے ہیں اور خوان خاء کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ ہے، اس میں ایک تیسری لغت..... إخوان بھی ہے (۶۱)۔

(۶۰) إرشاد الساری: ۱۴/۱۵۵۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۳

(۶۱) فتح الباری: ۹/۶۶۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۳

علامہ عینی نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ تانبے کا ہوتا تھا اور اس کے نیچے تپائی کی طرح پائے ہوتے ہیں (۶۲)۔

ہو سکتا ہے اس زمانے میں خوان تانبے کا استعمال ہوتا ہو، لوگ اس کے اوپر کھانا رکھ کر کھایا کرتے تھے، آج کل اس کا ترجمہ چوکی اور میز سے کیا جاسکتا ہے، مولانا وحید الزمان صاحب نے ”میز“ ہی سے اس کا ترجمہ کیا ہے (۶۳)۔

اور سُفْرَة (سین کے ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ) دسترخوان کو کہتے ہیں، اصل میں تو سُفْرَة کا اطلاق خوشے اور طعام پر ہوتا ہے، لیکن یہاں محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے یا حال بول کر محل مراد لیا ہے چونکہ طعام حال اور دسترخوان محل ہے اور مراد دسترخوان ہے (۶۴)۔ عام طور پر چمڑے کے دسترخوان کے لیے سفرۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۵۰۷۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَيَّانٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ . عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ خَبَازٌ لَهُ ، فَقَالَ : مَا أَكَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ خَبِزًا مَرْقُوقًا . وَلَا شَاةً مَسْمُوطَةً حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ .

[۶۰۹۲ ، ۵۱۰۵]

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۵)۔

(۶۲) قال العینی فی العمدة: ۲۵/۲۱: وهو طبق کبیر من نحاس، تحته کرسی من نحاس ملزوق به، طوله قدر ذراع و یوضع بین کبیر من المترفین لایحمله إلا اثنان فما فوقهما۔

(۶۳) دیکھیے القاموس الحدید: ۳۲۰ (مادہ خون)

(۶۴) سفرۃ اسم لما یوضع علیہ الطعام، وأصلها الطعام نفسه (إرشاد الساری: ۱۵۶/۱۲)۔ وعمدة القاری: ۳۵/۲۱۔ وفتح الباری: ۶۲۳۔

(۶۵) (۵۰۷۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا فی باب شاة مسموطة والكف والحنب (رقم الحدیث: ۵۱۰۵)

وفی کتاب الرقاق، باب کیف كان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه وتحلیهم من الدنیا (رقم

الحدیث: ۶۰۹۲) وأخرجه ابن ماجه فی الأطعمة باب الرقاق: ۱۱۰۸/۲، (رقم الحدیث: ۳۳۳۹)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کے پاس تھے، ان کے پاس ان کے باورچی تھے تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پتلی روٹی نہیں کھائی اور نہ ہی شاة مسموطہ تناول فرمائی۔

شاة مسموطہ: اس بکری کو کہتے ہیں جس کے بال ذبح کرنے کے بعد گرم پانی سے زائل کر دیے جاتے ہیں اور کھال سمیت اس کو مُسَلَّم پکایا جاتا ہے، عام طور سے صغیر السن بکری کے بچے میں یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں (۶۶)۔

چونکہ یہ مترفین کا طریقہ ہے اس لیے اس کو پسند نہیں کیا گیا، نیز اسے اگر چھوڑ دیا جاتا تو بڑا ہو کر وہ قیمت اور گوشت کے اعتبار سے زیادہ مفید ثابت ہوتا، اسی طرح اس کی کھال سے نفع حاصل کیا جاسکتا تھا لیکن کھال سمیت پکانے سے اس کا امکان جاتا رہا اس لیے یہ پسندیدہ عمل نہیں، تاہم جائز ہے (۶۷)۔

۵۰۷۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي . عَنْ يُونُسَ - قَالَ عَلِيٌّ : هُوَ الْإِسْكَافُ - عَنْ قَتَادَةَ : عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَكَلَ عَلَى سَكْرُجَةٍ قَطُّ ، وَلَا خَبِرَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ ، وَلَا أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ . قِيلَ لِقَتَادَةَ : فَعَلَى مَا كَانُوا يَأْكُلُونَ ؟ قَالَ : عَلَى السُّفْرِ . [۵۰۹۹]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۸)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوٹی طشتریوں میں کھایا ہو اور نہ آپ ﷺ نے کبھی پتلی باریک چپاتی کھائی اور نہ آپ نے خوان (میز) پر کھایا،

(۶۶) وفي فتح الباری: ۹/۲۶۳: "المسموط الذي أزيل شعره بالماء المسخن وشوى بجلدهه ويطبخ، وإنما يصنع ذلك في الصغير السن الطرى۔"

(۶۷) فتح الباری: ۹/۲۶۳، وعمدة القاری: ۲۱/۳۵۔

(۶۸) (۵۰۷۱) أخرجه البخاری أيضا فيه، باب على ما كان النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه يأكلون: رقم

الحدیث: ۵۰۹۹، وأخرجه الترمذی فی الأطعمة باب ماجاء على ما كان يأكل رسول الله: ۲/۲۵۰، رقم

الحدیث: ۱۷۸۸، وأخرجه ابن ماجه فی الأطعمة، باب الأكل على الخوان والسفرة: ۲/۱۰۹۵، رقم

الحدیث: ۳۴۹۴۔

قادہ سے پوچھا گیا کہ آخر لوگ کس چیز پر کھاتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا..... ”دستر خوان پر“۔
سُکَّرُجہ کا ترجمہ طشتری کے ساتھ کیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے پیالوں کو بھی سُکَّرُجہ کہا جاتا ہے (۶۹)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عموماً اجتماعی حالت میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، اس لیے چھوٹے برتنوں کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، بڑے برتن میں سب ایک ساتھ کھاتے تھے۔
دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ چھوٹی طشتیاں اور چھوٹے پیالے عموماً اچار وغیرہ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اول تو عسرت اور تنگی زیادہ تھی اور ثانیاً وہاں خوراک کی کثرت کا اہتمام نہیں تھا اور اچار، چٹنی وغیرہ کا بندوبست وہ لوگ کرتے ہیں جو کثرتِ اکل کے شوقین اور عادی ہوتے ہیں (۷۰)۔

سُفْر: سُفْرۃ کی جمع ہے، دسترخوان کو کہتے ہیں۔
سند میں ”یونس“ سے مراد یونس بن ابی القرات ہیں، ابن ماجہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے، ابن معین اور امام احمد نے انہیں ثقہ قرار دیا، بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۷۱)۔
اس روایت میں ”حیس“ کا ذکر کیا گیا ہے، پیپر، کھجور اور گھی کو ملا کر ایک حلوہ بنایا جاتا ہے، اسے حیس کہتے ہیں، انطاع:..... نطع کی جمع ہے: دسترخوان۔

۵۰۷۲ : حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنِي حَمِيدٌ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ : قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بَنِي بَصْفَةَ : فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ . أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فُبَسِطَتْ ، فَأُلِّيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْأَقِطُ وَالسَّمْنُ . وَقَالَ عَمْرُو ، عَنْ أَنَسٍ : بَنِي بِهَا النَّبِيُّ ﷺ . ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطْعٍ . [ر : ۳۶۴]

(۶۹) قال العيني في العمدة: ۳۶/۲۱: ”سكرة: بضم السين والكاف والراء المشددة بعدها جيم مفتوحة.....

هي قصاع صغار يؤكل فيها“..... وفتح الباری: ۹/۲۶۳

(۷۰) فتح الباری: ۹/۲۶۵

(۷۱) عمدة القاری: ۳۵/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۲۶۳

۵۰۷۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ . عَنْ أَبِيهِ ، وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ : كَانَ أَهْلُ الشَّامِ يُعَيِّرُونَ أَبْنَ الزُّبَيْرِ ، يَقُولُونَ : يَا أَبْنَ ذَاتِ النَّطَاقِينَ ، قَالَتْ لَهُ أَسْمَاءُ : يَا بُنَيَّ إِنَّهُمْ يُعَيِّرُونَكَ بِالنَّطَاقِينَ . هَلْ تَدْرِي مَا كَانَ النَّطَاقَانِ ؟ إِنَّمَا كَانَ نَطَاقِي شَفَقَتُهُ يَصْغِيهِ ، فَأَوْكَيْتُ قُرْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِأَحَدِهِمَا ، وَجَعَلْتُ فِي سَفَرَتِهِ آخَرَ ، قَالَ : فَكَانَ أَهْلُ الشَّامِ إِذَا عَيَّرُوهُ بِالنَّطَاقِينَ ، يَقُولُ : إِيهَآ وَإِلَآهِ ، تِلْكَ شِكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا . [ر : ۲۸۱۷]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ”یا ابن ذات النطاقین“ کہا گیا، ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ پر ذات النطاقین کا اطلاق کیا گیا۔

اصل میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لے جا رہے تھے تو انھوں نے اپنی کمر بند کو چاک کر کے ایک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے کو باندھ دیا تھا اور ایک سے آپ کے دسترخوان کو باندھا تھا، اس لیے ان کو ”ذات النطاقین“ کہا جانے لگا۔

أَوْكَيْتُ قُرْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَحَدِهِمَا
 اُوکی کے معنی باندھنے کے ہیں اور قُرْبَةُ (قاف کے کسرہ کے ساتھ) مشکیزے کو کہتے ہیں اُو
 رَبَطْتُ قَمَاهَا..... یعنی مشکیزے کا منہ ایک نطاق سے میں باندھ لیتی۔

اہل شام جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ”ابن ذات النطاقین“ کہہ کر عار دلاتے تو وہ فرماتے..... إِيهَآ، وَإِلَآهِ : بخدا! اور کہو مجھے تو بھلا لگتا ہے۔ إِيهَآ..... (ہمزہ کے کسرہ، یاء کے سکون اور ہاء کی تنوین کے ساتھ)..... علامہ قسطلانی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَلِمَةٌ تَسْتَعْمَلُ فِي اسْتِدْعَاءِ الشَّيْءِ ، وَقِيلَ : هِيَ لِلتَّصْدِيقِ كَأَنَّهُ قَالَ : صَدَقْتُمْ (۷۲)
 یعنی کسی چیز کو طلب کرنے کے لیے یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کسی کی بات کے اعتراف اور تصدیق کے لیے اس کو استعمال کرتے ہیں۔

یہاں ”إِنهَآ وإِلَآهَ“ ہے، احمد بن یونس کی روایت میں ”إِنهَآ وربَّ الکعبة“ کے الفاظ ہیں (۷۳)۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ابو ذؤب ہذلی کے شعر کا دوسرا مصرع پڑھتے، پورا شعر یوں ہے:

وعیرنی الواشون أنى أحبها
وتلك شكاة ظاهر عنك عارها

”چغلی کھانے والوں نے مجھے عار دلائی کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (لیکن میں تو اس عار کو پسند کرتا ہوں کیونکہ) یہ تو ایسی عار ہے جس کا عیب زائل ہونے والا ہے“..... ظاہر: زائل کے معنی میں ہے (۷۴)۔ مطلب یہ ہے کہ اس سے توفضیلت ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے اتنی کمر بستگی کا اظہار کیا کہ اپنے کمر بند کو بھی دسترخوان اور مشکیزہ باندھنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت کے واسطے استعمال کیا۔

أَضْب (بفتح الهمزة وضم الضاد وتشديد الباء) ضَب کی جمع ہے: گوہ، گفتار۔

۵۰۷۴ : حَدَّثَنَا أَبُو التُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَدَاةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ أُمَّ حُفَيْدٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ ، خَالَתِ ابْنَ عَبَّاسٍ . أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضْبًا ، فَدَعَا بِهِنَّ ، فَأَكَلْنَ عَلَى مَا يَدَّتُهُ ، وَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كَالْمُسْتَقْدِرِ لَهُنَّ ، وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا مَا أَكَلْنَ عَلَى مَا يَدَّةُ النَّبِيُّ ﷺ ، وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ . [ر : ۲۴۳۶]

(۷۳) فتح الباری: ۶۶۶/۹۔ وارشاد الساری: ۱۵۸/۱۲

(۷۴) اور ابتدائی دو شعر ہیں:

هل الدهر إلا ليلة ونهارها
والأطلوع الشمس ثم غيارها
أبى القلب إلا أم عمرو فأصبحت
تحرق نارى بالشكاة ونارها

اور متن میں ذکر کردہ شعر کے بعد کا شعر ہے:

فإن اعتذر منها فإنى مكذب
وإن تعتذر يردد عليك اعتذارها

(فتح الباری: ۶۶۶/۹) وعمدة القاری: ۳۷/۲۱

۸- باب : السَّوِيقُ .

۵۰۷۵ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَّارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ الثُّعْمَانِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالصَّهْبَاءِ ، وَهِيَ عَلَى رَوْحَةٍ مِنْ خَيْبَرَ ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، فَدَعَا بِطَعَامٍ فَلَمْ يَجِدْهُ إِلَّا سَوِيقًا ، فَلَاكَ مِنْهُ ، فَلَكُنَّا مَعَهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ ، ثُمَّ صَلَّى وَصَلَّيْنَا وَمَ تَتَوَضَّأُ . [ر : ۲۰۶]

۹- باب : مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمِّيَ لَهُ : ، فَيَعْلَمَ مَا هُوَ .

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوئی چیز نہیں کھاتے تھے، جب تک آپ ﷺ کو بتانہ دیا جاتا کہ وہ کیا چیز ہے اور کونسا کھانا ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ لکھی ہے کہ عربوں کے ہاں اس زمانے میں چونکہ اشیاء خوردنی کی قلت تھی، اس لیے کھانے کی جو بھی چیز میسر ہوتی، عموماً کھالی جاتی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی بعض چیزیں طبعی طور پر پسند نہیں تھیں، اس لیے آپ کو بتایا جاتا۔

اسی طرح بعض جانوروں کا گوشت شرعی نقطہ نظر سے حرام قرار دیا گیا تھا، آپ اس لیے بھی معلوم کرتے کہ کہیں کسی حرام جانور کا گوشت لاعلمی میں استعمال نہ ہو جائے کہ کھلانے والے نے تو حلال سمجھ کر رکھا ہو اور وہ شریعت میں حرام ہو (۷۵)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی طبیعت اس قسم کی ہے کہ اس کو کھانے میں بعض اشیاء مرغوب اور بعض ناپسند ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ ایک طبعی اور غیر اختیاری حالت ہے۔

۵۰۷۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَبُو الْحَسَنِ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ بْنُ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيُّ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ ، الَّذِي يُقَالُ لَهُ سَيْفُ اللَّهِ ، أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى

مَيْمُونَةَ ، وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَتُ أَبِي عَبَّاسٍ ، فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُودًا ، قَدِمَتْ بِهِ أَخْبَاهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ ، فَقَدِمَتْ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَكَانَ قَلَمًا يُقَدَّمُ يَدُهُ لَطْعَامٍ حَتَّى يُجَدِّثَ بِهِ وَيُسَمِّيَ لَهُ ، فَأَهْوَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ : أَخْبِرْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا قَدَّمْتَنَ لَهُ ، هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ : أَحْرَامُ الضَّبِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (لَا ، وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي ، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ) . قَالَ خَالِدٌ : فَأَجَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ . وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيَّ . [۵۰۸۵ : ۵۲۱۷] (۷۶)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہ..... (جوان کی اور ابن عباس کی خالہ تھیں)..... کے یہاں گئے، ان کے پاس بھنا ہوا گوہ موجود تھا، جوان کی بہن حفیدہ بنت الحارث، علاقہ نجد سے لائی تھیں، میمونہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ پیش کیا اور بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ اپنا ہاتھ کسی کھانے کی طرف بڑھاتے تا وقتیکہ آپ سے بیان نہ کر دیا جاتا یا بتلا نہ دیا جاتا (کہ کیا چیز ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بھنے ہوئے گوہ (کے گوشت) کی طرف بڑھایا تو جو عورتیں حاضر تھیں ان میں سے ایک نے (دوسری خواتین کو مخاطب کر کے) کہا، ”حضور کے سامنے تم نے جو چیز پیش کی ہے وہ بتلا دو (پھر خود ہی کہنے لگی) یا رسول اللہ! یہ تو گوہ ہے“..... یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھالیا، اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا ”یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن چونکہ یہ ہمارے ملک میں نہیں پایا جاتا اس لیے میری طبیعت اسے ناپسند کرتی ہے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے کھینچ لیا اور کھانے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف (تعجب کی نظروں سے) دیکھتے رہے۔

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ: جِسْ عَوْرَتِ نَبِيِّكَ ﷺ كَوَيْلَا، طَبْرَانِي كِي رَوَايَتِ مِ

(۷۶) (۵۰۷۶) الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا، بَابُ الشَّوَاءِ : رَقْمُ الْحَدِيثِ : ۵۰۸۵ ، وَفِي كِتَابِ الذَّبَائِحِ ، بَابُ

الضَّبِّ : رَقْمُ الْحَدِيثِ (رَقْمُ الْحَدِيثِ : ۵۲۱۷) وَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي كِتَابِ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ ، بَابُ إِبَاحَةِ الضَّبِّ : رَقْمُ

الْحَدِيثِ : ۱۹۳۵ ، وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي كِتَابِ الْأَطْعِمَةِ ، بَابُ أَكْلِ الضَّبِّ : ۱۷۶/۲ ، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهَ فِي أَبْوَابِ

الصَّيْدِ (رَقْمُ الْحَدِيثِ : ۲۳۳)

ہے کہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں (۷۷)۔

گوہ و کفتار کھانے کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک ضرب یعنی کفتار و گوہ کا گوشت مباح ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور طاہریہ کا یہی مسلک ہے (۷۸)۔

حضرات فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک گوہ حرام ہے، یہ مسلک اعمش، زید بن وہب اور حضرت علیؓ سے مروی ہے (۷۹)۔

امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک ضرب کا گوشت مکروہ ہے (۸۰)۔ امام طحاوی نے مکروہ تنزیہی فرمایا (۸۱) اور بنایہ میں علامہ عینی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے (۸۲)۔ جمہور کا استدلال حدیث باب سے ہے، جو واضح ہے۔

حرمت کے قائلین، ابو داؤد میں عبدالرحمن بن شبل کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن أكل الضب“ (۸۳)۔

علامہ بیہقی نے اس حدیث کو اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے معلول قرار دیا (۸۴)۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اسماعیل بن عیاش کی شامیین سے روایات مقبول ہیں اور یہ حدیث وہ شامیین سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابن عساکر نے اس روایت کو حضرت عائشہؓ کے طریق

(۷۷) فتح الباری: ۶۶۸/۹۔ وإرشاد الساری: ۱۶۱/۱۳۔

(۷۸) کتاب الأم: ۴۵۰/۱، الجزء الثاني، أكل الضب، وعمدة القاری: ۳۹/۲۱۔

(۷۹) عمدة القاری: ۵۳/۱۰ (كذا في تكملة فتح الملهم: ۵۲۷/۳)۔

(۸۰) عمدة القاری: ۵۳/۱۰۔

(۸۱) إعلاء السنن، کتاب الذبائح، باب النهی عن أكل الضب: ۱۶۲/۱۷۔

(۸۲) البنایة شرح هداية: ۷۰۳/۱۰۔

(۸۳) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أكل الضب، رقم الحديث: ۳۷۹۶۔

(۸۴) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۶۰/۱۷۔

سے بھی نقل کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (۸۵)۔

اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ان کو کسی نے صب ہدیہ میں دیا، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے انھیں منع فرمایا، اتنے میں ایک سائل آیا، حضرت عائشہؓ نے اسے وہی صب کھلانا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”أَطْعَمِينَهُ مَا لَا تَأْكَلِينَ“ جو خود نہیں کھاری، وہ اسے کھلاری ہو۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وبہ نأخذ، وهو قول أبي حنيفة“ (۸۶)۔

۱۰ - باب : طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْإِثْنَيْنِ

۵۰۷۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ : وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (طَعَامُ الْإِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ) .

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ نقل کیے ہیں، یہ اس حدیث کے الفاظ ہیں جو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کی ہے (۸۷)۔..... حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے امام بخاری نے ان الفاظ کو ترجمۃ الباب میں ذکر کیا اور آگے باب میں طعام الاثنین کافی الثلاثة والی روایت نقل فرمائی، دونوں روایات کے درمیان فرق ظاہر ہے، ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کفایت کر جاتا ہے، اس صورت میں ہر ایک کے حصہ میں نصف نصف آئے گا، دو کاتین کے لیے کافی ہے، اس میں نصف کے بجائے ہر ایک کے حصہ میں دو دو ٹکٹ آئے گا۔

علامہ ابن نمیر نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کے الفاظ حدیث باب سے اس طرح ثابت ہوتے ہیں کہ جس شخص کے لیے ٹکٹ چھوڑنا ممکن ہو، اس کے لیے نصف چھوڑنا بھی ممکن ہوتا ہے لتفاریہما (۸۸) کیونکہ نصف اور دو دو ٹکٹ میں صرف ایک سدس کا فرق ہے اور یہ کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔

(۸۵) السراج المنیر للزمیزی: ۳/۳۹۶۔

(۸۶) کتاب الآثار: ۱۷۹، رقم الحدیث: ۸۱۶۔

(۸۷) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، رقم الحدیث: ۲۰۵۸۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۶۶۹۔

ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہونے کا مطلب

باقی ان احادیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کھانے سے ایک آدمی سیر ہو سکتا ہے اس سے دو آدمی سیر ہو جائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دو کا گزارا اس سے ہو سکتا ہے اسی طرح جو کھانا دو آدمیوں کو سیر کر دیتا ہے، وہ تین آدمیوں کے لیے بطور قناعت کافی ہو جاتا ہے اور ان کی بنیادی غذائی ضرورت اس سے پوری ہو جاتی ہے (۸۹)۔

اس طرح کی احادیث کا اصل مقصد ایثار اور قناعت کی ترغیب اور تعلیم دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے، اس میں دوسرے لوگوں کو بھی شریک کر لیا کرو۔
حدیث باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۹۰)۔

۱۱ باب : الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ

۵۰۷۸/۵۰۸۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّامٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ : كَانَ أَبُو عَمْرٍو لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُوَافِيَ بِمُسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيرًا ، فَقَالَ : يَا نَافِعُ ، لَا تُدْخِلْ هَذَا عَلَيَّ . سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .

(۵۰۷۹) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، عَنْ عُبيدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَإِنَّ الْكَافِرَ ، أَوْ الْمُنَافِقَ - فَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ - يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .
وَقَالَ أَبُو بَكْرِ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ .

(۵۰۸۰) : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عُمَرُو قَالَ : كَانَ أَبُو نَهْشَكٍ رَجُلًا أَكُولًا ، فَقَالَ لَهُ أَبُو عَمْرٍو : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) . فَقَالَ : فَأَنَا أَوْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ .

(۸۹) فتح الباری: ۶۲۸/۹ - وشرح مشکاة للطیبی، کتاب الأطعمة: ۸/۱۴۴

(۹۰) (۵۰۷۷) وأخرجه مسلم في كتاب الأطعمة ، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل ، رقم الحديث:

۲۰۵۸ ، وأخرجه الترمذی فی کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی طعام الواحد يكفی الاثنين، (رقم

الحديث: ۱۸۲۰)

۵۰۸۲/۵۰۸۱ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .

(۵۰۸۲) : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيرًا ، فَاسْلَمَ ، فَكَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا قَلِيلًا ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .
معنی: میم کے کسرہ اور عین کی تنوین کے ساتھ آنت کو کہتے ہیں۔

باب کی پہلی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ جب تک کسی مسکین اور فقیر کو ان کے ساتھ کھانے میں شریک نہ کیا جاتا، اس وقت تک وہ کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک مرتبہ ایک آدمی ان کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے لایا گیا تو اس نے بہت زیادہ کھانا کھایا تو حضرت ابن عمرؓ فرمانے لگے کہ اس شخص کو آئندہ میرے پاس نہیں لانا کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مؤمن ایک آنت اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

مؤمن کا ایک آنت اور کافر سات آنتوں میں کھانے کا مطلب

حضرات محدثین نے اس حدیث کے مختلف مطلب بیان کیے ہیں:

① ایک مطلب یہ بیان کیا گیا کہ اس حدیث سے حقیقتاً آنتیں اور کھانا مراد نہیں، بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کی قلت و کثرت مراد ہے، گویا دنیا کو ”اکل“ اور اس کے اسباب کو ”امعاء“ سے تعبیر کیا اور مقصد یہ ہے کہ مؤمن دنیوی لذتوں کا زیادہ شائق نہیں ہوتا جب کہ کافر عیش پرست اور لذت پرست ہوتا ہے (۹۱)۔

(۵۰۷۸) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی هذا الباب رقم الحدیث (۵۰۷۹)، و (۵۰۸۰) و (۵۰۸۱) و

(۵۰۸۲)، وأخرجه مسلم فی کتاب الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد، رقم الحدیث (۲۰۶۰) و

(۲۰۶۱)

(۹۱) فتح الباری: ۹/۶۷۲ - عمدة القاری: ۲۱/۳۱ - وإرشاد الساری: ۱۳/۱۶۲

② وہ سراسر مطلب یہ بیان کیا گیا کہ مؤمن رزق حلال کھاتا ہے جو نسبتاً کم ہوتا ہے اور کافر حرام کھاتا ہے جس کے ذرائع بکثرت ہوتے ہیں، قلندر حلال اور کثرتِ حرام کو ”معنی واحد“ اور ”سبعة امعاء“ سے تعبیر کیا گیا (۹۲)۔

③ حدیث کا مطلب مؤمن کے کھانے میں برکت اور کافر کے طعام میں بے برکتی کو بیان کرنا ہے کہ مؤمن اللہ کا نام لے کر کھاتا ہے تو برکت ہوتی ہے اور شیطان اس کے ساتھ شریک نہیں رہتا تو کم کھانا اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ جب کہ کافر اللہ کا نام لیے بغیر کھاتا ہے تو شیطان کی شرکت کی وجہ سے کم کھانا اس کے لیے کفایت نہیں کرتا (۹۳)۔

④ اس سے مراعاتِ قانون کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ایک خاص مسلمان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، جس کا ذکر مسلم وغیرہ کی روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مہمان آیا جو کافر تھا آپ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری سے دودھ دوہنے کا حکم فرمایا، بکری سے دودھ دوہا گیا، اس نے وہ دودھ پی لیا، پھر دوسری بکری دوہی گئی، وہ اس دودھ کو بھی پی گیا، اس المرح وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اس کے لیے بکری دوہنے کا حکم دیا، اس نے اس کا دودھ پیا اور دوسری بکری دوہی گئی لیکن اس نے کہا میں میرا بھوپکا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا، مطلب یہ تھا کہ یہ آدمی جب کافر تھا تو زیادہ پیتا رہا، مسلمان ہوا تو کم پیا، تو اس حدیث میں اس خاص آدمی کا ذکر ہے، عام بات اور کوئی قاعدہ کلیہ بیان کرنا مقصود نہیں ”الاسم من“ اور ”الکافر“ میں الف لام عہد عارضی کا ہے۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے ”مشکل الآثار“ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”إن هذا الحديث كان في كافر منحد وصر وهر الذي شرب حلال سبع

شياه..... وليس عندنا للحديث محمل غير هذا الوجه۔“

ابن عبد البر اور ابو بیہدہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے (۹۴)

(۹۲) فتح الباری: ۹/۶۷۲۔

(۹۳) فتح الباری: ۹/۶۷۳۔ مسند القاری: ۳۱/۲۱۱۔

(۹۴) فتح الباری: ۹/۶۷۳۔

لیکن اس قول پر اشکال ہو گا کہ جب یہ حدیث ایک خاص آدمی کے متعلق ہے، عام بات اس میں بیان نہیں کی گئی تو پھر حضرت ابن عمرؓ نے اس سے عموم کیسے سمجھ لیا کہ زیادہ کھانے والے فقیر کے متعلق فرمایا کہ اسے دوبارہ میرے پاس نہیں لانا۔

⑤ پانچواں مطلب یہ بیان کیا گیا کہ اس حدیث میں مؤمن کی عمومی اور غالب حالت کا ذکر ہے اور ”سبعة“ کے لفظ سے عدد مخصوص مراد نہیں بلکہ یہ مبالغہ فی الکثیر کے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی شان اور عمومی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کھانے پینے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا، کم کھاتا ہے، زیادہ کھانا اور مستقل اسی کی فکر میں لگے رہنا کفار کی صفت ہے، قرآن کریم میں ہے ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ﴾ اسی طرح مؤمن کا کھانا کافر کے کھانے کے مقابلے میں عموماً ایک اور سات کی نسبت سے ہے، لیکن یہ اکثر اور اغلب کے اعتبار سے ہے، ورنہ اکثر مؤمن ایسے ہو سکتے ہیں، جو عادتاً یا کسی عارض کی وجہ سے زیادہ کھاتے ہوں جیسا کہ باب کی تیسری حدیث میں ہے کہ ابوہنیکہ زیادہ کھاتے تھے، حضرت ابن عمرؓ نے جب ان سے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے تو انھوں نے کہا میں مؤمن ہوں (کافر نہیں) اور کئی کافر ایسے ہو سکتے ہیں جو بہت کم کھاتے ہوں، حدیث بناء علی الاغلب والا اکثر ارشاد فرمائی گئی ہے (۹۵)۔ اس حدیث کی تشریح میں یہی قول سب سے زیادہ دل کو لگتا ہے۔

⑥ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا، کھانے کی خواہشات اور شہوات سات ہیں، شہوة الطبع، شہوة النفس، شہوة العین، شہوة اللحم، شہوة الاذن، شہوة الانف، شہوة الجوع..... یہ آخری بھوک کی خواہش انسانی ضرورت ہے، مؤمن صرف اسی ایک خواہش کے تحت کھاتا ہے جب کہ کافر باقی خواہشات کو بھی پیش نظر رکھتا ہے، حدیث میں ”معنی واحد“ اور ”امعاء سبعة“ سے یہی شہوات و خواہشات مراد ہیں (۹۶)۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے بھی اس کے قریب قریب اس حدیث کی تشریح فرمائی (۹۷)، مکی بن عبد اللہ بن بکیر کی تعلیق امام بخاری نے جو ذکر فرمائی ہے اس کو ابونعیم نے موصلاً نقل کیا ہے (۹۸)۔

(۹۵) فتح الباری: ۹/۶۷۳، وشرح الطیبی علی مشکاة المصابیح: ۸/۷۷۳-عمدة القاری: ۲۱/۳۱

(۹۶) فتح الباری: ۹/۶۷۳-عمدة القاری: ۲۱/۳۲

(۹۷) فتح الباری: ۹/۶۷۳

(۹۸) إرشاد الساری: ۱۲/۱۶۳-وفتح الباری: ۹/۶۷۱-وعمدة القاری: ۲۱/۳۲

باب کی آخری حدیث میں ہے: "أَنْ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ كَثِيرًا
يَهْدِيهِ آدَمُ كَوْنُ تَهْدِيهِ؟" آنحضرت کی رائے ہے کہ یہ جہاں غفاری تھے، امام احمد کی روایت ہے کہ یہ
نہلہ بن عمرو تھے، ابو عبیدہ نے "الغریب" میں ذکر کیا ہے کہ یہ ابو نصرہ غفاری تھے اور ابن اسحاق کے قول
کے مطابق یہ ثمامہ بن اثال تھے (۹۹)۔

تنبیہ

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں دو باب ہیں، ہمارے ہندوستانی نسخے بھی اسی کے مطابق ہیں،
پہلا باب ہے "المؤمن يأكل في معنى واحد" اس باب کے تحت حضرت ابن عمرؓ کے مسکین کے واقعے
والی روایت ذکر کی ہے اور دوسرا باب ہے "المؤمن يأكل في معنى واحد، فيه ابو هريرة عن النبي
صلى الله عليه وسلم" دونوں میں تکرار ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں ترجموں میں اگرچہ صورت تکرار
ہے لیکن دونوں کی غرض الگ الگ ہے۔ پہلے باب سے تقلیل طعام کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور
دوسرے باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ کھانے سے مؤمن کی غرض
صرف رفع الجوع ہونا چاہیے، کافر کی طرح مختلف شہوتوں کو پورا کرنا مؤمن کا مقصد نہیں ہونا
چاہیے (۱۰۰)۔ واللہ اعلم

۱۲ - باب : الْأَكْلُ مُتَكَيِّفًا

۵۰۸۳/۵۰۸۴ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ : سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ
يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (لَا أَكُلُ مُتَكَيِّفًا) .

(۵۰۸۴) : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ ،
عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ : (لَا أَكُلُ وَأَنَا مُتَكَيِّفٌ) .

(۹۹) فتح الباری: ۶۷۱/۹۔ وارشاد الساری: ۱۲۵-۱۲۶/۱۰۰ (تعلیقات لامع الدراری: ۳۹۳/۹)۔

(۵۰۸۳) الحدیث أخرجه أبو داود في كتاب الأطعمة، باب في الأكل متكفاً، رقم الحديث: ۳۷۶۹ و

۳۷۷۰ ، وأخرجه الترمذی في كتاب الأطعمة، باب ما جاء في كراهية الأكل متكفاً، رقم الحديث :

۱۸۳۰. وأخرجه ابن ماجه في أبواب الأطعمة، رقم الحديث: ۳۲۶۲۔

یہ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے تکیہ اور ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے متعلق قائم کیا ہے اور صراحتاً کوئی حکم نہیں لگایا، کیونکہ کوئی صریح نہی اس سلسلہ میں وارد نہیں ہے۔

ٹیک لگا کر کھانے کا حکم

ٹیک لگانے کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو مشہور معنی ہیں کہ کسی چیز تکیہ، دیوار وغیرہ کے ساتھ ٹیک لگائی جائے، تاہم اس کے علاوہ ایک جانب پہلو کی طرف جھک کر کھانا کھانا، بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر کھانا کھانا..... اس طرح کی صورتیں بھی اثناء میں داخل ہیں، ٹیک لگا کر کھانا کھانے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کے نزدیک ٹیک لگا کر کھانا کھانا مکروہ ہے (۱۰۲)۔

لیکن صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے ”اکل متکئاً“ کا جواز منقول ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس، خالد بن ولید، عبیدہ سلمانی، محمد بن سیرین، عطاء بن یسار اور امام زہری سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

حضرات حنفیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ”لابأس بالاکل متکئاً“ (۱۰۴)۔

ان حضرات نے غالباً حدیث باب کو یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کیا ہے اور یا پھر افضلیت پر محمول کیا ہے۔

شوافع میں سے ابو العاص ابن القاص کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱۰۲) عمدة القاری: ۲۱/۳۳۔

(۱۰۳) إرشادی الساری: ۱۲/۱۶۷ فتح الباری: ۹/۶۷۶۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۳۔

(۱۰۴) درمختار: ۵/۵۳۳ مسائل شتی فإنه قال: وهذا إذا لم يكن عن تكبير، وإلا فيحرم۔

خصوصاً میں سے ہے (۱۰۵)۔

لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کو بغیر کسی دلیل کے آپ کی خصوصیت قرار نہیں دیا جاسکتا، البتہ بلا عذر ٹیک لگا کر کھانا خلاف اولیٰ ہے اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں (۱۰۶)۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لاتأکلن متکئاً“ علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں (۱۰۷)۔

ضرورت کے وقت ٹیک لگا کر کھانا کھانا بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔

کھانے کے لیے بیٹھنے کی مستحب صورتیں

کھانے کے لیے بیٹھنے میں مستحب صورت ایک تو یہ ہے کہ آدمی دونوں پاؤں پر اس طرح بیٹھے کہ سرین زمین پر نہ لگے جیسے ہمارے ہاں مدارس کے مطعم میں طلبہ بیٹھتے ہیں، چنانچہ حضرت انسؓ کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے کے وقت بیٹھنے کی یہ کیفیت منقول ہے (۱۰۷)۔ دوسری صورت یہ ہے دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھے، جیسے درس گاہ میں عموماً طلبہ اسی بنیت پر بیٹھتے ہیں (۱۰۸)۔

اس کے علاوہ دوزانو ہو کر بیٹھنا اور متر بعا بیٹھنا بھی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اس میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی! بلکہ دوزانو اس طرح بیٹھنا کہ بائیں ہاتھ بطن پر ہو اور ٹھک کر کھانا کھایا جائے تو یہ

(۱۰۵) عمدة القاری: ۴۳/۲۱، وفتح الباری: ۶۷۶/۹۔

(۱۰۶) عمدة القاری: ۴۴/۲۱، والذیاب والتراجم: ۸۷/۲۔

(۱۰۷) عمدة القاری: ۴۴/۲۱۔

(۱۰۸) دیکھیے سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة۔ باب ماجاء فی الاکل متکئاً: ۴۳۸/۳، (رقم الحدیث: ۳۷۷۱)۔

(۱۰۸) قال القسطلانی فی ارشاد الساری: ۱۶۷/۱۲: ”وإذا ثبت أنه مکروه أو خلاف الأولیٰ فلیکن الاکل جائزاً علی رکتیہ وظہور قدمیہ، أو ینصب الرجل الیمنی ویجلس علی الیسری“ نیز دیکھیے تحفة الأحوذی: ۵۵۸/۵۔

وعمدة القاری: ۴۴/۲۱، وفتح الباری: ۶۷۶/۹۔

اولی ہے کھانا کم کھایا جائے گا اور کھانے کا احترام بھی اسی میں زیادہ ہوگا، کما سمعت عن شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا و مولانا حسین أحمد المدنی۔

حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیک لگا کر کھانا کھاتے دیکھا تو آپ ﷺ کو منع فرمایا، اس کے بعد آپ نے متکنا کھانا تناول فرماتا ترک کر دیا (۱۰۹)۔

علی بن الأقرع

یہاں باب کی دو حدیثوں کی سند میں علی بن الأقرع ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۱۱۰)۔

ابن سعد نے اہل کوفہ کے طبقہ ثانیہ میں انہیں ذکر کیا ہے (۱۱۱)۔ یحییٰ بن معین، ابو حاتم، عجل، نسائی اور دارقطنی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے (۱۱۲)۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں انہیں ذکر کیا ہے (۱۱۳)۔

سمعت أبا جحيفة

یہ حدیث علی بن الأقرع نے براہ راست ابو جحیفہ سے بھی سنی ہے جیسا کہ اس جملے میں تصریح ہے اور ابو جحیفہ کے بیٹے عون کے واسطے سے بھی سنی ہے جیسا کہ سفیان کی روایت میں ہے، اس کو اصول حدیث کی اصطلاح میں ”مزید فی متصل الاسانید“ کہتے ہیں (۱۱۴)۔

(۱۰۹) فتح الباری: ۲۷۶/۹۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۶۷۔

(۱۱۰) عمدة القاری: ۳۳/۲۱۔ وفتح الباری: ۶۷۵/۹۔

(۱۱۱) طبقات ابن سعد: ۳۱۱/۶۔

(۱۱۲) دیکھیے الحرج والتعذیل: ۶، رقم الترجمة: ۹۵۴، والمعرفة والتاریخ: ۲/۲۵۱۔ وتهذيب الكمال:

۲۰/۳۲۳، وتهذيب التهذيب: ۷/۲۸۳۔

(۱۱۳) کتاب الثقات لابن حبان: ۵/۱۶۲۔

(۱۱۴) فتح الباری: ۶۷۵/۹۔

۱۳ - باب : الشَّوَاءُ .

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيدٍ» /هود: ۶۹/ : أَيُّ مَشْوِيٍّ .
 ۵۰۸۵ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُسُفَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ،
 عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ ، عَنْ أَبِي عُبَّاسٍ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ : أَيْ النَّبِيِّ ﷺ بِضْبٍ
 مَشْوِيٍّ ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ لِيَأْكُلَ ، فَقِيلَ لَهُ : إِنَّهُ ضَبٌّ ، فَأَمْسَكَ يَدَهُ ، فَقَالَ خَالِدٌ : أَحْرَامٌ هُوَ ؟
 قَالَ : (لَا) ، وَلَكِنَّهُ لَا يَكُونُ بِأَرْضِ قَوْمِي ، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ . فَأَكَلَ خَالِدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 نَظَرَ . قَالَ مَالِكٌ : عَنْ أَبِي شِهَابٍ : بِضْبٍ مَحْنُودٍ . [۵۰۷۶]

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بھنا ہوا گوشت کھانا جائز ہے، اس کے تحت
 ضب والی روایت نقل کی ہے، ضب تو آپ نے طبعی ناگواری کی وجہ سے تناول نہیں فرمایا، تاہم اس کے
 مشوی اور بھنے ہوئے ہونے پر اعتراض نہیں کیا اور اس پر تکیر نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ بھنا ہوا
 گوشت کھانے میں مضائقہ نہیں ہے (۱) ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیت میں ”حنید“ کے معنی مشوی اور
 بھنے ہوئے کے ہیں۔

۱۴ - باب : الْخَزِيرَةُ .

قَالَ النَّضَرُ : الْخَزِيرَةُ مِنَ التَّحَالَةِ ، وَالْحَزِيرَةُ مِنَ اللَّيْنِ .
 ۵۰۸۶ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : عَنْ عُقَيْلٍ . عَنْ أَبِي شِهَابٍ قَالَ :
 أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ : أَنَّ عَتَبَانَ بْنَ مَالِكٍ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ،
 مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ : أَنَّهُ أَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنِّي أَنْكَرْتُ
 بَصْرِي ، وَأَنَا أَصْلِي لِقَوْمِي ، فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ ، لَمْ أَسْتَطِعْ
 أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ ، فَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَأَتَجِدُهُ
 مُصَلِّيً . فَقَالَ : (سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . قَالَ عَتَبَانُ : فَقَدَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ أَرْتَفَعَ
 النَّهَارُ . فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنَتْ لَهُ ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ، ثُمَّ قَالَ لِي : (أَبْنَ
 نَجِبٌ أَنْ أَصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ) . فَأَشْرَفْتُ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ الْبَيْتِ . فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَّفْنَا ،

فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ . وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ . فَتَابَ فِي الْيَتِّ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ
 ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا ، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ : أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَشْنِ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : ذَلِكَ مُنَافِقٌ ،
 لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَقُلْ) . أَلَا تَرَاهُ قَالَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، يُرِيدُ
 بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ) . قَالَ : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : قُلْنَا : فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ ،
 فَقَالَ : (فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، يَتَّبِعِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ) .
 قَالَ أَبُو شَهَابٍ : ثُمَّ سَأَلْتُ الْحَضِيثَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ . أَحَدَ نَبِيِّ سَالِمٍ . وَكَانَ مِنْ
 سَرَاتِمِهِمْ . عَنْ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ . فَصَدَّقَهُ . [ر : ٤١٤]

نضر بن شميل فرماتے ہیں کہ خزیرہ میدے سے اور حریرہ دودھ سے بنایا جاتا ہے۔

ابن فارس نے فرمایا کہ خزیرہ آنا اور گوشت کو ملا کر بنایا جاتا ہے (۲)۔

جوہری نے فرمایا کہ خزیرہ بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو زیادہ

مقدار پانی میں ڈال دیا جاتا ہے اور خوب پکانے کے بعد اس میں کچھ آنا ڈال دیا جاتا ہے (۳)۔

نخالة ایسے آٹے کو کہتے ہیں جو چھنا ہوا نہ ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ موٹے آٹے کو

نخالہ کہتے ہیں، اس کی تائید ایک دوسرے قول سے ہوتی ہے جس میں ”جشيشة“ وارد ہوا ہے اور اہل لغت

نے لکھا ہے کہ جشيشة یہ ہے کہ گیہوں کو موٹا سا دل لیا جائے اور پھر اس میں چربی وغیرہ ڈال کر حریرہ بنالیا

جائے (۴)۔ واللہ اعلم۔

حدیث باب الصلوة میں گذر چکی ہے، اس میں واقع ”وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرَةٍ صَنَعْنَاهُ“ کی

مناسبت سے امام نے اسے یہاں ذکر فرمایا۔

(۲) فتح الباری: ۶۷۸/۹، وعمدة القاری: ۳۱/۳۵۔

(۳) فتح الباری: ۶۷۸/۹، وعمدة القاری: ۳۱/۳۵۔

(۴) النہایۃ لابن الاثیر: ۳۷۳/۱، و مجمع بحار الانوار: ۳۶۱/۱۔

۱۵ - باب : الْأَقِطُ .

وَقَالَ حُمَيْدٌ : سَمِعْتُ أَنَسًا : بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بَصْفِيَّةَ ، فَأَلْقَى الثَّمَرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ .

[۵۰۷۲ : ر]

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو ، عَنْ أَنَسٍ : صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْسًا . [۵۰۷۲ : ر]

۵۰۸۷ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَهْدَتْ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ضَبَابًا وَأَقِطًا وَلَبَنًا ، فَوَضَعَ الضَّبُّ عَلَى مَائِدَتِهِ ، فَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُوضَعْ . وَشَرِبَ اللَّبَنَ ، وَأَكَلَ الْأَقِطَ . [۲۴۳۶ : ر]

اُقِط (ہمزہ کے فتح اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) پیڑ کو کہتے ہیں، حیس: کھجور، پیڑ اور گھی سے ملا کر ایک خاص قسم کا حلہ بنایا جاتا ہے، اس کو حیس کہتے ہیں۔

۱۶ - باب : السَّلْقُ وَالشَّعِيرِ .

۵۰۸۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ ، كَأَنَّ لَنَا عَجُوزًا تَأْخُذُ أَصُولَ السَّلْقِ ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِلْدِرٍ لَهَا . فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ ، إِذَا ضَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا ، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى ، وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ ، وَاللَّهُ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ . [۸۹۶ : ر]

سَلْق چقدر اور شعیر جو کو کہتے ہیں، حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن ہم بڑے خوش ہوتے تھے کیونکہ ہماری ایک بڑی بی چقدر کو لے کر ایک بانڈی میں ڈال دیا کرتی تھیں اور اس میں جو کچھ دانے شامل کر دیا کرتی تھیں، ہم جب نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تھے تو ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے تھے اور وہ چقدر اور جو کا وہ مرکب کھانا ہمیں پیش کرتی تھیں، اس میں نہ گوشت ہوتا تھا نہ گھی۔ وَدَك اور دسم کے ایک ہی معنی ہیں تری، گھی، اس سے اندازہ لگالیں کہ حضرات صحابہ کرام کی زندگی اور ان کی معیشت کتنی سادہ تھی۔

۱۷ - باب : النَّهْشُ وَانْتِشَالُ اللَّحْمِ

۵۰۸۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِي عُبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : تَعْرِقُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كِتْفًا ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . وَعَنْ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ ، عَنْ عِكْرَمَةَ ، عَنْ أَبِي عُبَّاسٍ قَالَ : انْتَشَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَرْقًا مِنْ قَدَرٍ ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۴]

نہش (نون کے فتح اور ہاء کے سکون کے ساتھ) دانت سے نوج نوج کر گوشت کھانے کو کہتے ہیں اور انتشال اللحم کا مطلب یہ ہے کہ ہانڈی سے نکال کر گوشت کھایا جائے، اکثر یہ لفظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب گوشت ابھی پوری طرح پکانہ ہو اور ہانڈی سے نکال لیا جائے ایسے گوشت کو ”نشیل“ کہتے ہیں (۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں قطع اللحم بالسکین (چاقو چھری سے گوشت کاٹنے) کی ممانعت وارد ہوئی ہے (۶)۔

لیکن حافظ کی یہ بات وزنی نہیں، اس حدیث کی تضعیف کی طرف امام بخاری نے اگلے باب..... باب قطع اللحم بالسکین سے اشارہ کیا ہے اور وہاں وہ اشارہ سمجھ میں بھی آتا ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد امام ترمذی رحمہ اللہ کی ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گوشت کو دانتوں سے نوج کر کھانے کا استحباب بیان کرنا ہے، ترمذی کی روایت ہے ”انہشوا اللحم نهشاً، فإنه أهنأ وأمرأ“ (۷)۔

عن محمد عن ابن عباس

یہاں باب کی پہلی حدیث محمد بن سیرین حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، محمد بن سیرین کا حضرت ابن عباس سے سماع ثابت نہیں ہے بلکہ شعبہ کا کہنا ہے ”أخادیث محمد بن سیرین

(۵) عمدة القاری: ۲۱/۳، فتح الباری: ۹/۲۸۱۔

(۶) فتح الباری: ۹/۲۸۱۔

(۷) الأبواب والتراجم: ۲/۸۸۔

عن عبد الله بن عباس إنما سمعها من عكرمة“ یعنی در میان میں عکرمہ کا واسطہ ہے، اس لیے یہ سند منقطع ہے، محمد بن سیرین عن ابن عباس کی صرف یہی ایک روایت صحیح بخاری میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وجہ سے دوسری روایت ایوب عن عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے نقل فرمائی جو متصل ہے (۸)۔ باب کی پہلی روایت میں ”تَعْرِقُ“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہڈی سے گوشت کو نوچ کر کھانے کے ہیں، دوسری روایت میں ”عَرَقُ“ کا لفظ آیا ہے، عین کے فتح اور راء کے سکون کے ساتھ یہ گوشت والی ہڈی کو کہتے ہیں (۹)۔

۱۸ - باب : تَعْرِقُ الْعُضْدِ .

۵۰۹۱/۵۰۹۰ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا قُلَيْبُ :

حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْمَدَنِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ . عَنْ أَبِيهِ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ مَكَّةَ .

(۵۰۹۱) : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ ،

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ . عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ : كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَازِلٌ أَمَامَنَا ، وَالْقَوْمُ مُحْرَمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرَمٍ ، فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحْشِيًّا وَأَنَا مُشْغُولٌ أَخْصِفُ نَعْلِي . فَلَمْ يُؤْذِنُونِي بِهِ ، وَأَحْبَبُوا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ ، فَأَلْتَفْتُ فَأَبْصَرْتُهُ ، فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ، ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرَّمْحَ ، فَقُلْتُ لَهُمْ : نَاولُونِي السَّوْطَ وَالرَّمْحَ ، فَقَالُوا : لَا وَاللَّهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ شَيْءٌ ، فَغَضِبْتُ فَتَزَلْتُ فَأَخَذْتُهِمَا ثُمَّ رَكِبْتُ ، فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ ، فَوَقَعُوا فِيهِ بِأَكْلُونَهُ ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرْمٌ . فَرَحْنَا . وَخَبَأْتُ الْعُضْدَ مَعِي ، فَأَذْرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَنَاهُ عَنْ ذَلِكَ ، فَقَالَ : (مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ) . فَنَاولْتُهُ الْعُضْدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى تَعْرِقَهَا وَهُوَ مُحْرَمٌ .

قال مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : مِثْلَهُ .

[ر : ۱۷۲۵]

(۸) فتح الباری: ۹/۲۸۱ - عمدة القاری: ۲۱/۴۷۷

(۹) إرشاد الساری: ۱۲/۷۷۲ -

اس باب میں بازو کا گوشت دانتوں سے نوچ کر کھانے کا ذکر امام نے کیا ہے، باب میں ذکر کردہ حضرت قتادہ کی روایت کتاب الحج میں گذر چکی ہے (۱۰)، اس میں ہے ”فناولته العَصَدَ، فأكلها حتى تعرفها“۔

قال محمد بن جعفر حدثني زيد بن أسلم

محمد بن جعفر امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں، ان کی دو سندیں ہیں ایک ”عن أبي حازم“ والی، جس کا متن امام بخاری نے ذکر کیا اور دوسری سند زید بن اسلم سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ”قال محمد بن جعفر“ سے یہی بتایا ہے، اس کو تعلیق نہ سمجھا جائے بلکہ ماقبل سند پر اس کا عطف ہے اور متصل ہے (۱۱)۔

۱۹ - باب : قَطَعَ اللَّحْمَ بِالسَّكِينِ

۵۰۹۲ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو ابْنُ أُمَيَّةَ : أَنَّ أَبَاهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَأَلْفَاهَا وَالسَّكِينِ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَثُمَّ يَتَوَضَّأُ . [ر : ۲۰۵]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طریقے سے دانت سے نوچ کر گوشت کھانا جائز ہے، اسی طرح چھری سے گوشت کاٹ کر کھانا بھی جائز ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسَّكِينِ، فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ، وَانْهَشُوهُ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرٌ“ (۱۲)۔

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ روایت قوی نہیں ہے (۱۳) امام نسائی نے بھی اس کو

(۱۰) فتح الباری: ۹/۶۸۳۔

(۱۱) فتح الباری: ۹/۶۸۳، وعمدة القاری: ۲۱/۴۹۔

(۱۲) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی اکل اللحم ۳/۳۴۹ (رقم الحدیث: ۳۷۷۸)

(۱۳) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی اکل اللحم ۳/۳۴۹ (رقم الحدیث: ۳۷۷۸)

ابومعشر کی مناکیر میں شمار کیا ہے (۱۴) اور علامہ ابن الجوزی نے ایک قدم بڑھایا اور اس کو موضوعات میں ذکر فرمایا (۱۵) حسن بن محمد صفائی لاہوری نے بھی اس کو موضوعات میں نقل کیا ہے (۱۶)۔

اگر یہ روایت تسلیم کی جائے تب بھی جمع بین الروایات ممکن ہے کہ گوشت اگر اچھی طرح پکا ہوا ہو تو اسے چھری سے نہیں کاٹنا چاہیے، ابو داؤد کی روایت اسی پر محمول ہے لیکن اگر گوشت کچا ہے یا سخت ہے تو اس صورت میں چھری سے گوشت کو کاٹا جاسکتا ہے۔

چھری کانٹے سے کھانے کا حکم

البتہ چھری کانٹے سے کھانا کھانا جائز ہے کیونکہ وہ فساق و فجار اور انگریزوں اور انصاری کا شعار ہے، حدیث سے چھری کے ذریعے گوشت کانٹے کا ذکر ہے، کھانے کا نہیں، البتہ چھپے سے کھانا جائز ہے، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو ہاتھ سے کھانے میں مشکل پیش آتی ہے اور چھپے سے سہولت ہو جاتی ہے جیسے بھینی ہے کہ اسے ہاتھ کے ذریعے کھانے میں دشواری پیش آتی ہے۔

چھری کانٹے میں اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، وہ کانٹوں اور نیجروں کا ایک خالص شعار و تہذیب ہے اور تہذیب بالکفار ممنوع ہے۔

۲۰۔ باب : ما عاب النبی ﷺ طعاما

۵۰۹۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ : عَنْ الْأَعْمَشِ : عَنْ أَبِي حَازِمٍ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ : إِلَّا أَشْبَاهَهُ أَكَلَهُ : وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ . [ر : ۳۳۷۰]

کھانے کے اندر عیب نکالنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہیں تھی، آپ ﷺ کو کھانا مرغوب ہوتا تو تناول فرمایا کرتے تھے، مرغوب نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد بھی یہ ہے کہ کھانے کے اندر عیب نکالنا درست نہیں، مثلاً یہ کہنا کہ

(۱۳) دیکھیے تنزیہ الشریعة المرفوعة، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۵۷/۲/۲۳۸، والذاتی المصنوعة: ۱۹۰/۲۔

(۱۵) کتاب الموضوعات، کتاب الأضمة، باب قطع اللحم بالسکین: ۳۰۳۔

(۱۶) کتاب الموضوعات للصفائی: ۱۲۔

بدمرہ ہے، کچا ہے، جلا ہوا ہے، مزیدار نہیں۔

۲۱ - باب : التَّضْعُ فِي الشَّعِيرِ (۱۷)

۵۰۹۴ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ : أَنَّهُ سَأَلَ سَهْلًا : هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ الثَّنِيَّ ؟ قَالَ : لَا ، فَقُلْتُ : كُنْتُمْ تَتَخَلَّوْنَ الشَّعِيرَ ؟ قَالَ : لَا . وَلَكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ . [۵۰۹۷]

اس باب میں جو کے آئے میں پھونک مارنے کا بیان ہے، تاکہ چھلکا اور بھوسا اڑ جائے۔ حضرت ابو حازم نے حضرت سہل سے پوچھا کہ کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میدہ دیکھا تھا؟ انھوں نے کہا ”نہیں“ پھر میں نے پوچھا، کیا جو کے آٹے کو چھانتے تھے؟ انھوں نے کہا ”نہیں“ لیکن ہم لوگ اس پر پھونک مار لیا کرتے تھے۔

نقی: صاف آٹے، میدے کو کہتے ہیں: تَتَخَلَّوْنَ الشَّعِيرَ: تم جو کو چھانتے تھے، نَخَلْتُ الدَّقِيقَ ائِی أَخْرَجْتُ مِنْهُ النِّخَالَہ..... پھونک مارنے سے مراد یہ ہے کہ جو کو پیس لیا جاتا اور پھر پھونک مار کر اس کے بھوسے اور چھلکے کو اڑا دیا کرتے تھے۔

حدیث باب امام بخاری نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے، صحاح ستہ میں سے کسی اور نے یہ حدیث نقل نہیں کی ہے (۱۸)۔

۲۲ - باب : مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ .

۵۰۹۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الثُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ . عَنْ عَبَّاسِ بْنِ الْجَرِيرِ . عَنْ أَبِي عَثَانَ الْهَدْيِيِّ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا ، فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمْرَاتٍ ، فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمْرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشَقَةٌ . فَلَمْ يَكُنْ فِيمَنْ تَمَرَةٌ أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْهَا ، شَدَّتْ فِي مَضَاغِي . [۵۱۲۵ : ۵۱۲۶]

(۱۷) (۵۰۹۴) الحدیث ایضا أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم

وأصحابه يأكلون، رقم الحديث: ۵۰۹۴۔

(۱۸) قال العینی: والحديث من إفرادہ (عمدة القاری: ۵۰/۲۱)۔

۵۰۹۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ . عَنْ قَيْسٍ . عَنْ سَعْدِ قَالَ : رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ . مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحَبَلَةِ . أَوْ الْحَبَلَةِ . حَتَّى يَضَعَ أَحَدُنَا مَا نَضَعُ الشَّاةُ . ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أُسْدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ . خَسِرْتُ إِذَا وَضِلَّ سَعْيِي . [ر : ۳۵۲۲]

۵۰۹۷ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَزْمٍ قَالَ : سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَقُلْتُ : هَلْ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشَّيْءَ ؟ فَقَالَ سَهْلٌ : مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشَّيْءَ ، مِنْ حِينَ أَتَعْتَهُ اللَّهُ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ . قَالَ : فَقُلْتُ : هَلْ كَانَتْ لَكُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَنَاحِلُ ؟ قَالَ : مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنَاحِلًا . مِنْ حِينَ أَتَعْتَهُ اللَّهُ حَتَّى قَبِضَهُ . قَالَ : قُلْتُ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَسْخُولٍ ؟ قَالَ : كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنُفْخُهُ . فَيَطِيرُ مَا طَارَ ، وَمَا بَقِيَ ثَرِيَاهُ فَأَكَلْنَاهُ . [ر : ۵۰۹۴]

۵۰۹۸ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ . عَنْ سَعِيدِ الْقُبَيْرِيِّ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ اللَّهَ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَضِيَّةٌ . فَلَمَّعُوا . فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ وَقَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشَعْ مِنْ خَيْرِ الشَّعِيرِ . ۵۰۹۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا مُعَاذٌ : حَدَّثَنِي أَبِي : عَنْ يُونُسَ . عَنْ قَتَادَةَ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى جَوَانٍ . وَلَا فِي سَكْرَةٍ . وَلَا خَيْرَ لَهُ مَرَّقٌ . قُلْتُ لِقَتَادَةَ : عَلَى مَا يَأْكُلُونَ ؟ قَالَ : عَلَى السُّفْرِ . [ر : ۵۰۷۱]

۵۱۰۰ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ مَنْصُورٍ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ . عَنْ الْأَسْوَدِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا شَبِعَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ . مُنْذُ قَدِيمِ الْمَدِينَةِ ، مِنْ طَعَامِ الْبَرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعَا . حَتَّى قَبِضَ . [۵۱۰۷ . ۵۱۲۲ . ۶۰۸۹ . ۶۳۰۹]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا کیا چیزیں تناول فرمایا کرتے تھے، اس باب میں ان میں سے چند چیزوں کا ذکر ہے۔

پہلی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے صحابہ میں کھجوریں تقسیم فرمائیں، ہر ایک کو سات سات کھجوریں عنایت کیں، مجھے بھی

سات کھجوریں دیں، ان میں ایک حشفہ یعنی ردی کھجور تھی لیکن ان کھجوروں میں اس سے زیادہ کوئی کھجور مجھے پسند نہ تھی، اس لیے کہ باقی عمدہ کھجوریں منہ میں زیادہ دیر نہیں رہیں (۱۹)۔ اور اس کو چوس چوس کر میں دیر تک لطف اندوز ہوتا رہا۔

شدّت: باب نھر سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے بمعنی سخت ہونا۔

مَضَاغ: میم کے فتح اور کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا، اس کا اطلاق اس طعام پر بھی ہوتا ہے جو چبایا جاتا ہے اور مطلقاً چبانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں لقمة لبنۃ المَضَاغ، وشدیدۃ المَضَاغ (۲۰)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یحتمل أن يكون المراد ما ي مضغ به وهو الأسنان، وأن يكون المراد به المضغ نفسه“ (۲۱) یعنی یہاں حدیث میں اس سے دانت بھی مراد لے سکتے ہیں جن کے ذریعے کھانا چبایا جاتا ہے اور نفس چبانا بھی مراد لے سکتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ وہ ردی کھجور میرے دانتوں میں یا میرے چبانے میں سخت تھی۔

باب کی دوسری روایت ابواب المناقب میں گزر چکی ہے (۲۲)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں ساتواں آدمی تھا (یعنی میں قدیم الاسلام ہوں) ہمارا کھانا درخت کے پتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا، یہاں تک کہ بکریوں کی طرح میٹگنیاں کرتے تھے، اب بنو اسد اسلام کے بارے میں مجھے سرزنش کرتے ہیں، میں تو پھر خائب و خاسر ہو گیا اور میری ساری سعی ضائع گئی (اگر ان کے کہنے کے مطابق مجھے نماز بھی پڑھنا نہیں آیا حالانکہ میں نے ابتداء اسلام سے ساری چیزیں سیکھی ہیں)۔

(۱۹) (۵۰۹۵) الحدیث أخرجه البخاری أضافیه، باب الرطب بالفتح، رقم الحدیث: ۵۱۲۵-۵۱۲۶۔ وأخرجه الترمذی

فی الزهد وأخرجه النسائی فی أبواب الأطعمة، باب قسم المأكول إذا قل، رقم الحدیث: ۶۷۳۱-۶۷۳۲۔

وأخرجه ابن ماجه فی الزهد باب معیشتہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۱۳۹۲، رقم: ۴۱۵۷۔

(۲۰) عمدة القاری: ۵۱/۲۱۔

(۲۱) أرشاه الساری: ۱۲/۱۷۶۔

(۲۲) فتح الباری: ۹/۶۸۶۔

جن چھ آدمیوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا وہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے (۲۳)۔ اصل میں بنو اسد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شکایت کی تھی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نماز اچھی طرح نہیں جانتے، اس پر انھوں نے یہ ارشاد فرمایا (۲۴)۔

إلا ورق الحَبْلَةِ أو الحَبْلَةِ

حَبْلَة (حاء کے فتح اور باء کے سکون کے ساتھ) درخت عضا کا پھل، درخت عضا کیکر کے مشابہ ہوتا ہے، اس کا پھل لوبیا کی طرح ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ حَبْلَة (حاء کے ضمہ اور باء کے سکون کے ساتھ) اس کے معنی بھی وہی ہیں جو حَبْلَة کے ہیں (۲۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حَبْلَة (حاء اور باء دونوں ضمہ کے ساتھ) کو بھی اسی معنی میں نقل کیا ہے (۲۶)۔

اور حَبْلَة (حاء اور باء دونوں کے فتح کے ساتھ) انگور کو کہتے ہیں۔ بہر حال مطلب یہ تھا کہ اس وقت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا، کھانے کو درخت عضا اور انگور کے پتوں کے سوا کچھ میسر نہیں تھا، وہی کھا کر گزارا کرتے تھے۔

تُعْزَّرُنِي أَيْ تُؤَدِّبُنِي، تُرَبِّئَانِي: بِتَشْدِيدِ الرَّاءِ، مِنْ تَرَبَّيْتُ السُّوْقِ: إِذْ أَبْلَيْتَهُ بِالْمَاءِ (۲۷): یعنی آٹے سے بھوسہ اڑانے کے بعد باقی کو ہم پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ مُنْخَلٌ: (میم کے ضمہ، نون کے سکون اور خاء کے ضمہ کے ساتھ) چھلنی کو کہتے ہیں، اس کی جمع مناخل آتی ہے۔

شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ

باب کی چوتھی حدیث میں یہ مَصْلِيَّةٌ کا لفظ آیا ہے: مَصْلِيَّةٌ (میم کے فتح، صاد کے سکون، لام کے

(۲۳) إرشاد الساری: ۱۲/۱۷۶۔

(۲۴) عمدة القاری: ۲۱/۵۱۔

(۲۵) وفي النهاية: ۳۳۴/۱ "الحَبْلَةُ: بِالضَّمِّ وَسُكُونِ الْبَاءِ: ثَمَرُ الشَّجَرِ يَشْبَهُ اللَّوْبِيَاءِ، وَقِيلَ: هُوَ ثَمَرُ الْبُغْصَةِ" وَالْحَبْلَةُ: بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَرَبَّمَا سُكِّنَتْ: الْأَصْلُ أَوْ الْقَضِبُ مِنْ شَجَرِ الْأَعْنَابِ۔

(۲۶) فتح الباری: ۹/۶۸۷۔

(۲۷) عمدة القاری: ۲۱/۵۲۔

کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) مشویۃ کے معنی میں ہے: بھنی ہوئی بکری (۲۸)۔

فدعوہ، فأبی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو کھانے کی دعوت دی، آپ نے دعوت قبول نہیں فرمائی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”لیس هذا من ترک إجابة الدعوة، لأنه فی الولیمة، لافی کل الطعام“ (۲۹)۔

مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں دعوت قبول کرنے سے انکار کیا جاسکتا ہے، البتہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا حق مسلم کے زمرے میں آتا ہے اور اسے قبول کرنا چاہیے، مذکورہ دعوت، ولیمہ کی نہیں تھی۔

باب کی آخری حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۰) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک گیسوں کی روٹی تین دن مسلسل تناول نہیں فرمائی۔

۲۳ - باب : التلبیۃ .

۵۱۰۱ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُفَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا ، فَاجْتَمَعَ لِلذَّيْلِ النِّسَاءُ ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا ، أَمَرَتْ بِرُفَّةٍ مِنْ تَلْبِيَةِ فَطَسَحَتْ ، ثُمَّ طَعَتْ لَرِيْدًا فَطَسَّتِ التَّلْبِيَةَ عَلَيْهَا ، ثُمَّ قَالَتْ : كُلَّنَّ مِنْهَا . فَأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (التَّلْبِيَةُ نَحْمَةٌ لِقُورَادِ الْمَرِيضِ ، تَذْهَبُ بِنَعْضِ الْحَزَنِ) . [۵۳۶۵ ، ۵۳۶۶]

(۲۸) إرشاد الساری: ۱۴/۴۷۸۔

(۲۹) فتح الباری: ۹/۶۸۷۔

(۳۰) (۵۱۰۰) الحدیث أخرجه البخاری أیضافیه ، باب ما كان السلف يدخرون فی بیوتهم وأسفارهم من الطعام ، رقم الحدیث: ۵۱۰۷، وفی باب القفید، رقم الحدیث: ۵۱۲۳، وفی کتاب الرقاق، باب کیف كان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه وتخلیهم من الدنیا، رقم الحدیث: ۶۰۸۹، وفی الدعوات، باب التوبة، رقم الحدیث: ۶۳۰۹، وأخرجه مسلم فی کتاب الزهد والرقاق، رقم الحدیث: ۲۹۷۰، وأخرجه النسائی فی کتاب الطحاحیا: ۲/۲۰۸، وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الأطعمة، باب الخبز والبر: ۲۳۹۔

(۵۱۰۱) الحدیث أخرجه البخاری أیضافی الأطعمة، باب التلبیۃ للمریض، رقم الحدیث: ۵۳۶۵، وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب التلبیۃ محمۃ لقواد المریض، رقم الحدیث: ۲۲۱۶، وأخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ما جاء ما یطعم المریض، رقم الحدیث: ۲۰۳۹، ۳/۳۸۳، وأخرجه النسائی فی الولیمة، باب التلبیۃ: ۱۶۱/۳، رقم الحدیث: ۶۶۹۳۔

تلبینہ: ایک خاص قسم کا حلوہ یا فالودہ ہوتا ہے جو میدے یا بغیر چھنے ہوئے آٹے سے بنایا جاتا ہے، بسا اوقات اس میں شکریا شہد بھی ملا دیا جاتا ہے، رنگ میں لبن (دودھ) کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اسے تلبینہ کہتے ہیں (۳۲)۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس کے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ تلبینہ کوٹے ہوئے جو کا ابلا ہو پانی ہوتا ہے (۳۳)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ان کا کوئی رشتہ دار مر جاتا تو عورتیں جمع ہوتیں، پھر سب اپنے گھر چلی جاتیں، مگر خاص خاص اور قریب کی عورتیں رہ جاتیں اور تلبینہ بنانے کا حکم دیتیں، وہ پکایا جاتا، پھر شریذ بنا کر تلبینہ اس پر ڈال دیا جاتا، پھر فرماتیں کہ اسے کھاؤ، اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔

مُجِمَّةُ الْمَرِيضِ: مریض کو راحت پہنچانے والا، مَجْمَّةٌ: میم اور جیم کے فتح کے ساتھ ای مکان الاستراحة..... میم کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ صیغہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے: راحت پہنچانے والا (۳۴)۔

۲۴ - باب : التَّيْبِدِ .

۵۱۰۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ عُسْرُو بْنِ مَرْةٍ الْجُمَلِيِّ . عَنْ مَرْةٍ الْهَمْدَانِيِّ . عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (كَمَلُ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ . وَلَمْ يَكْمَلْ مِنَ النِّسَاءِ : إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ . وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ . وَفُضِّلَ عَيْشَةُ عَلَى النِّسَاءِ كَفُضِّلَ التَّيْبِدُ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ) . [ز : ۳۲۳۰]

(۳۲) وفي النهاية: ۲۲۹/۴: "التلبينة والتلبين: حماء يعمل من دقيق أو نخالة، وربما جعل فيها عسل، سميت

بها تشبيهاً باللبن لبياضها ورقتها وهي تسمية بالسرة من التلبين، مصدر لبّن القوم: إذا سقاهم اللبن۔"

(۳۳) زاد المعاد، كتاب الطب، فصل في هديه في تغذية المريض بالنطف ما اعتاده من الأغذية: ۱۲۰/۴۔

(۳۴) زاد المعاد: ۲۰/۴، وفتح الباری: ۶۸۷/۹۔

۵۱۰۳ : حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : عَنْ أَبِي طَرَالَةَ : عَنْ أَنَسٍ :
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النَّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ) . [ر : ۳۵۵۹]
۵۱۰۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبِيرٍ : سَمِعَ أَبَا حَاتِمٍ الْأَشْهَلِيَّ بْنَ حَاتِمٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوْنٍ :
عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ : عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى غُلَامٍ لَهُ خِيَاطٌ .
فَقَدَّمُ إِلَيْهِ قِصْعَةً فِيهَا ثَرِيدٌ . قَالَ : وَأَقْبَلَ عَلَى عَمَلِهِ . قَالَ : فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَبْعُ الدُّبَاءَ .
قَالَ : فَجَعَلْتُ أَتَّبَعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ . قَالَ : فَمَا زِلْتُ بَعْدَ أُحِبُّ الدُّبَاءَ . [ر : ۱۹۸۶]
ثرید شوربے میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے، عربوں میں اس کو بہت پسندیدہ کھانا شمار کیا جاتا
ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ثرید کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ
نے باب میں جو روایات ذکر کی ہیں، ان میں ہر ایک کے اندر ثرید کی فضیلت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

۲۵ باب : شاة مسمومة . والكثف والجنب .

۵۱۰۵ : حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا هَمَامُ بْنُ يَحْيَى : عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : كُنَّا نَأْتِي
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَخَبَّازُهُ قَائِمٌ . قَالَ : كُلُوا . فَمَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَغِيقًا
مُرَقَّقًا حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ . وَلَا رَأَى شاةً سَمِيطًا بَعِيْنَهُ قَطُّ . [ر : ۵۰۷۰]
۵۱۰۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ : عَنْ الزُّهْرِيِّ :
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمَرِيِّ . عَنْ أَبِيهِ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَحْتَرُّ مِنْ كَثْفِ
شاةٍ . يَأْكُلُ مِنْهَا . فَلَدَعِي إِلَى الصَّلَاةِ . فَقَامَ فَطَرَحَ السُّكَيْنَ . فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۵]

شاة مسمومة کی تعریف پہلے گزر چکی ہے الکثف: دست کا گوشت، یہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو پسند تھا اور جنب: پہلو اور پسلی کا گوشت۔

باب کی پہلی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

دوسری حدیث حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ چھری سے کثیف شاة (شانے) کا گوشت کاٹ کر تناول فرما رہے تھے
کہ آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا، آپ نے چھری پھینک دی، کھڑے ہو گئے، نماز ادا کی اور وضو نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ”مامست النار“ ناقض وضو نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی سند اور متن کے ساتھ ”کتاب الرقاق“ میں بھی باب کی پہلی

روایت کی تخریج کی ہے (۳۵)۔

۲۶۔ باب : ما كان السلف يدخرون في بيوتهم وأسفارهم . من الطعام واللحم وغيره .

وقالت عائشة وأسماء : صنعنا للنبي ﷺ وأبي بكر سفره . [۳۶۹۲]

۵۱۰۷ : حدثنا خلاد بن يحيى : حدثنا سفيان . عن عبد الرحمن بن عابس . عن

أبيه قال : قلت لعائشة : انتهى النبي ﷺ أن يأكل لحوم الأصاحي فوق ثلاث ؟ قالت :

ما فعله إلا في عام جاع الناس فيه . فأراد أن يطعم الغني الفقير ، وإن كنا لترفع الكراع .

فأناكله بعد خمس عشرة . قيل : ما أضطركم إليهم ؟ فصاحت . قالت : ما شبع آل محمد

ﷺ من خير نهر مآدوم ثلاثة أيام حتى لحق بالله .

وقال ابن كثير : أخبرنا سفيان : حدثنا عبد الرحمن بن عابس بهذا . [۵۱۰۰]

۵۱۰۸ : حدثني عبد الله بن محمد : حدثنا سفيان . عن عمرو . عن عطاء . عن

جابر قال : كنا نترود لحوم الهدى على عهد النبي ﷺ إلى المدينة .

تابعه محمد بن . عن ابن عيينة . وقال ابن جريج : قلت لعطاء : أكل حتى جئت المدينة ؟

قال : لا . [۱۶۳۲]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے

زمانے میں ذخیرہ بنا کر کس قسم کے کھانے کی چیزوں کو رکھا جاتا تھا۔

روایات باب میں گوشت ذخیرہ کرنے کا ذکر ہے، ترجمہ الباب میں طعام اور لحم دونوں کا ذکر ہے،

امام بخاری رحمہ اللہ نے طعام کو لحم کے ساتھ لاحق کر کے روایات سے اس کا اثبات کیا ہے اس لیے کہ لحم

بھی بہر حال مطعومات میں شامل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء کی روایت یہاں تعلقاً ذکر

کی ہے ”باب الهجرة إلى المدينة“ میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ موصولاً گزر چکی ہے (۳۶)، وہ دونوں فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے لیے ایک سفرہ (توشہ دان) بنایا تھا۔

باب کی پہلی روایت حضرت عباس بن ربیعہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ آپؐ نے صرف اس سال منع فرمایا جس سال لوگ بھوکے تھے تو آپ ﷺ نے چاہا کہ غنی فقیر کو کھلائیں، ہم اس کا کھر رکھ لیتے تھے اور اس کو پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے، کسی نے پوچھا، آپ کو اس کی ضرورت کیوں پیش آتی تھی، وہ ہنس پڑیں اور کہا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سالن کے ساتھ گیہوں کی روٹی تین دن تک متواتر سیر ہو کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔

یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ پہلی بار امام بخاری نے یہاں ذکر کی ہے (۳۷)۔

وقال ابن كثير: أخبرنا سفيان، حدثنا عبد الرحمن بن عباس بهذا

یہ تعلیق ہے، اس میں سفیان ثوری نے تحدیث کی تصریح کی ہے اور ”حدثنا عبد الرحمن“ کہا ہے جب کہ خلاد بن تکلی کی روایت باب میں سفیان بن عیینہ نے ”عن عبد الرحمن“ کہا ہے، طبرانی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۳۸)۔

باب کی دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانی کا گوشت مدینہ تک لاتے تھے۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۶۹۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۸۲۔

(۳۷) (۵۱۰۷) أخرجه البخاری أيضا في الإيمان والنذور، وأخرجه مسلم في كتاب الأضاحی باب بیان ما كان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی الخ: ۳/۵۶۲، رقم الحديث: ۱۹۷۲۔ وأخرجه الترمذی فی الأضاحی باب ما جاء فی الرخصة فی أكلها رقم الحديث: ۱۵۱۱، ۳/۹۵۔ وأخرجه النسائی فی الأضاحی: باب النهی عن الأكل من لحوم الأضاحی: ۲/۲۰۶، وأخرجه ابن ماجه فی كتاب الأطعمة: ۲/۵۵۵، باب ادخال لحوم الأضاحی، رقم الحديث: ۳۱۶۰۔

(۳۸) فتح الباری: ۹/۶۹۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۸۳۔

تابعه محمد عن ابن عیینة

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبد اللہ بن محمد کی متابعت محمد بن سلام نے کی ہے، انھوں نے بھی یہی روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے۔ اس متابعت کو محمد بن یحییٰ بن ابی عمر نے اپنی سند میں موصولاً نقل کیا ہے (۳۹)۔

وقال ابن جریج: قلت لعطاء: أقال حتى جئنا إلى المدينة قال: لا

ابن جریج (جن کا نام عبد الملک بن عبد العزیز ہے) نے عطاء سے پوچھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول ”کننا نترود لحوم الهدی“ کے بعد ”حتى جئنا إلى المدينة“ کہا تھا تو عطاء نے کہا نہیں (۴۰) مقصد یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے ”حتى جئنا المدينة“ کے الفاظ نہیں کہے ہیں بلکہ ”فتزود لحوم الهدی إلى المدينة“ کے الفاظ کہے ہیں، مفہوم اس کا بھی وہی ہے۔

اسی سند کے ساتھ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں ”لا“ کے بجائے ”نعم“ ہے کہ حضرت جابرؓ نے یہ الفاظ کہے تھے، دونوں روایات میں تعارض ہے اور ظاہر ہے امام بخاری اور امام مسلم کی روایات میں اس طرح کا تعارض ہو جائے تو ترجیح بخاری کی روایت کو دی جائے گی، اس کے علاوہ مسند احمد اور نسائی کی روایات میں بھی ”لا“ ہے (۴۱)۔

۲۷ - باب : الخبث

۵۱۰۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ عُمَرَو بْنِ أَبِي عَمْرٍو ، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ : (الْتِمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكَمْ يَخْدُمُنِي) فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرِدُنِي وَرَاءَهُ ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُلَّمَا نَزَلَ ، فَكُنْتُ أَسْتَمِعُهُ يَكْثُرُ أَنْ يَقُولَ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَخُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ

(۳۹) فتح الباری: ۹/۲۹۰۔

(۴۰) وشرحه العینی: ”أی قال عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، قلت لعطاء بن أبي رباح: أقال أي هل قال جابر فی

قوله ”کننا نترود لحوم الهدی حتى جئنا إلى المدينة“ قال عطاء: لا، أي لم يقل ذلك جابر“ (عمدة القاری: ۲۱/۵۷)۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۲۸۹، وعمدة القاری: ۲۱/۵۷۔

وَالْحَزَنَ ، وَالْعَجْزَ وَالْكَسَلَ . وَالْبُخْلَ وَالْجُبْنَ . وَضَعُ الدِّينِ . وَغَلَبَ الرَّجُلَ . فَلَمْ أَرَلْ
أَخْلَمَهُ حَتَّى أَقْبَلْنَا مِنْ خَيْرٍ . وَأَقْبَلَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حَبِيبٍ قَدْ حَارَهَا . فَكُنْتُ أَرَاهُ يُحَوِّي لَهَا
وَرَاءَهُ بَعَاءَةً أَوْ بِكَسَاءً . ثُمَّ يَرُدُّهَا وَرَاءَهُ . حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالنَّصَبَاءِ صَعَّ حَبِيبًا فِي نَطْعٍ . ثُمَّ
أُرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رَجُلًا فَأَكَلُوا . وَكَانَ ذَلِكَ بِنَاءَهُ بِهَا . ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَأَ لَهُ أَحَدٌ . قَالَ :
(هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) . فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا .
مِثْلَ مَا أَحْرَمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ . اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَذْهِبِهِمْ وَصَاعِهِمْ) . [ر : ۲۷۳۲]

حیس کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ یہ پیر، کھجور اور گھی کو ملا کر ایک خاص طلوہ بنایا جاتا ہے،
مشہور شعر آپ نے پڑھا ہے:

وَإِذَا تَكُونُ كَرِيمَةً أَدْعَى لَهَا

وَإِذَا يَحَاسُ الْحَمِيسُ يَدْعَى جَنْدَبَ

باب کے تحت جو روایت ذکر کی ہے، وہ کتاب المغازی میں گزر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث ہوئی

ہے (۴۲)۔

۲۸ - باب : الْأَكْلُ فِي إِنْاءٍ مُقْفَضٍ .

۵۱۱۰ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ : سَمِعْتُ لُجْأَةَ يَقُولُ :
حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى : أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حَدِيثَةٍ . فَاسْتَسْقَى فُسْقَاءُ نَجَوسِيٍّ . فَلَمَّا
وَضَعَ الْقَدَحَ فِي يَدَيْهِ رَمَاهُ بِهِ وَقَالَ : لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ عَنْ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ . كَأَنَّهُ يَقُولُ : لَمْ أَفْعَلْ
هَذَا . وَلَكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ . وَلَا تَشْرَبُوا فِي آتِيَةِ
الْذَهَبِ وَالْفِضَّةِ . وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا . فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكِنَّهَا فِي الْآخِرَةِ) .

[۵۳۰۹ . ۵۳۱۰ . ۵۴۹۳ . ۵۴۹۹] (۴۳)

(۴۲) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ۲۵۲-۲۵۳

(۴۳) (۵۱۱۰) الحديث أخرجه البخاري أيضا في كتاب الأطعمة، باب الشرب في آتية الذهب، رقم الحديث: ۵۳۰۹،

۵۳۱۰، وفي كتاب اللباس، باب لبس الحرير واقتراشه للرجال وقد مر ما يجوز منه، رقم الحديث: ۵۴۹۳، وأخرجه

مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب استعمال إِنْاءِ الذهب والفضة، رقم الحديث: ۲۰۶۷، وأخرجه الترمذي في

أبواب الأشربة، باب ما جاء في كراهية الشرب في آتية الذهب والفضة، رقم الحديث: ۲۹۹/۴، ۱۸۷۸،

وأخرجه النسائي في كتاب الزينة من السنن الفطرية، باب ذكر نهى عن لبس الديباج: ۲/۲۹۶، وأخرجه ابن

ماجه في كتاب الأشربة، باب في كتاب الأشربة، باب الشرب في آتية الذهب والفضة: ۲۴۳/۲-۱۶۷۲.

یہ حدیث یہاں پہلی بار امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حذیفہؓ کے پاس بیٹھے تھے، انھوں نے پانی مانگا، ایک مجوسی ان کے پاس پانی لے کر آیا، جب پیالہ ان کے ہاتھوں میں رکھا تو انھوں نے اس کو پھینک دیا اور کہا کہ اگر میں اس کو ایک یاد و فہم منع نہ کر چکا ہوتا تو ایسا نہ کرتا (یعنی غصہ میں آکر پیالہ کو نہ پھینکتا) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم اور دیباچ نہ پہنو اور نہ سونا چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ، اس لیے کہ دنیا میں یہ کفار کا سامان ہے اور ہمارے لیے یہ آخرت میں ہوگا۔

إناء مفضض: اس برتن کو کہتے ہیں جس پر چاندی کے پانی کا ملمع کیا گیا ہو، سونے کے پانی کا ملمع کردہ برتن کو مُذْهَب کہتے ہیں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

یہاں پہلا اشکال یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب، اکل کے متعلق قائم کیا ہے اور حدیث جو ذکر کی ہے وہ شرب سے متعلق ہے، حافظ ابن حجرؒ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”وحدیث حذیفۃ الذی ساقہ فی الباب، فیہ النهی عن الشرب فی آنية الذهب والفضة، ویؤخذ منه منع الأکل بطریق الإلحاق“ (۴۴)۔

یعنی حدیث اگرچہ شرب سے متعلق ہے لیکن شرب کے ساتھ اکل کو لاحق کرتے ہوئے اکل کی ممانعت بھی اس سے اخذ کی جاسکتی ہے (کیونکہ جو علت شرب کی ممانعت کی ہے وہی اکل کی ممانعت کی بھی ہے۔)

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب میں ”إناء مفضض“ کا ذکر ہے۔ جب کہ حدیث میں ”آنية الذهب والفضة“ کا ذکر ہے، چاندی کے ملمع کیے ہوئے برتن اور چاندی کے برتن میں فرق ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ”مفضض“ کا لفظ اگرچہ اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو چاندی کا ملمع شدہ ہو، تاہم اگر کوئی برتن پورا کا پورا چاندی سے بنا ہو، تو اس پر بھی مفضض کا

اطلاق ہو سکتا ہے، اس طرح ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت موجود ہے (۴۵)۔

چاندی اور سونے کے برتن میں اکل و شرب ائمہ اربعہ کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے (۴۶)۔

البتہ اناء مفضض اور سرج مفضض کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب امام قدوری رحمہ اللہ نے یہ نقل کیا ہے کہ ایسا برتن اور ایسی زین استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ جہاں چاندی کا کام ہوا ہے اس جگہ سے اجتناب کیا جائے، نہ وہاں منہ لگایا جائے اور نہ اس پر بیٹھا جائے (۴۷)۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس کا منہ چاندی کی جگہ سے علیحدہ رہنا چاہیے اور زین میں اس کے بیٹھنے کی جگہ چاندی سے علیحدہ ہونی چاہیے (۴۸)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اناء مفضض کا استعمال مکروہ ہے۔ امام محمد کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے، بعضوں کے نزدیک ان کی رائے امام ابو یوسف کے ساتھ ہے اور بعض کے نزدیک امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہے (۴۸☆)۔ یعنی اگر چاندی کی جگہ سے گریز کیا جائے تو استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۲۹ - باب : ذِکْرِ الطَّعَامِ .

۵۱۱۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ . عَنْ قَتَادَةَ . عَنْ أَنَسٍ . عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأَنْثَرَجَةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ . وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ النَّسْرَةِ ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحِظَّةِ ، لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ) . [ر : ۴۷۳۲]

(۴۵) شرح الکرمانی: ۴/۳۹۔

(۴۶) عمدة القاری: ۲۱/۶۰۔

(۴۷) دیکھیے القدوری، کتاب الحظرو الإباحة: ۲۵۲۔

(۴۸) الهدایة مع فتح القدیر، کتاب الکراهیة: ۸/۴۳۲۔

(۴۸☆) الهدایة مع فتح القدیر، کتاب الکراهیة: ۸/۴۳۲۔

۵۱۱۲ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَنَسٍ ،
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (فَضْلٌ عَائِشَةَ عَلَى النَّسَاءِ . فَفَضْلُ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ) .
[ر : ۳۵۵۹]

۵۱۱۳ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ سَمِيٍّ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ،
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (السُّبْرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ ، يَسْمَعُ أَحَدُكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ ، فَإِذَا قَضَى
نَهْمَتَهُ مِنْ وَجْهِهِ فَلْيُعْجِلْ إِلَى أَهْلِهِ) . [ر : ۱۷۱۰]

اس ترجمہ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد کیا ہے؟ شارح بخاری ابن بطال نے فرمایا کہ
امام بخاری کا مقصد عمدہ کھانوں کی اباحت بتلانا ہے کہ عمدہ کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ زہد کے
منافی نہیں ہے (۴۹)۔

عمدہ کھانوں کا ذکر حرس میں داخل نہیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ کا
مقصد اس باب سے یہ ہے کہ مختلف اور لذیذ کھانوں کا ذکر کرنا حرس و ہوس میں داخل نہیں (۵۰)۔
اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد کی روایت کی طرف اشارہ کر رہے ہوں،
اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے:

”وَدِدْتُ أَنْ عِنْدِي خَبْزَةٌ بَيْضَاءُ مِنْ بَرَّةٍ سَمَرَاءُ مَلْبَقَةٌ بَلْبَنٍ وَسَمْنٍ“ (۵۱)۔

یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس شامی گیہوں کی سفید روٹی ہوتی جو گھی اور دودھ میں تر ہوتی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ کھانے کا ذکر اور تمنا فرمائی، ظاہر ہے اسے حرس نہیں کہا
جاسکتا۔

لہذا اگر کوئی آدمی اپنی پسند کے عمدہ کھانے کا ذکر کبھی کرے تو اس پر حرس کا الزام لگا کر نکیر نہیں

(۴۹) فتح الباری: ۹/۲۹۳، نیز دیکھیے، عمدۃ القاری: ۲۱/۶۰۔

(۵۰) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۹۶، والآبواب والتراجم: ۲/۸۸۔

(۵۱) سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الجمع بین لونین من الطعام: ۳/۳۵۹، رقم الحدیث: ۳۸۱۸۔

کی جانی چاہیے، امام بخاری کا مقصد ”باب ذکر الطعام“ سے یہی ہے۔

باب کے تحت جو تین احادیث ذکر فرمائیں، وہ پہلے گزر چکی ہیں اور تینوں میں طعام کا ذکر ہے، پہلی میں ”طعم“ کا اور باقی دو میں طعام کا۔

باب کی آخری روایت کے آخر میں ہے ”فاذا قضی نهمته من وجهه فليعجل إلى أهله“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے سفر کیا ہے جب وہ مقصد اور وہ ضرورت پوری ہو جائے تو واپس گھر آ جانا چاہیے۔

۳۰ باب : الأدم

۵۱۱۴ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ رَبِيعَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ : كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سَنٍ : أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيَهَا فَتَعْتِقَهَا ، فَقَالَ أَهْلُهَا : وَلَنَا الْوَلَاءُ ، فَلَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : (لَوْ شِئْتَ شَرَطْتِهِ لَهُمْ ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) . قَالَ : وَأُعْتِقْتُ فَخَيْرْتُ فِي أَنْ تَقَرَّ بَحْتَ زَوْجِهَا أَوْ تَفَارِقَهُ ، وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا بَيْتَ عَائِشَةَ وَعَلَى النَّارِ بُرْمَةٌ تَقُورُ ، فَدَعَا بِالْغَدَاءِ فَأَتَى بِخَبْزٍ وَأُذْمٍ مِنْ أَدَمِ الْبَيْتِ ، فَقَالَ : (أُمُّ أَرْحَمَاءَ) . قَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَلَكِنَّهُ لَحْمٌ تُصَدَّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَأَهْدَتْهُ لَنَا ، فَقَالَ : (هُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا ، وَهَدِيَّةٌ لَنَا) . [ر : ۴۸۰۹]

اُذْم (ہمزہ اور دال کے ضمہ کے ساتھ اور دال کا سکون بھی پڑھا گیا ہے) اِدام کی جمع ہے سالن کو کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے سالن کے استعمال کے جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ سب سے بہترین سالن گوشت کا ہوتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے ”سید الإدام فی الدنيا والآخرة اللحم“ (۵۲)۔

اسماعیلی نے روایت باب کو مرسل کہا ہے اور واقعاً صورتاً مرسل ہے کیونکہ اس میں قاسم بن محمد کے بعد حضرت عائشہ کا ذکر نہیں البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں اس کو

(۵۲) فتح الباری: ۹/۶۹۳۔ سنن ابن ماجہ ۲/۱۰۹۹، باب اللحم رقم الحدیث (۳۳۰۵) ولفظہ: ”سید طعام أهل الدنيا وأهل الجنة: اللحم.....“۔

موصولاً بھی ذکر کیا ہے، یہاں اس کو مرسل ذکر کرنے پر اس لیے اکتفا کیا تاکہ ایک روایت ہمیشہ تکرار کے ساتھ ایک ہی طرح نہ کور نہ ہو، اس لیے اس کو پہلے موصولاً ذکر کیا اور یہاں مرسل (۵۳)۔

۳۱ - باب : الْحُلُوءُ وَالْعَسَلُ .

۵۱۱۵ : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ . عَنْ أَبِي أُسَامَةَ . عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلُ . [ر : ۴۹۱۸]

۵۱۱۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو أَبِي الْقُدَيْبِ . عَنْ أَبِي أَبِي ذُئْبٍ . عَنْ الْمُثَنَّبِيِّ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : كُنْتُ أَلْزَمُ النَّبِيَّ ﷺ لِسَبْعٍ بَطْنِي . حِينَ لَا آكُلُ الْخَمِيرَ وَلَا أَلْبَسُ الْحَرِيرَ . وَلَا يَخْدُمُنِي فَلَانٌ وَلَا فُلَانَةٌ . وَأَلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ . وَأَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْآيَةَ . وَهِيَ مَعِي . كَيْ يَنْقَلِبَ نِي فَيُطْعِمَنِي . وَخَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ كَيْنَ جَعَفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ . يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ . حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ . فَتَشْتَقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا . [ر : ۳۵۰۵]

طوا ہر میٹھی چیز کو کہا جاتا ہے، ہمارے ہاں سوچی کا جو طوہ مشہور ہے، عربی زبان میں طوہ کا لفظ اس کے لیے مخصوص نہیں ہے (۵۴) طوہ کے بعد غسل کا ذکر کیا ہے، یہ ذکر الخاص بعد العام کی قبیل سے ہے، اس کا خاص ذکر اس لیے کیا کہ غسل کو دوسری شیریں اشیاء پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ لذیذ اور شیریں اشیاء کا استعمال جائز ہے اور یہ زہد کے متافی نہیں ہے۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیرینی اور شہد پسند فرماتے تھے۔ علامہ شعبلی نے ”فقہ اللغہ“ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طوہ کو پسند

(۵۳) فتح الباری: ۹/۶۹۳۔

(۵۴) وقال الحطايي: اسم الحلوى لا يقع إلا على ما دخله الصنعة، وفي المخصص لابن سيدة: هي ما عولج من الطعام بحلاوة، وقد تطلق على الفاكهة..... (فتح الباری: ۹/۶۹۵)۔

کرتے تھے وہ کھجور کو دودھ میں گوندھ کر بنایا جاتا تھا (۵۵)۔

باب کی دوسری روایت ابواب المناقب میں گزر چکی ہے (۵۶)۔

كنت أكرم النبي صلى الله عليه وسلم لشبع بطني

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکم سیری کے لیے رہتا تھا یعنی وہیں میری شکم سیری کا انتظام بھی ہوتا تھا، لام تغلیل کے لیے ہے..... اُی لأجل شبع بطني، شبع: شین کے کسرہ اور باء کے فتح کے ساتھ شکم سیری کو کہتے ہیں (۵۷)۔

حين لا أكل الخمير، ولا ألبس الحرير

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نہ خمیری روٹی کھاتا تھا اور نہ ریشم پہنتا تھا۔ یہاں روایت میں ”حریر“ کا لفظ ہے کہ میں اس وقت حریر نہیں پہنتا تھا جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ گویا اب حریر کا استعمال ہو رہا ہے، حالانکہ حریر کا استعمال ناجائز ہے، حریر کا استعمال جیسے پہلے درست نہیں تھا، بعد میں بھی درست نہیں تھا۔

کتاب المناقب کی روایت میں ”الحریر“ کی بجائے ”الخمیر“ کا لفظ ہے جس کے معنی منقش، دھاری دار اور مزین چادر اور کپڑے کے آتے ہیں، اس صورت میں مطلب واضح ہے کہ اس وقت میرے پاس استعمال کے لیے منقش اور دھاری دار قسم کا عمدہ لباس نہیں ہوتا تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا تو میں نے خمیری روٹی بھی کھانی شروع کر دی اور عمدہ لباس بھی استعمال کرنے لگا۔

قاضی عیاض نے سیاق کلام کی موافقت کی وجہ سے اسی روایت کو ترجیح دی ہے (۵۸)۔

وألصق بطني بالحَصْبَاءِ

اور میں اپنے پیٹ کو کنکریوں سے ملا دیا کرتا تھا (تاکہ ان کی ٹھنڈک کی وجہ سے بھوک کی حرارت میں کمی آجائے)۔

آگے فرماتے ہیں مسکینوں کے لیے سب سے اچھے آدمی جعفر بن ابی طالب تھے، وہ ہمیں اپنے

(۵۵) فتح الباری: ۹/۶۹۶، وفقه اللغة للتعالي: ۱۰۰

(۵۶) فتح الباری: ۹/۶۹۶۔

(۵۷) إرشاد الساری: ۱۳/۱۹۱۔

(۵۸) فتح الباری: ۹/۶۹۶۔

ساتھ لے جاتے اور جو کچھ ان کے گھر میں موجود ہوتا، وہ کھاتے، یہاں تک کہ بعض دفعہ خالی برتن ہی لے آتے اور میں اسے پھاڑ کر جو کچھ اس میں ہوتا اسے چاٹ لیتا۔

عُجَّة (عین کے ضمہ اور کاف مفتوحہ مشدودہ کے ساتھ) یہ گھی وغیرہ رکھنے کے لیے چڑے کا برتن ہوتا تھا، حضرت جعفر وہ لے آتے، اس میں گھی نہیں ہوتا، تو اس کو چیر ڈالتے تھے اور چیرنے کے بعد اس کے اندر کی سطح پر جو گھی لگا ہوتا، ہم اسے چاٹ لیا کرتے تھے۔ (۵۹)

فَنَشْتَقُهَا

اس لفظ میں دو روایتیں ہیں:

① قاضی عیاض نے اس کو شین اور فاء کے ساتھ ”نشتقها“ ضبط کیا ہے۔ اشتقاق کے معنی ہیں: برتن میں موجود ساری چیز پی جانا۔

اس صورت میں مطلب واضح ہے کہ ہم اس ظرف میں موجود گھی کی تری وغیرہ کو صاف کر جاتے۔

② دوسری روایت نشتقها شین اور قاف کے ساتھ ہے جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں، اسی دوسری روایت کو ابن اللہین نے ترجیح دی ہے، اوپر تشریح اس کے مطابق کی گئی ہے (۶۰)۔

البتہ اس پر اشکال ہو گا کہ اس طرح کسی ظرف کو پھاڑ کر ضائع کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کا ایک جواب تو یہ دیا کہ کسی ظرف کو بے مقصد ضائع کرنا تو یقیناً درست نہیں لیکن یہاں تو تطیب قلبِ مسلم اور اس کی تسلی کے لیے ایسا کیا گیا اس لیے، اس کو اضاعت نہیں کہا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ ممکن ہے اسے اس طرح چیرتے ہو کہ اس کے بعد قابل انتفاع رہتا ہو (۶۱)۔ واللہ اعلم۔

(۵۹) عمدة القاری: ۲۱/۶۲۔

(۶۰) دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۶۲، وفتح الباری: ۹/۶۹۷۔

(۶۱) لامع الدراری: ۹/۳۹۸۔

۳۲ - باب : الدَّبَاءُ .

۵۱۱۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِي غَوْثٍ ، عَنْ ثَمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى مَوْلًى لَهُ خِيَامًا ، فَذَنَّى بِدَبَائِهِ ، فَجَعَلَ يَأْكُلُهُ ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُهُ . [ر : ۱۹۸۶]

دُبَا (دال کے ضمہ اور باء مشددہ کے ساتھ) لو کی اور کدو کو کہتے ہیں، اس کے لیے قرع کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، اس کے کئی فوائد ہیں، طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”علیکم بالقرع فإنه یزید فی الدماغ“ (۶۲)۔ تم لو کی کا استعمال کرو، یہ دماغی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

لیکن یہ روایت صحیح نہیں، اس کی سند میں عمرو بن حسین ایک راوی ہیں اور وہ متہم ہیں، علامہ ابن الجوزی نے ”کتاب الموضوعات“ میں اسے ذکر کیا ہے (۶۳)۔ ویسے لو کی کی فضیلت کے لیے روایت باب کافی ہے، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دبا کو شوق سے کھایا کرتے تھے اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے آپ کو شوق سے کھاتے دیکھا ہے دبا کے ساتھ مجھے محبت ہو گئی۔

۳۳ - باب : الرَّجُلُ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ .

۵۱۱۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مُسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : كَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ . وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لِحَامٌ . فَقَالَ : أَصْنَعُ لِي طَعَامًا ، أَدْعُو رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ . فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ . فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ . وَهَذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا . فَإِنْ شِئْتَ أَذْنْتُ لَهُ ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتُهُ) . قَالَ : بَلَى أَذْنْتُ لَهُ . قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ : إِذَا كَانَ الْقَوْمُ عَلَى الْمَائِدَةِ ، لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَتَأَوَّلُوا مِنْ مَائِدَةٍ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى ، وَلَكِنْ يَتَأَوَّلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي تِلْكَ الْمَائِدَةِ أَوْ يَدْعُوا . [ر : ۱۹۷۵]

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/۶۲۔

(۶۳) کتاب الموضوعات لابن الجوزی: ۲/۲۹۰۔ اللالی المصنوعة، کتاب الأطعمة: ۲/۱۸۰ لیکن اس میں نام عمرو بن حصین ذکر کیا ہے، وتنزیہ الشریعة المرفوعة، کتاب الأطعمة، الفصل الثانی: ۲/۲۳۳۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں کے لیے پر تکلف دعوت اور کھانے کا انتظام کرتا ہے تو یہ درست ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ایک انصاری صحابی جن کو ابو شعیب کھا جاتا تھا، ان کا ایک لہجہ (گوشت بیچنے والا) غلام تھا، انھوں نے اپنے غلام سے کہا کہ کھانا تیار کرو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کی دعوت کروں گا، چنانچہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کو بلایا، آپ کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر ان سے کہا ”آپ نے ہم پانچ آدمیوں کو بلایا ہے، یہ آدمی بھی میرے ساتھ ہو گیا ہے، اگر آپ چاہیں تو اسے بھی اجازت دیدیں اور اگر نہ چاہیں تو چھوڑ دیں، انھوں نے کہا ”اسے بھی اجازت ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعوت کرنے والے انصاری صحابی اور ان کے غلام کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا، یہاں غلام کے لیے ”لحام“ صفت لائے ہیں اور کتاب البیوع میں ”قصاب“ کا لفظ ہے (۶۳)۔

خامس خمسة: پانچ آدمیوں کا پانچواں، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا چار تھے، آپ سمیت پانچ تھے، یہ ترکیب اعداد میں استعمال ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہے ﴿ثانی انین﴾ ﴿ثالث ثلاثہ﴾۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت میں شریک ہونے اور بعد میں ساتھ ملنے والے شخص کے ناموں کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لا علمی کا اظہار کیا ہے (۶۵)۔

ترجمة الباب کا ثبوت

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ حدیث باب سے ترجمۃ الباب کا ثبوت کیسے ہوگا؟

① حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ دعوت کرنے والے صحابی نے چونکہ عدد کو پانچ

میں منحصر کیا جس سے ظاہر اور متبادر یہی ہوتا ہے کہ انھوں نے پر تکلف طعام تیار کرایا ہوگا، اگر سادہ دعوت کرنی ہوتی اور عام کھانا کھانا ہوتا تو پھر حصر عدد نہ کرتے (۶۶)۔

② حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت میں گوشت کا اہتمام تھا (کیونکہ گوشت کا کاروبار کرنے والے غلام سے کھانا تیار کرنے کے لیے کہا تھا) اور ظاہر ہے جس کھانے میں گوشت ہو وہ پر تکلف ہی کہلائے گا (۶۷)۔

③ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث کے طرز اور صنیع سے تکلف خود بخود سمجھ میں آرہا ہے کہ انھوں نے اپنے غلام سے بطور خاص کہا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کے لیے دعوت کر رہا ہوں تم کھانا تیار کرو، اس سے یقیناً پر تکلف کھانا ہی مراد ہے (۶۸)۔

طفیلی کا حکم

یہاں حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی طفیلی کے طور پر دعوت کے بغیر گئے، آپ نے صاحب خانہ سے ان کے لیے اجازت طلب فرمائی اور انھوں نے اجازت دے دی۔ طفیلی کے لیے حکم یہی ہے کہ اگر خاص دعوت میں وہ اجازت کے بغیر چلا گیا اور داعی اس کو اجازت دینے پر دل سے راضی نہیں تو اس کے لیے کھانا کھانا جائز نہیں (۶۹)۔

ہاں اگر دعوت ایسی ہے کہ اس میں صلائے عام ہے تو اس میں خصوصی دعوت کے بغیر بھی جایا جاسکتا ہے۔

(۶۶) دیکھیے فتح الباری: ۹/۲۹۸، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۹۳۔ وقال العینی فی عمدة القاری: ۲۱/۶۳: "إنه حصر العدد، والحاصر متكلف، لأنه ألزم نفسه بعدد معين، وهذا تكلف لاحتمال الزيادة والنقصان۔

(۶۷) لامع الدراری: ۹/۳۹۸۔

(۶۸) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۹۸۔

(۶۹) طفیلی، طفیل کی طرف منسوب ہے، یہ کوفہ کے ایک آدمی کا نام تھا جو اکثر دعوتوں میں بن بلائے شامل ہو جاتا تھا، اس کے بعد ہر بن بلائے شخص کے لیے "طفیلی" کا لفظ استعمال ہونے لگا، خطیب بغدادی نے طفیلیوں کے دلچسپ واقعات پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ (دیکھیے إرشاد الساری: ۱۲/۱۹۳)۔

امام ابو داود رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے ”من دخل بغیر دعوة دخل سارقا وخرج مغیرا“ جو آدمی بغیر دعوت کے آجاتا ہے تو وہ چور ہے اور جب واپس جائے تو وہ لوٹ کر جانے والا ہے (۷۰)۔

یہاں کراچی میں ایسا بہت ہوتا ہے، آپ نے ولیمہ وغیرہ کی دعوت سو پچاس آدمیوں کے لیے کی ہے لیکن ارد گرد منزل لانے والے پچاس ساٹھ مزید داخل ہو گئے اور مدعو مہمانوں کے لیے کھانا کم پڑ جاتا ہے، اس طرح بن بلائے دعوتوں میں گھس جانا درست اور جائز نہیں ہے۔

البتہ مدعو کو یقین ہو کہ اگر وہ اپنے ساتھ ایک دو آدمی ایسے لے جائے جو مدعو نہیں لیکن داعی ان کی شرکت کو محسوس نہیں کرے گا تو ایسی صورت میں لے جاسکتا ہے، لے جا کر ان کے لیے صراحۃً اجازت بھی طلب کر سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اگر قرآن سے اجازت اور طیب نفس کا علم ہو تو پھر صراحۃً اجازت طلب کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

ایسی صورت میں اگر داعی اجازت نہ دے تو مدعو کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ دعوت میں جانے یا اس سے قبول کرنے کے بعد رد کر دے۔

البتہ دعوت قبول کرنے کے وقت شرط لگائی جاسکتی ہے کہ میرے ساتھ فلاں کی دعوت کرو گے تو قبول ہے ورنہ نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے لیے اس طرح کی شرط لگائی تھی کہ اگر عائشہؓ کی دعوت نہیں تو پھر مجھے بھی قبول نہیں (۷۱)۔

قال محمد بن یوسف: سمعت محمد بن اسماعیل البخاری يقول: إذا كان القوم على المائدة.....

یہ تعلیق صرف ابو ذر عن المستملی کے نسخے میں ہے (۷۲)۔ محمد بن یوسف فریابی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب چند لوگ ایک دسترخوان پر بیٹھے ہوں تو ان کو یہ

(۷۰) یہ روایت ضعیف ہے (إرشاد الساری: ۱۲/۱۹۳، فتح الباری: ۹/۷۰۰)

(۷۱) مذکورہ تفصیل اور مزید تشریح کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/۷۰۰-۷۰۱۔

(۷۲) فتح الباری: ۹/۷۰۱۔

حق حاصل نہیں کہ ایک دستر خوان والے دوسرے دستر خوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیں، ہاں ایک ہی دستر خوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔

ولكن تناول بعضهم بعضا في تلك المائدة أو يدعوا..... أي يتركوا یعنی ایک دستر خوان والے ایک دوسرے کو چاہیں دیں یا چھوڑیں، نہ دیں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جب صاحب طعام کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً اجازت نہ ہو لیکن اگر صراحتاً یا دلالتاً اجازت ہو تو پھر چیزیں ایک دستر خوان سے دوسرے دستر خوان کی طرف منتقل کی جاسکتی ہیں، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

قوله: ولا تناول من هذه المائدة إلى مائدة أي إذالم يأذن بذلك صاحب الطعام صراحة أو دلالة، ودلالة الإذن موجودة فيما إذا كان طعامان على مائدتين واحدا من غير فرق، وتكفل صاحب الطعام بإشباعهم جملة، فإنه لا بأس حينئذ في المناولة (۷۳)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں بیان کردہ حکم کو حدیث باب سے اخذ کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے بعد ایک اور آدمی کے لیے اجازت طلب کی، گویا کہ دعوت کے بعد تصرف فی الطعام کی ایک عام اجازت حاصل ہو گئی اور اس کی بنیاد پر کسی اور شخص کے لیے اجازت طلب کی جاسکتی ہے، اس کے برخلاف اگر کوئی شخص سرے سے مدعو ہی نہیں ہے تو ظاہر ہے وہ دوسرے کے لیے کیا اجازت حاصل کر سکتا ہے۔

یہی حال ایک دستر خوان پر بیٹھنے والوں کا ہے، اس دستر خوان پر جو کچھ رکھا گیا ہے وہ اس کی طرف مدعو ہیں اور اس دعوت کی بنیاد پر انہیں دستر خوان پر ایک گونہ تصرف کا حق حاصل ہے چنانچہ وہ اشیاء کو ایک دوسری کی طرف منتقل کر سکتے ہیں، لیکن دوسرے دستر خوان پر موجود اشیاء کی طرف چونکہ وہ مدعو نہیں، اس لیے وہاں کی چیزیں نہیں لے سکتے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و كأنه استنبط ذلك من استئذان النبي صلى الله عليه وسلم الداعي في

الرجل الطاری ، ووجه أخذه منه أن الذين دُعوا، صار لهم بالدعوة عموم
إذن بالتصرف في الطعام المدعو إليه، بخلاف من لم يدع، فيتناول من
وضع بين يديه الشئ منزلة من دعى له أو ينزل الشئ الذي وضع بين يدي
غيره منزلة من لم يدع إليه (۷۴)۔

تین باب چھوڑ کر آگے امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی کلام عبد اللہ ابن المبارک کے حوالے سے آ رہا

ہے۔

۳۴ باب : من أضاف رجلاً إلى طعام وأقبل هو على عمله .

۵۱۱۹ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْبَرٍ : سَمِعَ النَّصْرَ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوْنٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ غُلَامًا أُمْسِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،
فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى غُلَامٍ لَهُ خِيَاطٌ . فَأَتَاهُ بِقِصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ وَعَلَيْهِ دُبَاءٌ . فَجَعَلَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ . قَالَ : فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ جَعَلْتُ أَجْمَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، قَالَ : فَأَقْبَلَ
الْغُلَامُ عَلَى عَمَلِهِ ، قَالَ أَنَسٌ : لَا أَرَأَى أَحَبُّ الدُّبَاءِ بَعْدَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَنَعَ مَا صَنَعَ .

[۱۹۸۶ : ر]

اگر ایک آدمی کسی کو کھانے کی دعوت دیتا ہے، مہمان آگیا، کھانا اس کے سامنے رکھ دیا اور خود
اپنے کام میں مشغول ہو گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث باب میں اس کی تصریح ہے کہ غلام نے کھانا
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور خود اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

۳۵ - باب : المرق .

۵۱۲۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ :
أَنَّ سَمِيعَ بْنَ أَنَسٍ : أَنَّ خِيَاظًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ . فَذَهَبَتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ،
فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوَالِي الْقِصْعَةِ ،
فَلَمْ أَرَلْ أَحَبُّ الدُّبَاءِ بَعْدَ يَوْمَيْهِ . [ر : ۱۹۸۶]

(۷۴) فتح الباری: ۴۰۱/۹۔

مرفق شوربے کو کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الأطعمہ میں مطعومات کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور مطعومات میں شوربا بھی داخل ہے، اس لیے اس کا بھی ذکر کر دیا۔

۳۶ - باب : القديد .

۵۱۲۱ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِمِرْقَةٍ فِيهَا دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ . فَرَأَيْتُهُ يَتَّبِعُ الدَّبَّاءَ بِأَكْلِهَا . [ر : ۱۹۸۶]

۵۱۲۲ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ ، أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنَى الْفَقِيرَ ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسِ عَشْرَةَ . وَمَا شَبِعَ آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خَبْزٍ بَرٍّ مَادُومٍ ثَلَاثًا . [ر : ۵۱۰۰]

قدید اصل میں اس گوشت کو کہتے ہیں جس کو نمک لگا کر دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھ دیا جاتا ہے اور پھر اسے حسب ضرورت موقع بہ موقع استعمال کیا جاتا ہے۔

باب کی دونوں روایات میں گوشت کا ذکر ہے، پہلی روایت میں قدید کا اور دوسری میں ”کُرَاع“ کا، دونوں روایات پر کلام گذر چکا۔

۳۷ - باب : مَنْ نَاولَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى الْمَائِدَةِ شَيْئًا .

قال : وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ : لَا بَأْسَ أَنْ يُنَاولَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ، وَلَا يُنَاولَ مِنْ هَذِهِ الْمَائِدَةِ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى .

۵۱۲۳ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : إِنْ خِطَّاطًا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَطْعَامٍ صَنَعَهُ ، قَالَ : أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ . قَالَ أَنَسٌ : فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَتَتَبَعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوْلِ الصَّحْفَةِ ، فَلَمْ أَرَلْ أَحَبُّ الدُّبَاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ .

وَقَالَ ثُمَامَةُ ، عَنْ أَنَسٍ : فَجَعَلْتُ أَجْمَعُ الدُّبَاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ . [ر : ۱۹۸۶]

اس باب میں امام بخاری کا سابقہ کلام، ابن المبارک کے قول کے طور پر آگیا ہے، ایک ہی دسترخوان پر بیٹھنے والوں کو ایک دوسرے کی طرف چیز بڑھانا اور دینا جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں تصریح ہے کہ حضرت انسؓ لوکی کے قتلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا رہے تھے۔

۳۸ - باب : الرُّطْبُ بِالْقَنَاءِ .

۵۱۲۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطْبَ بِالْقَنَاءِ . [۵۱۳۲ ، ۵۱۳۴]

رطب تازہ کھجور اور قنآء ککڑی کو کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجور کو ککڑی اور کھیرے کے ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے اور مقصد اس میں یہ ہوتا تھا کہ کھجور میں موجود حرارت ککڑی اور کھیرے کی برودت سے کم ہو جائے اور اعتدال پیدا ہو جائے۔

(۵۱۳۳) الحدیث أخرجه البخاری أيضا فی کتاب الأطعمة، باب القنآء ، رقم الحدیث: ۵۱۳۲۔ وباب جمع اللونین أو الطعّامین بمرّة، رقم الحدیث: ۵۱۳۳، وأخرجه مسلم فی کتاب الأشربة، باب أكل القنآء بالرطب، رقم الحدیث: ۴۰۴۳، وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الأطعمة، باب القنآء والرطب یجمعان: (رقم الحدیث: ۳۳۲۵) ۱۱۰۳/۲

باب

۵۱۲۶/۵۱۲۵ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَبَّاسِ الْجَرِيرِيِّ . عَنْ أَبِي عُمَانَ قَالَ : تَصَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا ، فَكَانَ هُوَ وَأَمْرَأَتُهُ وَخَادِمُهُ يَعْتَقِبُونَ اللَّيْلَ اثْلَاثًا : يُصَلِّي هَذَا ، ثُمَّ يُوقِظُ هَذَا ، وَيَسْمَعُهُ يَقُولُ : قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا ، فَأَصَابَنِي سَبْعُ تَمَرَاتٍ ، إِحْدَاهُنَّ حَشْفَةٌ .

(۵۱۲۶) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ، عَنْ عَاصِمٍ . عَنْ أَبِي عُمَانَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَنَا تَمْرًا ، فَأَصَابَنِي مِنْهُ خَمْسٌ : أَرْبَعُ تَمَرَاتٍ وَحَشْفَةٌ . ثُمَّ رَأَيْتُ الْحَشْفَةَ هِيَ أَشَدُّهُنَّ لِيْضْرِبِي . [ر : ۵۰۹۵]

حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی وغیرہ کے نسخوں میں یہ باب بلا ترجمہ ہے، لیکن

ہمارے ہندوستانی نسخوں میں اس کا ترجمہ ”باب الحشف“ موجود ہے۔

حَشَفٌ: حَشْفَةٌ کی جمع ہے، رومی کھجور کو کہتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے قبل امام بخاری نے ایک ترجمہ قائم کیا تھا کہ دعوت میں پر تکلف کھانے کا اہتمام کرنا جائز ہے، یہاں ”باب الحشف“ کا ترجمہ قائم کر کے بتا رہے ہیں کہ وہ تکلف ضروری نہیں ہے، ہو جائے تو ٹھیک ہے، نہ ہو اور ماحضریٰ مہمانوں کو پیش کیا جائے تو بھی ٹھیک ہے (۲)۔

تعارض روایات اور اس کا حل

یہاں باب کی پہلی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سات کھجوریں عنایت فرمائیں اور دوسری روایت میں پانچ کا ذکر ہے۔

① ابن التین نے فرمایا کہ ان میں ایک روایت کو تو یاد ہم پر محمول کیا جائے اور یا انہیں تعدد

واقعات پر محمول کیا جائے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اتحاد مخرج کی وجہ سے تعدد واقعات پر محمول کرنا ایک بعید سی بات ہے (۳)۔

② علامہ کرمانی نے مشہور جواب دیا کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا، لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں (۴)۔

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک مجلس میں تقسیم کے دو مراحل کا بیان ہے۔ پہلی مرتبہ آپ نے پانچ پانچ کھجوریں تقسیم فرمائیں، دوسری روایت میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر کچھ کھجوریں بچ رہیں تو آپ نے دوبارہ تقسیم فرمائیں اور اب کی بار دو دو کھجوریں مزید دیں، پہلی روایت میں کل اور مجموعہ کا ذکر ہے (۵)۔

تَضَيَّفَتْ أَبَاهُ رِيْرَةً، أَيْ نَزَلَتْ بِهِ ضَيْفًا..... سَبْعًا : أَيْ سَبْعَ لَيَالٍ يَعْنِي فِي سِتِّ سَاعَاتٍ دُنْ تَمَّكَ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے ہاں مہمان بنارہا تو وہ، اور ان کا خادم اور ان کی بیوی تہائی تہائی رات باری باری سے اٹھتے تھے، رات کے ایک ٹکٹ میں ایک عبادت کرتا، پھر وہ آرام کے لیے لیٹ جاتا، دوسرے کو اٹھاتا پھر وہ ایک ٹکٹ عبادت کرنے کے بعد تیسرے کو اٹھاتا، یوں رات بھر گھر میں عبادت کا سلسلہ جاری رہتا۔

يَعْتَقِبُونَ : بِالْقَافِ أَيْ : يَتَنَاقَبُونَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔

۳۹ - باب : الرُّطْبِ وَالتَّمْرِ .

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «وَهَزَى إِلَيْكَ بِخِذِّكَ النَّخْلَةَ تَسَاقُطُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا» / مَرِيَمَ : ۲۵ .
۵۱۲۷ : وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : عَنْ سَفْيَانَ ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ : حَدَّثَنِي أُمِّي ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوِّفَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ : التَّمْرِ وَالْمَاءِ .
[ر : ۵۰۶۸]

(۳) فتح الباری: ۷/۷۰۵۔

(۴) شرح الکرمانی: ۲۰/۵۶۔

(۵) فتح الباری: ۷/۷۰۵۔

تراور خشک کھجوروں کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ قائم کیا ہے، اس کے بعد قرآن کریم کی آیت نقل فرمائی ہے جس میں تر کھجور کا ذکر ہے۔

تر کھجور نفاس والی عورت کے لیے انتہائی مفید ہے، عبد بن حمید نے ربیع بن خثیم کے طریق سے روایت نقل کی ہے ”لیس للنفساء مثل الرطب، ولا للمريض مثل العسل“ (۶)۔

۵۱۲۸ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ بِالْمَدِينَةِ يَهُودِيٌّ . وَكَانَ يُسَلِّفُنِي فِي تَمَرِي إِلَى الْجَدَادِ . وَكَانَتْ لِحَابِرِ الْأَرْضِ الَّتِي بِطَرِيقِ رُومَةٍ ، فَجَلَسْتُ ، فَخَلَا عَامًا ، فَجَاءَنِي الْيَهُودِيُّ عِنْدَ الْجَدَادِ وَلَمْ أَجِدْ مِنْهَا شَيْئًا ، فَجَعَلْتُ أَسْتَنْظِرُهُ إِلَى قَابِلٍ قِيَامِي ، فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ : (آمَسُوا سَتَنْظِرَ لِحَابِرِ مِنَ الْيَهُودِيِّ) . فَجَاؤُونِي فِي النَّحْلِ . فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُ الْيَهُودِيَّ ، فَيَقُولُ : أَبَا الْقَاسِمِ لَا أَنْظِرُهُ ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ قَامَ فَطَافَ فِي النَّحْلِ ، ثُمَّ جَاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَأَنَّى ، فَقُمْتُ فَجِئْتُ بِقَلِيلِ رُطَبٍ ، فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكَلَ ، ثُمَّ قَالَ : (أَيْنَ عَرِيْشُكَ يَا جَابِرُ) . فَأَخْبَرْتُهُ . فَقَالَ : (أَفْرُسُ لِي فِيهِ) . فَفَرَشْتُهُ . فَدَخَلَ فَرَفَدَ ثُمَّ اسْتَبَقَطَ ، فَجِئْتُه بِقَبْضَةٍ أُخْرَى فَأَكَلَ مِنْهَا ، ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ فَأَنَّى عَلَيْهِ ، فَقَامَ فِي الرُّطَابِ فِي النَّحْلِ الثَّانِيَةِ ، ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ : (جَدِّ وَأَقْضِ) . فَوَقَفَ فِي الْجَدَادِ ، فَجَدَدْتُ مِنْهَا مَا قَضَيْتُهُ ، وَفَضَّلَ مِنْهُ ، فَخَرَجْتُ حَتَّى جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ ، فَقَالَ : (أَشْهَدُ أَنَّي رَسُولُ اللَّهِ) .

«عَرَشُ» / النمل: ۲۳ / : وَعَرِيْشُ : بِنَاءٌ ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «مَعْرُوشَاتٍ» / الأنعام:

۱۴۱ / : مَا يُعَرَّشُ مِنَ الْكُرُومِ وَغَيْرِ ذَلِكَ . يُقَالُ : «عُرُوشُهَا» / البقرة: ۲۵۹ / : أَيْنِهَا .

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ : قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : فَخَلَا ، لَيْسَ عِنْدِي مُقَيَّدًا ، ثُمَّ قَالَ : فَخَلَا ، لَيْسَ فِيهِ شَكٌّ .

(۶) فتح الباری: ۹/۷۰۷۔

(۵۱۲۸) (یسلفی من السلف، أي يدفع له الثمن قبل نضح الثمر واستلامه) (الجداد) زمن قطع النخل۔ (رومة) اسم موضع قرب المدينة۔ (فجلست) بقیت الأرض نخلًا بدوی ثمر، وفي رواية (فخاست) يعني خالفت معهودها من الحمل۔ (فخلًا) من التحلية، أي تأخر وفاء السلف، وفي رواية (نخلًا) أي بقیت الأرض نخلًا۔ (اگلے صفحہ پر)

حضرت جابرؓ کے قرض کا واقعہ

باب کی دوسری روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا جو مجھ سے میری کھجوروں میں ان کے کانٹے کے وقت تک کے لیے بیع سلم کیا کرتا تھا، میری ایک زمین ہر رومہ کے راستہ میں تھی، ایک سال اس زمین میں کچھ پیداوار نہ ہوئی چنانچہ میرے پاس یہودی پھل کانٹے کے وقت آیا اور میں اس سے کچھ بھی نہیں کاٹ سکا تھا تو میں نے اس سے آئندہ سال کے لیے مہلت مانگی لیکن اس نے انکار کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی، آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ چلو، جابر کو اس یہودی سے مہلت دلائیں، چنانچہ یہ لوگ میرے باغ میں آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے مہلت دینے کو کہا تو اس نے کہا ”ابوالقاسم! میں اس کو مہلت نہیں دے سکتا“ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال دیکھی تو کھڑے ہو کر باغ میں گھومے، پھر اس یہودی کے پاس آئے اور گفتگو کی لیکن وہ نہیں مانا، میں کھڑا ہوا اور تھوڑی رطب کھجور لے کر آیا اور آپ کو سامنے ان کو رکھ دیا، آپ نے ان کو تناول فرمایا، پھر فرمایا ”جابر! آپ کی جھوٹری کہاں ہے؟“ میں نے بتائی، آپ نے فرمایا ”میرے لیے کوئی پھوناس میں بچھاؤ“ میں نے بچھایا، آپ اندر داخل ہو کر آرام فرمانے لگے، بیدار ہونے کے بعد میں نے تھوڑی سی مزید تر کھجوریں پیش کیں، آپ نے انہیں تناول فرمایا، پھر یہودی سے گفتگو کی لیکن اس نے (مہلت دینے سے) انکار کر دیا تو آپ تیسری بار کھجور کے درختوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”جابر، تم کاتے جاؤ اور اس کو ادا کرتے جاؤ، آپ کھجور کانٹے کی جگہ بیٹھے گئے، چنانچہ میں نے اتنی کھجوریں توڑ لیں جن سے میں نے اس یہودی کا قرض ادا کر دیا اور کچھ باقی بھی بچ گیا، میں نے باہر نکل کر نبی کریم صلی اللہ

(گزشتہ سے پیوستہ) (أُستظَرِه) اطلب منه أن يمهلني۔ (قابل) عام ثاب۔ (رطب) ثمر النخل قبل أن يصبح تمرًا (عربشك) المكان الذي اتخذته من بسنتك تستظل به وتقبل فيه، والعربش ما يستظل به عند الجلوس تحته، وقيل: النساء۔ (قام في الرطب) طاف بين النخل وعليه ثمره۔ (الثانية) المرة الثانية۔ (فوقف في الحداد) أي حال قطع الثمر وأثناءه۔ (محمد بن يوسف) هو العيربي، الراوي عن البخاري۔ (أبو جعفر) هو محمد ابن أبي حاتم وراق البخاري۔ (محمد بن إسماعيل) هو البخاري نفسه۔ (محلا ليس عدي مفيداً) أي مضبوطاً۔ (فخلاليس فيه شك) أي هذا هو الذي يظهر، والله أعلم۔

علیہ وسلم کو (دین ادا ہونے کی) خوشخبری سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں“

عروش اور عریش سے مراد مکان ہے۔

سند میں ابو غسان کا نام محمد بن مطرف ہے اور ابو حازم کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اس کے بعد ابراہیم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ ہیں، ابوربیعہ کا نام عمرو یا حدیفہ ہے۔ ان کے بیٹے عبد اللہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا، ان کا نام زمانہ جاہلیت میں ”بحیر“ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے ”عبد اللہ“ رکھا، زمانہ جاہلیت میں ”عبد اللہ“ اشرف قریش میں شمارے ہوتے تھے (۷)۔

ابراہیم بن عبد الرحمن

ابراہیم بن عبد الرحمن کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (۸)۔ یہ حضرت ام کلثوم بنت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحبزادے ہیں حضرت عائشہؓ ان کی خالہ ہیں۔

یہ حضرت جابن بن عبد اللہ، حضرت عائشہؓ اور اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے روایات نقل کرتے ہیں (۹)۔

امام بخاری، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں (۱۰)۔

اگرچہ ابن القطان (سبکی بن سعید) نے ان کے بارے میں کہا ”لا یعرف له حال“ (۱۱)۔

لیکن دوسرے ائمہ جرح و تعدیل نے انہیں ثقہ قرار دیا، ابن خلفون نے فرمایا ”ہو ثقة مشہور“

(۷) الاستیعاب لابن عبد البر: ۸۹۶/۳، والتحرید للذهبی: ۳۱۰/۱۔

(۸) فتح الباری: ۷۰۸/۹، موعدة القاری: ۶۹/۲۱۔

(۹) دیکھیے تہذیب الکمال: ۱۳۳/۲، رقم الترجمة: ۲۰۲۔

(۱۰) تہذیب الکمال: ۱۳۳/۲۔

(۱۱) تہذیب التہذیب: ۱۳۹/۱۔

اور حاکم نے مستدرک میں ان کی حدیث کی تصحیح فرمائی ہے (۱۲)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۱۳)۔

امام بخاری نے بھی تاریخ کبیر میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۱۴)۔

وكان يسلفني في تمرى إلى الجذاذ

”وہ یہودی اس وعدے پر کہ کھجوروں کی کٹائی پر ادائیگی ہوگی مجھے قرض دیا کرتا تھا۔“

جذاذ جیم پر کسرہ اور فتح دونوں پڑھ سکتے ہیں، کٹائی کو کہتے تھے، یعنی کھجوروں کے کاٹنے کے زمانہ

تک مجھے قرض دیتا تھا۔

اس پر ایک اشکال تو یہ کیا گیا کہ ”سلف إلى الجذاذ“ (کٹائی کے وقت تک قرض دینا) امام

بخاری وغیرہ کے نزدیک جائز نہیں (۱۵)۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ دوسرے ثقہ روایوں نے یہ قصہ نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ قرض

حضرت جابرؓ پر نہیں تھا، بلکہ ان کے والد پر تھا، جب کہ یہاں ہے کہ قرض حضرت جابرؓ پر تھا۔ تو یہ حدیث

شاذ ہے، کیونکہ ”شاذ“ کی تعریف ہے ”مارواه الثقة مخالفا لمارواه أحفظ منه واضبط“ (۱۶)۔

پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ ”سلف إلى الجذاذ“ اس وقت جائز نہیں ہے جب عقد بیع میں

وقت متعین نہ ہوا ہو، لیکن اگر وقت متعین ہے تو اس صورت میں جائز ہے، یہاں اختصار کی وجہ سے صرف

سلف إلى الجذاذ کا ذکر ہے، ورنہ اصل عقد میں وقت متعین تھا (۱۷)۔

اور دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ شذوذ تعدد واقعہ کی وجہ سے دور ہو سکتا ہے یعنی بہت ممکن

(۱۲) تعلیقات تہذیب الکمال للدکتور بشار عواد: ۲/۱۳۴۔

(۱۳) کتاب الثقات لابن حبان: ۴/۴۰، اول کتاب التابعین۔

(۱۴) تاریخ البخاری الکبیر: ۱/۲۹۶-۲۹۷۔ نیز دیکھیے الحرج والتعديل لابن أبي حاتم: ۱/۱۱۱، والجمع لابن القيسرانی: ۱/۲۰۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۷۰۸۔

(۱۶) دیکھیے ظفر الأمانی بشرح مختصر السيد الشريف الحرجاني: ۲/۳۶۹۔ وعلوم الحديث لابن الصلاح،

النوع الثالث معرفة الشاذ: ۷۶-۷۹۔ وتيسير مصطلح الحديث: ۱۱۶ الشاذ والمحفوظ۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/۷۰۸، وعمدة القاری: ۲۱/۶۹۔

ہے کہ قرض حضرت جابرؓ کے والد پر بھی ہو اور حضرت جابرؓ پر بھی ہو، دونوں پر ہو۔ دوسرے ثقہ راویوں نے حضرت جابرؓ کے والد والے قصہ کو ذکر کیا اور روایت باب میں خود حضرت جابرؓ کے دین کے قصے کو ذکر کیا گیا تو اس طرح یہ حدیث تعدد واقعات کی وجہ سے شاذ نہیں رہے گی۔ شاذ تب ہوتی جب واقعہ ایک ہوتا اور ایک ثقہ راوی اس کے بیان میں اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا، یہاں ایسا نہیں ہے (۱۸)۔

فَجَلَسَتْ فَخَلَا عَامَا

اس جملے کی شرح حدیث نے مختلف تشریحات کی ہیں:

- ① ابو مروان ابن سراج نے فرمایا کہ ”جلسٹ“ مفرد متکلم کا صیغہ ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا یعنی ادائیگی قرض سے میں پیچھے ہٹ گیا اور ”حَلَّى“ یا باب تفعیل ”نَحْلِيَّة“ سے ہے بمعنی تاخر، اس میں ضمیر فاعل ”سلف“ بمعنی دین کی طرف راجع ہے۔ اُی تأخر النسلف عاماً یعنی وہ قرض ایک سال کے لیے مؤخر ہونے لگا، یا ”حَلَا“ مجرد میں ”خَلُو“ سے اسی تاخر کے معنی میں ہے (۱۹)۔
- ② دوسرا مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا کہ یہ لفظ ”جَلَسَتْ“ ہے، مفرد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر فاعل ”أَرْض“ کی طرف راجع ہے اور اگلا لفظ ”فَخَلَا“ نہیں بلکہ ”نَحَلَا“ ہے اور صحیح عبارت ہے ”فَجَلَسَتْ نَحَلَا عَامَا“ اُی تأخرت الأرض عن الإثمار من جهة النحل یعنی زمین کھجور کا پھل دینے سے ایک سال تک کے لیے بیٹھ گئی، روایت میں ”نَحَلَا“ میں تعحیف ہو گئی اور اسے ”فَخَلَا“ کر دیا گیا (۲۰)۔

- ③ اصلی کی روایت میں ”جَلَسَتْ“ کی بجائے ”حَبَسَتْ“ (بمعنی روکتا) ہے اور ابو نعیم کی روایت میں ”حَنَسَتْ“ بمعنی ”تَأَخَّرَتْ“ ہے (۲۱) ان دونوں صورتوں میں معنی واضح ہیں۔

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/۶۹، وفتح الباری: ۹/۷۰۸۔

(۱۹) فتح الباری: ۹/۷۰۹۔

(۲۰) فتح الباری: ۹/۷۰۹، وعمدة القاری: ۲۱/۶۹۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/۷۰۹، وعمدة القاری: ۲۱/۶۹۔

④ اسماعیلی کی روایت میں یہ پورا جملہ اس طرح ہے..... ”فَحَنَسْتُ عَلَيَّ عَامًا“ یعنی وہ زمین مجھ پر ایک سال مؤخر ہو گئی ”عَلَيَّ“ میں تعحیف کی گئی، کسی نے اس کو ”فَخَلَى“ بنادیا اور کسی نے ”نَخَلًا“ بنادیا (۲۲)۔

⑤ کشمینی کی روایت میں ”فَخَاسَتْ“ ہے جس کے معنی خلاف ورزی کرنے کے آتے ہیں ای خالفت الأرض معهودها وحملها (۲۳)۔

ولم أجد منها شيئاً

لَمْ أَجِدْ (ہمزہ کے فتح، جیم کے ضمہ اور دال کی تشدید کے ساتھ) باب نصر سے واحد متکلم کا صیغہ ہے جَدَ الشَّيْءُ ... جَدًّا وَجَدًّا (۲۴): کاٹنا..... فہو مجدود، حضرت جابرؓ کا مطلب یہ تھا کہ میں نے باغ میں سے ابھی کچھ بھی نہیں کاٹا تھا۔

این عریشک

العریش: المكان الذى اتخذته فى البستان لتستظل به وتقبل فيه (۲۵): باغ میں آرام کرنے کے لیے جو چھپر نما سی جگہ بنائی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں۔

ثم قال: يا جابر جد

جد: جذاذ سے امر ہے، یعنی اے جابر، کاٹئے، واقض: اے آؤف یعنی قرض ادا کیجئے۔

فقال: أشهد أنى رسول الله

اس میں چونکہ خرق عادت کے طور پر بہت کم چیز بطور معجزہ کافی ہو گئی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

(۲۲) فتح الباری: ۹/۷۰۹۔

(۲۳) إرشاد الساری: ۱۳/۲۰۰۔

(۲۴) المعجم الوسيط: ۱/۱۰۹۔ والقاموس الوحيد: ۷۳۷۔

(۲۵) فتح الباری: ۹/۷۰۹۔

باب کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق کتاب التفسیر میں موصولاً گزر چکی ہے (۲۶)۔

۴۰۔ باب : أَكْلُ الْجُمَارِ

۵۱۲۹ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ جُلُوسٌ إِذْ أُنِيَ بِجُمَارٍ نَحْلَةٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهُ كَبَرَكَةِ الْمُسْلِمِ) . فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُعَيِّي النَّحْلَةَ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ : هِيَ النَّحْلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، ثُمَّ التَفْتُ فَإِذَا أَنَا عَاشِرُ عَشْرَةٍ أَنَا أَحَدُهُمْ فَسَكَتُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هِيَ النَّحْلَةُ) . [ر : ۶۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد جمار یعنی کھجور کے گائے کا جواز بتلانا ہے کہ اسے کھانا جائز ہے۔

روایت پر تفصیلی کلام کتاب العلم میں گزر چکا ہے (۲۷)۔

۴۱۔ باب : الْعَجْوَةُ (۲۸)

۵۱۳۰ : حَدَّثَنَا جُمُعَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ : أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ : أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً ، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ) . [۵۴۳۵ ، ۵۴۳۶ ، ۵۴۴۳]

عجوة مدینہ منورہ کی ایک خاص قسم کی بہت ہی مشہور کھجور ہے، کتاب الطب میں اس کی تفصیل

آئے گی۔

حدیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ آدمی صبح

کو اگر سات عجوة کھجوریں کھالے تو اس دن نہ اس کو زہر نقصان پہنچا سکے گا نہ جادو۔

(۲۶) کشف الباری (کتاب التفسیر) ۲۰۲

(۲۷) کشف الباری (کتاب العلم) :

(۲۸) (۵۱۳۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في كتاب الطب، باب الدواء بالعجوة للسحر، رقم الحديث:

۵۳۳۵، وفي باب ما يذكر في سم النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ۵۳۳۳، وأخرجه مسلم في

كتاب الأطعمة، باب فضل تمر المدينة، رقم الحديث: ۲۰۴۷، وأخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في

تمر العجوة: ۸/۳ (رقم الحديث: ۳۸۷۶)

جمعه بن عبد اللہ

حدیث باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔ اس میں امام بخاری کے شیخ ”جمعه بن عبد اللہ بلخی“ ہیں جمعه جیم کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ ہے، بعضوں نے کہا کہ ان کا نام ”جیمکی“ ہے، جمعه ان کا لقب ہے (۲۹)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور انہیں ”مستقیم الحدیث“ فرمایا ہے (۳۰)۔

ان کی وفات ۲۳۳ ہجری کو ہوئی ہے (۳۱)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وماله فی البخاری بل ولا فی الكتب الستة سوى هذا الحديث“ (۳۲)۔

۴۲ - باب : الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ .

دودو کھجوریں ملا کر کھانے میں اختلاف ہے۔

ظاہریہ کے نزدیک دودو کھجوریں ملا کر کھانا جائز ہے (۳۳)۔

جمہور کہتے ہیں کہ مکروہ ہے (۳۴)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں تفصیل ہے، اگر کھجوریں کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہوں اور ایک ساتھ کھانے کے لیے بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر دو ایک ساتھ کھانا جائز نہیں ہے، البتہ اجازت ملنے کی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں، چاہے صراحتاً اجازت مل جائے یا دلالت

(۲۹) تہذیب الکمال: ۵/۴۰، رقم الترجمة: ۹۶۲۔

(۳۰) کتاب الثقات لابن حبان: ۸/۱۶۵۔

(۳۱) تہذیب الکمال: ۵/۱۴۱، تہذیب التہذیب: ۲/۱۱۱، وخلاصة الخورجی: ۱/ الترجمة: ۱۰۹۰۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/۷۱۔

(۳۳) شرح مسلم للنووی: ۲/۱۸۱۔

(۳۴) شرح النووی علی المسلم: ۲/۱۸۱، باب نہی الأكل مع جماعة عن قرآن تمرتين ونحوهما فی لقمة إلا بإذن أصحابہ۔

چونکہ ان میں سب کا برابر حق ہے، اب اگر کوئی دودو اٹھا کر کھائے گا تو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ وصول کرنے والا ہوگا جس کا وہ اجازت کے بغیر مستحق نہیں (۳۵)۔

البتہ اگر مشترکہ کھجوریں نہیں، ذاتی ہیں تو ان سے اپنی مرضی کے مطابق دودو کھا سکتا ہے کہ اس صورت میں ذکر کردہ علت نہیں پائی جاتی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ دودو کھجوریں ملا کر کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں حرض و ہوس کا شائبہ پایا جاتا ہے (۳۶)۔

اگر یہ علت مانی جائے تو پھر مطلقاً دودو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ ہونا چاہیے، چاہے وہ مشترکہ ہوں، یا ذاتی۔

امام محمد اور دوسرے کئی اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں قرآن فی التمر سے منع کیا گیا تھا، بعد میں اس کی اجازت دیدی گئی (۳۷)۔

حضرت بریدہؓ کی ایک مرفوع روایت بھی ”مسند بزار“ میں ہے، آپ نے فرمایا ”كنت نهيتكم عن القران في التمر، وإن الله وسع عليكم فاقربونا“ (۳۸) ”میں نے پہلے تمہیں قرآن فی التمر سے منع کیا تھا، اس لیے کہ عسرت اور قلت مال کا زمانہ تھا، اب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمادی ہے، اس لیے اب اس میں کوئی حرج نہیں۔“

۵۱۳۱ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ : أَصَابَنَا عَامٌ سَنَةِ مَعَ
أَبْنِ الزُّبَيْرِ فَرَزَقَنَا تَمْرًا ، فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ ، وَيَقُولُ : لَا تَقَارِبُوا ،
فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْقِرَانِ . ثُمَّ يَقُولُ : إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ .
قَالَ شُعْبَةُ : الْإِذْنُ مِنْ قَوْلِ أَبِي عُمَرَ . [ر : ۲۳۲۳]

(۳۵) شرح مسلم للنووی: ۱۸۱/۲۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۷۱۳، باب القران فی التمر

(۳۷) مرقاۃ شرح مشکاۃ، کتاب الأطعمة: ۸/۱۷۳

(۳۸) فتح الباری: ۹/۷۰۳

جبلہ بن حکیم کوفہ کے رہنے والے ہیں اور تابعی ہیں، بخاری میں ان کی روایات صرف حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہوئے، انھوں نے ہمیں کھجوریں دیں، وہ ہمارے پاس سے گزر رہے ہوتے اور ہم کھجوریں کھا رہے ہوتے تو فرماتے ”دو کھجوروں کو ملا کر مت کھاؤ، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔“ پھر فرماتے ”مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔“..... (تو اس صورت میں دو ملا کر کھا سکتا ہے۔)

قال شعبۃ: الإذن من قول ابن عمر

یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ ما قبل سند کے ساتھ متصل ہے، شعبہ فرماتے ہیں کہ ”إلا أن يستأذن الرجل أخاه“ حدیث مرفوع کا حصہ نہیں بلکہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ہے، چنانچہ خطیب نے اس روایت کی تخریج کی، اس میں تصریح ہے ”قال ابن عمر: إلا أن يستأذن الرجل أخاه“ (۳۹)۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شعبہ کے اصحاب میں سے بعض اس کو مرفوع نقل کرتے ہیں، بعض نے اس کو تردد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ مرفوع ہے یا موقوف اور بعض نے جزم کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی شعبہ سے روایت کرنے والوں میں تعارض ہے۔

دوسرے تابعین میں سے سفیان ثوری، ابن اسحاق، شیبانی، مسعر اور زید بن ابی امیہ سے یہ روایت منقول ہے۔

سفیان ثوری کی روایت کتاب الشرکہ میں گزر چکی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ”نہی أن یقرن الرجل بین التمرین جمیعاً حتی یستأذن أصحابه“ (۴۰)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”وہذا ظاہرہ الرفع مع احتمال الإدراج“ (۴۱)۔

شیبانی کی روایت امام ابو داؤد نے نقل کی ہے: ”نہی عن الإقران إلا أن تستأذن“

(۳۹) فتح الباری: ۹/۱۲۔

(۴۰) صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الإقران فی التمرین الشرکاء، رقم الحدیث: ۲۴۹۰۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۱۳۔

أصحابك“ (۴۲) یہ بھی ظاہر امر فروع ہے لیکن ادراج کا احتمال اس میں بھی ہے۔

زید بن ابی اعینہ کی روایت ابن حبان نے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ”من أكل مع قوم من تمر فلا يقرن، فإن أراد أن يفعل ذلك فليستأذنهم، فإن أذنوا، فليفعل“ (۴۳)۔ یہ بھی ظاہراً مرفوع ہے لیکن ادراج کے احتمال سے بہر حال یہ بھی خالی نہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ یہ روایت بزار نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے، اس میں ہے: ”قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم تمرًا بين أصحابه فكان بعضهم يقرن، فنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقرن إلا بإذن أصحابه“ (۴۴)

اس لیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”فالذي ترجع عندي أن لا إدراج فيه“ یعنی تمام روایات کو سامنے رکھنے کے بعد معلوم یہ ہوتا ہے کہ اذن کا قول حدیث مرفوع کا حصہ ہے، موقوف نہیں (۴۵)۔

۴۳ - باب : الْقَتَاء .

۵۱۳۲ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقَتَاءِ . [ر : ۵۱۲۴]

قتاء کا ترجمہ کھیر اور خیار کا ترجمہ گلڑی کیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت دونوں کے بارے میں یہ تھی کہ آپ رطب یعنی ترکھور کے ساتھ ان کو ملا کر تناول فرمایا کرتے تھے اس لیے کہ کھیرے کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور کی تاثیر گرم، دونوں کو ساتھ استعمال کرنے سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے، بطبخ (خربوزہ) بھی آپ کھجور کے ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں ہے ”کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل البطيخ بالرطب، فيقول: بكسر حر هذا

(۴۲) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب الأقران فی التمر عند الأكل: ۳/۳۲۲: رقم الحدیث: ۳۸۳۴۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۴۱۳۔

(۴۴) فتح الباری: ۹/۴۱۳۔

(۴۵) فتح الباری: ۹/۴۱۳۔

یبردهذا، وبردهذا بحر هذا“ (۳۶)۔

۴۴ - باب : بَرَكَةُ النَّخْلِ .

۵۱۳۳ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ، عَنْ زَيْدٍ ، عَنْ نَجَّاهِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَسَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مِنْ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ ، تَكُونُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ ، وَهِيَ النَّخْلَةُ) . [ر : ۶۱]

اس میں کوئی شک نہیں کہ کھجور کا درخت بڑا بابرکت درخت ہے، اس کی گٹھلی کوٹ کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے، اس کے پتوں سے پکھے بنائے جاتے ہیں، اس کی ٹہنیاں اور شاخیں چھت کے اندر لوگ استعمال کرتے ہیں، اس کا تنا بھی تعمیر میں ستون اور شہتیر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، غرضیکہ ہر چیز اس کی کار آمد ہے۔

حدیث باب پر تفصیلی بحث کتاب العلم میں گذر چکی ہے (۴۷)۔

۴۵ - باب : جَمْعُ اللَّوْنَيْنِ أَوْ الطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ .

۵۱۳۴ : حَدَّثَنَا ابْنُ مِقَاتٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطْبَ بِالْقِثَاءِ . [ر : ۵۱۲۴]

ترکھجوروں کو آپ کھیرے کے ساتھ جمع فرمایا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جمع اللونین یا جمع طعامین یعنی دو مختلف قسم کے پھلوں یا کھانوں کو جمع کیا جاسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب سے شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انسؓ سے مروی اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا، اس میں دودھ اور شہد دونوں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”أَذْمَانُ فِي“

(۳۶) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی الجمع بین لونین فی الأکل: ۳/۳۶۳، رقم الحدیث: ۳۸۳۶۔

(۴۷) دیکھیے کشف الباری، کتاب العلم:

إناء؟..... لا أكله ولا أحرمه“ (۳۸)۔ ”دو سالن ایک برتن میں؟ میں نہ اسے کھاؤں گا اور نہ اسے حرام قرار دوں گا“ اس روایت میں چونکہ ایک مجہول راوی ہے اس لیے ضعیف ہے۔

۴۶ - باب : مَنْ أَدْخَلَ الصَّيْفَانَ عَشْرَةَ . وَالْجُلُوسَ عَلَى الطَّعَامِ عَشْرَةَ .
 ۵۱۳۵ : حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا حَسَّادُ بْنُ زُبَيْدٍ : عَنْ الْجَعْدِ أَبِي عُمَانَ ،
 عَنْ أَنَسٍ . وَعَنْ هِشَامٍ . عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسٍ . وَعَنْ سَيِّدِ بْنِ زُبَيْدٍ : عَنْ الْجَعْدِ أَبِي عُمَانَ ،
 أَنَّ أُمَّ سَلِيمٍ أُمُّهُ : عَمَدَتْ إِلَى مَذْبُوحٍ مِنْ شَعِيرٍ جَشْتُهُ ، وَجَعَلَتْ مِنْهُ خُطِيفَةً ، وَغَصَرَتْ عُكَّةً عِنْدَهَا ،
 ثُمَّ بَعَثَتْنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَادْعَوْنِي ، قَالَ : (وَمَنْ مَعِي) . فَجِئْتُ فَقُلْتُ :
 إِنَّهُ يَقُولُ : وَمَنْ مَعِي ؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ أَبُو طَلْحَةَ ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ صَنَعْتَهُ أُمُّ سَلِيمٍ .
 فَدَخَلَ فَجِئَ بِهِ . وَقَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ) . فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ، ثُمَّ قَالَ : (أَدْخِلْ
 عَلَيَّ عَشْرَةَ) . فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ، ثُمَّ قَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ) . حَتَّى عَدَّ أَرْبَعِينَ ،
 ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ قَامَ ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ ، هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ . [ر : ۴۱۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر مہمان بہت زیادہ ہوں اور جگہ تنگ ہو تو ان کو تقسیم بھی کیا جاسکتا ہے اور تھوڑے تھوڑے بٹھا کر کھانا کھلایا جاسکتا ہے، ترجمہ الباب میں ”عشرہ“ کی قید احترازی نہیں ہے چونکہ حدیث میں ذکر تھا ”ادخل علی عشرہ ثم ادخل علی عشرہ“ تو اس کی رعایت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں ”عشرہ“ کی قید لگائی ہے، ورنہ آپ موقع اور محل کے اعتبار سے پچاس پچاس بٹھانا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں، گنجائش کے مطابق مہمانوں کو تقسیم کر کے بٹھایا جاسکتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ ام سلیم نے ایک مد جو دل کر اس کا دلایا کیا اور اس پر ان کے پاس موجود پکی سے کھی نچوڑ کر پکایا، پھر مجھے آنحضرت کے پاس بھیجا، میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ اس وقت حضرات صحابہؓ کے ساتھ تھے، میں نے دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے ساتھ جو ساتھی ہیں یہ بھی چلیں؟“ میں نے واپس آکر اطلاع کی کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں ”کیا وہ لوگ

بھی آئیں جو میرے ساتھ ہیں؟“..... تو ابو طلحہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ام سلیم نے جو کچھ تیار کیا ہے وہ کم ہے، آپ ﷺ تشریف لائے، وہ کھانا آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ”دس دس آدمیوں کو اندر بلاؤ“ وہ لوگ آئے اور سب نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا..... یہاں تک کہ چالیس آدمی شمار کیے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور اٹھ کھڑے ہوئے، میں اس کھانے کو دیکھ رہا تھا کہ اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا۔

جَسْتَه: اُی جعلته جَسْتًا، والجسيس دقيق غير ناعم: یعنی اس کا دلیا بنایا، جس کے معنی دلنے اور نیم کو فٹہ بنانے کے آتے ہیں۔ خطیفة اور عصیدہ کے ایک ہی معنی ہیں وہ کھانا جو آٹا اور دودھ کو ملا کر بنایا جاتا ہے، گھی بھی اس میں شامل کر لیا جاتا ہے (۴۹)۔

یہاں بخاری کی روایت میں اختصار ہے، مسلم کی روایات میں تفصیل ہے کہ حضرت ابو طلحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا..... ”یا رسول اللہ! میں نے انس کو صرف آپ کو دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا، گھر میں ان سب لوگوں کو سیر کرنے کے لیے کھانا نہیں“ آپ ﷺ نے فرمایا ”إِنَّ اللَّهَ سَيَبَارِكُ فِيهِ“ اللہ اس میں برکت ڈال دیں گے (۵۰)۔

ابن بطال نے فرمایا کہ مل کر کھانا کھانا باعث برکت ہے (۵۰)، امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے: ”فاجتمعوا على طعامكم، واذكروا اسم الله، يبارك لكم فيه“ (۵۱)۔

(۴۹) فتح الباری: ۹/۷۱۷۔

(۵۰) صحیح مسلم: کتاب الاشریۃ باب حوار استناعیه غیرہ ابی داؤد من ینق برضاه الخ: ۳/۱۶۱۲ (رقم الحدیث: ۲۰۴۰)

(۵۰) فتح الباری: ۹/۷۱۷۔

(۵۱) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الاجتماع علی الطعام: ۳/۳۲۶، رقم: ۳۷۶۳۔

۴۷ - باب : ما یُکره من الثوم والبقول .

فیه عن ابن عمر ، عن النبی ﷺ . [د : ۸۱۵]

۵۱۳۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ : قِيلَ لِأَنْسٍ : مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي الثُّومِ ؟ فَقَالَ : (مَنْ أَكَلَ فَلَا يَغْرِينَ مُسْجِدَنَا) . [د : ۸۱۸]

۵۱۳۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ . عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءٌ : أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : رَأَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا ، أَوْ لْيَعْتَزِلْ مُسْجِدَنَا) . [د : ۸۱۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ان سبزیوں کو مکروہ قرار دیا جن کے اندر بو ہوتی ہے جیسے لہسن، پیاز، مولیٰ اور گندنا ہوتا ہے۔

لہسن وغیرہ کے متعلق جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ مکروہ تزیینی ہے، ظاہر یہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس کی بدبو سے فرشتوں اور لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے۔

البتہ حرام نہیں کیونکہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب ان سبزیوں کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے تناول نہیں فرمایا، انھوں نے دریافت کیا؟ یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”حرام نہیں، لکنی اکرہہ من أجل ریحہ..... ان کی بدبو کی وجہ سے میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔“

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے (۵۲)۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”كُلْ، فَإِنِّي أَنَا جِي مِنْ لَاتِنَا جِي“ (۵۳)۔ اس سے عام لوگوں کے حق میں ان سبزیوں کے استعمال کی اباحت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ اباحت تب ہے جب دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

بدبو کی وجہ سے انہیں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، لیکن چونکہ ان میں دوسرے فوائد و منافع بھی ہیں

(۵۲) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی کراہیۃ أكل الثوم والبصل: ۴/۲۶۱، رقم الحدیث:

۱۸۰۷۔

(۵۳) فتح الباری: ۴/۷۱۸، و سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی أكل الثوم، رقم الحدیث: ۳۸۲۲۔

۳۲۰/۳

اس لیے پکا کر یا کسی دوسرے طریقے سے اس کی بدبو زائل کر کے ان کا کھانا بہر حال فائدہ سے خالی نہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے ”إِنْ كُنْتُمْ لَا يَدُ آكَلِيهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبَخًا“ (۵۴)۔

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ان کا استعمال بعض علماء کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک مکروہ تھا (۵۵)۔

روایت باب میں ہے کہ جو آدمی لہسن یا پیاز کھاتا ہے، وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا کہ وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے۔ ”مسجدنا“ سے مطلقاً مساجد مراد ہیں، مسجد نبوی کی تخصیص نہیں ہے، چنانچہ بعض روایات میں ”فَلَا يَقْرَبَنَّ الْمَسَاجِدَ“ کے الفاظ بھی آئے ہیں، اس لیے یہ حکم تمام مساجد کو شامل ہے (۵۶)۔

۴۸ - باب : الْكِبَاثُ : وَهُوَ ثَمَرُ الْأَرَاكِ .

۵۱۳۸ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو وَهَبٍ . عَنْ يُونُسَ . عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَرِّ الظُّهْرَانِ نَجِي الْكِبَاثَ ، فَقَالَ : (عَنَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أُيْطَبُ) . فَقِيلَ : أَكُنْتَ تَرْغَى الْعَمَّ ؟ قَالَ : (نَعَمْ ، وَهَلْ مِنْ نَجِي إِلَّا رَعَاهَا) . [ر : ۳۲۲۵]

بعض نسخوں میں کباث کی تشریح ورق الاراک سے کی گئی ہے، یہ سہو ہے، پیلو کے پتے کو کباث نہیں کہتے، بلکہ پیلو کے پھل کو کباث کہتے ہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام ”مر الظهران“ میں تھے، ہم پیلو کے پھل چن رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، سیاہ رنگ کے چن لو اس لیے کہ وہ اچھے ہوتے ہیں، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں؟ (کیونکہ ان چیزوں کو بکریاں چرانے والے لوگ عموماً جانتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اور کوئی بھی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔“

(۵۴) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة باب فی أكل الثوم، رقم الحديث: ۳۸۲۷-۳۲۱/۳

(۵۵) فتح الباری: ۳۱۸/۹

(۵۶) دیکھیے سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب فی أكل الثوم، رقم الحديث: ۳۸۲۵-۳۲۱/۳

أیطب: أطیب کے معنی میں ہے اور اس کا مقلوب ہے، جیسے جذب، جذب۔

۴۹ - باب : الْمَضْمُضَةُ بَعْدَ الطَّعَامِ .

۵۱۳۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ . عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ الثُّعْمَانِ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ . فَلَمَّا كُنَّا بِالصُّهْبَاءِ دَعَا بِطَعَامٍ ، فَمَا أَنَّى إِلَّا بِسُوَيْقٍ ، فَأَكَلْنَا ، فَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَضَمَّضَ وَمَضْمَضْنَا . قَالَ يَحْيَى : سَمِعْتُ بُشَيْرًا يَقُولُ : حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ . فَلَمَّا كُنَّا بِالصُّهْبَاءِ ، قَالَ يَحْيَى : وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ . دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا أَنَّى إِلَّا بِسُوَيْقٍ ، فَلُكْنَاهُ ، فَأَكَلْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ صَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ . وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

وَقَالَ سُفْيَانُ : كَأَنَّكَ تَسْمَعُهُ مِنْ يَحْيَى . [ر : ۲۰۶]

کھانے کھانے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے، چونکہ دانتوں اور مسوڑھوں وغیرہ میں کھانے کا کچھ بقیہ رہ جاتا ہے، اس لیے کلی کر کے منہ صاف کر لینا چاہیے۔
باب کی دونوں روایات میں مضمضہ کا ذکر ہے۔

قال سفیان: كأنك تسمعه من يحيى

حضرت سفیان نے اپنے شاگرد علی بن عبد اللہ سے فرمایا کہ تم یہ حدیث مجھ سے سن رہے ہو، یہ سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں، بلکہ میرے استاذ یحییٰ بن سعید انصاری سے سن رہے ہو، یعنی یہ مجھے اس قدر یاد ہے کہ لفظ بلفظ میں بیان کر رہا ہوں، جیسے میں نے یحییٰ سے سنی تھی، یہ سمجھو کہ گویا تم بھی یحییٰ بن سعید سے سن رہے ہو۔

۵۰ - باب : لَعَقُ الْأَصَابِعِ وَمَضَّهَا قَبْلَ أَنْ تُمْسَحَ بِالْمُنْدِيلِ .

۵۱۴۰ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَكَلْتَ أَحَدَكُمْ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يَلْعِقَهَا) .

کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں کو رومال سے پونچھنے سے پہلے چاٹ لیا جائے اور اس کے بعد

پھر ہاتھوں کو پونچھا جائے تو رومال زیادہ آلودہ نہیں ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ”مسح بالمندیل“ سے غالباً اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، اس میں ہے ”فلا یسح یدہ بالمندیل حتی یلعق أصابعه“ (۵۷)۔ یعنی انگلیاں مندیل کے ساتھ پونچھنے سے پہلے چاٹ لینی چاہئیں۔

کتنی انگلیوں سے کھایا جائے؟

فلا یسح یدہ..... ”ید“ پورا ہاتھ نہیں بلکہ انگلیاں مراد ہیں کیونکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے ”بِإِذْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعٍ، فَإِذَا فَرَغَ لَعَنَهَا“ (۵۸) یعنی آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور فارغ ہونے کے بعد انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔ طبرانی نے کعب بن عجرہ کی روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ان تین انگلیوں کی تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل بأصابعه الثلاث: بالإبهام، والثنى، والوسطى. ويلعق الوسطى، ثم الثنى تليها، ثم الإبهام“ (۵۹) یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور درمیان کی بڑی انگلی..... ان تینوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور سب سے پہلے درمیان کی بڑی انگلی، پھر شہادت کی انگلی اور آخر میں انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے، اگرچہ پانچوں انگلیوں سے بھی کھانا جائز ہے اور ابن شہاب زہری کی ایک مرسل روایت میں آپ ﷺ سے ثابت بھی ہے، اس میں ہے ”بِإِذْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَكَلَ أَكَلَ بِخَمْسٍ“ (۶۰)۔

قاضی غیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین انگلیوں سے زیادہ انگلیاں کھانے کے لیے استعمال کرنے

(۵۷) صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع: ۱۶۰۶/۳، رقم الحديث: ۲۰۳۳۔

(۵۸) صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع، رقم الحديث: ۲۰۳۲، ۱۶۰۵/۳۔

(۵۹) مجمع الزوائد: ۲۸/۳، وطبقات ابن سعد: ۳۸۱/۱۔

(۶۰) فتح الباری: ۴۲۱/۹۔

میں ایک گونہ حرص و ہوس کا شائبہ پایا جاتا ہے جب کہ ضرورت تین انگلیوں سے پوری ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کھانا اس طرح ہے کہ تین انگلیوں سے لقمہ صحیح نہیں بنتا، تب چوتھی اور پانچویں انگلی کو بھی بلا کر اہت استعمال کیا جاسکتا ہے (۶۱)۔

حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعَقَهَا

یہاں تک کہ خود چائے یا کسی کو چنائے، پہلا مجرد میں باب سمع سے ہے بمعنی چاٹنا اور دوسرا باب افعال سے ہے بمعنی چٹانا۔

انگلیاں چاٹنے کی مصلحتیں

انگلیاں چاٹنے کی تین علتیں یا مصلحتیں بیان کی گئی ہیں:

① ایک تو یہ کہ چاٹنے کے بعد رومال وغیرہ سے ہاتھ پونچھنے میں زیادہ آلودگی اور تلویث نہیں ہوگی۔

② دوسری علت مسلم شریف کی ایک روایت میں بیان کی گئی ہے..... ”إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةٌ أَحَدَكُمْ فَلْيَمِطْ مَا أَصَابَهَا مِنْ أَذَى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحَ يَدَهُ بِالْمَنْدِيلِ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يَلْعَقَهَا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ الْبَرَكَةُ“ (۶۲)۔

اور طبرانی کی روایت کے الفاظ ہیں..... ”فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِي أَيِّ طَعَامِهِ بَيَارُكَ لَهُ“ (۶۳)۔
برکت کے اصل معنی تو زیادتی کے ہیں، یہاں اس سے کیا مراد ہے؟ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”وَالْمُرَادُ بِالْبَرَكَةِ مَا تَحْصُلُ بِهِ التَّغْذِيَةُ، وَتَسْلَمُ عَاقِبَتُهُ مِنَ الْأَذَى، وَيَقْوَى عَلَى الطَّاعَةِ“ (۶۴)۔

(۶۱) فتح الباری: ۹/۷۲۱۔

(۶۲) صحیح مسلم، کتاب الأشربة والأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع، رقم الحديث: ۲۰۳۳۔ ۳/۱۶۰۷۔

(۶۳) فتح الباری: ۹/۷۲۲۔

(۶۴) شرح مسلم للنووی، کتاب الأطعمة۔ باب استحباب لعق الاصابع: ۲/۷۷۵۔

③ قاضی عیاض نے ایک تیسری علت بھی بیان فرمائی، انہوں نے فرمایا اس کا حکم اس لیے دیا گیا تاکہ طعام اور غذا کی قلیل سی مقدار کو بھی ہلکا اور حقیر نہ سمجھا جائے (۶۵)۔

البتہ دوسروں کو چنانے میں اس بات کا اہتمام رہے کہ جس کو انگلیاں چٹائی جا رہی ہیں وہ کراہت اور گھن محسوس نہ کرتا ہوں جیسے بیوی، خادم، بچہ وغیرہ (۶۶)۔

بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ انگلیاں چاٹنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ اس اعتراض اور اس کا جواب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عاب قوم أفسد عقلهم الترفه، فزعموا أن لعق الأصابع مستقبح، كأنهم لم يعنموا أن الطعام الذي علق بالأصابع أو الصحيفة جزء من أجزاء ما أكلوه، وإذا لم يكن سائر أجزائه مستقذراً لم يكن الجزء اليسير منه مستقذراً وليس في ذلك أكبر من مصه أصابعه بباطن شفتيه، ولا يشك عاقل في أن لا بأس بذلك، فقد ينضمض الإنسان فيدخل إصبعه في فيه فيدلك أسنانه وباطن فمه، ثم لم يقل أحد أن ذلك قذارة أو سوء أدب۔“ (۶۷)

حدیث باب سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنا مستحب ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا یہ اس وقت ہے جب ہاتھوں کو دھونے کی ضرورت نہ ہو، مثلاً ہاتھوں کو کسی قسم کی کوئی چکنائی وغیرہ نہیں لگی ہے، لیکن اگر ہاتھوں پر چکنائی لگی ہے اور صرف پونچھنے سے وہ زائل نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں ہاتھوں کو دھونا چاہیے (۶۸)۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۲۲۲۔

(۶۶) فتح الباری: ۹/۲۲۲۔

(۶۷) فتح الباری: ۹/۲۲۲۔

(۶۸) فتح الباری: ۹/۲۲۲۔

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا چاہیے

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی ہے ”من نام و فی یدہ غمر ولم یغسلہ فأصابہ شئی فلابلو من إلی نفسه“ (۶۹) یعنی رات کو کوئی شخص اس حال میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی اور بو ہو اور اس کی وجہ سے اسے کوئی گزند پہنچ جائے (مثلاً کوئی کیڑا کاٹ لے) تو وہ بس اپنے ہی کو ملامت کرے (اور اسے اپنی ہی غلطی اور غفلت کا نتیجہ سمجھے)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعده“ (۷۰)۔ یعنی کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ کا دھونا (کلی کرنا) باعث برکت ہے، اس حدیث میں وضو سے وہ وضو مراد نہیں جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے بلکہ ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔

سفیان ثوری کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو مکروہ کہتے تھے، امام ابو داؤد نے اسے ضعیف قرار

دیا (۷۰☆)۔

۵۱ - باب : المتدیل .

۵۱۶۱ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ . عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ ؟ فَقَالَ : لَا . قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذَلِكَ مِنَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا ، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَتَادِيلٌ إِلَّا أَكْفَنَّا وَسَوَاعِدُنَا وَأَقْدَامُنَا ، ثُمَّ نَصَلِّي وَلَا نَتَوَضَّأُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کھانا کھانے کے بعد رومال سے ہاتھ پونچھنے کا جواز ثابت کیا

(۶۹) سنن أبی داؤد: کتاب الأطعمة، باب فی غسل الید من الطعام، رقم الحدیث: ۳۸۵۲-۳۶۶/۳

(۷۰) سنن الترمذی: کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعده، رقم الحدیث: ۱۸۴۶۔

۳۸۲/۴

(۷۰☆) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی غسل الید قبل الطعام، (رقم الحدیث: ۳۷۶۱) ۳۶۶/۳۔

(۵۱۴۱) الحدیث أخرجه ابن ماجه فی کتاب الأطعمة، باب مسح الید بعد الطعام: ۱۰۹۲/۴ (رقم الحدیث: ۳۲۸۲)

ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آگ سے پکایا ہوا کھانا ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت کم نصیب ہوتا تھا اور جب ہم اس قسم کا کھانا پالیتے تو ہمارے پاس، پاؤں، بازوؤں اور ہتھیلیوں کے سوا کوئی رومال نہیں ہوتا تھا (یعنی ہم لوگ اپنے ہاتھ جسم کے ان ہی حصوں کے ساتھ پونچھ لیتے تھے) پھر ہم لوگ نماز پڑھتے تھے (اور کھانے کی وجہ سے) وضو نہیں کرتے تھے (کیونکہ مامست النار ناقض وضو نہیں ہے۔)

اس حدیث کے مفہوم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے کہ ہمارے پاس رومال نہیں ہوتا تھا اس لیے قدم اور بازو وغیرہ سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے، اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر رومال ہوتا تو ہم رومال ہی سے ہاتھ پونچھتے۔

امام قتال نے ”محاسن الشریعہ“ میں لکھا ہے کہ مندیل (رومال) سے وہ رومال مراد نہیں جو وضو یا غسل کے بعد استعمال کیا جاتا ہے بلکہ وہ تولیہ مراد ہے جو کھانے کے بعد ہاتھوں کی تری اور چکنائی وغیرہ صاف کرنے کے لیے مختص کر دیا جاتا ہے۔ (۷۱)

۵۲ - باب : مَا يَقُولُ إِذَا فَرَّغَ مِنْ طَعَامِهِ .

۵۱۴۳/۵۱۴۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُبَّانُ . عَنْ ثَوْرٍ . عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ : (الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ ، غَيْرَ مَكْنِيٍّ وَلَا مُودَعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى عَنْهُ . رَبَّنَا) .

(۵۱۴۳) : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ . عَنْ ثَوْرٍ بْنِ يَزِيدَ . عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ . عَنْ أَبِي أُمَامَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَّغَ مِنْ طَعَامِهِ . وَقَالَ مَرَّةً : إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ . قَالَ : (الْحَمْدُ لِلَّهِ الْبَاقِي كَثْرًا وَأَرْوَانًا . غَيْرَ مَكْنِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ) . وَقَالَ مَرَّةً : (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبَّنَا . غَيْرَ مَكْنِيٍّ وَلَا مُودَعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى . رَبَّنَا) .

کھانا کھانے کے بعد اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء بیان کرنا اور شکر کرنا مستحب و مسنون ہے، احادیث میں مختلف ادعیہ منقول ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں تین دعائیں نقل فرمائی ہیں۔

① پہلے دعائے الحمد للہ کثیراً طیباً مبارکافہ، غیر مکفی ولا مودع . ولا مستغنی عنہ
رہنا (۷۲)۔

یعنی اللہ جل شانہ کا زیادہ، عمدہ بابرکت شکر ہے جو کفایت نہیں کیا جائے گا (یعنی حق شکر ہم نہیں
ادا کر سکتے) اور نہ اس کو چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ اس سے استغنا اور بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہے۔ اے
ہمارے رب!

غیر مکفی

”مکفی“ کی تشریح میں شارحین نے مختلف اقوال لکھے ہیں، اس کو حمد کی صفت بھی بنا سکتے
ہیں (۷۴)، اور ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے کہ ہماری طرف سے جو حمد اور شکر ہے وہ ہرگز کافی نہیں
لیکن اس کو چھوڑا بھی نہیں جاسکتا، لہذا ہم اپنی استعداد و استطاعت کے مطابق آپ کی حمد و شکر ادا کرتے
ہیں... اور اس کو ”طعام“ کی صفت بھی بنا سکتے ہیں، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”..... لفظ مکفی من الکفایة، وهو اسم مفعول، أصله مكفوى على وزن
مفعول، ولما اجتمعت الواو والياء، قلبت الواو ياء، وأدغمت الياء فى الياء،
ثم أبدلت ضمة الياء كسرة لأجل الياء، والمعنى: هذا الذى أكلنا ليس فيه
كفاية لمابعده بحيث إنه ينقطع ويكون هذا آخر الأكل، بل هو غير منقطع عنا
بعدها، بل تستمر هذه النعمة لنا طول أعمارنا ولا تنقطع.“ (۷۵)

اس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ”مکفی“ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، ”مرمی“ کے وزن پر ہے،
”مرمی“ کا قاعدہ اس میں جاری ہوا ہے اور یہ ”طعام“ کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ جو کھانا ہم نے

(۷۲) (۵۱۴۲) أخرجه البخارى أيضا فحجبه (رقم الحديث: ۵۱۵۳) الحديث أخرجه أبو داود فى كتاب الأطعمة، باب
ما يقول الرجل إذا طعم (رقم الحديث: ۳۸۴۹) ۳/۱۳۲۶، وأخرجه الترمذى فى كتاب الدعوات، باب ما يقول
إذا فرغ من الطعام: (رقم الحديث: ۳۴۵۵) ۵/۱۵۰۸ وأخرجه ابن ماجه فى الأطعمة، باب ما يقال إذا فرغ من
الطعام: ۳/۱۰۹۲ (رقم الحديث: ۳۲۸۳)

(۷۳) فتح الباری: ۹/۷۲۵۔

(۷۵) عمدة القاری: ۲۱/۷۸۔

کھایا، بعد کے لیے یہ کافی نہیں ہے، گویا اس میں ضمناً اس بات کی درخواست ہے کہ یہ نعمت ہم سے منقطع نہ ہو اور مسلسل جاری رہے۔

ولامودع

مودع (میم کے ضمہ، واو اور دال کے فتنہ اور تشدید کے ساتھ) باب تفعیل سے صیغہ اسم مفعول ہے بمعنی متروک، جس کو الوداع کہہ دی گئی ہو، یہ یا تو حمد کی صفت ہے کہ وہ شکر چھوڑا نہیں گیا اور یا طعام کی صفت ہے کہ اس طعام میں رغبت اور اس کی طلب متروک نہیں یا اس طعام کو ہماری طرف سے الوداع نہیں کہا گیا کہ وہ ہمارا آخری طعام ثابت ہو۔ اور مودع دال کے کسرہ کے ساتھ صیغہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے یعنی اس طعام کو ہم الوداع اور رخصت کرنے والے نہیں (۷۶)۔

ربنا

یہ منادی منصوب ہے، حرف ندا محذوف ہے یعنی ”یا ربنا“ اور اس کو ”ہو“ مبتد محذوف کے لیے خبر بھی بنا سکتے ہیں (۷۷)۔

② دوسری دعا ہے:

الحمد لله الذي كفانا وأروانا غير مكفي ولا مكفور -
شکر اس اللہ کے لیے جس نے ہماری کفایت فرمائی، ہمیں سیراب کیا، نہ اس سے بے نیازی برتی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی ناشکری کی جاسکتی ہے۔

③ تیسری دعا ہے:

الحمد لله ربنا غير مكفي، ولا مودع ولا مستغنى ربنا -
اس میں پہلا ”ربنا“ اللہ کی صفت اور دوسرا ”ربنا“ منادی ہے۔
④ ایک دعا امام ابو داود رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے۔

الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين (۷۸)۔

(۷۶) عمدة القاری: ۷۸/۲۱ - فتح الباری: ۷۲۵/۹۔

(۷۷) عمدة القاری: ۷۸/۲۱۔

(۷۸) سنن أبی داود: کتاب الأطعمة، باب ما یقول الرجل إذا طعم، رقم الحدیث: ۵۰۳۸-۳۶۶/۳۔

⑤ ایک دعا امام ابو داود رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے۔

الحمد لله الذى أطعم وسقى، وسَوَّغَهُ وجعل له مخرجاً (۷۹)۔

⑥ ایک دعا امام نسائی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

اللهم أطعمت، وسقيت، وأغنيت، وأقنيت وهديت وأحييت، فلك الحمد على

ما أعطيت (۸۰)۔

⑦ ایک اور دعا بھی امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے:

الحمد لله الذى أطعمنى هذا، ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة (۸۰☆)۔

۵۳ - باب : الأكل مع الخادم .

۵۱۴۴ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَمْرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ مُحَمَّدٍ . هُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ . فَإِنْ كَمْ يَجْلِسُ مَعَهُ . فَلْيَنَاولْهُ أَكْلَةً أَوْ أَكْلَتَيْنِ . أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ . فَإِنَّهُ وَلِي حَرَّةٍ وَعِلَاجَةٍ) . [ر : ۲۴۱۸]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی خادم نے کھانا تیار کیا ہے، جب آپ کھانا کھانے کے لیے بیٹھیں اور وہ کھانا لے کر آئے تو اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا جائے اور اگر مصلحت اجازت نہ دے یا کھانا کم ہے تو کم از کم اس کو ایک دو لقمے ہی دے دیئے جائیں کیونکہ اس نے کھانا پکاتے ہوئے اس کی گرمی اور تیاری کی مشقت برداشت کی ہے، اس کے لیے انتظامات کی تکلیف اٹھائی ہے تو یہ مناسب نہیں کہ آپ اس کو بالکل نظر انداز کر دیں۔

اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر اس طریقے سے نظر انداز کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ آئندہ پکے ہوئے کھانے میں خیانت شروع کر دے گا۔

روایت باب میں ”علاج“ مراد کھانا تیار کرنا اور بنانا ہے۔

(۷۹) سنن أبی داود، کتاب الأطعمة، باب ما يقول الرجل إذا طعم، رقم الحديث: ۵۱۳۸-۳/۳۶۶

(۸۰) فتح الباری: ۷/۲۵۷۔

(۸۰☆) الترمذی کتاب الدعوات باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، رقم الحديث: ۳۳۵۶-۵/۵۰۸

مسلم شریف کی روایت میں ہے ”فإن كان الطعام مشفوها قليلا فليضع في يده منه أكلة أو أكلتين“ (۸۱) یعنی خادم کو ساتھ بٹھایا جائے لیکن اگر کھانا مشفوء ہو یعنی اسے کھانے والے زیادہ ہوں اور کھانا کم ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمہ دے دیئے جائیں۔

اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے ”إذا كفى أحدكم خادمه طعامه حره و دخانه فليأخذه بيده، فليقعه معه، فإن أبي، فليأخذ لقمته، فليطعمها أياه“ (۸۲)۔

۵۵ باب الطاعم الشاكر مثل الصائم الصابر

فيه : عن أبي هريرة - عن النبي ﷺ .

اپنے آپ کو مفطرات تلاش سے روکنے اور صبر کرنے والے روزہ دار کا اجر سب کو معلوم ہے لیکن کھا کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر کرنے والا بھی روزہ دار کی طرح مستحق اجر و ثواب ہوتا ہے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ جل شانہ کا فضل و احسان ہے کہ کھانے پر شکر کرنے والے کو اجر عطا فرماتے ہیں جیسے روزے دار کو صبر کرنے پر اجر عطا فرماتے ہیں (۸۳)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صائم اور شاکر دونوں کے درمیان ”جس نفس“ پایا جاتا ہے، صائم میں تو ظاہر ہے اور شاکر میں اس طرح کہ وہ اپنے نفس کو منعم حقیقی کی محبت و تعظیم کا پابند بنادیتا ہے (۸۴)۔

پھر بعض حضرات نے فرمایا، شاکر اور صائم دونوں کا ثواب برابر ہے، چنانچہ علامہ طیبی لکھتے ہیں:

ورد الإيمان نصفان: نصف صبر، ونصف شكر، وربما يتوهم متوهم أن

ثواب الشكر يقصر عن ثواب الصبر، فأربل توهمه به يعني هما متساويان

في الثواب۔ (۸۵)

(۸۱) صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب اطعام المسكوك مساياكل: ۳/۲۸۲۔ رقم الحديث: ۲۶۲۳۔

(۸۲) سنن الترمذی، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في الاكل مع المسكوك والعيال: ۴/۲۸۶، رقم الحديث: ۱۸۵۳۔

(۸۳) فتح الباری: ۹/۴۲۸۔

(۸۴) عمدة القاری: ۲۱/۸۰، وشرح طیبی، كتاب الاطعمة: ۸/۱۵۶۔

(۸۵) عمدة القاری: ۲۱/۸۰، وشرح طیبی، كتاب الاطعمة: ۸/۱۵۶۔

لیکن علامہ کرمانی رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صائم کا اجر شاکر سے زیادہ ہے اور یہاں تشبیہ نفس استحقاق میں دی گئی ہے، کیت و کفیت میں نہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”التشبيه هنا في أصل الثواب، لافي الكمية ولا الكيفية والتشبيه لا يستلزم المماثلة من جميع الأوجه۔“ (۸۶)۔

ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صائم مشبہ بہ ہے اور مشبہ بہ، مشبہ کے مقابلے میں اعلیٰ وارفع ہوتا ہے (۸۷)۔

فیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت صحیح بخاری میں کہیں بھی موصولاً ذکر نہیں فرمائی ہے (۸۸)۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت ذکر کی ہے ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
الطاعم الشاکر بمنزلة الصائم الصابر“ (۸۹)۔

۵۵ باب : الرَّجُلُ يَدْعِي إِلَى طَعَامٍ فَيَقُولُ : وَهَذَا مِنِّي .
وَقَالَ أَنَسٌ : إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مُسْلِمٍ لَا يُتْبَهُ . فَكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ .
۵۱۴۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا شَقِيقٌ : حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ : كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أُمَا شُعَيْبَ . وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لِحَامٌ . فَاتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ . فَعَرَفَ الْجُوعَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ . فَذَهَبَ إِلَى غُلَامِهِ اللَّحَامِ . فَقَالَ : اصْنَعْ لِي طَعَامًا يَكُونُ خَمْسَةً . لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَمْسَ خَمْسَةٍ ، فَصَنَعَ لَهُ طَعِيمًا . ثُمَّ أَنَاذَهُ فَدَعَاهُ . فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (يَا أُمَا شُعَيْبَ . إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا . فَإِنْ شِئْتَ أَذْنَتْ لَهُ . وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْنَاهُ) . قَالَ : لَا . بَلْ أَذْنَتْ لَهُ . [۱ : ۱۹۷۵]

(۸۶) شرح کرمانی: ۶۶/۲۰، وفتح الباری: ۲۸/۹۔

(۸۷) فتح الباری: ۲۸/۹۔

(۸۸) فتح الباری: ۲۷/۹۔

(۸۹) و عمدة القاری: ۸۰/۲۱۔

ایک آدمی کی دعوت کی گئی، دعوت میں اس کے ساتھ بن بلائے کوئی اور آدمی گیا تو وہ وہاں کہے کہ میرے ساتھ یہ بھی ہے، اگر اجازت مل گئی تو ٹھیک ورنہ اس کے لیے دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں، حدیث باب پہلے گزر چکی ہے اور طفیلی کا مسئلہ بھی وہاں بیان کر دیا گیا تھا۔

وقال أنس: إذا دخلت على مسلم لايتهم فكل من طعامه واشرب من شرابه
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ جب کسی ایسے مسلمان کے پاس جائیں جو متمم (اور مشکوک مال رکھنے والا) نہیں ہے تو اس کے ہاں آپ کھا پی سکتے ہیں۔

طبرانی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس مفہوم کی ایک مرفوع حدیث بھی نقل فرمائی ہے
”إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم، فأطعمه طعاماً، فليأكل من طعامه ولايسأله
عنه“ (۹۰)۔

حضرت انسؓ کی اس تعلیق کی مناسبت ترجمۃ الباب سے بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”مطابقة هذا التعليق للترجمة من حيث إن الرجل إذا دخل على رجل
مسلم سواء بدعوة أو غيرها، فوجد عندها أكلاً أو شرباً، هل يتناول من
ذلك شيئاً، فقال أنس: يأكل ويشرب، إذا لم يكن الرجل المدخول عليه
لايتهم في دينه ولا في ماله“ (۹۱)۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ باب میں طفیلی کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور حضرت انسؓ کی تعلیق ”إذا
ادخلت على مسلم.....“ میں بلائے اور بن بلائے دونوں صورتیں داخل ہیں، بن بلائے کوئی گیا تو وہ
طفیلی ہے جس کا ترجمۃ الباب میں ذکر ہے، تعلیق عام اور ترجمہ خاص ہے، امام نے عام سے خاص کا حکم ثابت
کیا ہے۔

(۹۰) المستدرک للإمام الحاكم، كتاب الاطعمة: ۴/۱۲۶، وعمدة القاری: ۲۱/۸۰۔

(۹۱) عمدة القاری: ۲۱/۸۰۔

اور اس تعلیق کی حدیث باب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ومطابقة الأثر للحدیث من جهة كون اللحم لم يكن متهما، وأكل النبي

صلی اللہ علیہ وسلم من طعام، ولم يسأله“ (۹۲)۔

حضرت انسؓ کی اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۳)۔

۵۶ - باب : إذا حضر العشاء فلا يعجل عن عشاءه .

۵۱۴۶ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، وَقَالَ الثَّيْتِ : حَدَّثَنِي يُونُسُ .

عَنْ أَبِي شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ : أَنَّ أَبَاهُ عَمْرٍو بْنَ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَيْفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ ، فَدَعَا إِلَى الصَّلَاةِ . فَأَلْقَاهَا وَالسَّكِينِ الَّتِي كَانَ يَحْتَزُّ بِهَا . ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۵]

۵۱۴۷ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبٌ ، عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ أَبِي قِلَابَةَ . عَنْ أَنَسٍ

ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا وَضِعَ الْعِشَاءُ وَأُقِمَتِ الصَّلَاةُ . فَأَبْدُوا بِالْعِشَاءِ) .

وَعَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ .

وَعَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ : أَنَّهُ تَعَشَّى مَرَّةً . وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ .

[ر : ۶۴۱ ، ۶۴۲]

۵۱۴۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ،

عَنْ عَائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أُقِمَتِ الصَّلَاةُ وَحَضَرَ الْعِشَاءُ ، فَأَبْدُوا بِالْعِشَاءِ) .

قَالَ وَهْبٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ هِشَامٍ : (إِذَا وَضِعَ الْعِشَاءُ) . [ر : ۶۴۰]

ترجمہ الباب ”عشاءہ“ (شخ العین) سے مراد شام کا کھانا ہے اور پہلے والے العشاء میں دو احتمال

ہیں:

(۹۲) فتح الباری: ۹/۲۸۔

(۹۳) عمدة القاری: ۲۱/۸۰، وفتح الباری: ۹/۲۹۔

① العشاء (عین کے کسرہ کے ساتھ) سے مراد نماز عشاء ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر شام کا کھانا آگیا ہے اور دسترخوان پر لگ گیا ہے تو کھانے والے کو عجلت میں نہیں ڈالا جائے گا، اسے اطمینان کے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت ہے۔

② دوسرا احتمال یہ ہے کہ العشاء عین کے فتح کے ساتھ ہے، ضد الغداء مراد شام کا کھانا ہے اور مطلب یہ ہے کہ شام کا کھانا جب لگ جائے تو کھانے والے کو عجلت میں نہیں ڈالا جانا چاہیے، بلکہ وہ اطمینان سے کھانا کھائے، پھر نماز پڑھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسری روایت کو راجح قرار دیا اور فرمایا کہ حدیث میں نماز مغرب کا ذکر ہے، نماز عشاء کا نہیں، اس لیے یہ عشاء بفتح العین ہے اور مراد کھانا ہے، نماز نہیں (۹۴)۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں بکری کے شانے کا گوشت تھا، آپ چھری سے کاٹ کر تناول فرما رہے تھے، اذان ہوئی تو آپ نے وہ گوشت اور چھری دونوں رکھ دی اور کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہوئے۔

فألقاها: اس میں ضمیر مؤنث ”قطعة اللحم“ کی طرف راجع ہے، یا کنف کی طرف راجع ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے (۹۵)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے چونکہ نماز کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے میں مشغول ہونا معلوم ہوتا ہے اس لیے امام بخاریؒ نے اسے یہاں ذکر فرمایا کہ نماز کے وقت اشتغال بالاکل جائز ہے (۹۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب میں ذکر کردہ آگے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایات میں ”فابدؤوا بالعشاء“ امر کا صیغہ آیا ہے کہ نماز کھڑی ہو اور کھانا بھی لگ جائے تو کھانے کو مقدم کرو، امام بخاری نے عمرو بن امیہ کی یہ روایت پہلے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ”فابدؤوا بالعشاء“ میں امر وجوب کے لیے نہیں۔

(۹۴) فتح الباری: ۲۹/۹۔

(۹۵) فتح الباری: ۳۰/۹۔

(۹۶) شرح الکرمانی: ۲۰/۶۷۔

پہلی روایت کی سند میں ”وقال الليث.....“ تعلق ہے، اسے اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۷)۔

”وعن أيوب عن نافع.....“ یہ تعلق نہیں، ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے۔ ”قال وهيب ويحيى بن سعيد.....“ یہ دونوں تعلیقات ہیں، وهيب کی روایت کو اسماعیلی نے اور يحيى بن سعيد کی روایت کو امام احمد نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۸)۔

نماز مقدم ہے یا کھانا

اکثر روایات میں ”إذا وضع العشا“ کے الفاظ آئے ہیں، اس لیے جن روایات میں ”إذا حضر العشا“ کے الفاظ آئے ہیں، وہاں ”حضر“ سے ”وضع“ مراد ہے، اگرچہ ”حضر“ عام ہے (۹۹)۔ مطلب یہ ہے کہ جب کھانا لگا دیا جائے اور دسترخوان پر رکھ دیا جائے تو کھانے کو مقدم کرنا چاہیے۔ یہ مسئلہ کتاب الصلاة میں گذر چکا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ نزدیک ایسی صورت میں تقدیم طعام واجب ہے، وہ حدیث میں وارد صیغے کو وجوب پر محمول کرتے ہیں۔

ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اگر کھانا لگ گیا ہے اور بھوک بھی ہے تو ایسی صورت میں کھانے کو مقدم کیا جائے لیکن اگر کھانا نہیں لگا، یا بھوک نہیں ہے تو پھر نماز کو مقدم کرنا چاہیے، بھوک کی صورت میں تقدیم طعام کی وجہ یہ ہے کہ نماز بعد میں اطمینان سے پڑھی جاسکے، اگر نماز مقدم کر دی تو خیال کھانے میں انکار ہے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقولہ مشہور ہے ”أن أجعل الطعام صلاة خير من أن أجعل الصلاة طعاما“ کھانا کھاتے ہوئے نماز کی فکر کرنا اس سے بہتر ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کھانے

(۹۷) فتح الباری: ۹/۴۳۰۔

(۹۸) فتح الباری: ۹/۴۳۰۔

(۹۹)

کی فکر کی جائے (۱۰۰)۔

۵۷ - باب : قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا» / الأحزاب : ۵۳ /

۵۱۴۹ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي شِهَابٍ : أَنَّ أَنَسًا قَالَ : أَنَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِالْحِجَابِ ، كَانَ أَبِي بْنُ كَعْبٍ يَسْأَلُنِي عَنْهُ . أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ . وَكَانَ تَرَوُّجُهَا بِالْمَدِينَةِ . فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَمَا قَامَ الْقَوْمُ . حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَشَى وَمَشَتْ مَعَهُ ، حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ ، ثُمَّ ظَنَّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ فَرَجَعَتْ مَعَهُ . فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ . فَرَجَعَ وَرَجَعَتْ مَعَهُ الثَّانِيَةَ ، حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ . فَرَجَعَ وَرَجَعَتْ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا ، فَضَرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا ، وَأَنْزَلَ الْحِجَابَ . [ر : ۴۵۱۳]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دعوت وغیرہ میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد واپس آ جانا چاہیے، وہاں بیٹھ کر مجلس آرائی کرنا اور صاحب خانہ کے لیے بار بار نادرست نہیں۔

حضرت امیر خسرو ایک بار کسی دعوت میں شریک تھے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے، ایک دھننے نے روٹی دھنی شروع کی، روٹی دھننے کی ایک مخصوص آواز ہوا کرتی ہے، کسی نے پوچھا یہ دھنیا کیا کہہ رہا ہے؟ تو امیر خسرو نے کہا کہ یہ کہہ رہا ہے ”نان کہ خوردی خانہ برد“ (کھانا کھا کر گھر کو چلو)۔

(۱۰۰) دیکھیے، معارف السنن، أبواب الصلاة، باب ماجاء إذا حضر العشاء وأقيمت الصلاة: ۳/ ۹۸، ومرفأة

المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها: ۳/ ۵۳۔ وحاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۱/ ۲۴۱

والجوهرة النيرة: ۶۹، والبحر الرائق: ۱/ ۳۶۷۔

٧٤ - كتاب العقيدة

کتاب العقیقة (الأحادیث: ۵۱۵۰-۵۱۵۷)

کتاب العقیقة میں چار باب اور بارہ حدیثیں ہیں، ان میں سے تین
معلق اور باقی موصول ہیں، آٹھ احادیث مکرر ہیں اور چار حدیثوں کی تخریج
امام نے پہلی بار اس میں کی ہے، ان چار میں سے دو حدیثیں متفق علیہ ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۴ - کتاب العقیقة

عقیقة کے لغوی و اصطلاحی معنی

عقیقة اس جانور کو کہتے ہیں جو نو مولود کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے (۱)۔

ابو عبید، اصمعی اور زخشری نے فرمایا کہ ”عقیقة“ اصل میں ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو نو مولود بچے کے سر پر ہوتے ہیں ”عقی“ کے معنی کاٹنے کے ہیں، چونکہ وہ بال کاٹے جاتے ہیں، اس لیے انہیں ”عقیقة“ کہا جاتا ہے، پھر اس حالت میں ذبح کی جانے والی بکری کو ”عقیقة“ کہا جانے لگا (۲)۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں ”العقیقة اسم الشاة المذبوحة عن الولد، سمیت بذلك لانها تعق مذابحها، أى تشق وتقطع.....“ (۳) یعنی عقیقة اس بکری کا نام ہے جو بچے کی طرف سے ذبح کی جاتی ہے، اسے اس لیے عقیقة کہتے ہیں کہ اس کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔

ایک حدیث میں بھی بکری پر عقیقة کا اطلاق کیا گیا ہے ”للغلام عقیقتان، وللجارية عقیقة“ (۴)۔

علامہ ابن فارسؒ نے فرمایا کہ عقیقة بچے کے بالوں اور اس کی طرف سے ذبح کی جانے والی بکری دونوں کو کہا جاتا ہے (۵)۔

(۱) فتح الباری: ۹/۴۳۲، وارشاد الساری: ۱۲/۲۱۹، والنہایة لابن الأثیر: ۳/۷۶۷۔

(۲) فتح الباری: ۹/۴۳۲، والفائق للزمخشری: ۳/۱۱، باب العین مع القاف۔

(۳) عمدة القاری: ۲۱/۸۲، وفتح الباری: ۹/۴۳۲۔

(۴) فتح الباری: ۹/۴۳۲۔

(۵) دیکھیے معجم مقایس اللغة لابن فارس: ۴/۴، کتاب العین، باب العین وما بعدها فی المضاعف۔

عقیقة کا حکم

① داود ظاہری، ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک عقیقة واجب ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۶)۔

② امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عقیقة سنت مؤکدہ ہے، امام احمد کی دوسری روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۷)۔

③ حضرات مالکیہ کے نزدیک عقیقة مندوب و مستحب ہے (۸)۔

④ حضرات حنفیہ کے مسلک میں روایات و نقول مختلف ہیں:

..... امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی ظاہر الروایت تو یہ ہے کہ عقیقة مشروع نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ ”موطا“ میں فرماتے ہیں:

أما العقیقة فبلغنا أنها كانت في الجاهلية، وقد فُعلت في أول الإسلام، ثم نسخ الأضحى كل ذبح كان قبله، ونسخ صوم شهر رمضان كل صوم كان قبله، ونسخ غسل الجنابة كل غسل كان قبله، ونسخت الزكاة كل صدقة كان قبلها، كذلك بلغنا (۹)۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ عقیقة زمانہ جاہلیت میں رائج تھا اور ابتدائے اسلام میں بھی اس کا رواج رہا لیکن پھر اضحیٰ (قربانی) کی مشروعیت کے بعد منسوخ ہو گیا ہے۔ لہذا اب اس کی مشروعیت باقی نہیں رہی، چنانچہ انھوں نے جامع صغیر میں تصریح فرمائی کہ ”ولا يعق عن الغلام، ولا عن الجارية“ (۱۰)۔

(۶) دیکھیے السحلی لابن حزم، کتاب العقیقة: ۲/۲۳۳۔ وأوجز المسالك: ۹/۲۰۵۔

(۷) المجموع شرح المہذب، باب العقیقة: ۸/۳۲۶۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۲۱۹ وأوجز المسالك: ۹/۲۰۵۔
والمعنی لابن فدامة: کتاب الأضاحی: ۹/۳۶۲۔۳۶۳۔

(۸) دیکھیے موطا للإمام مالك کتاب العقیقة، باب العمل فی العقیقة: ۲/۵۰۲ وأوجز المسالك: ۹/۲۰۵۔

(۹) موطا للإمام محمد، کتاب الضحایا، باب العقیقة: ۲۹۱۔۲۹۰۔

(۱۰) أوجز المسالك، کتاب العقیقة: ۹/۲۰۶۔

امام محمدؐ کے ذکر کردہ دلائل

امام محمد رحمہ اللہ نے یہاں ”بلغنا“ کہہ کر دو روایتوں کو جمع کیا ہے، پہلی روایت کی تخریج انھوں نے کتاب الآثار میں حضرت ابراہیم نخعی اور محمد بن الحنفیہ سے کی ہے:

① عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم قال: كانت العقيقة في الجاهلية، فلما جاء الإسلام، رُفِضَتْ (۱۱)۔

وعنه عن رجل عن محمد بن الحنفية أن العقيقة كانت في الجاهلية، فلما جاء الإسلام، رُفِضَتْ (۱۲)۔

امام محمدؐ نے کتاب الآثار میں ایک مفہوم کی یہ دو روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا ”بہ نأخذ، وهو قول أبي حنيفة“۔

② اور دوسری روایت کی تخریج دارقطنی نے مسیب بن شریک کے طریق سے حضرت علیؑ سے موصول کی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نسخت الزكاة كل صدقة، ونسخ صوم رمضان كل صوم، ونسخ غسل الجنابة كل غسل، ونسخت الأضحية كل ذبيح (۱۲)۔

اسی طرح دارقطنی نے حارث بن بہان کے طریق سے بھی یہ روایت حضرت علیؑ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں ”محاذیج الأضاحی کل ذبیح کان قبلہ“ (۱۳)۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ روایت حضرت علیؑ سے موقوفاً بھی نقل کی ہے (۱۴)۔

اور علامہ ابن حزم نے ”المحلی“ میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے بھی موقوفاً یہ

(۱۱) کتاب الآثار: ۱۱۶

(۱۲) کتاب الآثار: ۱۱۶

(۱۲) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبايح: ۴/۲۸۱ (رقم الحديث: ۳۹)

(۱۳) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبايح (رقم الحديث: ۳۷۷) ۴/۲۷۸۔

(۱۴) إعلاء السنن، کتاب الذبايح، كشف الحقيقة عن أحكام العقيقة: ۱۰۹/۱۔

روایت نقل کی ہے (۱۵)۔

اور اصول حدیث کی کتابوں میں محدثین نے تصریح کی ہے کہ غیر مدرک بالقیاس امور میں حدیث موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے (۱۶)۔

امام محمد رحمہ اللہ کی ذکر کردہ دونوں روایتوں اور مذکورہ ان دوسری روایتوں سے اتنی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علی، محمد بن علی بن الحسین، محمد بن الحنفیہ اور حضرت ابراہیم نخعی نے عقیقہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں تھا لیکن پھر منسوخ ہو گیا۔
البتہ حضرت علیؓ سے منقول روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

دارقطنی نے یہ روایت مسیب بن شریک اور حارث بن نبہان کے طریق سے نقل کی ہے اور مسیب کے بارے میں انھوں نے کہا کہ متروک ہیں، ان کے شیخ عتبہ بن یقظان ہیں، انہیں بھی دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے (۱۷)۔

جہاں تک تعلق ہے حارث بن نبہان کا تو وہ صالحین میں سے تھے، البتہ ان کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا گیا ہے (۱۸)۔ تاہم مسیب کی روایت اس کی متابع ہے، مسیب کو بھی اتہام بالکذب کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا گیا، بلکہ سوء حفظ کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا گیا (۱۹)۔

اور عتبہ بن یقظان کی تو بعض محدثین نے توثیق کی ہے (۲۰)، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (۲۱)۔

لہذا اس حدیث کو بالکل بے اصل اور باطل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۱۵) المحلی بالآثار لابن حزم، کتاب العقیقة: ۶/۲۴۱۔

(۱۶) دیکھیے شرح نخبۃ الفکر: ۹۴۔

(۱۷) دیکھیے سنن الدارقطنی، باب الصيد: ۳/۲۸۰-۲۸۱۔

(۱۸) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۷/۱۰۸۔

(۱۹) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۷/۱۰۸۔

(۲۰) دیکھیے میزان الاعتدال: ۳/۳۰، رقم الترجمة: ۵۴۸۰۔

(۲۱) تہذیب التہذیب: ۷/۱۰۴۔

شمس الحق عظیم آبادی نے دارقطنی کی شرح میں اس حدیث پر ایک اشکال یہ بھی کیا ہے کہ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق اضحیہ (قربانی) کی مشروعیت سن دو ہجری میں ہوئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کا عقیقہ سن تین ہجری اور حضرت حسین کا عقیقہ سن چار ہجری میں کیا ہے اور حدیث ام کرز آپ نے سن چھ ہجری میں حدیبیہ کے موقع پر ارشاد فرمائی ہے جس میں ہے ”عن الغلام شاتان، وعن الجارية شاة“ تو ایسی صورت میں اضحیہ کو عقیقہ کے لیے کیسے ناخ قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ اضحیہ کی مشروعیت پہلے اور عقیقہ کے واقعات بعد میں ہوئے ہیں، ناخ کے لیے تو مؤخر ہونا ضروری ہے (۲۲)۔

اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ”إعلاء السنن“ میں فرمایا کہ ابن اثیر نے سن دو ہجری میں اضحیہ کی مشروعیت کی جو بات ارشاد فرمائی ہے، وہ غیر مستند ہے، انھوں نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے اور اگر اسے درست بھی تسلیم کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ اضحیہ کی مشروعیت سن دو ہجری کو ہوئی ہے، تاہم وجوب اضحیہ کب ہوا؟ اس کے متعلق انھوں نے کچھ نہیں کہا اور ”محاذیج الأضحی کل ذبح“ کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ وجوب اضحیہ ہر ذبح کے لیے ناخ بنا ہے اور وجوب اضحیہ فرضیت حج کے موقع پر ہوا ہے جو ۹ھ کا واقعہ ہے، ام کرز کی حدیث اور حضرت حسن و حسین کے عقیقہ والی روایت کو مولانا ظفر احمد عثمانی نے مضطرب قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ”فلاحیہ لہ فیہما.....“ (۲۳)۔

③ حضرات حنفیہ کی ایک تیسری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافعؓ کی وہ حدیث ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے:

”إن الحسن بن علی لما ولد، أرادت أمه فاطمة أن تعق عنه بکبش، فقال: لا تعقی عنه، ولكن احلقی شعر رأسه، ثم تصدقی بوزنه من الورق فی سبیل اللہ، ثم ولد حسین بعد ذلك، فصنعت مثل ذلك (۲۴)۔“

(۲۲) التعليق المغنی علی سنن الدارقطنی: ۲۸۰/۴۔

(۲۳) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۷/۱۰۷ و ۱۱۰۔

(۲۴) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۲۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث حضرات حنفیہ کی سب سے قوی دلیل ہے، اس میں صاف تصریح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن کی ولادت کے وقت دنبہ ذبح کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”لانتعقٰی عنہ“ فرما کر انہیں منع کیا اور فرمایا ”ان کے سر کے بال کاٹ دیں، اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کر دیں“ بعد میں حضرت حسینؑ کی ولادت پر بھی انھوں نے اسی طرح کیا، معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں ہونے والا عقیقہ بعد میں منسوخ ہو گیا ہے۔

اس کی تائید سعید بن منصور کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے سند صحیح کے ساتھ محمد بن علی سے مرسل نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

”إن فاطمة إذا ولدت ولدا حلقن شعره و تصدقت بزننه و رقاً“ (۲۵)۔

البتہ ابورافعؓ کی اس حدیث کے ساتھ وہ احادیث متعارض ہیں جن میں تصریح آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دنبہ کا عقیقہ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن و حسین کے عقیقہ کی ان روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں محمد بن عمرو یافعی کے طریق سے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے:

”عق رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحسن والحسين يوم السابع، وسماههما، وأمر أن يماط عن رؤوسهما الأذى“۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا (۲۶) اور علامہ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے (۲۷) اس روایت میں ”شاة“ یا ”کبش“ کا ذکر نہیں ہے۔

حاکم نے دوسری روایت محمد بن اسحاق کے طریق سے حضرت علیؓ سے نقل کی ہے، اس میں ہے

(۲۵) فتح الباری: ۹/۴۳۳۔

(۲۶) المستدرک علی الصحیحین للإمام الحاکم، کتاب الذبائح: ۴/۲۳۷۔

(۲۷) التلخیص للذهبی مع المستدرک: ۴/۲۳۷۔

”عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشاة، وقال، یا فاطمة، احلقی رأسہ،
وتصدقی بزنة شعره، فوزناه، فكان درهما“ (۲۸)۔

لیکن اس روایت میں ”محمد بن اسحاق“ متکلم فیہ بھی ہیں اور مدلس بھی، اور مدلس کا معنی قبول
نہیں اور یہ روایت انھوں نے ”عَنْ“ سے بیان کی ہے (۲۹)۔

البتہ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے جو ”عکرمہ، عن ابن عباس“ کے طریق سے
مروی ہے، اس میں ہے ”إنہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا“.....
إسناده صحيح (۳۰)۔

لیکن امام نسائی نے ”عکرمہ، عن ابن عباس“ کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں
ہے ”عق عنہما كبشین كبشین“..... وإسناده صحيح (۳۱)۔

اور حاکم نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی، اس میں بھی
”کبشین کبشین“ کا ذکر ہے (۳۲)۔

علامہ ذہبی نے اگرچہ اسے ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ اس میں ایک راوی ”سوار“ ضعیف
ہیں (۳۳)، تاہم اس سے امام نسائی کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ابوداؤد کی صحیح روایت میں ایک کبش کا ذکر ہے اور اس کی تائید محمد بن اسحاق کی
ضعیف روایت سے ہوتی ہے اور نسائی کی صحیح روایت میں ”کبشین“ کا ذکر ہے اور اس کی تائید سوار کی
ضعیف روایت سے ہوتی ہے، اس طرح دونوں کے درمیان یہ اضطراب پایا جاتا ہے، البتہ اتنی بات چاروں
روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا۔

(۲۸) المستدرک علی الصحيحین، کتاب الذبائح: ۴/۲۳۷۔

(۲۹) إعلاء السنن: ۱/۱۰۳۔

(۳۰) سنن أبی داؤد، کتاب الأضاحی، باب فی العقیقة: ۳/۱۰۷ (رقم الحدیث: ۲۸۴۱)۔

(۳۱) سنن النسائی، کتاب العقیقة: ۲/۱۸۸۔

(۳۲) المستدرک للإمام الحاکم: ۴/۲۳۷۔

(۳۳) التلخیص للذہبی: ۴/۲۳۷۔

تعارض روایات اور اس کا حل

اب بظاہر ان روایات اور ابورافعؓ کی روایت میں تعارض ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو عقیقہ سے منع فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور ان کے شیخ ابن الملقن نے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کے ہاں اس وقت چونکہ تنگی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور ذبح کرنے سے منع فرمایا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ خود ان کی طرف سے دنبہ ذبح کر چکے تھے، اس لیے انہیں منع فرمایا (۳۴)۔

لیکن یہ بات کوئی زیادہ قوی نہیں کیونکہ حضرت فاطمہؓ کا دنبہ کے ذبح کرنے کا ارادہ کرنا تو خود اس بات کا قرینہ ہے کہ اس وقت وہ تنگ دست نہیں تھی، اسی طرح اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی طرف سے دنبہ ذبح کر چکے تھے، پھر حضرت فاطمہؓ کو کیا ضرورت تھی کہ انھوں نے بھی ذبح کا ارادہ کیا (۳۵)۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل روایت تو ہے ”عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن والحسين“ کہ آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی طرف سے عقیقہ کیا، اور عقیقہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے سر کے بالوں کے حلق کرنے اور ان کے وزن کی بہ مقدار چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ ابورافعؓ کی روایت میں ہے..... پھر آگے راویوں کو وہم ہوا اور انھوں نے ”عق“ سے اہراق دم مراد لیا اور اپنی طرف سے ”کبش“ یا ”کبشین“ کا اضافہ کیا۔

اس کی تائید یحییٰ بن سعید اور بریدہؓ کی روایات سے بھی ہوتی ہے کہ ان میں صرف ”عق عن الحسن والحسين“ کے الفاظ ہیں..... ”کبش“ وغیرہ کا ذکر نہیں (۳۶)۔

(۳۴) فتح الباری: ۹/۷۳۳۔

(۳۵) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۵۔

(۳۶) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۵ و سنن النسائی، کتاب العقیقة: ۲/۱۸۷۔

اس طرح ابورافعؓ کی روایت اور دوسری قسم کی ان روایات میں تطبیق ہو سکتی ہے، لیکن اس پر حضرت ام کریمؓ کی حدیث سے اشکال ہوتا ہے جس کی تخریج امام نسائی رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ فرماتی ہیں:

”أُتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیقة أسأله عن لحوم

الهدی، فسمعتہ یقول: علی الغلام شاتان، وعلی الجارية شاة، لا یضرکم

ذکرانا کن أو إناثا“ (۳۷)۔

یہ روایت انھوں نے حدیبیہ میں سنی جو سن چھ ہجری کا واقعہ ہے۔ جب کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے عقیقے کا واقعہ سن تین اور چار ہجری کا ہے، لہذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو منع فرمانا ممکن ہے کسی اور مصلحت کی وجہ سے ہو، اگر وجہ سے نہیں تھا کہ عقیقہ منسوخ ہو چکا ہے، ورنہ حدیبیہ کے موقع پر آپؐ یہ ارشاد کیوں فرماتے!

اس اشکال کا کوئی قابل اطمینان جواب کسی نے نہیں دیا اور اسے تسلیم کرتے ہوئے مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

”فالأولی أن یقال: إن العقیقة بإزاقة الدم كانت مشروعة إلى

زمن الحدیقة، ثم نسخت بدلیل أنه صلی اللہ علیہ وسلم لم یعق عن ابنه

إبراهیم، ولو كانت واجبة أو سنة، لعق عنه، فإنما یؤخذ بالآخر فالآخر من

فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (۳۸)۔

”یعنی عقیقہ بالذبح حدیبیہ کے زمانے تک مشروع رہا، پھر منسوخ ہوا، اس

لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کا عقیقہ نہیں کیا (ابراہیم کی

ولادت سن نو ہجری میں ہوئی (۳۹).....) اگر عقیقہ واجب یا مسنون ہوتا تو

آپ ﷺ ان کا عقیقہ کرتے۔“

(۳۷) سنن النسائی: ۲/۱۸۷۔ کتاب العقیقة

(۳۸) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۷

(۳۹) دیکھیے زاد المعاد، فصل فی أولاده صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۱۰۳، والتعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی: ۳/۲۸۰۔

لیکن یہ کوئی قوی دلیل نہیں اولاً تو اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابراہیم کی طرف سے عقیقہ کرنا بعض روایات میں ثابت ہے (۴۰) اور ثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کا عقیقہ نہیں کیا تھا تو اس سے عقیقہ کے استحباب یا اباحت کی نفی تو نہیں ہوتی، بعض مستحب چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک فرمائی ہیں، تو ترک عقیقہ دلیل کراہت کیسے بن سکتا ہے اور اس سے عقیقہ کی عدم مشروعیت یا نسخ پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

عقیقہ کی کراہت کا قول مرجوح ہے

❶ حقیقت یہ ہے کہ جمہور فقہاء حنفیہ نے اس سلسلے میں کراہت کا قول اختیار نہیں کیا ہے، جن حضرات نے یہ اختیار کیا ہے، کئی حنفی علماء نے ان کی تردید کی ہے، مثلاً صاحب بدائع نے کراہت کا قول اختیار کیا لیکن ملا علی قاری نے ان کا رد کیا، چنانچہ بدائع میں ہے:

”ولا یعلق عن الغلام والعجارية عندنا..... ولنا ما روی عن سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: نسخت الأضحية کل دم کان قبلها..... والعقیقة كانت قبل الأضحية، فصارت منسوخة بها كالعتیرة، والعقیقة ما كانت قبلها فرضاً، بل كانت فضلاً، وليس بعد نسخ الفضل إلا الكراهة“ (۴۱)۔

یعنی عقیقہ پہلے مستحب تھا، پھر منسوخ ہو گیا، لہذا جب اس کی فضیلت منسوخ ہو گئی تو صرف کراہت باقی رہ گئی۔

لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ فضیلت کے انقضاء سے اباحت کا انقضاء لازم نہیں آتا ہے، اس لیے کہ نسخ، زیادتی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، لہذا فضیلت جو ایک امر زائد ہے

(۴۰) دیکھیے طبقات ابن سعد، ذکر ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۱۳۵، وائسیرہ الحلیبیہ، باب

ذکر اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۳۰۹۔

(۴۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الإستحسان، ۵/۱۲۷۔

وہ تو منسوخ ہوئی، تاہم اباحت کا منسوخ ہونا اس سے لازم نہیں آتا ہے (۴۲)۔

② مرجوح ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، جس کی تفصیل گذر چکی اور اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اخیر نے ہر سال بقہ ذبح کے وجوب کو منسوخ کیا ہے اور وجوب کے منسوخ ہونے سے استحباب اور مشروعیت کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا، جیسے صوم رمضان نے صوم عاشوراء وغیرہ کا وجوب منسوخ کیا لیکن اس کی مشروعیت اور استحباب تو اب بھی باقی ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ ”التعلیق الممجد“ میں لکھتے ہیں:

”بعد تسلیم ثبوتہ، ظاہرہ يدل علی منسوخیۃ وجوب العقیقۃ ونحوہا، فإن معناه: نسخ الأضحی لزوم کل ذبح کان قبلہ..... ویدل علیہ ضمہ بنسخ شهر رمضان کُلّ صوم کان قبلہ، فإنه کان صوم یوم عاشوراء، وأیام البیض فرضاً، فلما نزل صوم رمضان، نسخ وجوب ذلك..... فکما أن نسخ صوم رمضان لِمَا قبلہ لم یدل إلا علی عدم لزومه، لا علی عدم مشروعیتہ، وانتفاء فضیلته، كذلك نسخ الأضحی کل ذبح کان قبلہ لا یدل علی انتفاء استحبابہ ومشروعیتہ“ (۴۲☆)۔

③ امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں محمد بن الحنفیہ اور ابراہیم نخعی کے جو آثار نقل کیے، وہ اگرچہ غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے ”مرفوع“ کے حکم میں ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں احادیث مرفوعہ صریحہ میں عقیقہ کی مشروعیت ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ ”مرفوع حکمی“ کے مقابلے میں ”مرفوع صریح“ کو ترجیح حاصل ہوگی۔

ب)..... حنفیہ کا دوسرا قول اباحت کا ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ عقیقہ نہ واجب ہے، نہ سنت ہے، بلکہ مباح ہے (۴۳☆)۔

(۴۲) التعلیق الممجد: ۲۹۱۔

(۴۲☆) التعلیق الممجد: ۲۹۱۔

(۴۳☆) فتاویٰ عالمگیریہ، کتاب الأضحیہ، باب العقیقہ: ۳۶۳/۵۔ نیر دیکھیے، الفقہ الإسلامی وأدلیہ:

۲۳۶/۳، وحلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء: ۳۸۳/۳۔

حنفیہ کا قول مختار

اکثر فقہاء حنفیہ نے عقیقہ کو مستحب کہا ہے، چنانچہ امام طحاوی، علامہ عینی، ملا علی قاری وغیرہ علماء حنفیہ نے استحباب کے قول کو ترجیح دی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار میں اس پر بحث کی ہے اور قاضی ابوالحسن یوسف بن موسیٰ نے امام طحاوی کی اس بحث کی ”المعتصر من المختصر“ کے اندر تلخیص کی ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہی ہے کہ ابتدائے اسلام میں عقیقہ واجب تھا، پھر اس کا وجوب منسوخ ہوا اور استحباب باقی رہا، انھوں نے مشکل الآثار میں ان الفاظ کے ساتھ اس پر عنوان قائم کیا ہے ”باب بیان مشکل ما روی عن رسول ﷺ فی العقیقہ، وهل هو علی الوجوب أو علی الاختیار“ (۴۳)۔

عقیقہ کی مشروعیت پر دلالت کرنے والی چند احادیث

جن احادیث سے عقیقہ کی مشروعیت یا استحباب و وجوب ثابت ہوتا ہے، ان میں سے چند تو وہ ہیں جو ماقبل میں ذکر کر دی گئی ہیں، اور کچھ آگے باب میں آرہی ہیں، کچھ یہ ہیں:

① حضرت سرہ رضی اللہ کی مرفوع حدیث ہے:

کل غلام مرتہن بعقیقته، تذبح عنه يوم سابعه، ویسمى فيه، ویحلق رأسه (۶۲۴۳)۔

حضرت سلمان بن عامر ضحاک کی مرفوع حدیث ہے:

(۴۳) دیکھیے مشکل الآثار للطحاوی: ۸۱/۳۔

(۶۲۴۳) الحدیث أخرجه أبو داود، فی کتاب الضحایا، باب فی العقیقہ، (رقم الحدیث: ۲۸۳۸) وأخرجه

الترمذی فی کتاب الأضاحی، باب فی العقیقہ، (رقم الحدیث: ۱۵۲۲) وابن ماجہ فی کتاب الذبائح، باب

العقیقہ، (رقم الحدیث: ۳۱۲۵) وأخرجه الدارمی فی کتاب الأضاحی، باب السنۃ فی العقیقہ: ۱۱۱/۲،

(رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

② مع الغلام عقیقة، فأهرقوا عنه دماً، وأميطوا عنه الأذى (۴۴)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

③ أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نعق عن الجارية شاة وعن الغلام

شاة (۴۵)۔

④ حضرت بریدہ سلمیٰؓ کی روایت ہے ”إن الناس يعرضون على العقیقة يوم القيامة

كما يعرضون على الصلوات الخمس“ (۴۶)۔

ظاہر یہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اس طرح کی احادیث سے عقیقہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔

⑤ طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے فرمایا ”سبعة

من السنة، في الصبي يوم السابع يسمي وينختن ويماط عنه الأذى وينقب أذنه ويعق عنه،

ويحلق رأسه..... ويتصدق بشعرو زنه ذهباً أو فضة“ (۴۷)۔

جمہور علماء کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے اور وہ عمرو بن شعیب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں،

اس میں ہے:

سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن العقیقة، فقال: لأحب العقوق، من أحب

منكم أن ينسك عن ولده، فليفعل عن الغلام شاتان مكافئتان، وعن الجارية شاة (۴۸)۔

(۴۴) الحدیث أخرجه أبو داود، في الضحایا، باب في العقیقة، (رقم الحدیث: ۲۸۳۹) وأخرجه الترمذی في

الأضاحی، باب الأذان في أذن المولود: (رقم الحدیث: ۹۷/۴) وأخرجه ابن ماجه في الذبائح، باب

العقیقة، رقم الحدیث: ۳۱۶۳، وأخرجه الدارمی في كتاب الأضاحی، باب السنة في العقیقة: ۲/۱۱۱، (رقم

الحدیث: ۱۹۶۷)

(۴۵) الحدیث أخرجه الترمذی في الأضاحی، باب ماجاء في العقیقة، (رقم الحدیث: ۱۵۱۳) وأخرجه ابن

ماجه في الذبائح، باب العقیقة: ۲/۱۰۵۶ (رقم الحدیث: ۳۱۶۳)

(۴۶) المحلی بالآثار لابن حزم، كتاب العقیقة: ۶/۲۳۷۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۳۵۷

(۴۸) سنن أبی داود، كتاب الضحایا، باب في العقیقة: (رقم الحدیث: ۲۸۴۲)

اسی طرح زید بن اسلم کی روایت امام مالک رحمہ اللہ نے ”موطا“ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

لأحب العقوق وكأنه إنما كره الاسم وقال: من ولد له ولد، فأحب أن ينسك عن ولده، فليفعل (۴۸)۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ جو شخص چاہے تو عقیقہ کر سکتا ہے (تاہم واجب اور ضروری نہیں) اور اس روایت کے بعض طرق میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال جیتہ الوداع کے موقع پر کیا گیا تھا (۴۹)، اس لیے امام طحاوی نے فرمایا کہ سابقہ روایتوں سے جو وجوب ثابت ہوتا ہے، وہ بعد میں منسوخ ہو گیا تھا اور اب صرف استحباب باقی رہا ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وبالجملة الحكم بنفي مشروعيتهما في الإسلام مطلقاً غير صحيح وترك الأحاديث الصريحة المرفوعة والموقوفة الواردة في هذا الباب“ (۴۹)۔

بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی ہے کہ انہوں نے عقیقہ کو بدعت کہا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”هذا افتراء ، فلا يجوز نسبته إلى أبي حنيفة، وحاشاه أن يقول مثل هذا، وإنما قال: ليس بسنة، فمراده إما ليست بسنة ثابتة، وإما ليست بسنة مؤكدة ، وحديث عمرو بن شعيب عن جده يدل على الاستحباب“ (۵۰)۔

(۴۸) موطا الإمام مالك، كتاب العقیقة، باب ما جاء في العقیقة: ۲/ ۵۰۰، (رقم الحديث: ۱)

(۴۹) أوجز المسائل: ۲۰۷/ ۹

(۴۹) التعليق المسجد: ۲۹۱۔

(۵۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۸۳، نیز دیکھیے مالا بدعتہ: ۱۷۸۔

اردو فتاویٰ نے بھی عموماً استحباب کا قول اختیار کیا ہے (۵۰)۔

۱ - باب : تَسْمِيَةُ الْمَوْلُودِ غَدَاةً يُولَدُ . لِمَنْ لَمْ يَعْقُ عَنْهُ . وَتَحْنِيكِهِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ الباب میں جمع بین الروایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔
در اصل بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ بچے کا نام، اس کی پیدائش کے دن ہی رکھا جائے اور بعض روایات میں ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن نام رکھا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر بچے کے عقیقہ کا ارادہ نہ ہو تو اس کا نام اسی دن رکھا جائے لیکن اگر عقیقہ کرنے کا ارادہ ہے تو پھر ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام رکھا جائے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”وہو جمع لطیف، لم أرہ لغير البخاری“ (۵۱)۔

ترجمہ الباب میں ”لمن لم يعق عنه“ سے عقیقہ کے عدم وجوب کی طرف بھی اشارہ

ہو گیا (۵۲)۔

(۵۰) چنانچہ بہشتی زیور میں ہے: ”جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے، عقیقہ کر دینے سے بچہ کی سب الا بلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے (بہشتی زیور، حصہ سوم، مسئلہ نمبر، ص ۴۳)۔

مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی لکھتے ہیں: ”عقیقہ میں ساتویں دن کی رعایت محض مستحب ہے جیسا کہ نفس عقیقہ بھی بہت سے بہت مستحب ہے“ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۴، ص ۳۲۲)۔

اور حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”عقیقہ سنت ہے لیکن اس کی میعاد ہے، ساتویں دن یا کیسویں دن اس کے بعد اس کی حیثیت نفل کی ہوگی“ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ۴، ص ۲۲۴)۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ”عقیقہ سنت ہے، اس سے بچے کی الا بلا دور ہوتی ہے“ (ص ۲۲۵)۔

مفتی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”عقیقہ واجب نہیں ہے، سنت ہے اگر وسعت ہو تو عقیقہ کرنا اولیٰ و افضل ہے“ (کفایت المفتی، ج ۸، ص ۲۴۲)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنا یا دو ذبح کرنا یہ سب مستحب ہے“ (تقریر ترمذی، شیخ التھانوی رحمہ اللہ، ص ۴۴۲)۔

(۵۱) فتح الباری: ۹/۴۳۷۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۴۳۷۔

و تحنیکہ

بچے کی پیدائش کے بعد کھجور وغیرہ کو چبا کر حلق میں تالو کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ اس کی حلاوت بچے کے پیٹ میں جائے، اس عمل کو تحنیک کہتے ہیں (۵۳)، بچے کے لیے بزرگوں سے یہ عمل برکت کے لیے کرایا جاتا ہے اور یہاں باب کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے۔

۵۱۵۰ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ . عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ . عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : وَلَدَ لِي غُلَامٌ ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَاهُ إِبْرَاهِيمَ ، فَحَنَكُهُ بِثَمَرَةٍ . وَدَعَا لَهُ بِالْبُرَكَّةِ . وَدَفَعَهُ إِلَيَّ ، وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى . [۵۸۴۵] (۵۴)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا، میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی (یعنی کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی) اس کے حق میں برکت کی دعا کی، پھر مجھے دے دیا، یہ ابو موسی کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کا نام اسی دن رکھا گیا، ساتویں دن کا انتظار نہیں کیا گیا۔

بچہ کا نام کب رکھا جائے

بعض روایات میں بچے کی پیدائش کے ساتویں روز نام رکھنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ ابن حبان اور حاکم نے حضرت عائشہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔ عق

(۵۳) فتح الباری: ۹/۷۳۔

(۵۴) (۵۱۵۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في كتاب الأدب، باب من سما بأسماء الأنبياء (رقم الحديث:

۵۸۴۶) وأخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته (رقم الحديث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن والحسين يوم السابع وسماهما (۵۵)۔
 اسی طرح امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت نقل کی ہے: ”أمرنی
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتسمية المولود لسابعة“ (۵۶)۔
 حضرت ابن عمرؓ نے بھی ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ:

إذا كان يوم السابع للمولود، فأهريقوا عنه دماً، وأميطوا عنه الأذى وسموه (۵۷)۔
 ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام رکھنا چاہیے، تاہم ساتویں
 دن نام رکھنا ضروری نہیں بلکہ ولادت کے دن، یا اس سے اگلے دن بھی نام رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ روایت
 باب سے معلوم ہوتا ہے۔

کتاب الأدب میں حضرت ابو اُسید کی حدیث آرہی ہے ”أتى النبي صلى الله عليه وسلم
 بانه حين ولد فسماه المنذر“ (۵۸)۔

مسلم شریف میں حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
 صاحبزادے ابراہیم کے بارے میں فرمایا ”ولدى الليلة الغلام فسميته باسم أبى. إبراهيم“ (۵۹)۔
 اسی طرح آگے اس باب کی آخری روایت میں بھی تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے بچے کی پیدائش
 کے اگلے دن اس کا نام رکھا۔

بہر حال اگر عقیقہ کا ارادہ ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ ساتویں دن رکھا جائے اور اگر ارادہ نہیں تو
 پھر پیدا ہونے کے بعد اسی دن یا اگلے دن نام رکھا جائے۔

(۵۵) المستدرک کتاب الذبائح: ۲/۲۳۷۔

(۵۶) سنن الترمذی کتاب الأدب، باب ماجاء فی تعجیل اسم المولود: ۵/۱۳۲ (رقم الحدیث: ۲۸۴۲)

(۵۷) فتح الباری: ۹/۳۵۷۔

(۵۸) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب تحویل الإسم إلى اسم أحسن منه (رقم الحدیث: ۹۱۶۱)

(۵۹) مسلم کتاب الفضائل، باب رحمة صلی اللہ علیہ وسلم الصبيان والعیال: ۳/۱۸۰۷ (رقم الحدیث: ۲۳۱۵)

۵۱۵۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ هِشَامٍ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَمَّا النَّبِيُّ ﷺ بِصَبِيٍّ يُحْكِكُهُ . قَالَ عَلَيْهِ . فَأَتْبَعَهُ الْمَاءُ . [ر : ۲۲۰]

۵۱۵۲ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّهَا حَسَلَتْ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ . قَالَتْ : فَخَرَجْتُ وَأَنَا مَتَمٌّ . فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَتَرَلْتُ قُبَاءً . فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ . ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجَرِهِ . ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَعَهَا . ثُمَّ تَقَلَّ فِي فِيهِ . فَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . ثُمَّ حَنَّكَ بِالتَّمْرَةِ . ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَكَ عَلَيْهِ . وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ . فَفَرَّحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا . لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ : إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرْتَكُمْ فَلَا يُؤَلَّدُ لَكُمْ . [ر : ۳۶۹۷]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ ہی میں حاملہ ہو گئی تھی، حمل کے دن پورے ہونے کو تھے کہ میں مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئی، میں قبائیں اتری تو وہیں پر میرا بچہ پیدا ہوا، پھر میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئی اور میں نے اسے آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا، آپ ﷺ نے کھجور منگوائی، اس کو چبایا، پھر اس کے منہ میں ڈال دیا، چنانچہ سب سے پہلے اس کے پیٹ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن داخل ہوا، پھر اس کے تالو میں وہ کھجور لگائی اور اس کے حق میں دعا کی اور اس پر مبارک باد دی، یہ سب سے پہلا لڑکا تھا جو اسلام میں پیدا ہوا، لوگ بہت زیادہ خوش ہوئے، اس لیے کہ مسلمانوں کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ان پر یہودیوں نے جادو کر دیا ہے، اس لیے ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔

یہ روایت باب ہجرت النبی الی المدینہ میں گذر چکی ہے۔

ابن سعد نے ”طبقات“ میں اس واقعے کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے :

”لما قدم المهاجرون المدينة، أقاموا لابيولد لهم، فقالوا: سحرتنا يهود حتى كثرت في ذلك القالة، فكان أول مولود بعد الهجرة عبدالله بن الزبير، فكبر المسلمون تكبيرة واحدة، حتى ارتجت المدينة تكبيرا“ (۶۰)۔

چونکہ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ یہودیوں نے جادو کیا ہے اور مسلمانوں کے ہاں بچے نہیں ہوں گے، اس لیے جب حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر لگایا اور مدینہ منورہ تکبیر کی صداؤں سے گونجنے لگا۔

روایت باب میں ہے ”وَأَنَا مَتَمٌ“ یعنی حمل کی مدت تمام ہونے والی تھی اور بچے کی ولادت کا وقت بالکل قریب تھا۔

ثم تفل فی فیہ: أى بزرق علیہ السلام فی فمہ یعنی کھجور چبانے کے بعد اس کا عرق بچے کے منہ میں ڈالا۔ بَرَکَ علیہ: اس کے لیے برکت کی دعا کی، دَعَاہ بِالْبِرْکَةِ..... ثم حنکہ بتمرۃ: یعنی چبائے ہوئے کھجور کے اجزاء کو اس کی زبان اور تالو سے لگایا۔

۵۱۵۳ : حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ . عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ آئِنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي . فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ . فَمَبِضُ الصَّيِّ . فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ : مَا فَعَلَ آئِنٌ . قَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ : هُوَ أَسْكَنُ مَا كَانَ ، فَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ الْعِشَاءَ فَمَعَشَى . ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا . فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ : وَارِ الصَّيِّ . فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ ، فَقَالَ : (أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ) . قَالَ : نَعَمْ . قَالَ : (اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا) . فَوَلَدَتْ غُلَامًا . قَالَ يَا أَبُو طَلْحَةَ : أَحْنَطُهُ حَتَّى تَأْتِيَنِي بِهِ النَّبِيُّ ﷺ . فَأَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَرْسَلَتْ مَعَهُ بَشِيرَاتٍ . فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَمَعَهُ شَيْءٌ) . قَالُوا : نَعَمْ . ثَمَرَاتٌ . فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَعَهَا . ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ . فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّيِّ وَحَنَكَهُ بِهِ . وَسَمَّاهُ عَبْدُ اللَّهِ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا آئِنٌ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ . عَنْ أَبِي عَوْنٍ . عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسِ .

وَسَاقِ الْحَدِيثِ . [ر : ۱۲۳۹]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بچہ بیمار تھا، ابو طلحہؓ باہر (کہیں سفر پر) نکلے تو بچے کا انتقال ہو گیا، جب ابو طلحہؓ واپس ہوئے تو پوچھا، میرے بچے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے کہا ”وہ پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے“ اور رات کا کھانا پیش کیا (انھوں نے کھانا کھایا) پھر اپنی بیوی سے ہم

بستری کی، جب فارغ ہوئے تو بیوی نے کہا ”بچے کو دفن کر آؤ (کیونکہ اس کا انتقال ہو چکا ہے) ابو طلحہ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تم نے رات اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے؟“..... انھوں نے کہا ”ہاں“..... تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے لیے برکت کی دعا کی اور فرمایا اللھم بارک لھما..... چنانچہ ام سلیم کا بیٹا پیدا ہوا (راوی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) مجھ سے ابو طلحہ نے کہا ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانے تک اس کی حفاظت کرو“ چنانچہ وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے، ام سلیم نے ان کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں، آپ ﷺ نے بچے کو لیا اور فرمایا ”کیا کچھ ساتھ بھی ہے؟“ لوگوں نے کہا ”ہاں چند کھجوریں ہیں“ آپ ﷺ نے وہ کھجوریں لیں، انہیں چبایا اور منہ مبارک سے نکال کر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور ان کے ساتھ اس کی تحنیک کی اور اس کا نام ”عبداللہ“ رکھا۔

وار الصبی: بچے کو چھپا دو یعنی دفن کر دو..... ”وار“ باب مفاعله سے امر ہے، واری۔ مؤاراة: چھپانا..... أعرستم: اعراس سے ہے، جماع وہم بستری مراد ہے۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے دو طریق سے نقل کی ہے، ایک طریق میں ان کے شیخ مطربن الفضل ہیں اور دوسرے میں محمد بن الہثنی ہیں اور دونوں روایات کے الفاظ مختلف ہیں۔ مطر کے طریق میں ابن عون انس بن سیرین سے روایت کرتے ہیں اور یہاں اسی طریق کے الفاظ ہیں جب کہ محمد بن الہثنی کے طریق میں ابن عون محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں، اس کے الفاظ یہاں نہیں، وہ روایت امام بخاری نے کتاب اللباس میں ذکر کی ہے (۶۱)۔

۲ - باب : إماطة الأذى عن الصبي في العقیقة .

إماطة بمعنی ازالہ ہے، یعنی بچے سے عقیقہ میں اذی کا ازالہ کیا جاتا ہے، اذی سے کیا مراد ہے؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں، اس سے ولادت کے وقت بچے کے سر پر جو بال ہوتے ہیں، وہ مراد ہیں، إماطة

اذی سے خلق راس مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ عقیقہ میں بچے کے سر کے بال صاف کر دینے چاہیں (۶۲)۔

۵۱۵۴ : حَدَّثَنَا أَبُو التُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ

سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : (مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةً) .

وَقَالَ حَجَّاجٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ وَقَتَادَةُ وَهَشَامٌ وَحَبِيبٌ ، عَنْ أَبِي سِيرِينَ ،

عَنْ سَلْمَانَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ : عَنْ عَاصِمٍ وَهَشَامٍ ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ ،

عَنِ الرَّبَابِ ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضُّبِّيِّ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَزَوَّاهُ يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ

أَبِي سِيرِينَ ، عَنْ سَلْمَانَ : قَوْلُهُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت نقل فرمائی ہے ”مع الغلام عقیقہ“ اس کے چار طرق ذکر کیے

ہیں:

① پہلا طریق موصول ہے، لیکن مرفوع نہیں ہے، سلمان بن عامر صحابی ہیں، صحیح بخاری میں

ان کی صرف یہی ایک روایت ہے (۶۳)۔

② دوسرا طریق امام بخاری نے ”وقال حجاج.....“ کہہ کر بیان فرمایا ہے، حجاج بن منہال،

حماد بن سلمہ سے نقل کرتے ہیں، حماد چار شیوخ سے نقل کرتے ہیں، ایوب، قتادہ، ہشام بن حسان اور

حبیب بن شہید..... یہ طریق مرفوع ہے لیکن موصول نہیں، امام نے اس کو تعلیق کے طور پر ذکر کیا ہے،

امام طحاوی اور بیہقی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۶۴)۔

③ تیسرا طریق امام نے ”وقال غير واحد عن عاصم.....“ سے نقل فرمایا ہے، حافظ ابن

حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”غير واحد“ کا مصداق سفیان بن عیینہ ہے، امام احمد نے ان کے نام کی تصریح

کے ساتھ یہ حدیث نقل فرمائی ہے (۶۵)۔

(۶۲) فتح الباری: ۹/۷۳

(۶۳) فتح الباری: ۹/۷۳۔ ان کی وفات حضرت عثمان یا حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئی، دیکھیے الإصابة: ۲/۶۲۔

(۶۴) فتح الباری: ۹/۷۳۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۷۳۸۔

یہ طریق بھی مرفوع ہے لیکن امام نے اس کو تعلیقاً نقل کیا ہے، اس تعلیق میں حصہ بنت سیرین ”رباب“ سے نقل کرتی ہیں۔ یہ رباب بنت صُلَیْع، حضرت سلمان بن عامر کی بھتیجی ہیں (۶۶)۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (۶۷)، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں ان کے متعلق ”مقبولة“ کے الفاظ لکھے ہیں (۶۸)۔ علامہ ذہبی نے انہیں ”مجبولات“ کے ضمن میں ذکر کیا ہے (۶۹) صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلیق ہے (۷۰)۔

امام مسلم کے علاوہ باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں (۷۱)۔
 ④ چوتھا طریق امام بخاری نے یزید بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے، یہ بھی تعلیق ہے، امام طحاوی نے اسے موصلاً نقل فرمایا ہے (۷۲)۔

ترجمة الباب سے مناسبت

ذکر کردہ ان چار طرق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جو الفاظ ”مع الغلام عقیقة“ کے نقل کیے ہیں، ان کی ترجمة الباب سے بظاہر کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔
 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حماد بن زید کا جو طریق امام نے موصلاً نقل کیا ہے، وہ یہاں مختصر ہے، امام احمد نے اسے تفصیلاً نقل کیا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی متن حدیث میں شامل ہیں ”فأهريقوا عنه دماً، وأميطوا عنه الأذى“ (۷۳)۔

(۶۶) تہذیب الکمال: ۱۷۱/۳۵۔

(۶۷) کتاب الثقات: ۲۴۴/۴۔

(۶۸) تقریب التہذیب: ۷۳، رقم الترجمة: ۸۵۸۲۔

(۶۹) میزان الاعتدال: ۴/رقم الترجمة: ۱۰۹۵۳۔

(۷۰) فتح الباری: ۹/۷۳۸۔

(۷۱) تہذیب الکمال: ۱۷۱/۳۵۔

(۷۲) فتح الباری: ۹/۷۳۸۔

(۷۳) فتح الباری: ۹/۷۳۷۔

اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ بسا اوقات مختصر روایت ذکر کرتے ہیں، جب کہ ترجمۃ الباب کا ثبوت تفصیلی روایت سے ہوتا ہے۔

وقال أصبغ : أخبرني ابن وهب . عن جرير بن حازم . عن أيوب السخيتاني . عن محمد بن سيرين : حدثنا سلمان بن عامر الضبي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : (مع الغلام عقيقة . فأهريقوا عنه دماً . وأميطوا عنه الأذى) .

یہ بعض حضرات کے نزدیک تعلیق ہے، کیونکہ امام بخاری نے ”حدثنی“ یا ”أخبرنی“ نہیں فرمایا۔

ہے۔

اور اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ اصغ سے چونکہ امام بخاری صحیح بخاری میں بکثرت روایات نقل کرتے ہیں، اس لیے یہ صورتاً اگرچہ تعلیق ہے لیکن درحقیقت موصول ہے (۷۴)۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کے ساتھ ایک عقیقہ یعنی ایک بکری ہے، لہذا تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے اذی کو دور کرو۔

مع الغلام عقیقة

حضرت حسن اور حضرت قتادہ نے اس کے مفہوم مخالف سے استدلال کر کے فرمایا کہ لڑکی کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

جمہور کے نزدیک دونوں کا عقیقہ کیا جائے گا، جمہور ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں لڑکی کے عقیقہ کا حکم دیا گیا ہے جن کی تفصیل گذر چکی ہے (۷۵)۔

(۷۴) فتح الباری: ۹/۷۳

(۷۵) فتح الباری: ۹/۷۳۹

فأهر يقواعنه دما

تم لڑکے کی طرف سے مخون بہاؤ، اس میں ”دم“ مبہم ہے، جمہور کے نزدیک لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے جیسا کہ روایات میں گذر چکا ہے کہ ”عن الغلام شاتان، وعن الجارية شاة“ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی جائے گی۔

وہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے عقیقہ کے سلسلے میں وارد ہونے والی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عقی عن الحسن والحسین کبشا کبشا۔“ لیکن یہ بات پہلے تفصیل سے آچکی ہے کہ ان روایات میں اضطراب ہے بعض میں ”کبشا“ اور بعض میں ”کبشین“ کا ذکر ہے، اس لیے اس سے غلام کے لیے ایک کبش پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، جب کہ کئی روایات میں ”عن الغلام شاتان“ کی تصریح آچکی ہے۔

أمیطوا عنه الأذی

أمیطوا بمعنی أزیلوا: ازا کل کرو، ہٹاؤ، اذی کے بارے میں تین قول ہیں۔

- ① مشہور قول یہ ہے کہ اس سے وہ بال مراد ہیں جو بچے کے سر پر ولادت کے وقت ہوتے ہیں۔
- ② دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ خون مراد ہے جو زمانہ جاہلیت میں عقیقہ کرتے وقت بچے کے سر پر ڈال دیا جاتا تھا، جس بکری یا جانور کو عقیقہ میں ذبح کرتے تھے، اس کا خون بچے کے سر پر ڈال دیا کرتے تھے (۷۶)۔

اسلام نے اس کی ممانعت کر دی کہ اس طرح بچے کے سر پر خون نہ بہلایا جائے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

- ③ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”اذی“ سے ختنہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ عقیقہ کے ساتھ بچے

کا ختمہ بھی کر لیا کرو (۷۷)۔

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۷۸)۔

۵۱۵۵ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ . عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ قَالَ : أَمَرَنِي ابْنُ سِيرِينَ أَنْ أَسْأَلَ الْحَسَنَ : مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيثَ الْعَقِيقَةِ ؟ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ .

یہ عبد اللہ بن محمد بن ابی الاسود ہیں، ابوالاسود کا نام حمید ہے، قریش بن انس کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ آخر عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، ان کے اختلاط کا یہ دور سن ۲۰۳ھ سے ۲۰۶ھ تک رہا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”فمن سمع منه قبل ذلك فسماعه صحيح“ (۷۹)۔

اور علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ولعل سماع شيخ البخاري عن قریش كان قبل الاختلاط“ (۸۰)۔

قریش کے شیخ حبیب بن شہید ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت حسن بصری سے پوچھوں کہ انھوں نے عقیقہ کی حدیث کن سے سنی ہے؟ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا ”سمرو بن جندب سے“۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا ”لا يصح للحسن سماع عن سمرة إلا حديث العقیقة وحده“ (۸۱)۔

(۷۷) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

(۷۸) (۵۱۵۳) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی العقیقة: ۲۷۸/۱۔ وأخرجه أبو داود، فی کتاب الضحایا، باب فی العقیقة: ۳۶/۲، وأخرجه النسائی فی کتاب العقیقة: ۲/۸۷، وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الذبائح، باب العقیقة: ۲۲۸۔

(۷۹) فتح الباری: ۹/۷۴۰۔

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ ”سماع الحسن من سمرة صحيح“ یعنی صرف عقیقہ والی حدیث میں نہیں بلکہ دوسری روایات میں بھی حضرت حسن کا سماع حضرت سمرة بن جندب سے صحیح اور ثابت ہے (۸۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث عقیقہ ذکر نہیں فرمائی، حافظ فرماتے ہیں ”وكانه اكتفى عن إيرادہ بشهرته“ (۸۳)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے وہ روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”الغلام مرتہن بعقیقة، تذبح عنه يوم السابع، ويحلق رأسه، ويسمي“ امام ترمذی اس کے بعد فرماتے ہیں ”هذا حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم يستحبون أن يذبح عن الغلام العقیقة يوم السابع، فإن لم يتبها يوم السابع، فيوم الرابع عشر، فإن لم يتبها عرق عنه يوم إحدى وعشرين“ (۸۴)۔

مرتہن بعقیقة

مرتہن (تا اور ہاء کے فتح کے ساتھ) بمعنی رہن ہے یعنی نو مولود اپنے عقیقہ کی وجہ سے گروی اور مرہون ہوتا ہے، عقیقہ اس کے لیے لازمی ہے (۸۵)۔ اس کے چار مطلب مشہور ہیں۔

① امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ شفاعت کے متعلق ہے، مطلب یہ ہے اگر بچے کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا گیا اور وہ مر گیا تو والدین کے حق میں وہ سفارش نہیں کر سکے گا، اس کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے اس معنی کو سب سے عمدہ قرار دیا ہے (۸۶)۔

(۸۲) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

(۸۳) فتح الباری: ۹/۴۱۔

(۸۴) سنن الترمذی، کتاب الاضاحی، باب من العقیقة: ۳/۱۰۱، (رقم الحدیث: ۱۵۲۲)

(۸۵) یعنی العقیقة لازمة له، لا بد منها، فشبہہ بلزومها، وعدم انفكاكها منها بالرهن فی ید المرتہن۔

(۸۶) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

② دوسرے معنی ہیں مرہون بأذى شعرة یعنی بالوں کی اذی اس کے ساتھ رہتی ہے یہاں تک عقیقة کے وقت اس کے بال صاف کر دیے جاتے ہیں (۸۷)۔

③ علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملے سے عقیقة کا لزوم اور وجوب بتلانا مقصود ہے، اس لیے کہ کوئی شے جب مرہون ہوتی ہے تو وہ مرتہن کے قبضے میں ہوتی ہے اور مرتہن رکھوانے کے لیے دین و قرض ادا کیے بغیر اس سے انتفاع ممکن نہیں ہوتا، انتفاع کے لیے دین کا ادا کرنا روری ہے تو جس طرح اداء دین لازم ہے، اسی طرح عقیقة بھی لازم ہے۔

④ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ”تحفة الودود فی أحکام المولود“ میں فرمایا کہ غلام کا اپنے بچے میں مرہون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے، بیٹ میں آتا ہے ”مامن مولود إلا ویمسہ الشیطان“ اسی لیے پیدائش کے بعد بچہ رونے لگتا ہے جب تک بچے کا عقیقة نہیں کیا جاتا وہ شیطان کے تسلط سے آزاد نہیں ہوتا، عقیقة کرنے کے بعد وہ شیطانی لطف کے آثار سے آزاد اور محفوظ ہو جاتا ہے۔

يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ

ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا، ”يُذْبَحُ“ مجہول ہے۔ باپ ذبح کرے گا، ورنہ جن کے ذمہ بچے کا نفقہ ہے وہ ذبح کریں گے (۸۸)۔ اس جملے سے استدلال کر کے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقیقة ساتویں دن کے ساتھ موقت اور خاص ہے، ساتویں دن سے پہلے اگر کوئی کرے گا تو نہیں گا اور ساتویں دن گزرنے کے بعد فوت ہو جائے گا (۸۹)۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساتواں دن اختیار کے لیے ہے، تعین و تحدید کے لیے نہیں، لہذا اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگرچہ مختار ساتواں دن ہے (۹۰)۔

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۷۳۳۔

(۸۹) فتح الباری: ۹/۷۳۲۔

(۹۰) فتح الباری: ۹/۷۳۲۔

اگر سابع اول میں فوت ہو گیا تو سابع ثانی یعنی چودھویں تاریخ کو کیا جائے، سابع ثانی میں بھی نہیں ہوا تو سابع ثالث یعنی اکیسویں تاریخ کو کرے (۹۱)۔

بچے کی ولادت کا دن ان سات دنوں میں شمار نہیں ہوگا، امام مالک رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ولادت کے دن کے بعد ولادت پہلا دن شمار کیا جائے گا، ہاں اگر بچہ طلوع فجر سے پہلے پیدا ہوا ہو یعنی رات کو پیدا ہوا ہو تو اگلے دن شمار ہوگا (۹۲)۔

سابع اول (ساتواں دن) سابع ثانی (چودھواں دن) اور سابع ثالث (اکیسواں دن) ان تین میں عقیقہ کرنا مختار ہے، اس کے بعد کے اسابع میں بھی بالغ ہونے سے پہلے کیا جاسکتا ہے، البتہ بالغ ہونے کے بعد پھر عقیقہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، کوئی دوسرا اس کی طرف سے عقیقہ نہیں کر سکتا، ہاں اگر خود اپنی طرف سے اپنا عقیقہ کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے (۹۳) کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا تھا، یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس سے بعض علماء نے بالغ ہونے کے بعد خود اپنا عقیقہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے (۹۴)۔

حضرت محمد بن سیرین فرماتے تھے: ”لو أعلم أُنِي لم يعق عَمِي لعققت عن نفسي“ (۹۵)۔

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے ”إِذَا لَمْ يَعْقِ عَنْكَ فَعَقِ عَنْ نَفْسِكَ وَإِنْ كُنْتَ

رجلاً“ (۹۵☆)

ویسمی

قتادہ کے اکثر شاگردوں نے اس کو ”ویسمی“ ہی نقل کیا ہے، اس کے دو معنی مشہور ہیں۔

(۹۱) فتح الباری: ۹/۷۴۲۔

(۹۲) عمدۃ الفقاری: ۸۹/۲۱، وفتح الباری: ۹/۷۴۲۔

(۹۳) شرح السہذ: ۸/۳۳۲۔

(۹۴) فتح الباری: ۹/۷۴۲۔

(۹۵) فتح الباری: ۹/۷۴۲۔

(۹۵☆) إعلاء السنن، کتاب الذمائم: ۱۷۱/۱۷۱۔

① ایک تویہ کہ عقیقہ کے وقت بچے کا نام رکھا جائے گا، اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔
 ② دوسرے یہ کہ ذبح کے وقت تسمیہ پڑھا جائے گا (۹۶)، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے قتادہ سے روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”وِیَسْمِیْ عَلٰی الْعَقِیْقَةِ، کَمَا یَسْمِیْ عَلٰی الْأُضْحِیَّةِ: بِسْمِ اللّٰهِ عَقِیْقَةُ فُلَانٍ“ (۹۷)۔

اور قتادہ کی اس روایت کے دوسرے طریق میں یہ الفاظ ہیں: ”اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلِکَ، عَقِیْقَةُ فُلَانٍ، بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ، ثُمَّ یَذْبَحُ“ (۹۸)۔
 لیکن ان دو معنوں میں پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں۔ البتہ قتادہ کے اصحاب میں سے ہمام نے اس لفظ کو ”یُدْمِی“ نقل کیا ہے۔

امام أبوداود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمام سے وہم ہوا ہے، اصل لفظ ”یَسْمِی“ ہے جیسا کہ قتادہ کے اکثر اصحاب نے نقل کیا ہے (۹۹)۔

لیکن امام أبوداود کی بات پر اس سے شبہ ہوتا ہے کہ ہمام سے جب ”یُدْمِی“ کی تشریح پوچھی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس کی رگوں سے بہنے والے خون کے سامنے روئی وغیرہ رکھ دی جاتی ہے اور خون سے تر ہونے کے بعد اسے بچے کے سر پر رکھ دیتے ہیں جس سے خون اس کے چہرے پر بہہ پڑتا ہے، اس عمل کو تدمیہ کہتے ہیں (۱۰۰) اور زمانہ جاہلیت میں لوگ عقیقہ کے وقت یہ عمل کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن حزم نے بھی ”المحلی“ میں امام أبوداود کے اس اعتراض کو وہم قرار دیا اور کہا کہ ”یُدْمِی“ وہم نہیں، بلکہ صحیح ہے۔

(۹۶) فتح الباری: ۹/۷۳۱۔

(۹۷) مصنف ابن ابی شیبہ: فتح الباری: ۹/۷۳۱۔

(۹۸) مصنف ابن ابی شیبہ: فتح الباری: ۹/۷۳۱۔

(۹۹) سنن ابی داود، کتاب العقیقة، کتاب الأضاحی، باب (رقم الحدیث: ۲۸۳۸)

(۱۰۰) فتح الباری: ۹/۷۳۱۔

ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ، عطاء، حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ سے تدمیہ کے اس عمل کا استحباب نقل کیا ہے (۱۰۱)۔

ابن المنذر نے صرف حضرت حسن اور حضرت قتادہ سے استحباب نقل کیا ہے (۱۰۲)۔
لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری سے سند صحیح کے ساتھ تدمیہ کی کراہت کا قول نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں ”تدمیہ“ کا یہ عمل مشروع تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔ اس عمل کے نسخ پر چند احادیث دلالت کرتی ہیں۔

① ابن حبان نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل فرمائی ہے ”کانوا فی الجاہلیۃ إذا عقوا عن الصبی، خضبوا قطنۃ بدم العقیقۃ، فإذا حلقوا رأس الصبی، وضعوها علی رأسه، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اجعلوا مکان الدم خلوقاً“ (۱۰۴) اور ابوالشیخ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: ”ونہی أن یمس رأس المولود بدم“ (۱۰۵)۔

② ابن ماجہ نے یزید بن عبداللہ مزیٰ کی روایت نقل کی ہے: ”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یعق عن الغلام، ولا یمس رأسه بدم“ (۱۰۶)۔

یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ یزید بن عبداللہ تابعی ہیں، صحابی نہیں (۱۰۷)۔

③ امام ابوداؤد اور حاکم نے بھی حضرت عائشہؓ کی روایت کے مثل ایک روایت عبداللہ بن بریدہ

(۱۰۱) فتح الباری: ۹/۷۳۱ نیز دیکھیے المعلی لابن حزم، کتاب العقیقة: ۶/۲۳۶

(۱۰۲) فتح الباری: ۹/۷۳۱۔

(۱۰۳) مصنف ابن ابی شیبہ: ۹/۷۳۲۔

(۱۰۴) الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب الأطعمة، باب العقیقة، ۸/۳۵۵ (رقم الحدیث: ۵۲۳۸)

(۱۰۵) فتح الباری: ۹/۷۳۱۔

(۱۰۶) سنن اس ماجہ، کتاب الذبائح، باب العقیقة (رقم الحدیث: ۳۱۶۶)

(۱۰۷) مع الباری ۹/۷۳۱۔

سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں ہے ”فلما جاء الله بالإسلام، كننا نذبح شاة، ونحلق رأسه، ونلطحه بزعفران“ (۱۰۸)۔

یہ روایت اگرچہ مرفوع نہیں ہے، لیکن حضرت عائشہؓ کی حدیث کے لیے شاہد ہے (۱۰۹)۔ ان احادیث کی وجہ سے جمہور تدمیہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فالحق أن ذلك كان في أول الإسلام، ثم نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنه كما في حديث يزيد بن عبد الله المزني، وبريدة الأسلمي“ (۱۱۰)۔

فائدہ

عقیقہ میں بکری یا بکرا ذبح کرنا سنت ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس بکری کی ہڈیاں نہ توڑنی جائیں، اس کا گوشت خود بھی کھائیں، صدقہ بھی کریں اور اقرباء و احباب کو بھی کھلائیں، حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں اس کی تصریح وارد ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کی ہے (۱۱۱) بکری کے علاوہ گائے، اونٹ وغیرہ سے عقیقہ تو ہو جائے گا لیکن وہ افضل نہیں ہے، افضل شاة ہے، دنبہ وغیرہ بھی شاة کے حکم میں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں عقیقہ کی مشروعیت کی کئی مصلحتیں اور فوائد بیان کیے ہیں:

① ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے بچے کا نسب معاشرہ میں خوب متعارف ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا بچہ ہے۔

(۱۰۸) سنن أبی داود، کتاب الأضاحی، باب العقیقہ، رقم الحدیث: ۲۸۴۳۔ والمستدرک للحاکم، کتاب الذبائح والعقیقہ: ۳/۲۳۸۔

(۱۰۹) فتح الباری: ۹/۷۴۱۔

(۱۱۰) إعلاء السنن: ۱۷/۱۲۱۔

(۱۱۱) المستدرک للإمام الحاکم: ۳/۲۳۸۔ وأقره الذہبی۔

② اس سے سخاوت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، مال کی محبت، بخل اور کنجوسی کی مذموم صفت پر ضرب پڑتی ہے۔

③ یہ خوشی کا موقع ہوتا ہے، عقیقہ میں اس خوشی پر شکر ادا کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

④ عقیقہ بچے کے لیے خیر و بھلائی اور برکت پر مشتمل دعاؤں کا سبب بھی ہے کیونکہ عقیقہ کا گوشت مساکین اور فقراء کو کھلانے سے ان کے دل سے دعائیں نکلیں گی جو بچے کے لیے برکت و بھلائی کا ذریعہ بنیں گی (۱۱۲)۔

۳ - باب : الفرع

۵۱۵۶ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ : عَنْ أَبِي الْمُسَيْبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ) .
وَالْفَرْعُ : أَوَّلُ التَّنَاجِ ، كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لَطَوَاعِيهِمْ ، وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ . [۵۱۵۷]

۴ - باب : العتيرة

۵۱۵۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ الزُّهْرِيُّ : حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ) .
قَالَ : وَالْفَرْعُ : أَوَّلُ تَنَاجٍ كَانَ يُبْتِغُ لَهُمْ ، كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لَطَوَاعِيهِمْ . وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ [۵۱۵۶]

فرع اونٹنی کے اس پہلے بچے کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا (۱۱۳)۔

اور عتیرہ اس ذبیحہ کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں ماہِ رجب کے پہلے عشرہ میں لوگ کرتے تھے،

(۱۱۲) حجة الله البالغة: ۲/۳۱۲۔

(۵۱۵۶) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في باب العتيرة (رقم الحديث: ۵۱۵۷) وأخرجه مسلم في كتاب

الأضاحي باب الفرع والعتيرة (رقم الحديث: ۱۹۷۶) وأخرجه الترمذي في كتاب الأضاحي باب الفرع

والعتيرة (رقم الحديث: ۱۵۱۲)

(۱۱۳) عمدة القاري: ۲/۸۸۔

اس کو ”رجیہ“ بھی کہتے ہیں (۱۱۳)۔

* احادیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرغ اور عتیرہ کی نفی فرمائی ہے۔
غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بالاتفاق حرام ہے، البتہ عتیرہ اور فرغ اللہ کے نام اب کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے استحباب منقول ہے، حضرت ابن سیرین رجب میں عتیرہ ذبح کرتے تھے،
امام طحاوی نے ”مشکل الآثار“ میں حضرت ابن عمرؓ سے بھی عتیرہ کا ثبوت نقل کیا ہے (۱۱۵)۔
کئی احادیث سے فرغ اور عتیرہ کا جواز معلوم ہوتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

① امام نسائی رحمہ اللہ نے حارث بن عمرو سے روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک آدمی نے عتیرہ اور
فرغ کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ”من شاء عتیر، ومن شاء لم یعتیر، ومن شاء
فرغ، ومن شاء لم یفرغ“ (۱۱۶)۔

② امام نسائی نے ایک روایت نقل فرمائی ہے، ابوذر بن لقیط بن عامرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم سے دریافت کیا ”یا رسول اللہ انا کنا ندبح الذبائح فی الجاہلیۃ فی رجب، فما کُل، و نطعم
من جاءنا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا بأس بہ“ (۱۱۷)۔

③ طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ سے عتیرہ کے
بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”حی حق“ (۱۱۸)۔

④ معجم اوسط میں یزید بن عبد اللہ مزیؓ سے روایت ہے ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال فی الإبل فرغ، وفی الغنم فرغ“ (۱۱۹)۔

(۱۱۳) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

(۱۱۵) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

(۱۱۶) سنن النسائی، کتاب الفرج والعقیرة، باب لافرج ولا عقیرة، (رقم الحدیث: ۴۵۵۲) ۴/۷۹۔

(۱۱۷) سنن النسائی، کتاب الفرج والعقیرة، باب فیسیر الفرج، (رقم الحدیث: ۴۵۵۷) ۴/۸۱۔

(۱۱۸) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔ وفتح الباری: ۴۶۶/۹۔

(۱۱۹) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔ وفتح الباری: ۴۶۶/۹۔

⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت محف بن سلیم کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ انھوں۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں کہتے ہوئے سنا ”یا ایہا الناس علی کل اہل بیت فی ک
عام أضحیة وعتیرة“ (۱۲۰)۔

⑥ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بیہ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے آواز دے کر کہ
”یا رسول اللہ، إنا كنا نعتز عتیرة فی الجاہلیة، فی رجب، فما تأمرنا؟ قال: اذبحوا للہ فی
أی شہر کان، قال: إنا كنا نفرع فرعا فی الجاہلیة، فما تأمرنا؟ فقال: فی کل سائمة فرع
قال أبو قلابة: السائمة مائة (۱۲۱)۔

یہ تمام احادیث فرع اور عتیرہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور امام شافعی کے لیے مستدل ہیں۔
لیکن جمہور علماء فرع اور عتیرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ قاضی عیاض اور علامہ حازی نے فرمایا کہ نبی کر
احادیث، اباحت کی احادیث کے لیے ناسخ ہیں (۱۲۲)، ابن المذر فرماتے ہیں:

”ومعلوم أن النهی لا یکون إلا عن شئی قد کان یفعل، ولا نعلم أن

أحدًا من أهل العلم یقول: إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نہا ہم

عنہما أی عن الفرع والعتیرة، ثم أذن فیہما“ (۱۲۳)۔

(۱۲۰) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، (رقم الحدیث: ۱۵۱۸) ۹۹/۳، عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔ وفتح الباری:
۷۳۶/۹۔

(۱۲۱) سنن أبی داؤد کتاب الأضاحی، باب فی العتیرة، (رقم الحدیث: ۲۸۳۰) ۱۰۳/۳۔

(۱۲۲) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

(۱۲۳) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

٧٥ - كتاب الذبائح والصيد

کتاب الذبائح والصيد (الأحادیث: ۵۱۵۸-۵۲۲۴)

کتاب الذبائح والصيد میں اڑتیس ابواب اور ترانوے (۹۳) احادیث ہیں، ان میں سے اکیس احادیث معلق اور بقیہ موصول ہیں، ۷۹ احادیث مکرر ہیں اور چودہ احادیث کی پہلی بار اس میں تحریر کی گئی ہے، نو حدیثیں متفق علیہ ہیں، کتاب الذبائح میں صحابہ اور تابعین وغیرہ کے چوالیس آثار ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۵ - کتاب الذبائح والصيد

ذبائح ذبیحہ کی جمع ہے، ذبیحہ مذبوحة کے معنی میں ہے، وہ جانور جس کو ذبح کیا جائے (۱)۔

صيد باب ضرب کا مصدر ہے اور اسم مفعول صید کے معنی میں ہے، وہ جانور جس کا شکار کیا

جائے (۲)۔

۱ - باب : التسمیة علی الصيد

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُذَكِّرْكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ ثَلَاثَةَ أَثَدِيكُمْ وَرِمَاخُكُمْ»
الآيَةُ / المائدة : ۹۴ /

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : «أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ» / المائدة : ۱ / وَقَوْلِهِ
اللَّهُ تَعَالَى : «حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ - إِلَى قَوْلِهِ - فَلَا تَحْسِبُوهُمْ وَأَخْسَبُونَ» / المائدة : ۳ /
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «الْعُقُودُ» / المائدة : ۱ / : «الْعُقُودُ - مَا أُحِلَّ وَحُرِّمَ - إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ» :
الْخَزِيرَةُ - «يُخْرِمُكُمْ» / المائدة : ۲ / : «يَحْمِلُكُمْ» / المائدة : ۲ / : «عَدَاوَةُ» / المائدة : ۲ / : «الْمُنْحَنَةُ» :
تُحْنَقُ فَمُوتُ - «الْمُوقُودَةُ» : تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ يَقْدَمُهَا فَمُوتُ - «وَالْمُرْدِيَّةُ» : تَرْدَى مِنَ الْجَبَلِ -
«وَالطَّيْحَةُ» تُطْلَعُ الشَّاةُ ، فَمَا أَذْرَكَهُ يَتَحَرَّكُ بِذَنَبِهِ أَوْ بِعَيْنِهِ فَأَذْبَحَ وَكُلَّ .

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے شکار پر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنے کا وجوب بیان کیا ہے۔

بعض نسخوں میں یہاں ”باب“ نہیں ہے، ابتدا میں قرآنی آیات امام نے معمول کے مطابق ذکر

فرمائی ہیں، ابتدائی تین آیات سورۃ مائدہ میں ہیں، پہلی آیت ہے:

(۱) عمدة القاری: ۲۱/۹۰۔

(۲) إرشاد الساری: ۱۲/۲۲۸۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيْلُونَكُمْ اللَّهَ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ أَيْدِيكُمْ
وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بِهِ فَعَدَّ ذَنْبًا
عَلَيْهِ﴾ (١).

(١) (لَيْلُونَكُمْ) لِيُخَبِّرَنَّ التَّزَامُكُم لِأَمْرِ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَنَهْيِهِ . (بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ) بِإِرْسَالِ بَعْضِ الْحَيَوَانَاتِ الْبَرِيَّةِ الَّتِي يَحُلُّ صَيْدَهَا وَأَكْلَهَا (تَنَالَهُ رِمَاحُكُمْ وَأَيْدِيكُمْ) وَالْمَعْنَى : يَبْعَثُهُ عَلَيْكُمْ بِحَيْثُ يَصْبَحُ فِي مَتَاوَلِ أَيْدِيكُمْ . وَلَا يَكْتَلِكُمْ كَبِيرٌ مُشَقٌّ لِلْحَصُولِ عَلَيْهِ ، بَلْ يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَمْسَكَ يَدَهُ ، أَوْ يَمْسَحَ بِرِمَحِهِ وَالرَّمْحَ فِي يَدِهِ . (الْآيَةُ) وَتَمَتُّهَا : «لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بِهِ ذَنْبٌ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ» . لِيَتَمَيَّزَ مَنْ يَرِيفُ اللَّهَ فِي السِّرِّ وَالْعَلَنِ ، وَمَنْ تَهَارَ عَزِيمَتُهُ أَمَامَ عَرَضِ الدُّنْيَا وَشَهْوَةِ النَّفْسِ وَيَتَجَاوَزُ حُدُودَ شَرْعِ اللَّهِ تَعَالَى . فَيَقْعُ فِي سَخَطِهِ وَالْإِيمِ عِقَابِهِ . (بِهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ) هِيَ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ وَمَا يَشَابِهُهَا مِنَ الْحَيَوَانَاتِ الْوَحْشِيَّةِ . (إِلَّا مَا يَتَلَىٰ عَلَيْكُمْ) إِلَّا مَا سَدَّكَرَ نَعْمَ تَحْرِيمِهِ . وَتَمَتُّ الْآيَةِ : «غَيْرُ مُجْلِي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حَرَمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ» أَيُّ أَحَلَّلْنَا لَكُمْ الْأَنْعَامَ فِي حَالِ امْتِنَاعِكُمْ مِنْ صَيْدِ الْخَيْلِ وَالْأَسَدِ وَأَنْتُمْ مُحَرَّمُونَ . فَلَا يُخَوِّزُ لِلْمَحْرَمِ أَنْ يَقْتُلَ صَيْدًا فِي حَالِ إِحْرَامِهِ مُضْطَرًا . (الْمَتَى) هِيَ كُلُّ حَيَوَانٍ ذَهَبَ حَيَاتُهُ بِلَوْحٍ شَرْعِي . (إِلَى قَوْلِهِ) وَتَمَتُّهَا : «وَالدَّمَ وَلَحْمُ الْخَيْزُورِ وَمَا أَهْلٌ يَغْيِرُ اللَّهَ بِهِ وَالْمُخْخِيفَةُ وَالْمُوقُودَةُ وَالْمُتَرَدِّبَةُ وَالطَّيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّعْيُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَاكُمْ فَسَمَى الْيَوْمَ يَشَسُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَعْشَوْهُمْ وَاخْشَوْهُمُ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» . (أَهْلٌ لَغْيِرُ اللَّهَ) ذَكَرَ عَدَّ ذَبْحَهُ اسْمَ غَيْرِ اللَّهِ تَعَالَى : مِنَ الْإِهْلَالِ وَهُوَ رَفْعُ الصَّوْتِ . (وَمَا أَكَلَ السَّعْيُ) مَا أَكَلَ عَنْ حَيَوَانٍ مَفْتَرَسٍ لَهُ نَابٌ يَعْدُو بِهِ عَلَى النَّاسِ أَوْ الدَّوَابِّ . (إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ) إِلَّا مَا أَذَرَكْتُمُوهُ . (وَمَا تَسْقُ ذَكَرَهُ) وَفِيهِ حَيَاةٌ مُسْتَقَرَّةٌ فَلْيَذْبَحْنَاهُ ذَبْحًا شَرْعِيًّا . (النَّصَبُ) حِجَارَةٌ مُنْصُوبَةٌ حَوْلَ الْكَعْبَةِ . يَذْبَحُونَ عَلَيْهَا تَعْظِيمًا لَهَا وَتَقَرُّبًا لِأَصْنَامِهِمْ . وَقِيلَ : هِيَ الْأَصْنَامُ . وَالْمُرَادُ : مَا ذَبَحَ مِنْ أَجْلِهَا (تَسْتَقْسِمُوا) تَطْلُبُوا مَعْرِفَةَ مَا قَسَمَ لَكُمْ . (بِالْأَزْلَامِ) جَمْعُ زَلَمٍ . وَهِيَ قِطْعٌ خَشْيِيَّةٌ كُتِبَ عَلَى بَعْضِهَا أَفْعَلُ . وَبَعْضُهَا لَا تَفْعَلُ وَبَعْضُهَا مَهْمَلٌ . يَضْرِبُونَ بِهَا إِذَا أَرَادُوا الْقِيَامَ بِعَمَلٍ مَا . (فَسَمَى) خَرُوجُ عَنْ طَاعَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ . (يَشَسُّ) يَشَاوُ مِنَ الطَّعْنِ بِهِ أَوْ أَنْ يَرْجِعَكُمْ عَنْهُ . (تَخْشَوْهُمْ) تَخَافُوهُمْ . (أَكْمَلْتُ) بَيَّانُ مَا نَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ مِنَ الْأَحْكَامِ . (وَأَتَمَمْتُ) بِإِكْمَالِ الْآيَاتِ وَالشَّرِيعَةِ . (مَخْمَصَةٌ) مُجَاعَةٌ . (مُتَجَانِفٌ لِإِثْمِهِ) مَائِلٌ إِلَى الْخِلَافَةِ وَفَعَلَ مَا هُوَ مُحَرَّمٌ . (يَقْذَاهَا) يَشْتَعِلُهَا ضَرْبًا بَعْضًا أَوْ بِحَجَرٍ . (تَرْدَى) تَسْقُطُ مِنْ عَلْوٍ .

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہیں آزمائے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ (ظاہر طور پر بھی) معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پس جو شخص اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا ممنوع ہے، محرم کے آس پاس شکار کے جانور پھریں گے، اس کے ہاتھ اور نیزے دونوں کی زد میں شکار ہوگا، اب یہ ایک امتحان اور آزمائش کی گھڑی ہوگی جو اس آزمائش میں کامیاب ہو، وہ تو کامیاب رہا لیکن جس نے شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کی، اس کے لیے آخرت میں المناک عذاب ہے۔

دوسری آیت بھی سورۃ مائدہ کی ہے:

﴿وَأَحَلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةَ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحْلَىٰ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حَرَّمَ اللَّهُ بِحُكْمٍ مَا يُرِيدُ﴾

”تمہارے لیے چوپائے مویشی حلال کیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تم کو (آگے آیت میں) بتلا دیئے جائیں گے (کہ ان کا استعمال حلال نہیں) لیکن احرام کی حالت میں تم شکار کو حلال مت سمجھنا، اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں۔“

تیسری آیت بھی سورۃ مائدہ کی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكَ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخَنزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ وَمَا ذَبَحَ عَلَى النَّصَبِ وَ أَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقَ الْيَوْمَ يَتَسَاءَلُونَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تُخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنَ﴾

”تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو جانور گلا گھٹنے سے مر جائے، جو کسی ضرب سے

مر جائے اور جو اونچائی سے گر کر مر جائے اور جو کسی کی ٹکر (سینگ مارنے) سے مر جائے اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر (ان قسموں میں سے) جس کو تم نے (مرنے سے پہلے) ذبح کر لیا ہو (تو وہ حلال ہے) اور جو جانور غیر اللہ کی پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی حرام ہے کہ تم گوشت کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کرو، یہ گناہ کا کام ہے کفار آج تمہارے دین کے (مغلوب ہونے) سے ناامید ہو گئے ہیں، سو تم کفار سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو۔“

مذکور تینوں آیتوں کی مناسبت کتاب اور باب سے واضح ہے۔

وقال ابن عباس: العقود: العبود ما أحل وحرم۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت کریمہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ میں عقود سے وہ عہد مراد ہیں جو حلال اور حرام کے متعلق کیے جائیں اور ﴿إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ سے خنزیر وغیرہ مراد ہیں جن کا ذکر دوسری آیت میں کر دیا گیا ہے۔

يَجْرِمَنَّكُمْ: يحملنكم، شأن: عداوة

آیت کریمہ میں ہے ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ أَن صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ اس میں ”يجرمَنَّكم“، ”يحملنكم“ کے معنی میں ہے اور شأن عداوت کے معنی میں ہے یعنی کسی قوم کی عداوت تم کو مسجد حرام سے روکنے پر آمادہ نہ کر دے۔

المنخنقة.....

منخنقة سے وہ جانور مراد ہے جسے گلا گھونٹ کر مارا جائے، موقوفہ وہ ہے جس کو لاشی سے مارا جائے (چنانچہ عرب بولتے ہیں) یوقذھا فتموت اور متردية وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مر جائے، نطیحة وہ ہے جسے بکری اپنے سینگوں سے مارے۔

اگر تو اس کو دم ہلاتا ہو یا آنکھ پھڑکاتا ہو پائے (کہ زندگی کی رمتق اس میں موجود ہے) تو اسے ذبح کر کے کھالے۔

۵۱۵۸ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَيْدِ الْمُعْرَاضِ . قَالَ : (مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ . فَكَلَهُ . وَمَا أَصَابَ مَعْرُوبٍ فَهُوَ وَفِدٌ) . وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ . فَقَالَ : (مَا أُمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ . فَإِنْ أَخَذَ الْكَلْبُ ذِكَاةً . وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ أَوْ كِلَابِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ ، فَخَشِيتُ أَنْ يَكُونَ أَخَذَهُ مَعَهُ . وَفَدًا فَتَلَهُ فَلَا تَأْكُلْ . فَإِنَّمَا ذُكِرَتْ أَلَمَ اللَّهُ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تَذْكُرْهُ عَلَى غَيْرِهِ) . [ر : ۱۷۳]

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس کی دھار سے زخمی ہو جائے تو اس کو کھالے اور اگر اس کی چوڑائی سے زخمی ہو تو وہ موفودہ کے حکم میں ہے۔ اور میں نے آپ سے کتے کے شکار کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شکار آپ کے لیے روکے رکھے (اور خود اسے نہ کھائے) تو آپ اسے کھائیں اس لیے کہ کتے کا شکار کو اس طرح پکڑنا ذبح کرنا ہے اور اگر آپ اپنے کتے یا کتوں کے ساتھ کوئی دوسرا کتا پائیں اور آپ کو اندیشہ ہو کہ اس نے بھی اس کے ساتھ شکار پکڑ کر مارا ہے تو تم اس کو نہ کھاؤ، اس لیے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے، دوسرے کتے پر تو نہیں پڑھی ہے۔

معراض

معراض بروزن محراب ایک تیر کا نام ہے، جس کی تشریح اور تفسیر میں اہل لغت کے مختلف اقوال ہیں:

① امام خلیل نحوی اور اہل لغت کی ایک جماعت نے فرمایا سہم لاریش لہ ولا نصل یعنی ایسا تیر جس کے پر ہوتے ہیں نہ پیکان بے پر کا تیر۔

② ابن درید اور ابن سیدہ نے فرمایا: سہم طویل لہ أربع قذذرقاق، فإذا رمی بہ اعتراض۔ لہا تیر جس کے چار بادیک پر ہوتے ہیں، جب اسے پھینکا جاتا ہے تو وہ پر کھل جاتے ہیں۔

③ علامہ خطابی نے فرمایا: المعراض نصل عریض لہ ثقل ورزاة یعنی معراض چوڑا اور بھاری تیر ہوتا ہے۔

④ بعضوں نے کہا یہ ایک لکڑی ہوتی ہے جو دونوں طرف سے باریک اور درمیان سے موٹی ہوتی

ہے۔

۵ بعضوں نے کہا کہ ایک بھاری لکڑی ہوتی ہے جس کا سر ادھار والا ہوتا ہے، امام نووی نے اسی قول کو قوی قرار دیا (۷) مشہور پہلا قول ہے (۸)۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شکار کو اس کی دھار کی طرف لگی ہو تو وہ شکار جائز ہے لیکن اگر یہ تیر شکار کو چوڑائی میں لگا ہو تو پھر اس شکار کا کھانا جائز نہیں، وہ موقوذة کے حکم میں ہے، جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح کردی گئی ہے، وما اصاب بعرضه فهو وفيد..... وفيد بمعنى موقوذة ہے۔

کتے کے شکار کے جواز کی شرطیں

وسألتہ عن صيد الكلب، فقال: ما أمسك عليك، فكل

کلب کا اطلاق کتے پر بھی ہوتا ہے اور دوسرے درندوں پر بھی لغتاً اس کا اطلاق ہوتا ہے (۹)۔

کلب اور دوسرے درندے اگر شکار کریں تو وہ شکار کھانا تین شرطوں کے ساتھ جائز ہیں:

۱ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ معلّم اور تربیت یافتہ ہو۔

۲ دوسری شرط یہ ہے کہ شکار پر اسے بھیجتے ہوئے تسمیہ پڑھا ہو۔

۳ تیسری شرط یہ ہے کہ اس شکار سے کتے نے کھایا نہ ہو (۱۰)۔

(۷) مذکورہ اقوال و تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۳۹/۹، و عمدة القاری: ۹۲/۲۱۔

(۸) لسان العرب: ۳۴/۹، و تاج العروس: ۵۰/۵۔

(۹) تکملة فتح الملہم: ۳۸۲/۳۔

(۱۰) یہ تینوں شرطیں حدیث باب اور قرآن کی آیت سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، علامہ شامی نے پندرہ شرطیں

ذکر کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: (قوله بخمسة عشر شرطاً) خمسة في الصائد: وهو أن يكون من أهل الذكاة، وأن

يوجد منه إرسل، وأن لا يشاركه في الإرسال من لا يحل صيده، وأن لا يترك التسمية عامداً، وأن لا يشترك من

الإرسال، والأخذ بعمل آخر..... وخمسة في الكلب: أن يكون معلماً، وأن يذهب على سنن الإرسال، وأن

لا يشاركه في الأخذ ما لا يحل صيده، وأن يقتله جرحاً، وأن لا يأكل منه..... وخمسة في الصيد: أن لا يكون من

الحشرات، وأن لا يكون من نبات الماء إلا السمك، وأن يجمع نفسه بجناحيه أو قوائمه، وأن لا يكون متقرباً بنابه

أو مخبله، وأن يموت بهذا قبل أن يصل إلى ذبحه (رد المحتار: ۳۲۸/۵)۔

کلب معلّم کب ہوگا

شکار کے جواز کے لیے کلب کا معلّم اور سدھایا ہوا ہونا ضروری ہے البتہ وہ معلّم کب کہلائے گا، اس میں اختلاف ہے۔

امام احمد اور حضرات صاحبین کے نزدیک کلب کے معلّم ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اسے تین بار شکار کے لیے چھوڑا جائے اور تینوں بار وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لائے اور خود اس سے نہ کھائے، ایسا کلب معلّم کہلائے گا، امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے البتہ اس روایت میں تیسری بار کا شکار کھانا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں اس طرح کی کوئی تحدید نہیں ہے، یہ معتبلی بہ کی رائے پر موقوف ہے، جب صائد کو ظن غالب ہو جائے کہ کتا معلّم بن گیا ہے تو اس کے ظن غالب کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔

حضرات شوافع اس میں عرف کا اعتبار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عرف میں جو کلب معلّم سمجھا جائے گا، شرعاً وہ معلّم کہلائے گا اور اس کا شکار کھانا درست ہوگا (۱۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ تعلیم کلب میں ترک اکل کا اعتبار نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ کتا بلائے سے آئے اور بھگانے سے بھاگ جائے، یہی اس کے معلّم ہونے کے لیے کافی ہے، وہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ، فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ“ (۱۲)۔

جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ”وَإِنْ أَكَلَ“ کا اضافہ داؤد بن عمر کا تفرّد ہے اور داؤد کو ائمہ جرح و تعدیل نے ضعیف قرار دیا ہے (۱۳)۔

(۱۱) مذکورہ مذاہب کے لیے دیکھیے، مغنی لابن قدامة: ۵۴۳/۸، وهدایة: کتاب الصيد والذبائح: ۵۰۳/۳، والمجموع شرح المہذب: ۱۰۷/۹۔

(۱۲) سنن أبی داؤد، کتاب الصيد، باب فی الصيد (رقم الحدیث: ۲۸۵۲) ۱۰۹/۳۔

(۱۳) دیکھیے إعلاء السنن: ۱۸/۴۶۔

نیز یہ اضافہ، حضرت عدی بن حاتم کی حدیث باب سے متعارض بھی ہے کیونکہ اس کے بعض طرق میں تصریح ہے ”فإن أكل، فلا تأكل، فإني أخاف أن يكون إنما أمسك على نفسه۔“ اور ثقہ کے مقابلہ میں ضعیف راوی کا اضافہ قبول نہیں کیا جاتا ہے (۱۴)۔

پھر امام ابو حنیفہ، امام احمد کے نزدیک ترک اکل کی یہ قید کتے اور دوسرے شکاری ورنڈوں کے متعلق ہے لیکن باز اور شاہین وغیرہ میں یہ شرط نہیں ہے، اس کے معلم ہونے کے لیے صرف یہ شرط ہے کہ وہ بلانے سے آجائے (۱۵)۔

امام شافعی رحمہ اللہ اس میں بھی ”ترك اكل“ کی قید لگاتے ہیں اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے مجالد کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ما علمت من كلب أوباز، ثم أرسلته، وذكر اسم الله، فكل مما أمسك عليك، وإن قتل؟ قال: إذا قتله، ولم يأكل منه شيئاً، مما أمسك عليك“ (۱۶)۔

حضرات حنفیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ”باز“ کا ذکر مجالد کا تفسر ہے، مجالد ضعیف راوی ہیں، انھوں نے حفاظ کی مخالفت کی ہے (۱۷)، یہ حضرات اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں سند صحیح متصل کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے ”إذا أرسلته، فقتل، فكل، فإن الكلب إذا ضربته لم يعد، وإن تعليم الطير أن يرجع إلى صاحبه، وليس يضرب، إذا أكل من الصيد، وتنف من الريش، فكل“ (۱۸)۔

(۱۴) تکملة فتح الملهم: ۳/۳۸۲۔

(۱۵) تکملة فتح الملهم: ۳/۳۸۲۔

(۱۶) سنن أبی داؤد، کتاب الصيد والذبائح، باب فی الصيد: ۳/۱۰۹۔ (رقم الحديث: ۲۸۵۱)

(۱۷) تکملة فتح الملهم: ۳/۴۸۳۔

(۱۸) کتاب الآثار، باب صيد الكلب: ۱۳۹۔ کتاب الآثار کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”وما أمسك عليك كلبك إن كان عالمًا، فكل، فإن أكل فلا تأكل منه، وإنما أمسك على نفسه، وأما الصفر والبازي، فكل وإن أكل، فإن تعليمه إذا دعوته أن يحينك ولا يستطيع ضربه حتى يدع الأكل۔“

ذبیحہ اور شکار کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ذبیحہ اور شکار کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے حکم میں اختلاف ہے:

① حضرات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک عداً بسم اللہ چھوڑ دینے سے ذبیحہ اور شکار حلال نہیں ہوگا، البتہ اگر نسیاناً تسمیہ ترک ہو گیا تو ذبیحہ اور شکار حلال ہوگا، ان کے نزدیک صحت ذبیحہ اور شکار کے لیے تسمیہ شرط ہے لیکن قصد و عمدہ کی حالت میں، نسیان کی حالت میں نہیں (۱۹)۔

② امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ذبیحہ میں یہی مسلک ہے البتہ شکار میں ان کے نزدیک تسمیہ عمدہ اور نسیان دونوں حالتوں میں شرط ہے اور ایک روایت میں وہ شکار میں بھی فرق کرتے ہیں چنانچہ ارسال سہم (تیر مارنے میں) میں تو نسیان کو جائز قرار دیتے ہیں، ارسال کلب میں نہیں (۲۰)۔

③ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تسمیہ علی الذبیحہ اور تسمیہ علی الصيد مسنون ہے، واجب نہیں، لہذا ترک تسمیہ چاہے عمدہ یا نسیاناً، ذبیحہ اور شکار حرام نہیں ہوگا (۲۱)۔

لیکن ان کے مسلک میں اتنی تفصیل بھی ہے کہ ذبیحہ کے وقت عداً بسم اللہ ترک کرنے والے نے تہاون کی وجہ سے اور معمولی سمجھ کر بسم اللہ ترک نہ کی ہو، اتفاقاً ایک آدھ دفعہ تسمیہ ترک کر دیا ہو، تاہم اگر اس نے بسم اللہ کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑا، یا ترک تسمیہ کا معمول بنادیا تو ایسی صورت میں ان کے نزدیک بھی ذبیحہ حلال نہیں ہوگا (۲۲)۔

دلائل جمہور

① جمہور کا پہلا استدلال قرآن کریم کی آیت ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ سے ہے۔ اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت میں ہے ﴿وَإِذْ كُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾۔

(۱۹) المغنی لابن قدامة: ۸/۵۶۵۔

(۲۰) المغنی لابن قدامة: ۸/۵۶۵۔

(۲۱) شرح مسلم للنووی: ۲/۱۳۵، وقلیوبی و عمیرہ: ۴/۲۳۵۔

(۲۲) کتاب الأم، باب ذبائح اہل الکتاب: ۲/۱۳۱۔

② آگے حضرت ابو ثعلبہ خنی رضی اللہ کی روایت آرہی ہے، اس میں ہے ”وما صیدت بقوسک فذکرت اسم اللہ فکل، وما صیدت بکلبک المعلن فذکرت اسم اللہ فکل۔“

③ رافع بن خدیج کی روایت بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے ”ما انهر الدم، و ذکر اسم اللہ علیہ، فکل، نس السس والظفر۔“

البتہ نسیان کی حالت میں ترک تسمیہ سے مندرجہ ذیل احادیث کی وجہ سے ذبیحہ حرام نہیں ہوگا:

① بیہوشی اور وار قطنی نے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت نقل کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”المسلم یکفیه اسمہ، فإن نسی أن یسمی حین یذبح، فلیسم، ولیدکر اسم اللہ علیہ، ثم لیساکل“ (۲۳)۔

② وار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ”الرجل منا یذبح ونسی أن یسمی اللہ؟ قال: اسم اللہ فی فم کل مسلم“ (۲۴)۔

③ عبد بن حمید نے راشد بن سعد سے مرسل روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ذبیحۃ المسلم حلال، سمی أولہ یسم، مالم یتعمد، والصيد كذلك“ (۲۵)۔

امام شافعیؒ کا استدلال

امام شافعی رحمہ اللہ قرآن کریم کی آیت ﴿إِلَّا مَا ذَكَّمْكُمْ﴾ سے استدلال کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس میں تذکیہ کا ذکر ہے اور اس کے لیے تسمیہ کی شرط نہیں لگائی گئی ہے، تذکیہ لغت میں فتح و شق کو

(۲۳) إعلاء السنن: ۶۷/۱۷، وأخرجه الحاكم في المستدرک: ۲/۲۳۳، موفقا علی ابن عباس، نیز دیکھیے

نصب الروایۃ للزیلعی: ۲/۲۶۱۔

(۲۴) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۲/۲۹۵۔

(۲۵) اندر المشور: ۳/۳۲۔

کہتے ہیں (۲۶)۔

جہور فرماتے ہیں کہ یہاں تذکیہ سے شرعی تذکیہ مراد ہے، جس میں تسمیہ شرط ہے، لغوی تذکیہ مراد نہیں، اگر کسی شکار کو درندہ مار دے اور کوئی مرنے کے بعد اسے ذبح کر دے تو وہ بالاتفاق حلال نہیں، حالانکہ وہاں لغوی تذکیہ پایا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ شرعی تذکیہ نہیں پایا جاتا، اس لیے وہ میت کے حکم میں ہے، حلال نہیں، معلوم ہوا ”إلا ما ذکبتم“ میں تذکیہ سے شرعی تذکیہ مراد ہے (۲۷)۔

امام شافعی رحمہ اللہ حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں، جس میں ہے:

”إِنْ قَوْمًا قَاتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ قَوْمًا يَأْتُونَنا بِاللَّحْمِ

لَا نَدْرِي أَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟ فَقُلْ: سَمَوْا عَلَيْهِ أُنْتُمْ وَكُلُوهُ، قَالَتْ:

وَكُنَّا نَحْدِثُ عِنْدَ الْكَفَرِ“ (۲۸)۔

”یعنی ہمارے پاس کچھ نو مسلم گوشت لاتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ

انھوں نے ذبیحہ کے وقت بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”تم بسم اللہ

پڑھو اور کھاؤ“۔

لیکن یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کا مستدل ہونے میں صریح نہیں، کیونکہ اس میں یہ کہا گیا ہے

کہ تم بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ، مقصد یہ ہے کہ جب مسلمان گوشت لایا ہے تو اس کے بارے میں خواہ خواہ

بدگمانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے، حسن ظن سے کام لینا چاہیے، جب تک صراحت ترک تسمیہ عدا معلوم نہ

ہو جائے، بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔

لہذا اس حدیث سے ترک تسمیہ عدا میں ذبیحہ کی حلت پر استدلال کرنا درست نہیں (۲۹)۔

(۲۶) شرح مسلم لنووی ۲/۱۳۵۔

(۲۷) إحداء السنن: ۱۷/۵۷۔

(۲۸) یہ روایت آگے بخاری میں آئی ہے۔

(۲۹) مرقات شرح مشکاة، کتاب الصيد والذبائح: ۸/۱۱۱، ونکستہ فتح التسمیہ: ۳/۲۸۵۔

۲ باب : صید المِعْرَاضِ .

وقال ابن عمر في المقتونة بالبندقية : تلك الموقودة .

وكرهه سالم والناسم ومجاهد وإبراهيم وعطاء والحسن .

وتكره الحسن : رمي البندقية في القري والأمصار . ولا يرى بأساً فيما سواه .

۵۱۵۹ : حدثنا سليمان بن حرب : حدثنا شعبة . عن عبد الله بن أبي السمر . عن

الشعبي قال : سمعت عدي بن حاتم رضي الله عنه قال : سألت رسول الله ﷺ عن المِعْرَاضِ .

فقال : (إذا أصبت حده فكل) . فإذا أصاب بعرضه فقتل فإنه وقيد فلا تأكل) . فقلت : (فلا

أرسل كلي ؟ قال : (إذا أرسلت كلبك وصميت فكل) . قلت : فإن أكل ؟ قال : (فلا

تأكل) . فإنه لم يمسك عليك . إنما أمسك على نفسه) . قلت : أرسل كلي فأجد معه كلباً

آخر ؟ قال : (لا تأكل) . فإنه إنما صميت على كلبك ولم تسم على آخر) . (إ : ۱۷۳)

معراض کی تفسیر میں مختلف اقوال کا بیان گزر چکا ہے، معراض کے شکار کا حکم بھی گزر چکا ہے کہ

اگر تیر چوڑائی میں شکار کو لگا ہو تو وہ شکار، موقودہ کے حکم میں ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں، اس کے بعد امام

بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا اثر نقل کیا ہے کہ انھوں نے بندق کے شکار کے متعلق فرمایا

کہ وہ موقودہ کے حکم میں ہے۔

بندق سے غلہ، مراد ہے، یعنی مٹی کی بنی ہوئی وہ گولی جسے غلیل کے ذریعہ پھینکتے ہیں، ہمارے

زمانے کی بندوق کی بارودی گولی مراد نہیں، اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے اس اثر کو بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۰)۔

وكرهه سالم والناسم ومجاهد وإبراهيم وعطاء والحسن

سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ، مجاہد بن جبیرؓ، ابراہیم نخعیؓ، عطاء بن ابی

ربیع اور حسن بصریؓ نے بندق کے شکار کو مکروہ قرار دیا۔

سالم، قاسم، مجاہد اور ابراہیم نخعی کی تعلیقات کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (۳۱)۔
عطا کی روایت کو عبد الرزاق اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا (۳۲)۔

وكره الحسن رمى البندق في القرى والأمصار
حضرت حسن بصریؒ بستیوں اور شہروں میں بندق سے شکار کو مکروہ کہتے تھے کیونکہ وہاں لوگوں کا
ہجوم رہتا ہے، کسی شخص کے زخمی ہونے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن ان کے علاوہ صحرا میں بندق سے شکار میں
کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۳ باب : ما أصاب المعراض بعرضه .
۵۱۶۰ : حدثنا فيصة : حدثنا سفيان : عن منصور : عن أبي حمزة : عن همام بن
لحارث : عن عبد بن حنبل رضي الله عنه قال : قلت : يا رسول الله . إن أرسل الكلاب
لمعامة ؟ قال : (كل ما أمسك عنك) . قلت : وإن قتل ؟ قال : (وإن قتل) . قلت :
إن أرمي بالمعراض ؟ قال : (كل ما خرق) . وما أصاب بعرضه فلا تأكل) . [۱۷۳]

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب اور اس سے پہلا ترجمۃ الباب دونوں ایک جیسے ہیں اور بظاہر دونوں میں تکرار
معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب اول میں صید معراض کا مصداق
بتلانا مقصود تھا کہ کون سا شکار صید معراض کہلائے گا اور اس باب سے صید معراض کا حکم بیان کرنا مقصود
ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں، لہذا دونوں ترجموں کا مقصد الگ الگ ہے، تکرار نہیں ہے (۳۳)۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/۵۵۳، و عمدة القاری: ۲۱/۹۳۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/۵۵۳، و عمدة القاری: ۲۱/۹۳۔

(۳۳) الأبواب والفرجام: ۲/۹۱۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے باب سے امام بخاری رحمہ اللہ صید المعراض کا جواز بتلا رہے تھے اور یہ دوسرا باب لا کر اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ صید معراض جائز تو ہے لیکن اس وقت جب شکار اس کی دھار کی جانب کے لگنے سے مرا ہو، اگر جوڑائی اور عرض سے شکار مرا ہو تو پھر وہ حلال نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

۴۔ باب : صِلْدُ الْقَتْلُوسِ

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْرَاهِيمُ إِذَا ضُرِبَ صَيْدٌ . فَإِنْ مَلَئَ بِدَأْوٍ رَجُلٌ . لَا تَأْكُلُ الْغَدَى بَانَ
وَلَا تَكُلُ سَائِرُهُ

وَقَالَ ابْرَاهِيمُ : إِذَا ضُرِبَتْ غَنَمَةٌ أَوْ وَسْطَةٌ فَكَانَتْ .

وَقَالَ الْأَعْمَشُ : عَنْ رَيْدٍ : سَمِعْتُ عَصِي بْنَ رَجُلٍ مِنْ آلِ عَبْدِ اللَّهِ حِمَارًا . فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَصْبِرُوا
حَيْثُ تَبَسَّرَ . دَعَا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكَلِمَةٌ .

/

تیر سے شکار کرنے کی شرطیں

تیر سے شکار کرنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ اس کے حلال ہونے کے لیے ایک شرط تو یہ ہے کہ تیر پھینکتے ہوئے بسم اللہ پڑھی گئی ہو، قصد التسمیہ ترک نہ کیا گیا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین یا ظن غالب ہو کہ شکار تیر لگنے ہی سے مرا ہے، کسی اور چیز سے اس کی موت واقع نہیں ہوئی، اگر شک ہو جائے کہ اس کی موت کسی اور چیز سے واقع ہوئی ہے تو اس شکار کا استعمال درست نہیں ہے اور تیسری شرط یہ ہے کہ تیر پھینکنے کے بعد شکار کے غائب ہونے کی صورت میں اس کی تلاش مسلسل جاری رکھی گئی ہو (۳۴)۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْرَاهِيمُ : إِذَا ضُرِبَ صَيْدٌ فَبَانَ مِنْهُ دَأْوٌ رَجُلٌ ، لَا تَأْكُلُ الْغَدَى بَانَ

حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب شکار کو مارا اور اس کے ہاتھ یا پاؤں (یا جسم کا کوئی اور حصہ) اس سے الگ ہو جائے (اور وہ زندہ تھا، بعد میں پتھر مر گیا) تو جو حصہ الگ

ہوا ہے، اس کو کھانا جائز نہیں، باقی سارا کھا سکتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ موصولاً نقل کیا ہے ”إنه قال في رجل ضرب صيدا، فأبان منه يداً أو رجلاً، وهو حي ثم مات، قال: لا تأكله، ولا تأكل ما بان منه إلا أن تضربه، فتقطعه، فيموت من ساعته، فإذا كان كذلك فليأكله“ (۳۵)۔

حضرت ابراہیم نخعی کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۶)۔

وقال إبراهيم: إذا ضربت عنقه أو وسطه فكله

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب آپ نے شکار کو گردن یا اس کے بالکل درمیان میں تیر مارا ہو (اور وہ مر گیا ہو) تو اسے کھائیں۔ وسط سین کے فتح کے ساتھ بالکل درمیان (مرکز دائرہ) کو کہتے ہیں (۳۷)۔

وقال الأعمش عن زيد استعصى على رجل من آل عبد الله حماراً، فأمرهم أن يضربوه حيث تيسر، دعوا ما سقط منه، وکلوه۔

اعمش نے زید سے نقل کیا کہ آل عبد اللہ میں سے ایک شخص سے حمار وحشی (نیل گائے، تیر لگنے کے بعد) بھاگ گیا تو عبد اللہ نے حکم دیا کہ جہاں پر موقع ہو ماریں اور جو حصہ اس کا گر جائے اس کو چھوڑ دیں اور باقی کھائیں۔

اس تعلیق میں زید سے ابن وہب اور عبد اللہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود مراد ہیں اور ”حمار“ سے حمار وحشی یعنی نیل گائے مراد ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود کے خاندان کا ایک آدمی نیل گائے کا شکار نہ کر سکا تھا اس تعلیق میں اسی کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس آدمی کا نام مجھے معلوم نہ

(۳۵) فتح الباری ۹/۴۵۵۔

(۳۶) فتح الباری ۹/۴۵۵۔ عمدۃ القاری: ۲۱/۹۵۔

(۳۷) قال العيني. وسطه يفتح السين المهملة لأنه اسم لسعني مابين طرفي الشئ، كسر كذا الدائرة. وبالسكون

اسم مبهمة لدخول الدائرة (عمدة القاری ۲۱/۹۵)

ہو۔ (۳۸)۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۹)۔

استعصى کے معنی بے قابو ہونے کے ہیں، استعصى علیہ حمار یعنی حمار وحش تیر گئے کے

بعد اس آدمی سے بے قابو ہو گیا، اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے نزدیک اگر شکار کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں برابر ہیں تو

دونوں کا استعمال درست ہے، اگر ایک ٹکٹ الگ ہو گیا ہے اور دوسرے کی جانب سے ہے تو بھی سب کا استعمال

جائز ہے لیکن اگر ایک ٹکٹ سر کی جانب سے نہیں بلکہ دم کی جانب سے الگ ہوا ہے تو پھر اس جدا ہونے

والا ٹکٹ کا استعمال جائز نہیں (۴۰)۔

۵۱۶۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيْدٍ : حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ : حَدَّثَنَا رِبْعَةُ بْنُ زَيْدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ : عَنْ أَبِي ذَرٍّ : عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْحُسَيْنِيِّ قَالَ : قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ . إِنْ بَارَسَ قَوْمٌ أَهْلَ الْكِتَابِ . أَفَأَكُلُ فِي كَيْفِهِمْ ؟ وَبَارَسَ صَيْدَهُ . أَصِيدُ بِقُرْسِي . وَبِكَنْبِي الْكَنْبِي لَيْسَ بِمَعْلَمٍ وَبِكَنْبِي الْمَعْلَمِ . فَمَا يَصْلُحُ لِي مِنْهُ قَالَ : (مَا ذَكَرْتُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ : فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهُ فَلَا تَأْكُلُوا فِيهِ . وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاعْبُدُوهُ وَكُلُوا فِيهِ . وَمَا صَدَّتْ قُرْسُكَ فَذَكَرْتُ أَسْمَ اللَّهِ فَكُلْ . وَمَا صَدَّتْ بِكَنْبِكَ الْمَعْلَمِ فَذَكَرْتُ أَسْمَ اللَّهِ فَكُلْ . وَمَا صَدَّتْ بِكَنْبِكَ غَيْرَ مَعْلَمٍ فَأَذْكُرْتُ ذِكْرَهُ فَكُلْ)

[۵۱۷۷ . ۵۱۷۰]

حضرت ابو ثعلبہ حسینی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اہل کتاب کی زمین میں رہتا ہوں، کیا میں

ان کے برتنوں میں کھا سکتا ہوں؟ اور شکار کی زمین میں رہتا ہوں، کمان سے اور کلب غیر معلم اور کلب

معلم سے شکار کرتا ہوں تو میرے لیے کون سی صورت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اہل کتاب کے

متعلق جو تم نے ذکر کیا، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تم ان کے علاوہ کوئی برتن پاؤ تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور

(۳۸) فتح الباری: ۹/۷۵۵۔

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۹۵۔

(۴۰) عمدة القاری: ۲۱/۹۵۔

اگر اور برتن نہ ملے تو اسے دھولو، پھر اس میں کھاؤ اور اپنی کمان سے جو تم نے شکار کیا ہے، اگر اس پر بسم اللہ پڑھ لی ہے تو کھاؤ، سکھائے ہوئے کتے کے ذریعہ جو شکار کیا ہے، اس پر اگر تم نے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو کھاؤ، کلب غیر معلم کے ذریعے جو شکار تم نے کیا اور اس کے ذبح کرنے کا موقع تم نے پایا تو اس کو بھی (ذبح کرنے کے بعد) کھا سکتے ہو۔

۔۔۔ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۴۱)۔

یہ روایت حضرت ابو ثعلبہ خنی رضی اللہ عنہ سے ہے، حضرت ابو ثعلبہ کے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ جرثوم، جرهم، ناشب، غرنوق، ناشر، لاش، لاشن، ان کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے، عمرو، ناشب، حلیم، حمیر (۴۲)۔

يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمِ أَهْلِ الْكِتَابِ

اس سے شام کی سرزمین مراد ہے، عرب کے کئی قبائل شام میں رہ کر نصرانی بن گئے تھے، ان میں سے ایک قبیلہ حضرت ابو ثعلبہ کا بھی تھا (۴۳)۔

(۴۱) (۵۱۶۱) الحديث أخرجه البخاري أيضا في باب ماجاء في الصيد، (رقم الحديث: ۵۱۷۰) وباب آية
السجوس والميتة (رقم الحديث: ۵۱۷۷) وأخرجه مسلم في كتاب الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب
المعلمة، (رقم الحديث: ۱۹۳۰)، وأخرجه أبو داود في كتاب الأضغمة، باب الأكل في آية أهل الكتاب، (رقم
الحديث: ۳۸۳۹) وأخرجه الترمذي في الصيد، باب ماجاء من صيد الكلب وملا يؤكل، (رقم
الحديث: ۱۳۹۱) وفي السير، باب ماجاء في الانتفاع بآية المسكرين، (رقم الحديث: ۱۶۰۵) وفي الأضغمة،
باب ماجاء في الأكل في آية الكفار، (رقم الحديث: ۱۸۵۸) وأخرجه النسائي في الصيد، باب صيد
الكلب ندى ليس بمعلم (رقم الحديث: ۴۲۶۶) وأخرجه في الصيد، باب صيد الكلب، (رقم الحديث:
۳۲۴۶) وباب صيد القوس (رقم الحديث: ۳۲۵۰)

(۴۲) فتح الباری: ۹/۷۵۶۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۷۵۶۔

کفار کے برتنوں کو استعمال کرنے کا حکم

أفأكل في آنيةهم،..... آنية: إناء کی جمع ہے اور اوانی آنیۃ کی جمع ہے۔

مشرکین اور کفار کے برتنوں کے استعمال کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں نجاست کے ہونے کا یقین ہو تو ایسی صورت میں بغیر دھوئے ان کا استعمال جائز نہیں، حرام ہے، ہاں اگر دھو لیے گئے تو پھر ان کا استعمال جائز ہے۔

اور اگر ان میں نجاست نہیں ہے تو ایسی صورت میں بغیر دھوئے ان کا استعمال مکروہ ہے، حرام نہیں اور دھونے کے بعد ان کا استعمال بلا کراہت جائز ہے، چاہے اور برتن ملیں یا نہ ملیں، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولا يكون أكلاً ولا شرباً حراماً، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل كان شارباً وأكلاً حراماً“ (۳۴)۔

حدیث باب کے الفاظ ”فإن وجدتم غير آنيةهم فلا تأكلوا فيها“ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسرے برتن میسر ہوں تو اہل کتاب کے برتن استعمال نہیں کرنے چاہئیں، جب کہ فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ مذکورہ سوال ان برتنوں کے متعلق تھا جن میں نجاست ہوتی تھی۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں تسریح ہے ”إنا نجاور أهل الكتاب، وهم يطبخون في قدورهم الخنزير، ويشربون في آنيةهم الخمر“ (۳۵)۔ اور ظاہر ہے کہ خنزیر اور خمر دونوں نجس ہیں، ایسے

(۳۴) ترویغ الحسنى ۵/۲۴۷۔

(۳۵) سنن أبی داؤد، کتاب الاطعمۃ باب الاكل في آنية أهل الكتاب: ۳/۳۶۳ (رقم الحديث: ۳۸۴۹)۔

برتنوں کا استعمال دھوئے بغیر ناجائز اور حرام ہیں اور اگر دوسرے برتن موجود ہوں تو ان کا استعمال دھوئے کے باوجود مکروہ ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نہی تنزیہی ہے جو جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے لہذا فقہاء کے فتویٰ اور حدیث کے ظاہر مفہوم دونوں میں کوئی تعارض نہیں (۴۶)۔

علامہ ابن حزم اور ظاہر یہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ مشرکین اور کفار کے برتنوں کا استعمال دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ دوسرے برتن نہ ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ انہیں دھویا جائے (۴۷)۔

۵۔ باب : الخذف والبندقة .

۵۱۶۲ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ رَاشِدٍ : حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَزَيْدُ بْنُ هَارُونَ . وَاللَّفْظُ لِيَزِيدَ ، عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ : أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَخْذِفُ . فَقَالَ لَهُ : لَا تَخْذِفْ . فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ ، أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ ، وَقَالَ : (إِنَّهُ لَا يُضَادُّ بِهِ صَبِيًّا وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ ، وَلَكِنَّا قَدْ تَكْسِرُ السِّنُّ . وَتَفْقَأُ الْعَيْنُ) . ثُمَّ رَأَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ ، فَقَالَ لَهُ : أَخَذْتُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَهُ الْخَذْفَ . وَأَنْتَ تَخْذِفُ . لَا أَكَلَّمْتُكَ كَذَا وَكَذَا . [ر : ۴۵۶۱]

خذف (خاء کے ساتھ) انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکنے کو کہتے ہیں، ابن المنذر نے فرمایا

الخذف: رميك حصاة أو نواة تأخذ بين سابتبك وترمي بها اور خذف (حاء مہملہ کے ساتھ) رمي بالعصا لا ترمي به کسی چیز کے مارنے اور پھینکنے کو کہتے ہیں (۴۸)۔

ابن اثیر نے فرمایا حذف رمی اور ضرب دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۴۹) اور بندقة کے

(۴۶) فتح الباری: ۹/۵۶۲۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۵۵۷۔

(۴۸) عمدة القاری: ۲۱/۹۶۔

(۴۹) عمدة القاری: ۲۱/۹۶، النهاية لابن الأثير: ۱/۳۵۶۔

متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں طينة مدورة مجففة يرمى بها عن الحلاق (۵۰) یعنی مٹی سے بنی ہوئی وہ گول سی خشک گولی جو غلیل کے ذریعہ پھینکی جاتی ہے، اس کو اردو میں غلہ کہتے ہیں۔

غلل سے شکار کا حکم

جُلاہق (جیم کے ضمہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ) غلیل کو کہتے ہیں، غلیل سے جو شکار کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب تک اس کو ذبح نہ کیا جائے، اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ وہ موقوفہ کے حکم میں ہے (۵۱)۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ولا تاكل من البندق إلا ما ذكيت“ (۵۲)۔

ابن المسیب اور ابن ابی لیلیٰ سے بندق یعنی غلہ کے ذریعہ شکار کا جواز منقول ہے (۵۳)۔

بندوق کی گولی سے شکار کا حکم

باقی کل بندوق کی گولی سے جو شکار کیا جاتا ہے، اس کے حکم کے متعلق بھی فقہاء کے اقوال میں اختلاف ہے۔

مقدمین کی کتابوں میں بندوق کی بارودی گولی کے متعلق کوئی حکم نہیں ملتا کیونکہ بارود کی گولی آٹھویں یا سوئس صدی ہجری میں عام ہوئی ہے۔

حنفیہ میں سے ابن عابدین اور ابن نجیم نے گولی کے شکار کو موقوفہ کے حکم میں قرار دے کر ناجائز کہا ہے لہذا یہ کہ وہ زندہ حالت میں مل جائے اور اسے شرعی طریقے سے ذبح کر دیا جائے (۵۴)۔

(۵۰) عمدة القاری: ۹۱/۲۱۔

(۵۱) المغنی لابن قدامة: ۱۱/۳۔

(۵۲) المغنی لابن قدامة: ۱۱/۳۔

(۵۳) المغنی لابن قدامة: ۱۱/۳۔

(۵۴) رد المحتار: ۶/۴۱۔ وتذكرة الرشيد: ۱/۱۳۹۔

مانکیہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ علامہ درویر، علامہ دسوقی اور علامہ صاوی نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے (۵۵)۔ علامہ شوکانی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے (۵۶)، حنفیہ میں سے علامہ سندھی نے بھی اسے جائز کہا ہے (۵۷)۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ بندوق کی گولی میں خرق پایا جاتا ہے۔

یہ اختلاف بندوق کی عام بارود کی گولی میں ہے، لیکن اگر گولی محدود، دھاری دار اور نوک دار ہو جیسے بعض صورتوں میں کلاشنکوف، جی تھری اور تھری ناٹ تھری وغیرہ کی گولی یا نوک دار چہرہ والا کارتوس ہوتا ہے تو ایسی نوک دار گولی کا شکار بالاتفاق درست ہے کیونکہ اس میں خرق پایا جاتا ہے اور چھید کر پار ہونے کی صلاحیت اس میں ہوتی ہے اس لیے ایسی گولی آلات جارحہ میں شمار ہوگی۔

اس میں اصل وہی ہے کہ جو چیز خود جارح نہ ہو بلکہ زور اور پریشر سے شکار کو زخمی کر کے مار دے تو وہ موقوفہ کے حکم میں ہے اور حلال نہیں، بندوق کی عام گولی اور غلیل کی گولی بھی چونکہ خود جارح نہیں، اس لیے اس کا شکار اگر قبل الذبح مر جائے تو اس کا استعمال جائز نہیں۔

حدیثی یوسف بن راشد.....

حضرت عبداللہ بن مغفل نے ایک آدمی کو انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا کہ کنکریاں مت پھینکو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے یا یہ کہا کہ آپ حذف یعنی انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی دشمن زخمی ہو سکتا ہے، ہاں البتہ بسا اوقات کسی کا دانت توڑ دیتا ہے اور آنکھ پھوڑ دیتا ہے، حضرت عبداللہ بن مغفل نے پھر اس آدمی کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو کہا ”میں نے تجھ سے رسول اللہ

(۵۵) حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الكبير للدردیر: ۲/۱۰۳، وحاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغير للدردیر:

۱۶۲/۲

(۵۶) فتح القدیر: ۹/۲۔

(۵۷) التحریر المختار للعرفی: ۳۱۵۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے اسے مکروہ سمجھا ہے لیکن اس کے باوجود تم انگلیوں سے کنکریاں پھینک رہے ہو، میں تم سے آئندہ گفتگو نہیں کروں گا۔

انہ رأى رجلا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آدمی کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا (۵۸)۔

انہ لا یصاد بہ صید

یعنی کنکریاں انگلیوں سے پھینک کر عموماً شکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس طرح کی کنکری لگنے سے کوئی شکار مر بھی جائے تو وہ موقوفہ کے حکم میں ہے اور اس کا استعمال جائز نہیں ہے (۵۹)۔

ولا ینکأ بہ عدو

نکأ..... نکایۃ باب فتح سے اس کے معنی ہیں، زخمی کرنا، یعنی دشمن کو بھی میدان جنگ میں اس عمل کے ذریعہ سے زخمی نہیں کیا جاسکتا، البتہ قریب بیٹھے ہوئے اپنے ہی آدمیوں میں کسی کے دانت ٹوٹنے یا آنکھ پھوڑنے کا ذریعہ بن سکتا ہے مقصد یہ ہے کہ اس حرکت سے فائدہ تو کچھ بھی نہیں، نہ اس سے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ شکار کیا جاسکتا ہے، البتہ اپنے کسی آدمی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لا اکلکم کذا و کذا

کذا و کذا یہاں مبہم ہے، مسلم کی روایت میں ”لا اکلکم ائدا“ ہے (۶۰)۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کی مخالفت کرنے والے شخص سے ترک تعلق اور ترک کلام اختیار کیا جاسکتا ہے اور یہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے ترک کلام کی جو نہی وارد ہوئی ہے اس میں داخل نہیں، کیونکہ وہ نہی اس شخص سے متعلق ہے جو کسی سے اپنے ذاتی غصہ اور نفرت کی وجہ سے ترک کلام کرے (۶۱)۔

(۵۸) فتح الباری: ۹/۵۵۸۔

(۵۹) فتح الباری: ۹/۵۵۸۔

(۶۰) فتح الباری: ۹/۵۵۹۔

(۶۱) فتح الباری: ۹/۵۵۹۔

۶ باب من اقنى کلبا لیس بکلب صید او ماشیہ

۵۱۶۵/۵۱۶۳ : حدثنا موسى بن إسماعيل . حدثنا عبد العزيز بن مسلم : حدثنا عبد الله بن دينار قال : سمعت ابن عمر رضي الله عنهما . عن النبي ﷺ قال : (من اقنى كلبا . لیس بکلب ماشیہ او ضاریہ . نقص کل يوم من عمره قيراطان) (۵۱۶۴) : حدثنا المنكي بن ابراهيم . اخبرنا حنظلة بن ابي سفيان قال : سمعت سالما يقول : سمعت عبد الله بن عمر يقول : سمعت النبي ﷺ يقول : (من اقنى كلبا . الا كلبا ضاريا لصيد او كلب ماشیہ . فإنه ينقص من أجره كل يوم قيراطان) . (۵۱۶۵) : حدثنا عبد الله بن يوسف . اخبرنا مالك . عن يافع . عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : (من اقنى كلبا . الا كلب ماشیہ . او ضاريا . نقص من عمره كل يوم قيراطان) .

افتناء کے معنی پالنے کے ہیں اور ماشیہ اسم ہے جو اونٹ، گائے اور بکری کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع مواشی ہے، کلب ماشیہ یعنی وہ کتا جس کو جانوروں وغیرہ کی حفاظت کے لیے پالا جاتا ہے۔ باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت تین طرق سے نقل کی ہے، ان کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کتا پالتا ہے اور وہ نہ شکار کے لیے ہے اور نہ ہی حفاظت کے لیے تو اس کے عمل میں سے ہر دن دو قیراط کا اجر کم کیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ اگر وہ شکار یا حفاظت کی غرض سے کتا پالتا ہے تو اس کی شریعت میں اجازت ہے۔

لیس بکلب صید ولا ضاریہ

ضاریہ اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے، باب جمع سے ہے، ضری الکلب بالصيد کتے کا شکار کا عادی ہونا، ضاری: شکاری، شکار کا عادی، ضاریہ مؤنث کے بجائے ”ضاری“ مذکر ہونا چاہیے کیونکہ یہ کلب کی صفت ہے لیکن ”ماشیہ“ کی مناسبت سے ”ضاریہ“ لے آئے ہیں تاکہ دونوں میں وزن کے اعتبار سے تناسب برقرار رہے، جیسے کہتے ہیں لادریہ ولا تلبت جب کہ ”تلبوت“ ہونا چاہیے لیکن ”دریت“

کی مناسبت سے ”تلیت“ کہہ دیا جاتا ہے (۶۲)۔

۷ باب : إذا أكل الكلب

وقوله تعالى : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا أَكَلْتُم مِمَّا عَشَرَ مِنْ مِمَّا عَشَرَ فَكُلُوا مِمَّا عَشَرَ عَلَيْكُمْ إِلَى فَوَاحٍ سَرِيعَ الْحِسَابِ .
وقال ابن عباس : إن أكل الكلب فقد أفسده . بما أمسك على نفسه . والله يقول :
تَعْلَمُونَهُنَّ مِمَّا عَشَرَ اللَّهُ . فَتَضَرَّبُ وَتَعْلَمُ حَتَّى تَرُكَ .
وكرهه ابن عمر .
وقال عطاء : إن شرب الدم ومما يأكل فكل .

۵۱۶۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ . عَنْ يَحْيَى . عَنْ الشَّعْبِيِّ .
عَنْ عَدَايَ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ : إِنْ قَوْمٌ نَصَبُوا مِثْلَهُ الْكَلَابِ ؟
قَالَ : (إِنْ أُرْسِلَتْ كَلَابُ النَّمَلَةِ . وَذَكَرْتُ اسْمَ اللَّهِ . فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ قَتَلْنَ .
إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ . فَإِنْ أَحَافَ أَنْ يَكُونَ إِنْ أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ . وَإِنْ حَاطَهَا كَلَابٌ مِنْ
عِيَرِهَا فَلَا تَأْكُلْ) . [۱۷۳]

علامہ مینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باب إذا أكل الكلب شرط ہے اور جواب شرط ”لا يؤكل“

مخذوف ہے (۶۲: ۷)۔

اس کے بعد باب امام بخاری نے سورۃ مائدہ کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا أَكَلْتُم مِمَّا عَشَرَ فَكُلُوا مِمَّا عَشَرَ عَلَيْكُمْ إِلَى فَوَاحٍ سَرِيعَ الْحِسَابِ .

(۶۲) عسدة القاری ۲/ ۹۸ - الحدیث - حرجہ البخاری فیہ عسدة - رفع الحدیث . (۵۱۶۳) وابعد فیہ (رفع

الحدیث ۵۱۶۵)

(۶۲: ۷) عسدة القاری ۲/ ۹۸

الجوارح مكلين تعلمون مما علمكم الله فكلوا مما امسكن عليكم
وادكروا اسم الله عليه واتقوا الله ان الله سريع الحساب ﴿۱﴾

”لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لیے حلال کیے گئے ہیں؟
(یعنی جتنے حلال شکار ذبح سے حلال ہو جاتے ہیں کیا کتے اور بازو وغیرہ کے شکار کرنے
سے وہ سب حلال رہتے ہیں) آپ فرما دیجیے تمہارے لیے طیبات (ستہری چیزیں)
حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو (شکار پر) چھوڑ دو بھی
اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے تو ایسے شکاری
جانور جس شکار کو تمہارے لیے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی نہ پڑے۔“
حضرات فقہاء کرام نے شکار کے لیے مذکورہ آیت سے پانچ شرطیں مستطاب کی ہیں۔

آیت کریمہ سے پانچ شرطوں کا استنباط

پہلی شرط یہ کہ وہ کتیا باز سدھایا اور سکھایا نہ ہو، یہ شرط ”وما علمتم“ سے ماخوذ ہے۔
دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی نے اپنے ارادے سے شکاری کتے یا باز کو شکار پکڑنے کے لیے چھوڑا
ہو، یہ نہ ہو کہ وہ خود بخود شکار کے پیچھے دوڑ کر اسے پکڑ لیں، یہ شرط ”مکلبین“ سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ لفظ
تکلیب سے مشتق ہے جس کے معنی کتوں کے سکھلانے اور سدھانے کے ہیں، پھر ہر شکاری جانور (باز
وغیرہ) کے سکھلانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا، چنانچہ بعض مفسرین نے اس کی
تفسیر ار سال سے کی ہے جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا۔
تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار سے خود نہ کھائے بلکہ تمہارے پاس لائے یہ ترط ”مما
امسکن علیکم“ سے ماخوذ ہے۔

چوتھی شرط ”بسم اللہ“ پڑھنے کی ہے جس کا حکم ”وادکروا اسم اللہ“ میں دیا گیا ہے۔
اور پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ شکاری کتا شکار کو زخمی بھی کر دے، یہ شرط ”الجوارح“ سے اخذ کی

گئی ہے، یہ شرط صرف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے (۶۳)۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ حکم ان وحشی جانوروں سے متعلق ہے جو انسان کے قبضہ میں نہ ہوں، لیکن اگر کوئی وحشی جانور قبضے میں آگیا تو پھر وہ ذبح کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔

لصوائد والکواسب

صوائد: صائدہ کی جمع ہے اور کو اسب کا سبہ کی جمع ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ”الجوارح“ کی صفت ہے (۶۴) اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا یہ کلاب کی صفت ہے (۶۵) یعنی شکار کرنے اور کمانے والے درندے یا کتے۔

اجترحو! اکتسبوا

یہ لفظ ایک دوسری آیت میں ہے ﴿وَالَّذِينَ اجترحو السينات﴾ فرماتے ہیں کہ جترحو کے معنی کام کرنے اور کمانے کے ہیں، کو اسب کی مناسبت سے اس لفظ کو امام بخاری نے یہاں ذکر کیا کہ اجترح اکتساب کے معنی میں آتا ہے۔

وقال ابن عباس إذا أكل الكلب ففد أفسده ، إنما أمسك على نفسه واللہ

يعول ...

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب کتے نے شکار کھالیا تو اس نے اسے فاسد کر دیا (اب اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ وہ اس نے اپنے لیے پکڑا ہے، جبکہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تم ان کتوں کو سدھاؤ) اور جب اس نے خود کھالیا تو معلوم ہوا کہ وہ سدھایا ہوا نہیں ہے، لہذا اس کا استعمال درست نہیں) سدھانے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں مارا جائے اور سکھایا جائے یہاں تک کہ وہ شکار پکڑنے کے بعد اس سے کھانا چھوڑ دے حتیٰ تترك یعنی الأكل ، تترك کا مفعول بہ اكل ہے۔

(۶۳) دیکھیے معارف القرآن، سورۃ المائدہ: ۳/۴۔

(۶۴) عمدة القاری ۱/۹۹۔

(۶۵) فتح الباری ۹/۶۱۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس تعلیق کو سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے (۶۶)۔

و کرہہ بن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایسے شکار کو جس سے کتے نے کھایا ہو مکروہ سمجھتے تھے۔

وقال عطاء: إن شرب الدم ولم يأكل، فكل

حضرت عطاء بن ابی رباحؓ فرماتے ہیں کہ کتے نے شکار کا خون پی لیا لیکن اس کا گوشت نہیں کھایا تو

ایسے شکار کا استعمال جائز ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۶۷)۔

۸ - باب : الصَّيْدُ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ .

۵۱۶۷ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ . حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ : حَدَّثَنَا عَاصِمٌ . عَنِ الشَّعْبِيِّ .
عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كُلْبُكَ وَتَمَتَّ فَأَمْسَكَ
وَقَتَلَ فَكُلْ . وَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ . فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ . وَإِذَا خَالَطَ كِلَابًا . لَمْ يَذْكُرْ
أَسْمُ اللَّهِ عَلَيْهَا ، فَأَمْسَكَ وَفَتَلَنَ فَلَا تَأْكُلْ ، فَإِنَّكَ لَا تَذْكُرُ أَهْمًا قَتَلَ . وَإِنْ رَمَتْ الصَّيْدَ
فَوَجَدَتْهُ بَعْدَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ فَكُلْ . وَإِنْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ) .
وقال عَبْدُ الْأَعْلَى ، عَنْ دَاوُدَ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَدِيِّ : أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : يَرْمِي
الصَّيْدَ فَيَقْتَرِفُ أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ ، ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ . قَالَ : (يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ) .

[۱۷۳ : ر]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے شکار کیا لیکن وہ
شکار اس سے غائب ہو گیا اور دو تین دن کے بعد ملا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شکاری کو یقین ہو کہ شکار اسی
کے تیر سے مرا ہے تو اسے کھا سکتا ہے لیکن اگر شکار میں مرنے کی کوئی اور علامت اور سبب بھی نظر آ رہا ہو

مثلاً پانی میں ڈوبا ہوا ہے، یا کسی پہاڑی سے گرا ہوا معلوم ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کا استعمال جائز نہیں۔

لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ شکاری، شکار کرنے کے بعد اس کی تلاش مسلسل جاری رکھے۔

وقال عبدالأعلى عن داود، عن عامر عن عدي أنه قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یرمی الصيد فیغنی أمره الیومین

حضرت عدی بن حاتم نے سوال کیا کہ شکار پر تیر چھینک دیا گیا اور (غائب ہونے کے بعد) اس کی تلاش دو یا تین دن شکاری نے جاری رکھی، پھر اس کو اس حالت میں مردہ پایا کہ شکاری کا تیر اس کے جسم میں پیوست تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر وہ چاہے تو کھا سکتا ہے۔

یقتضی: اقتضاء سے ہے جس کے معنی تتبع اور تلاش کرنے کے آتے ہیں، یہ لفظ ”یقتنفر“ بھی مروی ہے، اقتنار کے معنی بھی تلاش و تتبع کے ہیں (۶۸)۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”إذ ارمیت سهمك فغاب عنك، فأدرکته، فکل ما لم یسن“ (۶۹) اس میں ”ما لم یسن“ کی قید ہے کہ جب تک وہ بدبودار نہ ہو جائے، اس وقت تک کھا سکتے ہیں، اگر وہ اس قدر بدبودار ہو چکا ہے کہ اس کا کھانا مضر صحت ہے تو اس کا استعمال تب تو حرام ہے لیکن اگر اس میں تھوڑی بہت بدبو پیدا ہوئی ہے تو اس کا استعمال جائز ہے تاہم حدیث کی وجہ سے کراہت تنزیہی سے بہر حال خالی نہیں۔

عبد الاعلیٰ کی مذکورہ تعلیق کو امام ابوداؤد و رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۰)۔

(۶۸) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۱۔

(۶۹) فتح الباری: ۹/ ۷۳۔

(۷۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۰۱، وفتح الباری: ۹/ ۷۳۔

۹- باب : إِذَا وَجَدَ مَعَ الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ .

۵۱۶۸ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ . عَنْ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنْ أُرْسِلَ كَلْبِي وَأَسْمَى . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَسَمِيتَ . فَأَخَذَ فَقَتَلَ فَأَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ . فَإِنَّمَا أُمْسِكْ عَلَى نَفْسِهِ) . قُلْتُ : إِنْ أُرْسِلَ كَلْبِي ، فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ . لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَهُ ؟ فَقَالَ : (لَا تَأْكُلْ . فَإِنَّمَا سَمِيتَ عَلَى كَلْبِكَ وَمَنْ تَسَمَّ عَلَى غَيْرِهِ) . وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ . فَقَالَ : (إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ ، وَإِذَا أَصَبْتَ بِعَرَضِهِ فَقَتَلْ فَإِنَّهُ وَقِيدٌ ، فَلَا تَأْكُلْ) . [ر : ۱۷۳]

شکاری کے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شکار کرنے میں شریک ہو گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں،

حدیث شریف میں اس کی علت بیان کر دی ہے کہ ”فإنما سمیت علی کلبک ولم تسم علی غیرہ“۔

۱۰- باب : مَا جَاءَ فِي التَّصْيِدِ .

۵۱۶۹ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنِي أَبُو فُضَيْلٍ ، عَنْ بَيَانَ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ : إِنَّا قَوْمٌ نَتَصَيَّدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ . فَقَالَ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كِلَابُكَ الْمَعْلُومَةُ ، وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ . فَكُلْ وَمَا أُمْسَكْنَ عَلَيْكَ . إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ . فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أُمْسَكْتَ عَلَى نَفْسِهِ . وَإِنْ خَالَطَهَا كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ) . [ر : ۱۷۳]

۵۱۷۰ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ حَيَّوَةَ بْنِ شَرِيحٍ . وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ أَبِي الْمُبَارَكِ ، عَنْ حَيَّوَةَ بْنِ شَرِيحٍ : قَالَ سَمِعْتُ رِبْعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِدُ اللَّهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْحُشْنِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمٍ أَهْلُ الْكِتَابِ ، نَأْكُلُ فِي آيَتِهِمْ .

وَارْضَ صَيْدٌ أَصْبَدَ قَوْسِي . وَأَصْبَدَ بِكُلِّي الْمَعْلَمِ وَالَّذِي لَيْسَ مُعْلَمًا . فَأُخْبِرِي . مَا الَّذِي
يَحُلُّ لَنَا مِنْ ذَلِكَ ؟ فَقَالَ : (أَمَّا مَا ذَكَرْتُ أَنَّكَ بِأَرْضِ قَوْمٍ هُنَّ الْكِتَابُ دَاكُلُ فِي آيَتِهِمْ :
فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَ آيَتِهِمْ فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا . وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا وَتَعْلَمُوا لَمْ تَكُونُوا فِيهَا . وَمَا ذَكَرْتُ
أَنَّكَ بِأَرْضِ صَيْدٍ : فَمَا صَدَّتْ بِقَوْسِكَ فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ثُمَّ كُلْ . وَمَا صَدَّتْ بِكُلْبِكَ لَتَعْلَمَ
فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ثُمَّ كُلْ . وَمَا صَدَّتْ بِكُلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ مُعْلَمًا فَأَذْكُرْ دَكَانَهُ فَكُلْ)

[ر : ۵۱۶۱]

۵۱۷۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ . حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ . عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَفَحْنَا أَرْثِيَا بَمَرِ الظُّهْرِ . فَسَعَوْا عَلَيْهَا حَتَّى لَعَبُوا . فَسَعَيْتْ
عَلَيْهَا حَتَّى أَخَذْتُهَا . فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ . فَبَعَثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِبُورِكَيْهَا وَفَجَدَّيْهَا فَقَبِلَهُ .

[ر : ۲۴۳۳]

۵۱۷۲ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ . عَنْ أَبِي الثَّوْرِ . مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ،
عَنْ نَافِعٍ . مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ . عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . حَتَّى إِذَا كَانَ
بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ . تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرَمِينَ . وَهُوَ غَيْرُ مُحْرَمٍ . فَأَرَادَ جَمَارًا وَحَشِيًّا .
فَاسْتَوَى عَلَى فَوْسِهِ . ثُمَّ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَبْأُولُوهُ سَوْطًا وَأَبْوًا . فَسَأَلَهُمْ رُمَحَهُ وَأَبْوًا . فَأَخَذَهُ
ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْجِمَارِ فَقَتَلَهُ . فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَمَّا بَعْضُهُمْ . فَلَمَّا
أَذْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ . فَقَالَ : (إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُهَا اللَّهُ) .

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ . عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ . عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ . عَنْ أَبِي
قَتَادَةَ : مِثْلُهُ . إِلَّا أَنَّهُ قَالَ : (هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ) . [ر : ۱۷۲۵]

شکار کرنے کا حکم

تصيد باب تفعیل سے ہے جس میں تکلف کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے شکار کرنے کا حکم بیان کیا ہے، شکار کو اگر کوئی ذریعہ معاش
بناتا ہے تو یہ مشروع ہے، اسی طرح اگر کوئی اسے ذریعہ معاش نہیں بناتا لیکن کبھی کبھی شکار کر لیتا ہے تو یہ

مباح ہے، اور اگر کوئی شوقیہ شکار کرتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے لیکن جمہور کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ شکار کو ذبح کر کے اس سے انتفاع حاصل کیا جائے۔ اگر انتفاع اور ذبح کرنے کا ارادہ نہیں، ویسے ہی جانوروں کو مارنا ہے تو یہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے (۷۱)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے شکار کی مشروعیت کو اس لیے بیان کیا کہ ایک حدیث سے اس کی عدم مشروعیت کا کسی کو وہم ہو سکتا ہے جس میں ہے ”من سكن البادية جفأ، ومن اتبع الصيد غفل“ یعنی جو شخص دیہات میں رہا، اس نے ظلم کیا، جفأ کے دو معنی ہیں، ایک جفأ علی نفسہ یعنی اس شخص نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ دیہات میں آدمی کی تعلیم و تربیت کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں، اس کے مقابلے میں شہر میں تعلیم و تربیت کے لیے ماحول سازگار ہوتا ہے تو دیہات میں رہ کر اپنے آپ کو تعلیم و تربیت سے دور رکھنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

جفأ کے دوسرے معنی ختی اور سنگ دلی کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص دیہات اور بادیہ میں رہتا ہے، وہ سنگ دل ہو جاتا ہے، اس کا دل سخت ہوتا ہے، شہریوں کے مقابلے میں واقعات دیہاتیوں کی طبیعت میں ختی اور درشتگی زیادہ ہوتی ہے، ومن اتبع الصيد غفل یعنی جو شکار کے پیچھے پڑا، وہ غافل ہو گیا، شکار کے شوقین عموماً خود غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب آدمی شکار کے عمل میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ نماز اور دوسرے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں خلل واقع ہونے لگے، ورنہ فی نفسہ شکار کی مشروعیت میں کوئی کلام نہیں (۷۲)۔

باب کی تیسری حدیث میں ہے ”أنفجت أرنبا بمرا الطهران“ أنفج کے معنی ہیج کے ہیں، برا یعنی تختہ کرنا، ابھارنا، مرا الطهران: مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، لغبوا بمعنی تعبوا ہے: تھک جانا۔

۱۱ : باب : التَّصِيدُ عَلَى الْجِبَالِ .

۵۱۷۳ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْجَعْفِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي وَمُهَيْبٌ : أَخْبَرَنَا عَمْرُو : أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ : عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ : وَأَبِي صَالِحٍ مَوْلَى التَّوَّامَةِ : سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَمَدْيَنَةَ وَهُمْ مُحْرَمُونَ ، وَأَنَا رَجُلٌ جَلُّ عَلَى فَرَسٍ ، وَكُنْتُ رَقَامًا عَلَى جِبَالٍ ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى ذَلِكَ ، إِذْ رَأَيْتُ النَّاسَ مُتَشَوِّفِينَ لَشَيْءٍ ، فَذَهَبْتُ أَنْظُرَ ، فَإِذَا هُوَ حِمَارٌ وَحْشِيٌّ ، فَقُلْتُ لَهُمْ : مَا هَذَا ؟ قَالُوا : لَا نَدْرِي . قُلْتُ : هُوَ حِمَارٌ وَحْشِيٌّ . فَقَالُوا : هُوَ ، رَأَيْتَ . وَكُنْتُ نَسِيتُ سَوْضِي . فَقُلْتُ لَهُمْ : نَأْوِلُونِي سَوْضِي . فَقَالُوا : لَا نَعْلَمُ عَلَيْهِ . فَرَلْتُ فَاحْدَثْتُهُ ، ثُمَّ ضَرَبْتُ فِي أَثَرِهِ . فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا ذَلِكَ حَتَّى عَمَّرْتُهُ ، وَتَبَيْتُ إِلَيْهِ . فَقُلْتُ لَهُمْ : قَوْمِي فَأَحْتَسِبُوا . قَالُوا : لَا نَسْتَعِي . فَحَمَلْتُهُ حَتَّى جِئْتُهُمْ بِهِ . فَأَنَى بَعْضُهُمْ . وَاسْكَنْ بَعْضُهُمْ . فَقُلْتُ : أَنَا أَسْتَوْفَيْتُ لَكُمْ النَّبِيَّ ﷺ . فَأَذَرَكْتُهُ فَاحْدَثْتُهُ الْحَدِيثَ . فَقَالَ لِي : (أَبْنِي مَعَكُمْ شَيْءٌ مِنْهُ) . قُلْتُ : نَعَمْ . فَقَالَ : (كَلُوا) . فَهُوَ طَعْمٌ أَطْعَمَكُمْ سَوْحَا اللَّهِ) . [ر : ۱۷۲۵]

تصيد کے معنی حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے کئے ہیں ”شکار کو ہی مشغلہ بنالینا“۔

سند میں ابوالنضر کے دو شیخ ہیں، ایک نافع مولیٰ ابی قتادہ اور دوسرے ابوصالح مولیٰ توأمہ۔

ابوالنضر کا نام سالم ہے (۱)۔

ابوصالح کا نام بھبان ہے، بھبان کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے (۲)، یہ توأمہ کے آزاد

کردہ غلام تھے، توأمہ جو وال پچی کو کہتے ہیں، یہاں توأمہ سے توأمہ بنت امیہ بن خلف ججی مراد ہیں، چونکہ

یہ اپنی ایک بہن کے ساتھ جو وال پیدا ہوئی تھیں، اس لیے انھیں توأمہ کہا جانے لگا (۳)، یہ صفوان بن

(۱) فتح الباری: ۹/۷۶۶۔

(۲) فتح الباری: ۹/۷۶۶، وتہذیب الکمال: ۲۹/۳۱۱۔

(۳) عسدة القاری: ۲۱/۱۰۳۔

امیہ کی بہن تھیں (۴)۔

لغات حدیث کی تشریح

حدیث باب میں چند الفاظ کے معنی دیکھ لیں، وہم مُخْرِمُونَ: یعنی وہ لوگ احرام میں تھے، یہ جملہ حالیہ ہے۔ وَأَنَارَ جَلَّ جَلَّ“ علی فرسی: یعنی میں اپنے گھوڑے پر حلال تھا، حالت احرام میں نہیں تھا، جَلَّ (حاء کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی حلال ہے۔ رَأَيْتَ النَّاسَ مَتَشَوِّفِينَ لَشَيْءٍ: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، تَشَوَّفُ فُلَانٌ لَشَيْءٍ: دیکھنا، کنت رَقَاءً عَلَى الْجِبَالِ: میں پہاڑوں پر بہت چڑھنے والا تھا، رَقَاءً: رَفَعِي: بَابُ تَمَعٍّ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ضَرَبْتُ فِي أَثَرِهِ: یعنی خرچت فی أَثَرِهِ..... أَثَرُ هَمْزٍ اور ثَاءُ کے فتنے کے ساتھ اور هَمْزِہ کے کسرہ اور ثَاءُ کے سکون کے ساتھ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے (۵)، یعنی میں اس کے پیچھے، اس کے تعاقب میں نکلا۔

عَقَرْتُهُ: جرحہ: میں نے اس کو زخمی کیا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ شکار وغیرہ امر مباح کے لیے اپنے آپ کو یا سواری کو اگر تھوڑی بہت مشقت میں ڈال دیا جائے تو یہ جائز ہے، چنانچہ ابنِ مِثْر لکھتے ہیں:

”بِهَ بَهَذِهِ التَّرْجُمَةِ عَلَى جَوَازِ ارْتِكَابِ الْمَشَاقِّ لِمَنْ لَهُ غَرَضٌ

لِنَفْسِهِ أَوْ لِدَابَّتِهِ، إِذَا كَانَ الْغَرَضُ مَبَاحًا، وَأَنْ التَّصِيدَ فِي الْجِبَالِ

كَبْهُ فِي السَّهْلِ، وَأَنْ إِجْرَاءَ الْخَيْلِ فِي الْوَعْرِ جَائِزٌ لِلْحَاجَةِ، وَلَيْسَ

هُوَ مِنْ تَعْذِيبِ الْحَيَوَانَ“ (۶)۔

(۴) تہذیب الکمال: ۳۱۱/۲۹۔

(۵) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۱۰۴/۲۱۔

(۶) فتح الباری: ۶۶۱/۹۔

١٢ باب : قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «أَحْلَلْ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ» (المائدة : ٩٦)

وقال عمرو : صَيْدُهُ مَا أَصْطِيدُ . وَطَعَامُهُ الْمَائِدَةُ ٩٦ : مَا رَمَى بِهِ

وقال أبو بكر : الطَّافِي حَلَالٌ

وقال ابن عباس : طَعَامُهُ مَيْتَتُهُ . إِلَّا مَا قَدَرْتُ مِنْهَا . وَالْجَرِيُّ لَا تَأْكُلُهُ الْيَهُودُ ، وَنَحْنُ تَأْكُلُهُ .

وقال شريح : صاحبُ النَّبِيِّ ﷺ : كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ .

وقال عطاء : أَمَّا الطَّيْرُ فَأَرَى أَنْ يَذْبَحَهُ .

وقال ابن جريج : قُلْتُ لِعَطَاءَ : صَيْدُ الْأَنْهَارِ وَفَلَاتُ السَّيْلِ . أَصَيْدُ بَحْرٍ هُوَ ؟ قَالَ :

نَعَمْ . ثُمَّ تَلَا : هَذَا صَيْدُ فِرَاتٍ سَائِعٍ شِرَاهُ . هَذَا مَيْحُ أَجَاخٍ وَمَنْ كُلَّ تَأْكُلُونَ نَحْنُ طَرِيَاءُ

أَفَاطِرُ ١٢ .

وركب الحسن عليه السلام على سَرَجٍ مِنْ جُلُودِ كِلَابِ الْمَاءِ .

وقال الشعبي : لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الصَّقَاعَ لَأُطْعِمْتُهُمْ .

وَلَمْ يَرِ الْحَسَنُ بِالسَّحْقَةِ بَأْسًا .

وقال ابن عباس : كُلُّ مَنْ صَيْدَ الْبَحْرِ وَإِنْ صَادَهُ نَصْرَانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ .

وقال أبو الدرداء في المَرِي : ذَبَحَ الْخَمْرَ الْيَتَانَ وَالشَّمْسُ .

٥١٧٤/٥١٧٥ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ أَبِي جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو :

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : عَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ . وَأَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ . فَجَعَلْنَا جَوْعًا

شَدِيدًا . فَأَلْقَى الْبَحْرَ حَوْثًا مِثْلًا يَوْمَئِذٍ . يُقَالُ لَهُ الْعَبْرُ . فَأَكَلْنَا مِنْهُ يَصِفُ شَرًّا . فَخَذَ

أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ . فَسَرَّ الرَّكَبُ تَحْتَهُ .

(٥١٧٥) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانٌ . عَنْ عَمْرِو قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرًا

يَقُولُ : بَعَثَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثَمِائَةَ رَاكِبٍ ، وَأَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ ، نَرُصِدُ عِيرَ الْفَرَسِ . فَأَصَابَنَا

جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ ، فَسَمِيَ جَيْشُ الْخَبَطِ ، وَأَلْقَى الْبَحْرَ حَوْثًا يُقَالُ لَهُ الْعَبْرُ ،

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیت ﴿احل لکم صید البحر و طعامہ﴾ میں صید سے مراد وہ ہے جس کو جال وغیرہ سے شکار کیا جائے اور طعام سے مراد وہ ہے جس کو سمندر پھینک دے۔

وقال أبو بكر: الطافي حلال

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ سمک طعامی حلال ہے، طافی اس مچھلی کو کہتے ہیں جو مر کر پانی کے اوپر آجائے۔

اس تعلیق کو امام طحاوی، ابن ابی شیبہ اور دارقطنی نے موصولاً نقل کیا ہے (۸)۔

وقال ابن عباس: طعامه: ميتته، إلا ما قدرت منها

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ﴿احل لکم صید البحر و طعامہ﴾ میں طعام سے سمندر کے غیر مذبوح جانور مراد ہیں، مگر جس سے آپ نفرت کریں (اور اس کے کھانے کو ناپسند کریں)۔
طبری نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۹)۔

والجری لاتأكله اليهود، ونحن تأكله

(٤) فتح الباري ٩/ ٤٦٤، وعنده القاضى ٢١/ ١٠٣.

(۸) عمده بقاری: ۲۱/۱۰۵، وضع بقاری: ۹/۷۶۷، و سبب الدار فطنی، باب الفیء والذخایع: ۳/۲۶۷، (رفع الحدیث ۴)

(٩) فتح الباري: ٩/٤٦٨، وعمدة القاري: ٢/١٠٥.

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جری کو یہود نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں، جری کو جریت بھی کہتے ہیں، علامہ خطابی نے فرمایا کہ یہ سانپ کے مشابہہ ایک مچھلی ہوتی ہے، بعضوں نے کہا الحری سسک لا قشر له، اس کو مرماہی بھی کہتے ہیں۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا ہندی ترجمہ مجھے معلوم نہیں ہو سکا، فرمایا کہ ”بعضوں نے اس کا ترجمہ ”جھینگا“ کیا ہے جب کہ جھینگے کے مچھلی ہونے میں مجھے تردد ہے۔“ (۹۵۹) (جھینگے کا حکم آگے آ رہا ہے۔)

اس تعلیق کو عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے موصلاً نقل کیا ہے (۱۰)۔
وفال شریح صاحب النبی: کل شیء فی البحر مذبح، وقال عطاء: اما الطیر فأری أن تذبحہ

یہ تعلیق امام بخاری نے ”تاریخ“ میں اور ابن مندہ نے ”المعرفة“ میں موصلاً نقل کی ہے (۱۱)۔
عمرو بن دینار اور ابو الزبیر وہ دونوں شریح سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا ”کل شئی فی البحر مذبح“ عطاء کے سامنے جب یہ بات ذکر کی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ البتہ طیر یعنی پرندہ کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس کو آپ ذبح کریں یعنی عطاء نے ”کل شئی مذبح“ سے ”طیر“ کو مستثنیٰ کیا، طیر سے آبی طیر مراد ہے۔

دارقطنی نے اس تعلیق کو مرماً بھی نقل کیا ہے (۱۲) لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ”المعرفة فاصح“ (۱۳)۔

وفی اس شریح قلت لعطاء: صید الانہار وفلات النسیل أصيد ببحرہو؟ قال: نعم، ثم قال: ہذا عذاب ذوات وعذاب ملجأ جاح سائغ شرابہ ومن کل تاکلونہ لحما طریاً

(۹) فتح الباری ۴/۲۵۰

(۱۰) فتح الباری ۹/۶۸، وعبدہ البخاری ۲/۱۰۵، ورسد الساری ۱۲/۲۲۸

(۱۱) فتح الباری ۹/۶۸

(۱۲) منہذ دقطنی، باب الصيد، وند، ج ۳/۲۶۹، ولفظہ ”إن الله تعالى ذبح ما فی البحر لنبی آدم“

(۱۳) فتح الباری ۹/۶۸

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور چٹانوں میں جمع شدہ پانی کے شکار کا کیا حکم ہے، کیا وہ بھی ”صيد بحر“ کے حکم میں ہے؟ تو انھوں نے کہا ”ہاں“ اور پھر قرآن کریم کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی جس میں بیٹھے اور کڑوے دونوں پانیوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ”وَمِنْ كُلِّ تَاكُلُوهُنَّ لِحِمَاهُنَّ يَكُلُ الْفَالُ، فَلْتُ (قاف کے فتح کے ساتھ) کی جمع ہے جیسے بحر بحار، بسا اوقات چٹانوں کے اندر بڑے بڑے گڑھے پڑ جاتے ہیں جن میں پانی جمع ہو جاتا ہے، اس کو فُلْتُ کہتے ہیں، حافظہ فرماتے ہیں: هُوَ الْفُقْرَةُ فِي الصَّخْرَةِ يُسْتَفْعُ فِيهَا الْمَاءُ (۱۴)۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ تعلیق موصولاً نقل کی ہے (۱۵)۔

ور كَب الْحَسَنِ عَنِ سِرَاحٍ مِنْ جَمْعٍ كَلَابَ الْمَاءِ

حضرت حسن پانی کے ستور کی کھاواں سے بنائی گئی ہیں پر سوانی ۔۔۔ ملت بیٹے تھے۔

حسن سے یا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، کیسے کہ حضرت حسن بصری رحمہ

اللہ مراد ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے قوف کی تہذیب اس وقت بھی قائم تھی کہ جس شخص میں ”حسن“ کے بعد ”رضی اللہ عنہ“ کا جملہ بھی لکھا ہے جو سوانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہذا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں (۱۶)۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الصَّمَدَ لَأَكَلُوا الْمَاءَ

حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے گھر کے لوگ صمد کھا لیں تو

میں انھیں کھلاتا۔

صمد ع، صمد ع کی جمع ہے، صمد ع صمد کے لفظ دو کموں کے ساتھ مل کر بنتا ہے اس

(۱۴) فتح الباری ۹/۲۶۹، نیز بیہیہ البیہ ۱/۱۵۹۔

(۱۵) عمدۃ القاری ۲۱/۱۰۶۔

(۱۶) فتح الباری ۹/۲۶۹۔

میں ایک لغت عین کے بغیر ”ضفادی“ بھی ہے (۱۷)۔

مینڈک کھانے کا حکم

جمہور کے نزدیک مینڈک حرام ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مینڈک کا استعمال جائز ہے۔ پھر ان کے مذہب میں اختلاف ہے ”مدونہ“ میں ابن القاسم نے ان کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ بغیر ذبح کیے مینڈک کھانا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر مینڈک پانی میں رہتا ہے تو وہ بغیر ذبح کے کھا سکتے ہیں لیکن خشکی میں یا کبھی خشکی اور کبھی پانی میں رہنے والے مینڈک کو ذبح کیے بغیر کھانا درست نہیں ہے (۱۸)۔

جمہور سنن دارمی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو امیں مینڈک کے استعمال کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے منع فرمایا (۱۹)۔

امام ابو دواؤد نے بھی اس طرح کی روایت کتاب الطب میں نقل کی ہے (۲۰)۔
شعبی کی اس تعلیق کو کس نے نقل کیا، یہ معلوم نہیں ہو سکا (۲۱)۔

ولم ير الحسن بالسلحفاء بأساً

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کچھ کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۲)۔

وقال ابن عباس: شُكِّلَ من صيد البحر نصراني أو يهودي أو مجوسي

(۱۷) فتح الباری: ۹/۷۶۹، وعنده القاری ۲۱/۱۰۶۔

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔

(۱۹) دیکھیے سنن الدارمی، عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔

(۲۰) سنن أبی داؤد، کتاب الطب، باب فی الذبوحۃ المکروہۃ، (رقم الحدیث: ۳۸۷۱) ۴/۷۔

(۲۱) چنانچہ تعلیق لتعلیق جلد ۴، صفحہ ۵۱۰ پر یہاں و ماہون السعی کے بعد جگہ خالی ہے، شران نے بھی خاموشی اختیار کی ہے۔

(۲۲) فتح الباری ۹/۷۶۹۔

یعنی صید البحر کا استعمال جائز ہے اگرچہ وہ شکار کسی نصرانی یا یہودی یا مجوسی نے کیا ہو۔
بخاری کے قدیم نسخوں میں عبارت اس طرح ہے لیکن یہ درست نہیں، چنانچہ بعض نسخوں میں
صحیح عبارت ”وإن صاده“ کے اضافہ کے ساتھ اس طرح ہے ”كُلْ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ، وَإِنْ صَادَهُ
نَصْرَانِي أَوْ يَهُودِي.....“ (۲۳)

نبہتی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۲۴)۔

وقال أبو الدرداء: في المُرَى ذبح الخمر النینان والشمس
حضرت ابوالدرداء کا نام عویر بن مالک ہے (۲۵)، مَرَى میم کے ضمہ اور راء کے سکون کے
ساتھ ہے، ابراہیم حربی نے اس کے متعلق فرمایا:

هو يعمل بالشمام، يوخذ الخمر، فيجعل فيها الملح والسمك
ويوضع في الشمس، فيتغير طعمه إلى طعم المُرَى (۲۶)۔
یعنی شراب میں نمک اور مچھلی ملا کر اسے دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے، اس
عمل سے شراب کا ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے اور جو چیز تیار ہوتی ہے اسے مری
کہتے ہیں۔

نینان نون کی جمع ہے، نون مچھلی کو کہتے ہیں، ترکیب میں ”الخمر“ ”ذَبَح“ فعل معروف کے لیے
مفعول بہ ہے اور ”النینان“ فاعل ہے یعنی مری میں مچھلی اور دھوپ دونوں خمر کو ذبح یعنی حلال کر دیتے
ہیں، جس طرح میتہ ذبح سے حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح شراب مری میں نمک، مچھلی اور دھوپ سے ایک
دوسری چیز بن کر حلال ہو جاتی ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ثم تفسير كلام أبي الدرداء بقوله: ”في المُرَى“ مقدم لفظاً،

(۲۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷، وفتح الباری: ۹/۷۹۔

(۲۴) وفتح الباری: ۹/۷۹۔

(۲۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔

(۲۶) وفتح الباری: ۹/۷۷۔

ولكن في المعنى متأخر، تقديره: ذبح الخمر النینان والشمس في .
المُرَى (۲۷)۔“

ابراہیم حربی نے اس تعلیق کو ”غریب الحدیث“ میں موصولاً نقل کیا ہے (۲۸)۔
باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر کی ہے، اس پر کلام کتاب المغازی میں گذر
چکا ہے (۲۹)۔
امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت دو مسئلے بیان کیے ہیں اور ان دونوں میں حضرات فقہاء
کا اختلاف ہے۔

سمندری جانوروں کا حکم

پہلا مسئلہ سمندری اور مائی جانوروں کی حلت اور حرمت کا ہے۔
سمندری جانوروں میں سے مچھلی کی حلت پر تو اجماع ہے اور اس کے حلال ہونے میں کسی کا بھی
اختلاف نہیں ہے (۳۰) البتہ باقی حیوانات کے متعلق اختلاف ہے۔
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں۔
حضرات شافعیہ نے البتہ مینڈک کو مستثنیٰ قرار دیا ہے (۳۱)۔
حضرات مالکیہ نے انسان بحری، کلب بحری اور خنزیر بحری کو حلت کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے

(۲۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ ”کانجی“ سے کیا ہے (دیکھیے فیض الباری:
۳۳۰/۴)۔

(۲۸) وفتح الباری: ۹/۷۷۰۔

(۲۹) کشف الباری، کتاب المغازی: ۵۸۳-۵۸۵۔

(۳۰) إعلاء السنن: ۱۷/۱۸۷۔

(۳۱) المجموع شرح المہذب، کتاب الذبائح: ۹/۳۰-۳۱۔

لیکن علامہ دزدیر نے علی الاطلاق بحری حیوانات کی حلت کو قول مختار قرار دیا ہے (۳۲)۔

حضرات حنابلہ کے نزدیک بھی مطلقاً بحری حیوانات حلال ہیں (۳۳)۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک بحری حیوانات میں سے صرف مچھلی حلال ہے، باقی تمام حیوانات بحریہ

حرام ہیں (۳۴)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی حنفی مذہب کے مطابق منقول ہے (۳۵)۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے (۳۶)۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کے مطابق ہے جیسا کہ تعلیقات باب سے معلوم ہوتا

ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ قرآن کریم کی آیت ﴿احل لكم صيد البحر﴾ سے استدلال کرتے ہیں، فرماتے

ہیں کہ ”صيد البحر“ مطلق ہے، تمام حیوانات بحریہ کو شامل ہے۔

لیکن یہ استدلال دو باتوں کے ثبوت پر موقوف ہے، جب تک وہ ثابت نہ ہو جائیں، استدلال

تمام نہیں ہو سکتا۔

پہلی بات یہ کہ آیت میں ”صيد“ سے مراد ”مصيد“ لیا جائے ”صيد“ مصدر ہے، اس کے معنی

شکار کرنے کے ہیں، ”مصيد“ اسم مفعول کا صیغہ ہے شکار کو کہتے ہیں، یعنی وہ جانور جس کو شکار کیا جائے،

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا ”تمہاری لیے سمندر میں شکار کرنے کو حلال قرار دیا گیا ہے“ اور دوسری

(۳۲) الشرح الصغير للدردير: ۲/۱۸۲۔

(۳۳) المغنی لابن قدامة، کتاب الصيد والذبائح: ۹/۳۳۸۔

(۳۴) أحكام القرآن للحصاص: ۲/۴۹، والمغنی لابن قدامة: ۹/۳۳۸۔

(۳۵) فتح الباری: ۹/۷۷۲۔

(۳۶) أحكام القرآن للحصاص: ۲/۴۹۔

صورت میں ترجمہ ہوگا ”تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا ہے۔“

ائمہ ثلاثہ کا مسلک اسی وقت اس لفظ سے ثابت ہو سکتا ہے جب ”صيد“ سے شکار والا جانور مراد لیا جائے، لیکن اگر مصدری معنی مراد لیے جائیں تو پھر ان کا مسلک اس سے ثابت نہیں ہو سکے گا کیونکہ سمندر میں شکار کرنا حنفیہ کے نزدیک بھی درست اور حلال ہے اور چونکہ لفظ ”صيد“ مصدر ہے، اس لیے اس کو اصل مصدری معنی پر محمول کرنا ہی حقیقت ہے، مصدر اسم مفعول کے معنی میں مجاز استعمال ہوتا ہے، مجاز کے لیے قرینہ ضروری ہے اور یہاں مجازی معنی مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔

بلکہ سیاق کلام حقیقی معنی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کے بعد ارشاد ہے ﴿وحرّم علیکم صید البر ما دمتم حرما﴾ اس جملے میں ”صيد“ سے بالاتفاق مصدری معنی مراد ہیں، کیونکہ شکار کرنا احرام کی حالت میں حرام ہے، شکار کھانا منہج کے لیے حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ”صيد“ کو ”مصيد“ کے معنی میں لیا جائے تو جمہور کا مسلک تب ثابت ہوگا جب ”صيد البحر“ کی اضافت استغراق کے لیے ہو کہ سمندر کے تمام شکار حلال قرار دیئے گئے ہیں، لیکن استغراق پر کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا بلکہ عدم استغراق کا قرینہ پایا جاتا ہے کیونکہ ﴿وحرّم علیکم صید البر﴾ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ”صيد البر“ میں ”صيد“ سے ”ما یوکل لحمہ“ یعنی وہ جانور مراد ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، کیونکہ ”غیر ما کول اللحم“ تو ہر حال میں حرام ہیں، آدمی چاہے محرم ہو یا غیر محرم، لہذا جب یہاں اضافت استغراق کے لیے نہیں تو ”صيد البحر“ میں بھی اضافت استغراق کے لیے نہیں ہونی چاہیے (۳۷)۔

② جمہور کا دوسرا استدلال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم بحری سفر کرتے ہیں اور میٹھاپانی ہمارے پاس کم ہوتا ہے، اگر ہم اس کو وضو میں استعمال کریں تو پیا سے رہ جائیں گے، کیا ایسی صورت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو

(۳۷) تکملة فتح الملمہ، کتاب الصيد والذبائح: ۳/ ۵۰۷-۵۰۸، وأحكام القرآن للحصاص: ۲/ ۴۷۹، نیز

دیکھیے فیض الباری: ۳/ ۴۳۰۔

کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا ”هو الطهور ماءه والحل ميتته“ (۳۸)۔

حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ ”میتہ“ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں، بلکہ اس سے میتہ معبودہ مراد ہے اور وہ مچھلی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”أحلت لنا ميتتان ودمان، فأما الميتتان: فالجراد والحيوت، وأما الدمان: فالطحال والكبد“ (۳۹)۔

اس حدیث میں صرف دو میتات کے متعلق حلت کا حکم بیان کیا گیا ہے، ایک مڈی اور دوسری مچھلی، اس میں میتہ سے مراد وہ جانور ہے جو ذبح نہیں کیا جاتا، یا جس کا خون نہیں بہتا، معلوم ہوا کہ ان دو کے علاوہ باقی میتات قرآن کریم کی آیت ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ.....﴾ کی بناء پر حرام ہیں، چاہیں ان کا تعلق برے ہوں یا بحر سے (۴۰)۔

③ جمہور کا تیسرا استدلال حضرت شریح کی روایت سے ہے جس کو یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا ذکر کیا ہے کہ ”کل شئ فی البحر مذبوح“۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے مرفوع روایت نقل کی ہے ”ما من دابة فی البحر إلا قد ذکاها الله لبني آدم“ (۴۱)۔

حضرات حنفیہ میں سے بعض علماء نے اس کا جواب دیا کہ اس سے مراد مچھلی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر قسم کی مچھلی حلال قرار دی ہے کیونکہ دارقطنی ہی نے دوسری روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ”إن الله تعالى قد ذبح كل نون فی البحر لبني آدم“ اوفہ ”نون“ کا اطلاق صرف مچھلی پر ہوتا ہے (۴۲)۔

(۳۸) سنن أبی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بماء البحر، (رقم الحدیث: ۸۳) ۲۱/۱ و سنن الترمذی،

أبواب الطہارۃ، باب ما جاء فی ماء البحر أنه طهور (رقم الحدیث: ۶۹) ۱۰۱/۱

(۳۹) سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمة، باب الكبدة والطحال، (رقم الحدیث: ۳۳۱۳) ۱۱۰۱/۲

(۴۰) تکملة فتح الملهم: ۵۰۹/۳، وفتح القدیر، کتاب الکراهیة: ۳۲۲/۸۔

(۴۱) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۲۶۷/۳۔

(۴۲) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۲۶۷/۳۔

لیکن یہ جواب کوئی زیادہ دل کو نہیں لگتا کیونکہ بعض احادیث میں مچھلی کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن احادیث میں مطلقاً حیوانات کو حلال قرار دیا گیا ہے، ان سے بھی مچھلی ہی مراد ہے۔

دلائل احناف

حنفیہ کی ایک دلیل تو اوپر والی حدیث ”أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَانِ.....“ ہے اور دوسرے وہ قرآن کریم کی آیت ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانور خبائث میں داخل ہیں (۴۲۲☆)

تیسرے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیق سے استدلال کرتے ہیں جسے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ ”طعامہ میتہ إلا ما قذرت منها“ یعنی سمندر کے غیر مذبوح جانور طعام البحر ہیں جو کہ حلال ہیں لیکن جس کے کھانے میں طبیعت کی رغبت نہ ہو وہ طعام البحر نہیں اور مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانوروں کا گوشت کوئی مرغوب شے نہیں ہے۔

بلاشبہ حضرات حنفیہ کا مسلک احوط ہے لیکن جمہور کا مسلک اقرب الی النصوص ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی جمہور کے مطابق ہے، انھوں نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں، ان سے مطلقاً حیوانات بحر یہ کی حلت معلوم ہوتی ہے۔

سمک طافی کا مسئلہ

دوسرا اختلافی مسئلہ سمک طافی کا ہے یعنی وہ مچھلی جو سمندر کے اندر از خود مر جائے اور پانی کے اوپر آجائے تو اس کا کھانا جائز ہے کہ نہیں؟

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (۴۳)۔

(۴۲۲☆) فتح القدیر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی ما یحل أکله..... ۸/۴۲۲۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۷۷۱۔

جمہور کا استدلال

جمہور کا پہلا استدلال تو حدیث باب سے ہے کہ حضرات صحابہ نے ”عنبر“ نامی وہ مچھلی استعمال کی تھی۔

لیکن اس سے ان کا استدلال تام نہیں کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسی تصریح نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ سمک طافی تھی اور از خود مری تھی، ہو سکتا ہے کہ سمندر نے اس کو خشکی کی طرف پھینک دیا ہو اور اس کے نتیجے میں وہ مری ہو، ایسی مچھلی کا کھانا بالاتفاق جائز ہے (۴۴)۔
ائمہ ثلاثہ حضرت صدیق اکبرؓ کے اثر سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں تعلقاً ذکر کیا ہے۔

امام اعظم کی دلیل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ما ألقى البحر أو جزر عنه فكلوه، ومات فيہ وطفًا، فلاتأكلوه“ (۴۵)۔ اس میں تصریح ہے کہ سمک طافی کو نہ کھائیں اور حلت و حرمت کے درمیان جب تعارض ہو جائے تو احتیاط اسی میں ہے کہ جانب حرمت کو ترجیح دی جائے (۴۵☆)۔

جھینگے کا حکم

جہاں تک تعلق ہے جھینگے کا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو وہ جائز ہی ہے، اکثر حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے کیونکہ وہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ بعض علماء نے اس کے عدم جواز کا قول اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ

(۴۴) دیکھیے فیض الباری: ۴/۳۳۰۔

(۴۵) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، (رقم الحدیث: ۳۸۱۵)

(۴۵☆) لامع الدراری: ۹/۳۱۳۔

جھینگا مچھلی نہیں، بلکہ ایک مستقل الگ قسم ہے لیکن جمہور اس کو مچھلی ہی میں شمار کرتے ہیں (۴۶)۔
باب کی تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے عنبر مچھلی والی جو روایت نقل کی ہے، یہ کتاب المغازی میں
گزر چکی ہے۔ حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے۔

۱۳- باب : أَكْلُ الْجَرَادِ

۵۱۷۶ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَانَ بْنَ أَوْفَى
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا ، كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ .
قَالَ سَفْيَانُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَإِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ ، عَنْ أَبَانَ بْنِ أَوْفَى : سَبْعَ غَزَوَاتٍ .

(۴۶) مچھلی کے حلال ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جھینگا مچھلی میں شامل ہے یا نہیں؟ علم
حیوان کے جدید ماہرین کے نزدیک جھینگا مچھلی میں شامل نہیں، کیونکہ جدید ماہرین کے نزدیک ”مچھلی ریڑھ کی ہڈی
والا وہ جانور ہے جو کلمھڑوں کے ذریعہ سانس لیتا ہے“ جب کہ جھینگا ریڑھ کی ہڈی رکھتا ہے اور نہ ہی کلمھڑوں کے
ذریعہ سانس لیتا ہے (دیکھیے دائرۃ المعارف للبلستانی ج ۱۰، ص ۶۰)۔ لیکن اس کے برعکس مشہور علمائے لغت نے
جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا ہے، ابن درید، علامہ فیروز آبادی، علامہ زبیدی اور دمیری کی یہی رائے ہے، چنانچہ ابن
درید حمیرۃ اللغۃ ج ۳، ص ۳۱۴ میں لکھتے ہیں ”وإربیان ضرب من السمک“ علامہ زبیدی نے بھی یہی فرمایا ہے
(دیکھیے تاج العروس ج ۱/ ۱۳۶) اور علامہ دمیری رحمہ اللہ (حیاء الحيوان : جلد اول، ص ۷۳) میں لکھتے ہیں
”الروبيان هو سمك صغير جدا أحمر“ یعنی جھینگا سرخ رنگ کی ایک چھوٹی سی مچھلی ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاوی (ج ۳، ص ۱۰۳) میں تحریر فرماتے ہیں ”..... احقر کو اس کے سک ہونے
میں بالکل اطمینان ہے“..... حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاوی محمودیہ (ج ۵، ص ۱۰۷، ۱۲۰،
۱۲۳) میں، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مجموعۃ الفتاوی (ج ۲، ص ۲۹۷) میں، مفتی
عبدالرحیم لاچپوری نے فتاوی رحیمیہ (ج ۱، ص ۲۹۷) میں اور مفتی عبدالسلام چانگانی نے جواہر الفتاوی
(ج ۱، ص ۵۸۴) میں جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا ہے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب (تکملہ فتح
المہم: ج ۳، ص ۵۱۴) میں لکھتے ہیں:

فلا ينبغي التشديد في مسألة الإربیان عند الإفتاء، ولا سيما في حالة كون المسألة محتجدا فيها من
أصلها، ولا شك أنه حلال عند الأئمة الثلاثة، وأن اختلاف الفقهاء يورث التخفيف، غير أن الاحتساب عن
أكلة أحوط وأولى“

جراد: جرادة کی جمع ہے، مڈی کو کہتے ہیں، یہ جزد سے مشتق ہے لآنه لاینزل علی شئی الا جرده (۴۷)، اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک طیار یعنی اڑنے والی، دوسری وثاب یعنی کودنے والی، مڈی بغیر ذبح کیے کھانا جائز ہے، البتہ مالکیہ کے ہاں مشہور یہ ہے کہ اس کو ذبح کرنا جواز اکل کے لیے شرط ہے (۴۸)۔

پھر ذبح کرنے کے طریقے میں اختلاف ہے، بعضوں نے کہا اس کا سر کاٹا جائے، بعضوں نے کہا آگ یا ہانڈی میں اس کا گرنا ہی اس کا ذبح ہوتا ہے (۴۹)۔

ابو یَعْفُور

ان کا نام و قدان یا وادہ ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وادہ، ان کا نام اور و قدان، ان کا لقب ہے، ابو یَعْفُور دو ہیں، ایک اکبر اور دوسرے اصغر، جو اصغر ہیں، ان کا نام عبدالرحمن بن عبیدہ ہے، دونوں ثقہ ہیں، ابو یَعْفُور اکبر کی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک یہاں اور دوسری کتاب الصلاة، ابواب الركوع میں (۵۰)۔ ابو یَعْفُور اصغر نے صحابہ میں کسی سے روایت نہیں سنی، جبکہ ابو یَعْفُور اکبر نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ وغیرہ سے روایات سنی ہیں، ۱۲۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۵۱)۔

سبع غزوات اوستا

یہ شک شعبہ کو ہے کہ سات غزوات کہا ہے یا چھ۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۷۷۴۔

(۴۸) فتح الباری: ۹/۷۷۴۔

(۴۹) فتح الباری: ۹/۷۷۴۔

(۵۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/۷۷۴-۷۷۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۰۹۔

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۹۔ نیز دیکھیے، تہذیب الکمال: ۳۰/۳۵۹، وطبقات ابن سعد: ۶/۳۳۸، وثقات ابن

حبان: ۵/۳۹۹ وسیر اعلام النبلاء: ۵/۲۱۳ وتہذیب التہذیب: ۱۱/۱۲۳ والجمع لابن القیسرانی: ۲/۵۳۵

والکاشف للذہبی: ۳/الترجمة: ۶۱۵۸۔

کھانا کُل معہ الجراد

یہاں معیت سے یا صرف غزوہ میں معیت مراد ہے، کھانے میں نہیں اور یا کھانے میں معیت مراد ہے، دوسرے احتمال کی تائید ابو نعیم کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ”و یا کُل معنا“ کے الفاظ ہیں (۵۲)۔

شوافع میں علامہ صمیری کا خیال تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹڈی کھانا پسند نہیں کرتے تھے (۵۳)، وہ امام ابو داؤد کی ایک روایت سے استدلال کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا ”لا آکلہ ولا أحرمه“ (۵۴)۔

لیکن یہ روایت مرسل ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے ٹڈی کی حلت پر اجماع نقل کیا ہے (۵۵)۔ تاہم ابن العربی نے شرح ترمذی میں حجاز کی ٹڈیوں اور اندلس کی ٹڈیوں کے درمیان فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ اندلس کی ٹڈیاں سراپا ضرر ہیں (۵۶)؛ لہذا اگر کسی علاقے کی ٹڈیوں کے متعلق معلوم ہو کہ وہ مضر صحت ہیں تو ان کا استعمال پھر درست نہیں ہوگا۔

قال سفیان وأبو عوانة وإسرائيل عن أبي يعفور عن ابن أبي أوفى سبع غزوات سفیان کی تعلیق کو دارمی نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۷) ابو عوانہ کی تعلیق امام مسلمؒ نے موصولاً نقل کی ہے (۵۸) اور اسرائیل کی تعلیق طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے (۵۹)، ان تینوں روایات میں سات غزوات کا ذکر ہے۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۷۷۵۔

(۵۳) فتح الباری: ۹/۷۷۵۔

(۵۴) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الجراد، (رقم الحديث: ۳۸۱۳/۳) ۳۵۷۔

(۵۵) شرح مسند للنووی، کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد: ۲/۱۵۲۔

(۵۶) فتح الباری: ۹/۷۷۵۔

(۵۷) سنن الدارمی، کتاب الصيد، باب فی أکل الجراد، (رقم الحديث: ۲۰۱۰) ۲/۱۲۶۔

(۵۸) صحیح مسلم، کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد (رقم الحديث: ۱۹۵۲) ۳/۱۵۳۶۔

(۵۹) فتح الباری: ۹/۷۷۶۔

۱۴ - باب : آية المجوس والميتة

۵۱۷۷ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ حَبِوَةَ بْنِ شَرِيحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْحُسَيْنِيُّ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّا بِأَرْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَتَأْكُلُ فِي آيَتِهِمْ ، وَبِأَرْضِ صَيْدٍ ، أَصِيدُ بِقَوْسِي ، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمَعْلَمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمَعْلَمٍ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنْتَ ، بِأَرْضِ أَهْلِ كِتَابٍ : فَلَا تَأْكُلُوا فِي آيَتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا بُدًّا ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا بُدًّا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا . وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنْتَ بِأَرْضِ صَيْدٍ : فَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمَعْلَمِ فَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمَعْلَمٍ فَادْكُرْتِ ذِكَاكَ فَكُلْهُ) . [ر : ۵۱۶۱]

۵۱۷۸ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ : لَمَّا أُمِسُوا يَوْمَ فَتَحُوا خَيْبَرَ ، أَوْقَدُوا النَّبْرَانَ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (عَلَامٌ أَوْقَدْتُمْ هَذِهِ النَّبْرَانَ) . قَالُوا : لَحُومِ الْحُمْرِ الْأَنْثِيَّةِ . قَالَ : (أَهْرِيقُوا مَا فِيهَا ، وَاكْسِرُوا قُدُورَهَا) . فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ : نَهْرِيقُ مَا فِيهَا وَنَغْسِلُهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَوْ ذَاكَ) . [ر : ۲۳۴۵]

حدیث سے ترجمہ الباب کا ثبوت

ترجمہ الباب میں ”آیۃ المجوس“ کہا ہے، جب کہ باب کی روایت میں اہل کتاب کے اوائی کا ذکر ہے۔

ابن منیر نے فرمایا کہ چونکہ نجاسات سے نہ بچنے کا سبب مجوس اور اہل کتاب دونوں میں مشترک

ہے، اس لیے امام بخاریؒ نے ایک سے دوسرے کا حکم ثابت کیا ہے (۶۰)۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ مجوسیوں کو اہل کتاب پر قیاس کر کے امام بخاریؒ نے حکم ثابت کیا

ہے (۶۱)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ در حقیقت بعض طرق میں مجوسیوں کا بھی ذکر ہے، امام بخاری نے ترجمۃ الباب سے ان طرق کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری عموماً اس طرح کرتے ہیں کہ بعض طرق جو ان کی شرط پر پورے نہیں اترتے، انہیں ترجمۃ الباب میں لے آتے ہیں اور حدیث اپنی شرط کے مطابق کوئی دوسری لے آتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وهذه طريقة يكثر منها البخاري، فما كان في سنده مقال، يترجم به، ثم يورد في الباب ما يؤخذ بالحكم منه بطريق الإلحاق ونحوه (۶۲)۔

المیۃ

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے میۃ کا بھی ذکر کیا ہے، ابن منیر فرماتے ہیں:

نبه بذكر الميۃ على أن الحمير لما كانت محرمة لم تؤثر فيها الذكاة، فكانت ميۃ، ولذلك أمر بغسل الأنية منها (۶۳)۔

یعنی باب کی دوسری حدیث میں گدھوں کے گوشت کی حرمت کا حکم بیان کیا گیا ہے، گدھے ذبح کیے گئے تھے اور ان کا گوشت پکایا جا رہا تھا کہ حرمت کا حکم آگیا، کھر چونکہ میۃ اور حرام قرار دیئے گئے، اس لیے ان کی حلت کے لیے ذبح مؤثر نہیں رہا، کیونکہ ذبح حلال جانوروں میں مؤثر رہتا ہے، حرام میں نہیں۔

۱۵۔ باب : التسمیۃ علی الذبیحۃ . وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ .

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى : «وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ» / الأنعام : ۱۲۱ /

وَالنَّاسِي لَا يَسْمَى فَاسِقًا .

وَقَوْلُهُ : «وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ»

/ الأنعام : ۱۲۱ /

تسمیہ کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی تعلیق نقل کر کے اُس مسلک کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا جس میں ترک تسمیہ ناسیاً سے ذبیحہ حرام نہیں قرار پاتا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی تعلیق کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ نام نہ لینا ایک فاسقانہ روش ہے جب کہ ناسی یعنی بھولنے والا فاسق نہیں ہوتا۔

وقوله تعالى ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لِيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ.....﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے اُس آیت سے درحقیقت اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمائی ہے، کفار کہتے تھے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ (کیونکہ اسے انسانوں نے مارا ہے) اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسے کھاؤ (کیونکہ وہ قدرتی موت مرا ہے) اس کی مزید وضاحت ابو داؤد کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ”جس کو ہم انسان قتل کریں اسے تو آپ کھاتے ہیں اور جس کو اللہ مار دے، اسے نہیں کھاتے“..... تو اس پر آیت کریمہ ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِ.....﴾ نازل ہوئی..... (۶۳) اور ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لِيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ﴾ فرما کر کفار کی اس طرح کی بحثوں اور مجادلہ کو شیطانی وساوس سے تعبیر کیا گیا۔

۵۱۷۹ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَنْشُورٍ ، عَنْ عُبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ ، فَأَصْبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أَخْرِيَّاتِ النَّاسِ ، فَعَجَلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ ، فَذَفَعَ إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِشَتْ ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ ، فَتَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ بِسِيرَةٍ ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَحَبَسَهُ اللَّهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لَهُدَاهُ الْبَهَائِمُ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ ، فَمَا تَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْهَا

فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا . قَالَ : وَقَالَ جَدِّي : إِنَّا لَنَرَجُو . أَوْ نَخَافُ ، أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا ، وَلَنَسِمَ مَعَنَا مُدَى ، أَفَنَذِيعُ بِالْقَصَبِ ؟ فَقَالَ : (مَا أَتَهَرَ الدَّمَّ وَذَكَّرَ أَسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلْ . لَيْسَ السِّنُّ وَالظُّفْرُ . وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْهُ : أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ . وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ) . [ر : ۲۳۵۶]

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے، لوگوں کو بھوک لگی تو ہم نے ایک اونٹ اور ایک بکری ذبح کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے پیچھے تھے، لوگوں نے جلدی کر کے ہانڈیاں چڑھادیں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس پہنچے تو آپ نے ہانڈیوں کے الٹ دینے کا حکم دیا، پھر (مال غنیمت) تقسیم کیا، اس طرح کہ دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا، ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا، جماعت میں گھوڑے تھوڑے تھے، انھوں نے اس کو پکڑنا چاہا، مگر عاجز رہے، ان میں ایک آدمی نے اس کی طرف تیر پھینکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... ”ان جانوروں میں بھی وحشی جانوروں کی طرح بھگوڑے ہوتے ہیں، جب کوئی جانور بھاگ جائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔“

راوی عبا یہ کہتے ہیں کہ میرے دادا (حضرت رافع بن خدیجؓ) نے عرض کیا کہ ہمیں امید ہے..... یا کہا ہمیں خوف ہے..... کہ کل ہمیں دشمن سے مقابلہ کرنا ہو گا اور ہمارے پاس کوئی چھری نہیں تو کیا ہم بانس سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ”جو چیز خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو تو اس کو کھا سکتے ہو لیکن دانت اور ناخن نہیں ہونا چاہیے، اس کے متعلق بتادوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔“

فَعَجَلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ

یعنی حضرات صحابہ نے جلدی کر کے ہانڈیاں چڑھادیں، امام ابو داؤد کی روایت میں ہے ”فَانْطَلَقَ نَاسٌ مِنْ سُرْعَانَ النَّاسِ فَذَبَحُوا وَنَصَبُوا قُدُورَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقْسَمَ“ (۶۵)۔

(۶۵) فتح الباری: ۸۰/۹، وسنن أبی داؤد، کتاب الأضاحی، باب فی الذبیحة بالمرؤة، (رقم الحدیث: ۲۸۲۱)

فَدَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ
دُفْعًا: فعل مجہول بمعنی وصل ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو پچھلی صفوں میں تھے، ان
تک پہنچ گئے۔

فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِشَتْ

آپ نے ہانڈیوں کے متعلق حکم دیا، چنانچہ وہ الٹ دی گئیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ لوگ دارالاسلام میں داخل ہو گئے تھے اور دارالاسلام میں داخل
ہونے کے بعد تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے کچھ کھانا درست نہیں اور یہاں مال غنیمت اب تک
تقسیم نہیں ہوا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ اس موقع پر لوگوں نے اپنی ضرورت اور حاجت کے بقدر نہیں لیا،
بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیے بغیر ضرورت سے زیادہ لے لیا تھا جو کہ جائز نہیں تھا، اس لیے
آپ نے ہانڈیاں الٹ کر انھیں تنبیہ فرمائی (۶۶)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ گوشت تو مال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے
سے منع فرمایا ہے، پھر آپ نے ہانڈیاں الٹ کر گوشت کیوں کر ضائع کیا؟
امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہانڈیاں الٹ کر شور بہ
اور پانی وغیرہ بہا دیا تھا، گوشت ضائع نہیں کیا تھا (۶۷)۔

لیکن اس جواب پر امام ابو داؤد کی روایت سے شبہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں ہے ”جاء رسول الله
صلى الله عليه وسلم يمشى على قوسه، فأكفأ قدورنا بقوسه، ثم جعل يُرْمَلُ اللحم

(۶۶) فتح الباری: ۹/۷۸۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۱۳۔

(۶۷) فتح الباری: ۹/۷۸۱، وشرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی، باب جواز الذبیح بکل ما أنهر الدم:
۱۵۷/۲۔

بالتراب“ (۶۸)۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ آپؐ نے گوشت مٹی میں پھینک دیا تھا۔
اس شبہ کو یہ کہہ کر دور کیا جاسکتا ہے کہ گوشت کو مٹی میں پھینک دینے سے اس کا ضائع ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اسے دھو کر استعمال کیا جاسکتا ہے (۶۹)۔
اور یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ عام حالات میں اگرچہ کوئی شے ضائع کرنی جائز نہیں لیکن زجر و تنبیہ کے وقت اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

وكان في القوم خيل يسيرة

یعنی لوگوں کے پاس گھوڑے بہت کم تھے، مطلب یہ ہے کہ اگر گھڑسوار بکثرت ہوتے تو بد کے ہوئے اونٹ کا گھیراؤ کیا جاسکتا تھا، لیکن گھوڑے کم تھے، اس لیے وہ قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

فطلبوه فأعياهم

لوگوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن اس نے لوگوں کو تھکا دیا، اُغیا کے معنی تھکانے کے ہیں۔

فأهوى إليه رجل

ایک آدمی نے اس کی طرف تیر پھینکا، اس کا ارادہ کیا، حافظ فرماتے ہیں کہ اس رجل کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا (۷۰)۔

فحبسه الله الله نے اس کو روکا یعنی تیر اس کو لگا اور وہ ٹھہر گیا۔

إن لهذه البهائم أوابد..... أوابد: أبدۃ کی جمع ہے جس کے معنی وحشت اور غریب ہونے کے

ہیں، أبدۃ یعنی عجیبہ و غریبہ (۷۱)۔

إنالترجو أو نخاف راوی کو شک ہے کہ نرجو کہا تھا یا نخاف کہا تھا۔

(۶۸) فتح الباری: ۹/۷۸۱، و سنن أبی داود، کتاب الجہاد، باب فی النهی عن النهی، إذا کان فی الطعام قلة

فی أرض العدو، (رقم الحدیث: ۲۷۰۳/۳-۲۶)۔

(۶۹) فتح الباری: ۹/۷۸۱۔

(۷۰) فتح الباری: ۹/۷۸۲۔

(۷۱) فتح الباری: ۹/۷۸۳۔

ولیسٹ معنا مُدّی

مُدّی: مُذْبِیة (میم کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ) کی جمع ہے، چھری کو کہتے ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ کل دشمن سے ہماری مڈ بھیڑ ہوگی، مال غنیمت میں ہم کو جانور مل سکتے ہیں جنہیں ذبح کرنے کی ضرورت ہوگی، اسی طرح خود ہمیں اپنے جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے، اس لیے چھری کے علاوہ اور کس چیز سے ذبح جائز ہو سکتا ہے (۷۲)۔

لیس السن والظفر

السنن والظفر یہ دونوں لفظاً تو منصوب ہیں، منصوب ہونے کی صورت میں ”لیس“ استثناء ہوگا اور مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے یہ دونوں منصوب ہوں گے اور یا مرفوع ہیں، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ ”لیس“ کا اسم ہوں گے اور خبر محذوف ہوگی، اُی لیس السن والظفر مباحا، لیکن منصوب ہونے کا احتمال اس لیے رائج ہے کہ داود بن عیسیٰ کی روایت ”لیس“ کی بجائے ”إلا سنا وظفرا“ ہے (۷۳)۔

أما السن فعظم

یعنی دانت تو ہڈی ہے اور ہڈی سے کسی چیز کو ذبح کرنا جائز نہیں، عدم جواز کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہڈی سے ذبح کرنے میں ہڈی خون سے نجس ہو جائے گی اور ہڈیوں کو نجس کرنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ ہڈیاں جنات کی غذا ہیں، امام نوویؒ نے یہ وجہ بیان کی ہے (۷۴)۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تعذیب حیوان ہے، ہڈی سے جانور جلد ذبح نہیں ہوتا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوگا، اس لیے منع فرمایا (۷۵)۔

(۷۲) فتح الباری: ۹/۸۳۔

(۷۳) فتح الباری: ۹/۸۱۔

(۷۴) فتح الباری: ۹/۸۱، وشرح مسلم للنووی: کتاب الأضاحی، باب جواز الذبائح بکل ما أنهر الدم:

۱۵۷/۲

(۷۵) فتح الباری: ۹/۸۳۔

وأما الظفر فمُدَى الحبشة

اور ناخن جشیوں کی چھریاں ہیں، جشی چونکہ کافر تھے اور تلبہ بالکفار جائز نہیں، اس لیے منع فرمایا۔ نیز اس میں تعذیب حیوان بھی ہے (۷۶)۔

اگر ناخن اور دانت جسم سے جدا ہیں اور کسی نے ان سے جانور کو ذبح کیا تو ذبح صحیح ہے البتہ اس طرح ذبح کرنا مکروہ ہے۔

تاہم اگر ناخن اور دانت جسم سے جدا نہیں ہوئے اور کسی نے اپنے ناخن یا اپنے دانتوں سے کوئی جانور ذبح کیا تو ذبح درست نہیں ہوگا (۷۷)۔

۱۶ باب : ذَبْحَ عَلَى النَّصَبِ وَالْأَصْنَامِ .

۵۱۸۰ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُحْتَارِ : أَخْبَرَنَا مُوسَى ابْنُ عُقَيْبَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَنَا : عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ ابْنَ عُمَرَ بْنِ نَفِيلٍ بِأَسْطَلٍ بِلَدِّهِ . وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُزَالَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْوَحْيُ ، فَقَدَّمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَفْرَةَ فِيهَا لَحْمٌ . فَأَتَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا ، ثُمَّ قَالَ : إِنِّي لَا أَكُلُ مِمَّا نَذَرْتُ بَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ . وَلَا أَكُلُ إِلَّا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ . [ر : ۳۶۱۴]

اصنام اور بتوں کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے، روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نزول وحی سے پہلے زید بن عمرو بن نفیل سے مقام اسفل بلدح میں ملاقات ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت کا دسترخوان پیش کیا گیا، آپ نے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میں اس ذبیحہ کو نہیں کھاتا ہوں جس کو تم نے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا ہو۔

یہاں روایت میں ہے ”فقدّم إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم سفرة اللحم“ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا دسترخوان زید بن عمرو بن نفیل کی خدمت میں پیش کیا اور

کشمینی کی روایت میں ہے ”فَقُدِّمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفْرَةٌ“ یعنی حضور اکرمؐ کی خدمت میں دسترخوان پیش کیا گیا، اس صورت میں ”قُدِّمَ“ مجہول کا صیغہ ہے۔

ابن منیر نے دونوں روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ وہاں موجود لوگوں نے دسترخوان حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور آپؐ نے پھر زید بن عمرو بن نفیل کی طرف بڑھایا اور زید نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہوں (۷۸)۔

زید بن عمرو بن نفیل مشہور صحابی حضرت سعید بن زید کے والد ہیں، حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر عمل کرتے تھے۔

نُصِبَ..... بت کو کہتے ہیں، صادر پر سکون اور ضمہ ۱۰ ہوں درست ہے، اس کی جمع أنصاب آتی ہے (۷۹)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ نصب اس پتھر کو کہا جاتا تھا جسے مشرکین نے بیت اللہ کے پاس نصب کر دیا تھا اور بتوں کے نام کا ذبیحہ اسی پتھر پر رکھ کر کیا جاتا تھا (۸۰)۔

۱۷ - باب : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ : (فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ)

۵۱۸۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ . عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سَفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قَالَ : ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَضْحِيَّةَ ذَاتِ يَوْمٍ . فَإِذَا أَنَا قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَانَا قَبْلَ الصَّلَاةِ . فَلَمَّا انْصَرَفَ رَأَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ . فَقَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى . وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ) .

[ر : ۹۴۲]

(۷۸) دیکھیے فتح الباری: ۹/۷۸۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۱۳، والمتناری علی تراجم أبواب البخاری: ۲۰۵۔

(۷۹) مختار الصحاح: ۶۶۱۔

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۳، وفتح الباری: ۹/۷۸۶۔

ترجمہ الباب کا فائدہ و مقصد

ایک باب قبل ”تسمیہ علی الذبیحہ“ کا باب گذر چکا ہے یہاں دوبارہ لے آئے ہیں جس سے بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے بعد مذکورہ ترجمہ الباب قائم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بسم اللہ بھولنے والا، بسم اللہ کو چھوڑنے والا نہیں ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”فائدة هذه الترجمة بعد تقدم الترجمة على التسمية التنبیه علی أن الناسی یدبح علی اسم اللہ، لأنه لم یقل فیہ ”فلیسم“ وإنما جعل أصل ذبح المسلم علی اسم اللہ من صفة فعله ونوازمه، كما ورد: ”ذكر اللہ علی قلب کل مسلم سمی، أولم یسم“ (۸۱)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس توجیہ کو وجیہ قرار دیا (۸۲)۔
باب کی مناسبت حدیث سے ظاہر ہے۔ اَضْحَاة (فتح البزہ) اَضْحِیَہ کے معنی میں ہے۔

۱۸ باب : مَا أَنَهَرَ الدَّمَ مِنَ الْقَصَبِ وَالْمَرَّةِ وَالْحَدِيدِ .

۵۱۸۲/۵۱۸۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَبِرٌ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ : سَمِعَ ابْنَ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ : يُخْبِرُ ابْنَ عُمَرَ : أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ جَارِيَةً لَهُمْ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا يَسْلَعُ ، فَأَبْصَرَتْ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا مَوْتًا ، فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا ، فَقَالَ لِأَهْلِهَا : لَا تَأْكُلُوا حَتَّى آتِيَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَأَسْأَلَهُ ، أَوْ حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْهِ مِنْ يَسْأَلُهُ . فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ أَوْ بَعَثَ إِلَيْهِ . فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِأَكْلِهَا .

(۵۱۸۳) : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَّةٌ . عَنْ نَافِعٍ : عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمَةَ : أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ : أَنَّ جَارِيَةً لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ تَرْعَى غَنَمًا لَهُ بِالْجَبِيلِ الَّذِي بِالسُّوقِ . وَهُوَ يَسْلَعُ ، فَأَصْبَحَتْ شَاةٌ . فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ . فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا . (۲۱۸۱ : ۲۱۸۲)

(۸۱) عمدة القاری ۲/۱۱۳۔

(۸۲) الأبواب والمراجعات ۲/۹۲۔

۵۱۸۴ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي . عَنْ شُعْبَةَ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عُبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ لَنَا مَلَكٌ . فَقَالَ : (مَا أَتَمَّ النَّاسُ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلُّهُ لَيْسَ الظُّفْرُ وَالسِّنُّ ، أَمَّا الظُّفْرُ فَمَلَكُ الْحَبَشَةِ ، وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ) . وَنَدَّ بَعِيرٌ فَحَبَسَهُ . فَقَالَ : (إِنَّ لِهَذِهِ الْإِبِلِ أَوَايِدَ كَأَوَايِدِ الْوَحْشِ . فَمَا عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَأَصْنَعُوا بِهَا هَكَذَا) . [ر : ۲۳۵۶]

بالس، پتھر اور لوہے میں سے جو بھی چیز جانور کا خون بہائے اس کے ذریعے ذبح کرنا درست ہے۔
قصب بالس کو کہتے ہیں اور مروہ سفید پتھر کو کہتے ہیں (۸۳)۔

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

روایات باب میں قصب اور مروہ کا ذکر نہیں البتہ بعض دوسری روایات میں ان کا ذکر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے غالباً ان ہی روایات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ترجمۃ الباب میں ان کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ روایات امام بخاری کی شرط پر نہیں چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے ”أَفْذَبِحْ بِالْقَصْبِ وَالْمَرُوءِ“ (۸۴)۔

اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ذبح بالمروہ کا ذکر ہے، محمد بن صفوان سے روایت ہے کہ..... ”ذَبَحَتْ أُرْنَبِينَ بِمَرُوءٍ ، فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَكْلِهِمَا“ (۸۵)۔
امام حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے (۸۶)۔

جہاں تک حدید یعنی لوہے سے ذبح کرنے کا ذکر ہے تو وہ باب کی آخری روایت سے اس طرح

(۸۳) فتح الباری: ۹/۷۸۷۔

(۸۴) شرح مسلم للنووی، کتاب الاضاحی، باب حواز الذبیح بکل ما أنهر الدم..... ۲/۱۵۷۔

(۸۵) سنن الترمذی، کتاب الذبائح، باب ماجاء فی الذبیحة بالمروء: ۴/۷۰ (رقم الحدیث: ۱۴۷۲) و سنن

ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب ما یدکی به: ۲/۱۰۶۰ (رقم الحدیث: ۳۱۷۵)

(۸۶) المستدرک للإمام الحاکم، کتاب الذبائح: ۴/۲۳۵۔

ثابت ہوتا ہے کہ اس میں ”ولیس معامدی“ کے الفاظ ہیں یعنی ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں چھریوں سے ذبح کرنے کا معمول تھا جیسا کہ آج بھی ہے (۸۷)۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک کی ایک باندی سلع پہاڑی کے پاس بکریاں چرا رہی تھی، اس نے ایک بکری کو مرتے دیکھا تو ایک پتھر توڑ کر اس کو ذبح کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جاریہ کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا (۸۸)۔

۱۹ - باب : ذبیحۃ امراؤ والأمة

۵۱۸۶/۵۱۸۵ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ ، عَنْ غُبَيْرِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي لَكْغَبِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ أَمْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ ، فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا .

وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا نَافِعٌ : أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ : يُخْبِرُ عَبْدَ اللَّهِ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ جَارِيَةَ لِكْغَبِ : بِهَذَا .

(۵۱۸۶) : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ . عَنْ نَافِعٍ . عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ سَعْدٍ ، أَوْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ جَارِيَةَ لِكْغَبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بِسُلْعٍ ، فَأَصَابَتْ شَاةً مِنْهَا ، فَأَذْرَكَهَا فَذَبَحَهَا بِحَجَرٍ . فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (كُلُّوْهَا) . [۲۱۸۱ ر]

عورت کا ذبیحہ جائز ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ الباب قائم کر کے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو عورت کے ذبیحہ کو

(۸۷) فتح الباری: ۴/۷۸۷۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۷۸۷۔

ناجائز کہتے ہیں (۸۹)، محمد بن عبدالحکم نے امام مالک سے ذبیحة المرأة کی کراہت نقل کی ہے لیکن ”مدونہ“ میں مطلقاً جواز منقول ہے (۹۰)۔

جمہور علماء کے نزدیک اگر عورت ذبح کرنا جانتی ہو تو اس کا ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے (۹۱)۔
چنانچہ روایت باب میں عورت کے ذبیحہ کا ذکر ہے، یہ روایت اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

لیث کی تعلیق کو اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۲)۔

عن معاذ بن سعد أو سعد بن معاذ

راوی کو شک ہے، معاذ بن سعد سے یہ روایت ہے یا سعد بن معاذ سے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معاذ اور سعد دونوں صحابی ہیں اور الصحابة کلہم عدول، لہذا حضرت سعد ہوں یا حضرت معاذ، اس سے روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا (۹۳)۔

۲۰ - باب : لَا يُذَكَّى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالظُّفْرِ

۵۱۸۷ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كُلُّ - يَعْنِي - مَا أَتَمَّ الدَّمَ ، إِلَّا السِّنُّ وَالظُّفْرُ) . [ز : ۲۳۵۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت جو مسئلہ بیان کیا ہے، اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۸۹) عمدة القاری: ۱۱۶/۲۱۔

(۹۰) عمدة القاری: ۱۱۶/۲۱، والمدونة الكبرى، کتاب الذبائح: ۶۷/۳۔

(۹۱) فتح الباری: ۹/۷۸۷، وعمدة القاری: ۱۱۶/۲۱۔

(۹۲) عمدة القاری: ۱۱۷/۲۱۔

(۹۳) شرح بخاری للکرمانی: ۹۹/۲۰۔

۲۱ - باب : ذَبِيحَةُ الْأَعْرَابِ وَلِحْوِهِمْ .

۵۱۸۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُبَيْدٍ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ حَنْصَلٍ الْمَدَنِيُّ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنْ قَوْمًا يَأْتُونَكَ بِاللَّحْمِ . لَا نَدْرِي : أَذْكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا ؟ فَقَالَ : (سَمُّوا عَلَيْهِ أَتُمْ وَكُلُوهُ) . قَالَتْ : وَكَانُوا حَبِشِي عَهْدٍ بِالْكَفْرِ .

تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ . وَتَابَعَهُ أَبُو خَالِدٍ وَالطُّغْجَانِيُّ . [ر : ۱۹۵۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی دیہاتی اور اعرابی اگر ذبح کرنا چاہے تو اس کا ذبیحہ درست ہے جیسا کہ روایت باب میں تصریح ہے۔

اکثر نسخوں میں ”ذبیحۃ الأعراب“ کے بعد ”ونحوہم“ کے الفاظ ہیں، البتہ کشمیری کی روایت میں ”ونحرہم“ کے الفاظ ہیں (۹۴)۔

وکانوا حدیثی عہد بالکفر: یعنی وہ پوچھنے والے نئے نئے کفر سے اسلام کی طرف آئے تھے۔ حدیث باب سے بعض لوگوں نے تسمیہ علی الذبیحہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ تسمیہ علی الذبیحہ اگر واجب ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اعراب کا ذبیحہ کھانے کی اجازت نہ دیتے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے ”وذلك في أول الإسلام“ (۹۵)۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ گوشت لانے والے وہ اعراب تسمیہ کے حکم سے جاہل نہ تھے، اس لیے آپؐ نے سوال کرنے والوں کو ایک طرح کی تنبیہ فرمائی کہ تم ”بسم اللہ“ پڑھ لیا کرو اور لانے والوں کے متعلق یہی گمان کیا جانا چاہیے کہ انھوں نے ”بسم اللہ“ پڑھ لی ہوگی (۹۶)۔

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۸-وفتح الباری: ۹/۹۱

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۸-وفتح الباری: ۹/۹۱

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۸-وفتح الباری: ۹/۹۳

تابعه علی عن الدراوردی

یعنی علی بن المدینی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ اسامہ بن خفص کی متابعت کی ہے، اسامہ نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے نقل کی ہے اور علی بن المدینی نے عبدالعزیز بن محمد دروردی سے نقل کی ہے۔

اسماعیلی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۹۷)۔

و تابعه أبو خالد و الطفاوی

اسامہ کی متابعت سلیمان بن حیان ابو خالد نے بھی کی ہے، اس متابعت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التوحید میں موصولاً نقل کیا ہے (۹۸)۔

اور محمد بن عبدالرحمن طفاوی نے بھی اسامہ کی متابعت کی ہے، طفاوی (بضم الطاء) طفاوہ بنت حزم بن زیاد کی طرف منسوب ہے۔ طفاوی کی متابعت امام بخاری نے کتاب البیوع میں موصولاً نقل کی ہے (۹۹)۔

۲۲ باب : ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَشَحْمِهَا . مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ .
وَقَوْلُهُ تَعَالَى : « الْيَوْمَ أَحْلَلْتُ لَكُمْ الطَّيِّبَاتِ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَالٌ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلَالٌ لَهُمْ » / المائدة : ۵ /
وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ . وَإِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّي لِعَمْرِ اللَّهِ فَلَا تَأْكُلْ .
وَإِنْ لَمْ تَسْمَعْ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ لَكَ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ . وَيَذْكُرُ عَنْ عَلِيٍّ لَحْوَةً .
وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ : لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ .
وَقَالَ آدِرُ عَبَّاسٍ : طَعَامُهُمْ : ذَبَائِحُهُمْ .

(۹۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۸۔ وفتح الباری: ۹۱/۹۱

(۹۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۸۔ وفتح الباری: ۹۱/۹۱

(۹۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۸۔ وفتح الباری: ۹۱/۹۱

۵۱۸۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ ، فَرَمَى إِنْسَانٌ جِرَابَ فِيهِ شَحْمٌ . فَتَرَوْتُ لِأَخِيهِ ، فَأَلْتَفْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ . [ر : ۲۹۸۴]

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبائح اور ان ذبائح کے شحوم (چربیوں) دونوں کا استعمال جائز ہے، یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

امام مالکؒ اور امام احمدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اہل کتاب کے لیے حرام قرار دی گئی تھیں، ان کا استعمال جائز نہیں، جیسے شحوم ہیں، یہ چونکہ اہل کتاب کے لیے حرام تھیں، لہذا کسی مسلمان کے لیے اہل کتاب کے ذبح کردہ جانوروں کے شحوم جائز نہیں (۱۰۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے معمول کے مطابق ترجمۃ الباب میں قرآن کریم کی آیت کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے، آیت کریمہ ﴿وَلَوْ طَعَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ﴾ میں طعام سے اہل کتاب کے ذبائح مراد ہیں (۱۰۱)۔

اہل کتاب کے ذبائح بالاتفاق حلال ہیں کیونکہ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ ان کے نزدیک بھی حرام ہے۔

لیکن دوسرے مشرکین اور کفار کے ذبائح حلال نہیں ہیں کیونکہ وہ تسمیہ نہیں پڑھتے اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں (۱۰۲)۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی شرطیں

فقہاء نے اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے تین شرطیں لکھی ہیں:

(۱۰۰) عمدة القاری: ۱۱۹/۲۱۔ وفتح الباری: ۹۴/۹

(۱۰۱) عمدة القاری: ۱۱۹/۲۱۔ وفتح الباری: ۹۵/۹

(۱۰۲) عمدة القاری: ۱۱۹/۲۱۔

اول یہ کہ ذبح اسلامی طریقے سے کیا ہو۔

دوم یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام واقعہً لیا ہو۔

سوم یہ کہ ذبح کرنے والا واقعہً اہل کتاب ہو۔

ان میں سے کوئی بھی شرط فوت ہو گئی تو پھر ذبیحہ جائز نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر معلوم ہو جائے کہ ذبح کے وقت اللہ کے نام کے بجائے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے یا ذبح کرنے والا اہل کتاب میں سے نہیں بلکہ ملحد ہے تو ایسا ذبیحہ کھانا جائز نہیں (۱۰۲ھ)۔

اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہوں اور تورات و انجیل میں سے کسی پر ایمان رکھتے ہوں، اگرچہ ان کے عقائد مشرکانہ ہوں۔

آج کل یورپ کے اہل کتاب عموماً دہریہ اور ملحد ہوتے ہیں، ان میں سے بہت سے اللہ کے وجود کے بھی قائل نہیں، اس لیے ایسے لوگوں کا ذبیحہ درست نہیں، ہاں اگر کسی کے متعلق معلوم ہو کہ وہ واقعہً اہل کتاب میں سے ہے تو اس کا ذبیحہ درست ہوگا۔

وقال الزهری: لا بأس بذبیحة نصاری العرب

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نصاری عرب کے ذبیحہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ وہ ذبیحہ غیر اللہ کے نام پر کیا گیا ہے تو پھر اسے نہیں کھانا چاہیے۔

اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

ویذکر عن علی نحوه

یعنی امام زہری کے قول کی طرح ایک قول حضرت علی سے بھی نقل کیا جاتا ہے ”یذکر“ مجہول کا صیغہ لا کر امام بخاری نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ سے بعض نصاری عرب کے ذبائح کی ممانعت بھی منقول ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علیؑ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ:

(۱۰۲ھ) فتاویٰ ہندیہ: ۵/۲۸۵۔ ورد المحتار: ۲/۲۹۷۔

(۱۰۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۹۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۳۔

”لَا تَأْكُلُوا ذَبَائِحَ نَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَتَمَسَّكُوا مِنْ دِينِهِمْ
إِلَّا بِشَرْبِ الْخَمْرِ“ (۱۰۴)۔

وقال الحسن وإبراهيم: لا بأس بذبيحة الأكلف

اقلف غیر مختوں کو کہتے ہیں یعنی ایسا شخص جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کا ذبیحہ جائز ہے، چونکہ
حضرت ابن عباسؓ اور امام احمدؒ سے عدم جواز منقول ہے (☆۱۰۴) اس لیے امام بخاری نے یہ اثر نقل فرمایا
حضرت حسن بصری کے اثر کو عبدالرزاق نے اور ابراہیم نخعی کی تعلیق کو ابو بکر خلال نے موصولاً نقل کیا
ہے (۱۰۵)۔

وقال ابن عباس: طعامهم: ذبائحهم

قرآن کریم کی آیت ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ میں طعام الذین او تووا الكتاب میں ذبائح مراد ہیں، حضرت
ابن عباسؓ کی تعلیق کو طبری نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۶)۔

روایت باب میں ہے ”نزوت“..... نزو کے معنی کودنے کے آتے ہیں یعنی میں چربی کی اس تھیلی
کو لینے کے لیے کودا، یہ روایت کتاب المغازی میں غزوہ خیبر کے تحت گذر چکی ہے۔

۲۳ باب : مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَثَلَةِ الْوَحْشِ .

وَأَجَازُهُ أَتَيْنُ مُسْعُودَ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : مَا أَعْجَزَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ مِمَّا فِي يَدَيْكَ فَهُوَ كَالطَّيِّدِ . وَفِي بَعْضِ تَرَدُّدٍ
فِي بَيْتٍ : مِنْ حَيْثُ قَدَرْتُ عَلَيْهِ فَذَكَّهِ .
وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ وَأَبْنُ عَسْرٍ وَعَائِشَةُ .

(۱۰۴) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۷۹۵/۹۔

(۱۰۴) دیکھیے المغنی لابن قدامة، کتاب الصيد والذبائح: ۳۱۱/۹۔

(۱۰۵) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۷۹۵/۹۔

(۱۰۶) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔

۵۱۹۰ : حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبِي : عَنْ عُبَايَةَ
 ابْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ : عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ : عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ : إِنَّا لَا قُوَّةَ
 لَلْعَدُوِّ غَدًا . وَلَيْسَتْ مَعَنَا مَدَى . فَقَالَ : (اعْجَلْ) . أَوْ أَرَأَيْتَ مَا أُنْبِئُكَ وَذَكَرَ اللَّهُ فَعَلَّكَ .
 لَيْسَ السِّنُّ وَالضُّفُرُ . وَمَا حَذَّكَ : أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ . وَأَمَّا الضُّفُرُ فَغُلَّةُ الْحَبَشَةِ . وَأَصْبَحْنَا نَهَبَ
 إِبِلَ وَعُلَمَ . فَلَمَّا مَنَّا بَعِيرٌ فَرَمَدَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّ لِهَذِهِ الْإِبِلِ
 أَوْبَادَ كَأَوْبَادِ الْوَحْشِ . فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَأَفْعَلُوا بِهِ حَكْمًا) . [۲۳۵۶]

اگر کوئی جانور بدک کر بھاگ جائے تو وہ وحشی جانوروں کے حکم میں ہو جاتا ہے اور تیر تلوار
 وغیرہ کے ذریعہ سے اسے دور سے مار کر کھایا جاسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر آپ کا جانور بھاگ جائے اور اسے قابو میں لانا مشکل ہو
 تو وہ شکار کے حکم میں ہے، لہذا اسے دور سے بھی مار کر کھانا جائز ہے، اسی طرح کوئی جانور سنوئیں میں گر گیا تو
 اسے ذبح کرنے کے لیے جسم کے جس حصے پر وار کا موقع ملے، اس وار سے وہ ذبح سمجھا جائے گا، مثلاً کسی
 نے اس کے ران میں نیزہ مارا اور اس سے وہ مر گیا تو اس کا کھانا جائز ہے۔

حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی بھی یہی رائے تھی۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ”لَا يَجُوزُ أَنْ يَذَّكَّى أَصْلًا إِلَّا فِي الْحَلْقِ وَالْبِلْبَةِ“ (۱۰۷)۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہؒ نے، حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق کو عبدالرزاقؒ نے،
 حضرت علیؓ کی تعلیق کو ابو بکرؓ نے، حضرت ابن عمرؓ کی تعلیق کو عبدالرزاقؒ نے اور حضرت عائشہؓ کی تعلیق کو
 ابن حزمؒ نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۸)۔

حدیث باب چند ابواب پہلے گزر چکی ہے۔

۲۴- باب : النَّحْرُ وَالذَّبْحُ .

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ : لَا ذَبْحَ وَلَا نَحْرَ إِلَّا فِي الْمَذْبُوحِ وَالنَّحْرِ . قُلْتُ : أَيْخِزِي مَا يُذْبَحُ أَنْ تُنْحَرَهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، ذَكَرَ اللَّهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ . فَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَازٍ ، وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ ، وَالذَّبْحُ قَطْعُ الْأَوْدَاجِ . قُلْتُ : فَيُخَلَّفُ الْأَوْدَاجُ حَتَّى يَقْطَعَ النَّحْلُ ؟ قَالَ : لَا إِخَالَ .

وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهَى عَنِ النَّحْلِ . يَقُولُ : يَقْطَعُ مَا دُونَ الْعَظْمِ . ثُمَّ يَذْغُ حَتَّى تَمُوتَ .

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبُحُوا بَقَرَةً» /البقرة: ۶۷/ .
وَقَالَ : «فَذَبِّحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ» /البقرة: ۷۱/ .

وَقَالَ سَعِيدٌ . عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَلَذَّكَاءُ فِي الْحَلْقِ وَاللِّبَةِ .

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ ، وَابْنُ عَبَّاسٍ ، وَأَنْسٌ : إِذَا قُطِعَ الرَّأْسُ فَلَا بَأْسَ .

۵۱۹۳/۵۱۹۱ : حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ :

أَخْبَرَنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ أَمْرَأَتِي ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ .

(۵۱۹۲) : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ : سَمِعَ عَبْدَةَ . عَنْ هِشَامٍ . عَنْ فَاطِمَةَ . عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ :

ذَبَحْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا . وَنَحَرْنَا بِالْمَدِينَةِ . فَأَكَلْنَاهُ .

(۵۱۹۳) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ : أَنَّ أَسْمَاءَ

بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ : نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ .

تَابِعَهُ وَكَيْعٌ . وَابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ هِشَامٍ : فِي النَّحْرِ . [۵۲۰۰]

نحر کے معنی

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نحر کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”و معنی النحر أن

یضربها بحربة أونحوها فی الوهدة التی بین أصل عنقها و صدرها“ (۱) یعنی جانور کے حلق اور سینے کے درمیان جو گڑھا سا ہوتا ہے، اس میں نیزہ وغیرہ مارنے کو نحر کہا جاتا ہے۔

ذبح والے جانور کو نحر کرنے کا حکم

اونٹ میں نحر اور دوسرے جانوروں میں ذبح افضل ہے (۲) البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نحر والے جانور کو ذبح کیا یا ذبح والے جانور کو نحر کیا گیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ حضرات مالکیہ میں سے ابن القاسم نے اس کو ناجائز قرار دیا، لہذا ان کے نزدیک اگر کسی نے اونٹ کو ذبح کیا تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کرنا مطلقاً کراہت جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور کے نزدیک ذبح والے جانور کو نحر کرنا اور نحر والے کو ذبح کرنا جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے (۳)۔

وقال ابن جریج عن عطاء: لا ذبیح ولا نحر إلا فی المذبیح والمنحر .
ابن جریج (عبد الملک بن عبد العزیز) حضرت عطاء بن ابی رباح سے نقل کرتے ہیں کہ ذبح (حلق پر چھری پھیرنا) اور نحر (سینے پر بر چھامارنا) حلق اور سینے پر ہی ہوتا ہے۔ مذبح اور منحر دونوں طرف کے صیغے ہیں، مقصد یہ ہے کہ جانور کے کسی اور حصے کو ذبح کیا یا نیزہ مارا تو وہ ذبح درست نہیں ہوگا، کہ ذبح اختیاری سے متعلق یہی حکم ہے، ہاں اگر کوئی وحشی جانور ہو، یا پالتو جانور بدک جائے تو اس صورت میں ”ذبح اضطراری“ بھی جائز ہے کہ جانور کے جس حصے کو بھی مار کر خون بہایا جائے، ذبح درست ہوگا۔

(۱) المغنی لابن قدامة، کتاب الذبائح: ۳۱۷/۹۔

(۲) فتح الباری: ۷۹۹/۹، وعمدة القاری: ۱۲۱/۲۱۔

(۳) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۱۲۱/۲۱۔

قلت: أيجزى ما يذبح أن أنحره؟ قال: نعم.....

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ جو جانور ذبح کیا جاتا ہے میں اگر اس کا نحر کر دوں تو یہ کافی ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں وہ بھی کافی ہو جائے گا، اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں گائے کو ذبح کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اگر آپ نحر والے جانور کو ذبح کر دیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن ذبح کے مقابلے میں نحر میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ بقرہ یعنی گائے کے متعلق تو قرآن کریم میں ”ذبح“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، ارشاد ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾ لیکن حدیث میں نحر کا لفظ آیا ہے (۴)۔

عطاء بن ابی رباح نے ”ذَكَرَ اللَّهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ“ سے اسی استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث میں تو بقرہ کے لیے ”نحر“ آیا ہے اور قرآن میں ”ذبح“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ نحر والے کو ذبح اور ذبح والے کو نحر کیا جاسکتا ہے۔

والذبح: قطع الأوداج

أوداج: وَ ذَج (فتح الواو والدا) کی جمع ہے، گردن میں خون کی نالی کو کہتے ہیں، ہر جانور کی گردن میں خون کی دو رگیں ہوتی ہیں انہیں ”وَدَجَان“ کہا جاتا ہے (۵)۔

خون کی یہ نالیاں اگرچہ دو ہیں لیکن یہ کلمہ تغلیباً چار نالیوں کے لیے فقہاء استعمال کرتے ہیں، دو تو یہی خون کی رگیں ہیں اور دو نالیاں اور ہیں:

① حلقوم: سانس لینے کی نالی۔ ② المرئ: خوراک و غذا والی نالی (۶)۔

ذبح کے لیے کتنی رگیں کاٹنا ضروری ہے

ذبح کرنے کی مکمل صورت تو یہی ہے کہ مذکورہ چاروں نالیوں کو کاٹا جائے، تاہم اگر کسی نے ان

(۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۱۔

(۵) قال ابن سبکة: ”الودجان عرفان متصلان من طرأس إلى السخر، والجمع أوداج“ (لسان العرب: ۲/۳۹۷)۔

(۶) بدائع الصنائع: ۵/۴۱۔

چار میں سے بعض کو کاٹنا اور بعض کو چھوڑ دیا تو ذبح جائز ہو گیا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے:
امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وَدَجین اور حلقوم کو کاٹنا واجب ہے اور مریء یعنی خوراک والی نالی کو کاٹنا واجب نہیں (۷)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلقوم اور مریء کو کاٹنا واجب ہے، وَدَجین (خون کی نالیوں) کو کاٹنا ضروری نہیں ہے (۸)۔

امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۹)۔

امام احمد رحمہ اللہ کی دوسری روایت میں چاروں کو کاٹنا واجب ہے (۱۰)۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ”لَا کَثْرَ حَکْمِ الْکَلِّ“ کے اصول کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان چار میں سے جو بھی تین کٹ جائیں تو ذبیحہ کے جواز کے لیے کافی ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھی تین کا کاٹنا کافی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ان تین میں حلقوم اور مریء شامل ہونے چاہئیں، حلقوم اور مریء کا کاٹنا ان کے نزدیک جوازِ ذبیحہ کے لیے ضروری ہے (۱۱)۔

اکثر حنفیہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتویٰ دیا ہے (۱۲)۔

قلت: فَيُخَلَّفُ الْأَوْدَاجُ حَتَّى يَقْطَعَ النَّخَاعُ، قَالَ: لَا أَخَالُ

ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ رگیں پیچھے چھوڑ دی جائیں یہاں تک کہ حرام مغز کاٹ دیا جائے تو یہ صورت جائز ہوگی؟ انھوں نے فرمایا کہ میں اسے ٹھیک نہیں سمجھتا، ابن جریج فرماتے ہیں کہ نافع نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے حرام مغز کاٹنے سے منع فرمایا

(۷) الذخيرة للقرافي: ۳/۱۳۳-فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

(۸) کتاب الأم: ۲/۲۵۹، فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

(۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۲۔

(۱۰) أحكام الذبائح: ۸۔

(۱۱) دیکھیے بدائع الصنائع: ۵/۳۱-۳۲۔

(۱۲) فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

ہے۔

يُخْلَفُ: مجہول کا صیغہ ہے ”اوداج“ اس کا نائب فاعل ہے یعنی رگیں (کاٹ کر) پیچھے چھوڑ دی جائیں اور آگے حرام مغز بھی کاٹ دیا جائے۔

نِخَاع (نون کے کسرہ، فتح اور ضمہ کے ساتھ) حرام مغز کو کہتے ہیں، یہ گردن کی بڈی میں ایک سفید رگ ہوتی ہے (۱۳)۔

”واخبرنی نافع“ یہ ابن جریج کا قول ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ذبح کرتے ہوئے حرام مغز بھی کاٹ ڈالا تو اس طرح کرنا مکروہ ہے، تاہم ذبیحہ کھانا حرام نہیں ہوگا (۱۴)۔

ابن جریج کی مذکورہ تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۵)۔

وقال سعيد بن جبير عن ابن عباس: الذكاة في الحلق واللبة

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذبح صرف حلق اور سینے ہی میں ہوگا۔

لَبَّة (لام کے فتح اور باء کی تشدید کے ساتھ) موضع القلادة من الصدر: سینے کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہار ہوتا ہے، اس کو منخر بھی کہتے ہیں (۱۶)۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ ذبح والے جانوروں کو حلق سے کاٹا جائے گا اور نحر والے جانور (اونٹ وغیرہ) کو منخر یعنی سینے میں برچھمار کر ذبح کیا جائے گا، ذبح اختیاری میں حلق اور لبہ کے علاوہ جانور کے کسی اور حصے کو کاٹ کر مارنے سے جانور حلال نہیں ہوگا۔

حلق کے اعلیٰ، اوسط اور اسفل کسی بھی حصہ پر چھری رکھ کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ ”الذكاة في الحلق واللبة“ میں ”فی“ ”بین“ کے معنی میں ہے یعنی

(۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۲، هو الذی یكون فی فتار الصلب شبه بالبح وهو متصل باللفظ، یقال له ایضاً:

حیط الرقة (فتح الباری: ۹/۷۹۹)۔

(۱۴) دیکھیے النہایۃ مع فتح التقدير کتاب الذبائح: ۸/۴۱۵۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۸۰۰۔

طلق اور سینے کے درمیان جانور کو ذبح کیا جائے گا (۱۷)۔

سعید بن منصور اور امام بیہقی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۸)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تعلیق ذکر کر کے شاید اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا ”یا رسول اللہ اُمتاکون الذکاة إلامن اللبّة والحلق قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو طعنت في فخذها لأجزأعنك“ (۱۹) یعنی ران میں نیزہ مارنے سے بھی ذبح درست ہو جائے گا۔ لیکن جن لوگوں نے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے، انھوں نے اس حدیث کو ذبح اضطراری پر محمول کیا ہے (۲۰)۔

وقال ابن عمر، و ابن عباس وأنس: إذا قطع الرأس فلا بأس
یعنی ذبح کرتے ہوئے اگر سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، حضرت ابن عمرؓ کے اثر کو ابو موسیٰ نے، حضرت ابن عباسؓ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور حضرت انسؓ کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۱)۔

ذبح کرتے ہوئے سر کاٹ دینا مکروہ ہے تاہم ذبیحہ جائز ہوگا (۲۲)۔
نحرنا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرسا، فأكلناه
امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۲۳)۔

(۱۷) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۲۳۔

(۱۸) فتح الباری: ۹/ ۸۰۰۔

(۱۹) سنن أبی داود، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی ذبیحة المتروکة، (رقم الحدیث: ۲۸۵۲) ۳/ ۱۰۳۔

(۲۰) فتح الباری: ۹/ ۸۰۰۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/ ۸۰۰، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۲۳۔

(۲۲) دیکھیے ہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الذبائح: ۸/ ۳۱۵۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۲۲۔

(۲۳) (۵۱۹۳) الحدیث أخرجه مسلم فی الذبائح، باب فی أكل لحوم الخیل (رقم الحدیث: ۱۹۴۲) ۳/ ۱۵۴۱،

وأخرجه ابن ماجه فی الذبائح، باب لحوم الخیل (رقم الحدیث: ۳۱۹۰) ۲/ ۱۰۶۲، وأخرجه النسائی فی

الأطعمة، باب نسخ تحريم لحوم الخیل، (رقم الحدیث: ۶۶۴۳) ۴/ ۱۵۲۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے عہد نبوی میں گھوڑا نحر کیا اور کھایا، پہلی روایت میں ”نحرنا“ کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں ”ذبحنا“ ہے، گھوڑے کو نحر بھی کیا جاسکتا ہے اور ذبح بھی، لیکن ذبح افضل ہے، نحر اور ذبح ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، ہشام سے روایت کرنے والوں نے کہیں ”نحرنا“ اور کہیں ”ذبحنا“ کا لفظ استعمال کیا (۲۴)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں، ایک میں گھوڑے کو ذبح کیا گیا تھا اور دوسرے میں نحر (۲۵)۔

تابعہ و کعب و ابن عیینہ عن ہشام فی النحر
یعنی و کعب اور سفیان ابن عیینہ نے ہشام کے شاگرد جریر کی متابعت ”نحر“ میں کی ہے، انھوں نے بھی اپنی روایت میں نحر کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ متابعت امام احمد نے موصولاً نقل کی ہے (۲۶)۔

۲۵ - باب : مَا يُكْرَهُ مِنَ الْمَثَلَةِ وَالْمُضْبُورَةِ وَالْمُجْتَمِعَةِ. (۲۷)

۵۱۹۴ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ : دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَبِيوبَ . فَرَأَى غُلَسَانًا . أَوْ فَيْيَانًا . نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا . فَقَالَ أَنَسٌ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُصْبَرَ الْبِهَائِمُ .

(۲۴) فتح الباری: ۹/۸۰۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۲۳۔

(۲۵) شرح مسلم للنووی، کتاب الذبائح، باب إباحة لحوم الخيل: ۲/۱۵۰۔

(۲۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۳۔

(۲۷) (۵۱۹۴) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الصيد والذبائح، باب النهي عن صيد البهائم، (رقم الحديث:

۱۲۵۱)، وأخرجه أبو داود في كتاب الضحايا، باب في الفرق بالذبيحة، (رقم الحديث: ۲۸۱۲)، وأخرجه

ابن ماجه في كتاب الأضاحي، باب النهي عن صبر البهائم وعن المثلة، (رقم الحديث: ۳۲۲۵)، وأخرجه

النسائي في الضحايا، باب النهي عن المجتمعة، رقم الحديث: ۴۴۳۹۔

۵۱۹۵/۵۱۹۶ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ : أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو . عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ . وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي يَحْيَى رَابِطٌ دَجَاجَةٌ يَرُمِيهَا . فَمَشَى إِلَيْهَا أَبُو عُمَرَ حَتَّى حَلَّهَا . ثُمَّ أَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهُ فَقَالَ : أَرْجُوا غُلَامَكُمْ عَنْ أَنْ يُصْبِرَ هَذَا الطَّيْرُ لِلْقَتْلِ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ تُصْبِرَ بِهِمَّةٌ أَوْ غَيْرَهَا لِلْقَتْلِ .

(۵۱۹۶) : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ . عَنْ أَبِي بَشْرٍ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عُمَرَ . فَسُرُوا بِفَتِيَةٍ . أَوْ بِفَرَسٍ . نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرُمُونَهَا . فَلَمَّا رَأَوْا أَبِي عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا . وَقَالَ أَبُو عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هَذَا ؟ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هَذَا . تَابِعَةُ سُلَيْمَانَ . عَنْ شُعْبَةَ : حَدَّثَنَا الْمُبَاهِلُ . عَنْ سَعِيدٍ . عَنْ أَبِي عُمَرَ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَثَلَ بِالْحَيَوَانِ . وَقَالَ عَابِدُ بْنُ سَمِينٍ . عَنْ أَبِي عُبَّاسٍ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ . ۵۱۹۷ : حَدَّثَنَا حُجَّاجُ بْنُ مِهْبَانَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ تَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّهْيِ وَالْمَثَلَةِ . [ر : ۲۳۴۲]

یہاں مثلہ سے مراد ہے زندہ حالت میں حیوان کے اعضاء کو کاٹنا۔

مصبورۃ اس جانور کو کہتے ہیں جس کو باندھنے کے بعد تیر یا گولی وغیرہ کا نشانہ لگا کر مارا جائے۔

مجشمة بھی مصبورہ کے معنی میں ہے، اس طرح اگر کسی جانور کو مار کر قتل کیا گیا ہو تو اس کا کھانا

جائز نہیں ہے (۲۸)۔

روایت باب، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔ پہلی روایت میں ہشام بن زید کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے ساتھ حکم ابن ابوب کے پاس گیا، حضرت انسؓ نے چند لڑکوں یا نوجوانوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو باندھ کر تیر مار رہے ہیں، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر تیر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بن سعید کے پاس گئے تو یحییٰ کے بیٹوں میں ایک کو

دیکھا کہ مرغی باندھ کر اس کو پتھر سے مار رہا ہے، حضرت ابن عمر مرغی کے پاس پہنچے اور اسے کھول دیا، پھر اس مرغی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساتھ والے لڑکے سے کہا کہ اپنے بچوں کو پرندوں کو قتل کے لیے باندھ کر مارنے سے روکو، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے چوپائے وغیرہ کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

باب کی یہ دوسری حدیث اصحاب صحاح میں سے صرف امام بخاریؒ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ”والحدیث من افرادہ“ (۲۹)۔

ثم أقبل بها وبالغلام معه فقال:

یعنی پھر اس مرغی کو لے کر اپنے ساتھ کھڑے لڑکے سے کہا۔

هذا الطير

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طیر کا اطلاق مفرد پر بہت کم ہوتا ہے، مفرد کے لیے ”طائر“ مستعمل ہے، طیر عموماً جمع کے لیے آتا ہے، یہاں اس کا اطلاق مفرد پر کیا گیا ہے (۳۰)۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہاں ”طیر“ سے جنس طیر مراد لیا جاسکتا ہے اس لیے ”طائر“ کے بجائے طیر کا لفظ استعمال کیا ہے (۳۱)۔

علامہ عینیؒ نے اس کو رد کیا اور فرمایا کہ اشارہ ایک کی طرف تھا جو تعین کے لیے ہوتا ہے، ایسی صورت میں جنس کیسے مراد لے سکتے ہیں (۳۲)۔

تابعه سليمان عن شعبة

یعنی ابو بشر (جن کا نام جعفر بن ابی وشیہ ہے) کی متابعت سلیمان بن حرب نے شعبہ سے روایت نقل کر کے کی ہے، اس متابعت کو بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۳)۔

(۲۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۵۔

(۳۰) شرح بخاری للکرمانی: ۲۰/۱۰۳۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/۸۰۳۔

(۳۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۵۔

(۳۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۵، وفتح الباری: ۹/۸۰۳۔

وقال عدی عن سعید عن ابن عباس عن النبی ﷺ

ابو بشر اور منہال نے یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے اور عدی بن ثابت نے سعید بن جبیر کے طریق سے یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل فرمائی ہے۔
اس تعلیق کو امام مسلم نے موصولاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں ”لا تتخذوا شیئاً فیہ الروح غرضاً“ یعنی کسی ذی روح چیز کو نشانہ اور بدف مت بناؤ (۳۴)۔

باب کی آخری روایت میں ”نُہیۃ“ کا لفظ آیا ہے، علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”هو أخذ مال الغير قهراً وجبراً“ (۳۵)۔

۲۶۔ باب : لحم الدجاج .

۵۱۹۹/۵۱۹۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ . عَنْ سُفْيَانَ . عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ أَبِي قَلَابَةَ . عَنْ زُهْدَمِ الْجَرْمِيِّ . عَنْ أَبِي مُوسَى . يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ . رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ دَجَاجًا .

(۵۱۹۹) : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ أَبِي تَمِيمَةَ . عَنْ الْقَاسِمِ . عَنْ زُهْدَمِ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ . وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ جَرْمِ إِخَاءٍ . فَأَتَانِي بِطَعَامٍ فِيهِ لَحْمٌ دَجَاجٍ . وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ أَحْمَرٌ . فَلَمَ يَذْنُ مِنْ طَعَامِهِ . قَالَ : أَذْنُ . فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ مِنْهُ . قَالَ : إِنِّي رَأَيْتُهُ أَكَلَ شَيْئًا فَقَدَرْتُهُ . فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهُ . فَقَالَ : أَذْنُ أَحْمَرُكَ . أَوْ أَحَدْتُكَ : إِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ ، فَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضَبَانٌ . وَهُوَ يَقْسِمُ لَعْنًا مِنْ لَعْنِ الصَّدَاقَةِ . فَاسْتَحْمَلْنَاهُ . فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلُنَا . قَالَ : (مَا عِنْدِي مَا أَحْبَبْتُكُمْ عَلَيْهِ) . ثُمَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِهِ مِنْ إِبِلٍ . فَقَالَ : (أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ؟ أَيْنَ الْأَشْعَرِيُّونَ) . قَالَ : فَأَعْطَانَا خَمْسَ ذَوْدٍ غَرَّ الذَّرَى .

فَلَبِثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ . فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي : نَسِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمِينَهُ . فَوَاللَّهِ لَئِنْ تَعَقَّلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَمِينَهُ لَا نَفْلِحُ أَبَدًا . فَرَجَعْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا أَسْتَحْمِلُنَاكَ . فَخَالَفَتْ أَنْ لَا تَحْمِلُنَا . فَظَنْنَا أَنَّكَ نَسِيتَ يَمِينَكَ ، فَقَالَ : (إِنَّ اللَّهَ هُوَ حَمِلَكُمْ . إِيَّيَ وَاللَّهِ - إِنْ شَاءَ اللَّهُ - لَا أَحْصِفُ عَلَى بَيْنٍ ، فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا ، إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا) .

[ر : ۲۹۶۴]

دجاج اسم جنس ہے، دال پر زبر، زیر اور پیش تینوں اعراب درست ہیں، مفرد دجاجة ہے (۳۶)۔

ابراہیم حربی نے ”غریب الحدیث“ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ دجاج: دال کے کسرہ کے ساتھ مرغی کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کا واحد دیک ہے اور دال کے فتح کے ساتھ مرغی کے لیے مستعمل ہے جس کا مفرد دجاجة ہے (۳۷)۔

یہ دَجَّ يَدُجُّ سے مشتق ہے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں، مرغی بھی چونکہ آگے پیچھے بڑی تیز چلتی ہے، اس لیے اسے دجاجة کہتے ہیں (۳۸)۔ مرغی بالاتفاق حلال ہے۔

روایت باب میں زہد بن مضرب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس بیٹھے تھے، ہمارے درمیان اور جرم کے اس قبیلے کے درمیان بھائی چارہ تھا، کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا، لوگوں میں ایک سرخ رنگ کا آدمی بیٹھا تھا، وہ کھانے کے قریب نہیں آیا، ابو موسیٰ نے ان سے کہا کہ قریب آ جاؤ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے، اس آدمی نے کہا کہ ”میں نے مرغی کو ایسی چیز کھاتے دیکھا جس سے مجھے گھن آتی ہے تو میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا“ ابو موسیٰ نے فرمایا کہ ”نزدیک آئیں، آپ کو بتا دوں کہ میں چند اشعریوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس وقت پہنچا کہ آپ غصہ کی حالت میں تھے اور صدقہ

(۳۶) فتح الباری: ۹/۸۰۵-عمدة القاری: ۲۱/۱۲۶۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۸۰۵-عمدة القاری: ۲۱/۱۲۶۔

(۳۸) فتح الباری: ۹/۸۰۵-عمدة القاری: ۲۱/۱۲۶۔

کے جانور تقسیم فرما رہے تھے، ہم نے آپ سے سواری کے لیے جانور مانگا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمیں سواری نہیں دیں گے، فرمایا کہ میرے پاس تمہیں سواری دینے کے لیے کوئی جانور نہیں ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے فرمایا، اشعری کہاں ہیں؟ اشعری کہاں ہیں؟ پھر ہمیں اونچی کوہان والے پانچ سفید اونٹ دیئے، کچھ دیر ہم ٹھہرے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قسم بھول گئے ہیں اگر ہم نے حضور ﷺ کو ان کی قسم سے غافل رکھا تو بخدا، ہم کبھی فلاح نہیں پائیں گے، چنانچہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لوٹ آئے اور کہا، یا رسول اللہ! ہم نے آپ سے سواری مانگی تو آپ ﷺ نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ ہمیں سواری نہیں دیں گے، (اور پھر ہمیں دیدی) ہمیں خیال ہوا کہ شاید آپ اپنی قسم بھول گئے، آپ ﷺ نے فرمایا ”تمہیں اللہ نے سواری دی ہے اور میں تو بخدا جب بھی کسی بات پر قسم کھاتا ہوں اور پھر بھلائی اس کے غیر میں دیکھوں تو وہی کام کرتا ہوں جس میں بھلائی ہوتی ہے اور کفارہ دے کر قسم توڑ دیتا ہوں۔“

زَهْدَم

زہدم (زاء کے فتح کے ساتھ) بصرہ کے ثقہ راوی ہیں، ان کے والد کا نام مُضَرِب (بضم المیم، وفتح الضاد، وتشدید الراء المکسورة) ہے، یہ قبیلہ جَرَم کے ہیں، صحیح بخاری میں ان کی دو حدیثیں ہیں، ایک حدیث باب اور دوسری کتاب المناقب میں گذر چکی ہے (۳۹)۔

کناعندابی موسیٰ الأشعری وکان بیننا و بین هذا الحی من جرم إخوان

اس عبارت میں شاید راوی سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ زہدم جرمی ہیں، اس عبارت کا مفہوم ہے کہ ہمارے درمیان اور اس قبیلہ جرم کے درمیان بھائی چارہ تھا، جب وہ خود قبیلہ جرم کے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ ہمارے درمیان اور جرم کے درمیان بھائی چارہ تھا، کوئی مفہوم نہیں رکھتا، وہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ ہمارے قبیلہ جرم اور ابو موسیٰ اشعری کے قبیلہ کے درمیان بھائی چارہ تھا، چنانچہ کتاب التوحید کے آخر

میں امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں ”کان بین هذا الحی من جرم و بین الأشعرین و ذی و إخاء“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ”و هذه الرواية هي المعتمدة“ (۴۰)۔

وفی القوم رجل جالس أحمر

حافظ ابن حجرؒ نے کئی دوسری روایات نقل کر کے فرمایا کہ اس رجل سے مراد خود راوی حدیث زہدم ہیں، البتہ انھوں نے اپنے آپ کو مبہم رکھا (۴۱)۔

إني رأيتہ يأكل شيئاً فقذرتہ

مرغی وغیرہ اگر گندگی کھائے تو اس کی وجہ سے اس کی حلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہاں اگر اس قدر گندگی کھالے کہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے تو پھر اس کا کھانا مکروہ ہے، بعضوں نے مکروہ تحریمی کہا اور بعضوں نے تنزیہی (۴۲)۔

فأعطانا خَمْسَ دَوْدَ غُر الدُّرَى

دَوْدَ (ذال کے فتح اور واو کے سکون کے ساتھ) تین سے دس تک اونٹوں کی جماعت کو دَوْدَ کہتے ہیں، خمس دود پانچ اونٹ، یہ مرکب اضافی ہے، ابوالبقاء نے فرمایا کہ مرکب اضافی کے بجائے ”خمسًا دود“ ہونا چاہیے اس صورت میں ”دود“ ”خمسًا“ سے بدل ہوگا۔ غُر: یہ اُغر کی جمع ہے، بمعنی سفید، الدُّرَى: (بضم الدال) یہ دُرَّوۃ کی جمع ہے، دُرَّوۃ کل شئی أَعْدَدَ، ہر چیز کے بلند حصے کو ذرود کہتے ہیں، یہاں اس سے کوہان مراد ہیں، یعنی پانچ بلند کوہان والے سفید اونٹ آپ ﷺ نے ہمیں عطا فرمائے (۴۳)۔

اس حدیث سے متعلق باقی بحثیں ان شاء اللہ کتاب الأیمان والنذور میں آئیں گی۔

(۴۰) فتح الباری: ۹/۷۰۶۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۷۰۶۔

(۴۲) ردالمحتار مع درمختار: ۶/۳۳۰۔

(۴۳) مذکورہ تشریح کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۱۲۷، وفتح الباری: ۹/۸۰۸۔

۲۷۔ باب : لَحُومُ الْخَيْلِ

۵۲۰۰ : حَدَّثَنَا الْحُسَيْنِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ . عَنْ فَاطِمَةَ . عَنْ أَسْنَاءَ

قَالَتْ : نَحَرْنَا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَكَلْنَاهُ . [ر : ۵۱۹۱]

۵۲۰۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ . عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ . عَنْ مُجَسَّدِ بْنِ

عَلِيٍّ . عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لَحْمِ الْحُمْرِ .

وَرَخَّصَ فِي لَحْمِ الْخَيْلِ . [ر : ۳۹۸۲]

گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم

امام شافعی، امام احمد، حنفیہ میں صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا بلا کر اہت جائز ہے (۴۴)۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے، (۴۵) امام اعظم اور امام مالک سے مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں (۴۶)۔

جمہور حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت جابرؓ کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں ”إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى يوم الخيبر عن لحوم الحمير الأهلية، وأذن في لحوم الخيل“ (۴۷)۔

امام ابو حنیفہ، امام ابو داؤد کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل لحوم الخيل والبغال والحمير“ (۴۸)۔

(۴۴) دیکھیے شرح المہذب: ۳/۹، و کتاب الآثار: ۱۸۰۔

(۴۵) أوجز المسالك كتاب الصيد، باب ما يكره من أكل الدواب: ۱۸۰/۹۔

(۴۶) أوجز المسالك كتاب الصيد، باب ما يكره من أكل الدواب: ۱۸۰/۹، وتكملة فتح الملبم: ۳/۵۲۵۔ وقال

أبو حنيفة: أكره لحم الخيل فحمله أبو بكر الرازي على التنزيه، وصحح عنه أصحاب المحيط والهداية

والذخيرة التحريم وهو قول أكثرهم، وعن بعضهم: يأثم آكله، ولا يسمي حراما (فتح الباری: ۹/۸۱۱)۔

(۴۷) صحيح مسلم، كتاب الذبائح، باب أكل لحوم الخيل (رقم الحديث: ۱۹۱۳) ۳/۳۵۲

(۴۸) سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب في أكل لحوم الخيل (رقم الحديث: ۳۷۹۰) ۳/۳۵۲

٢٨ - باب : لحوم الحُمُرِ الأنثى .

فيه : عَنْ سَلَمَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٣٩٦٠]

٥٢٠٢ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرٍ .

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ .

تَابَعَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ سَالِمٍ . [ر : ٣٩٧٨]

٥٢٠٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِمَا ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُتَعَةِ عَامَ خَيْبَرٍ ، وَعَنْ لُحُومِ حُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ . [ر : ٣٩٧٩]

٥٢٠٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرٍ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ ، وَرَخَّصَ فِي لُحُومِ الْخَيْلِ . [ر : ٣٩٨٢]

٥٢٠٥ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي عَدِيٌّ ، عَنْ الْبَرَاءِ وَأَبْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَا : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ . [ر : ٢٩٨٦]

٥٢٠٦/٥٢٠٧ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ : حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ .

تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَعُقَيْلٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ .

(٥٢٠٧) : وَقَالَ مَالِكٌ ، وَمَعْمَرٌ ، وَالْمَاجَشُونُ ، وَيُونُسُ ، وَأَبْنُ إِسْحَقَ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ :

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ . [٥٢١٠ - ٥٤٤٤]

۵۲۰۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَهُ فَقَالَ : أَكَلْتَ الْحُمْرُ . ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ : أَكَلْتَ الْحُمْرُ . ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ : أَكَلْتَ الْحُمْرُ . فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي النَّاسِ : (إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَنْهَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ . فَإِنَّهَا رَجَسٌ) . فَأَكْفَفَتِ الْقُدُورُ . وَإِنَّهَا لَتَقْفُورُ بِاللَّحْمِ . [ر : ۳۹۶۳]

۵۲۰۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرُو : قُلْتُ لِحَبِيبِ بْنِ زَيْدٍ : يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ حُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ ؟ فَقَالَ : قَدْ كَانَ يَقُولُ ذَلِكَ الْحَكَمُ بْنُ عَمْرٍو الْغِفَارِيُّ عِنْدَنَا بِالْبَصْرَةِ . وَلَكِنْ أَتَى ذَلِكَ الْبَحْرُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَقَرَأَ : «قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا» .

گدھے کے گوشت کا حکم

حمر و حشیة بالاتفاق حلال ہیں، حمر نسبیۃ یعنی گدھوں کا گوشت جمہور علماء کے نزدیک

حرام ہے (۴۹)۔

امام مالک رحمہ اللہ سے تین روایتیں ہیں، ایک جمہور کے مطابق، دوسری مطلقاً جواز کی اور تیسری کراہت کی (۵۰)، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی جواز منقول ہے جیسا کہ یہاں باب کی آخری روایت میں ہے، حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت میں توقف منقول ہے، چنانچہ بعضی نے ان سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

”لَا أُدْرِي أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ

كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ ، فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ ، أَوْ حَرَمَهَا الْبَيْتَةُ يَوْمَ

خَبِير“ (۵۱)۔

(۴۹) فتح الباری: ۹/۸۱۸، ۸۱۹، والأبواب والتراجم: ۲/۹۳

(۵۰) فتح الباری: ۹/۸۱۸

(۵۱) فتح الباری: ۹/۸۱۸

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے جو ممانعت فرمائی ہے، یہ اس وجہ سے تھی کہ آپ کو سواری ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ لوگ گدھوں پر سواری کرتے تھے یا قطعی طور پر آپ نے اس کو حرام قرار دیا۔

جمہور علماء کے نزدیک احادیث باب کی وجہ سے گدھوں کا گوشت حرام ہے۔ بعض احادیث میں لحوم حمر کی حرمت کی یہ وجہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ وہ گندگی کھاتے ہیں، یہ وجہ بھی آئی ہے کہ اس طرح سواریوں کے لیے جانور ناپید ہو جائیں گے لیکن یہاں باب میں حضرت انسؓ کی روایت میں اصل وجہ ذکر کی گئی ہے کہ ”فإنہا رجس“۔

جو حضرات اسے جائز کہتے ہیں، وہ ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں، غالب بن ابجر فرماتے ہیں کہ ہم قحط میں مبتلا ہو گئے، گھر میں صرف گدھے رہ گئے تھے اور کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی، انہوں نے آکر حضور اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ آپ نے گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا ہے جب کہ میرے ہاں گدھوں کے سوا اور کچھ نہیں تو آپ نے فرمایا ”أطعم أهلك من سمين حمرک، فإنما حرمتها من أجل جوال القرية، یعنی الجلالة“ (۵۲) یعنی آپ اپنے گھروالوں کو گدھوں کا گوشت کھلا سکتے ہیں، میں نے تو گندگی کھانے کی وجہ سے انہیں حرام قرار دیا تھا۔ لیکن حافظ ابن حجر اور امام نوویؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کا متن احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے (۵۳)۔

فیہ عن سلمة عن النبی ﷺ

سلمہ بن الاکوع کی روایت امام بخاری نے کتاب المغازی میں موصولاً نقل کی ہے (۵۴)۔

(۵۲) سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، (رقم الحديث: ۳۸۰۹)

(۵۳) فتح الباری: ۹/۸۱۸، وشرح مسلم للنووی، کتاب الذبائح: باب تحریم أكل لحم الجمر الإنیسہ:

۱۳۹/۲۰

(۵۴) کشف الباری، کتاب المغازی: ۴۱۴

فیه عن سلمة عن النبی ﷺ

سلمة بن الأكوع کی روایت امام بخاری نے کتاب المغازی میں موصولاً نقل کی ہے (۵۴)۔

وقال مالك ومعمرو والماجشون ويونس وابن إسحاق عن الزهري.....

امام مالک کی تعلیق اگلے باب میں موصولاً آرہی ہے، معمرو یونس کی روایت حسن بن سفیان نے

موصولاً نقل کی ہے، ماجشون (یوسف بن یعقوب) کی تعلیق امام مسلم نے موصولاً نقل کی ہے اور ابن اسحاق

کی روایت اسحاق بن راہویہ نے موصولاً نقل کی ہے (۵۵)۔

قد كان يقول ذاك الحكم بن عمرو الغفاري عندنا بالبصرة

حمیدی نے اپنی سند میں اس میں اتنا اضافہ کیا ہے ”قد كان يقول ذلك الحكم بن عمرو

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم“ یعنی یہاں بخاری کی روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ نہی عن

لحموم الحمر الانسية کی بات ہمارے ہاں بصرہ میں حکم بن عمرو کہا کرتے تھے لیکن حمیدی کی روایت

میں ہے کہ حکم یہ بات حضور اکرم ﷺ سے نقل کر کے مرفوعاً بیان کرتے تھے۔

ولكن أبى ذلك البحر ابن عباس، وقرأ: ﴿قل لأجد فيما أوحى إلى محرماً﴾

”بحر“ حضرت ابن عباس کی صفت ہے کیونکہ وہ علم کا سمندر تھے صفت کو مبالغہ موصوف پر

مقدم کیا ہے، ابن مردویہ کی روایت میں تفصیل ہے، اس میں ہے:

كان أهل الجاهلية يأكلون أشياء ويتركون أشياء تقلبوا، فبعث الله نبيه، وأنزل

كتابه، وأحل حلاله، وحرم حرامه فما أحل فهو حلال، وما حرم فهو حرام، وما سكت عنه

فهو عفو، وتلا هذه: ﴿قل لأجد فيما أوحى إلى...﴾ حاکم نے ابن مردویہ کی اس روایت کی تصحیح

فرمائی ہے (۵۶)۔

(۵۵) دیکھیے فتح الباری: ۹/۸۱۶-۸۱۷۔

(۵۶) المستدرک للإمام الحاکم، کتاب الأطعمة ۴/۱۱۵

(۵۷) فتح الباری: ۹/۸۱۸۔

۲۹ باب : أَكْلُ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ (۵۸)

۵۲۱۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْحَوْلَانِيِّ ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ . تَابِعَةُ يُونُسُ ، وَمَعْمَرٌ ، وَأَبْنُ عُيَيْنَةَ ، وَالْمَاجِشُونُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . [ر : ۵۲۰۶]

ناب سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دانت کو کہتے ہیں، یہ دونوں جانب ہوتے ہیں، اردو میں اس کو کچلی کہتے ہیں (۵۹)، درندے ناب ہی کے ذریعہ چیر پھاڑتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والمراد بالناب ما يعدو به على الحيوان ويتقوى به“ (۶۰)۔

درندوں کے گوشت کا حکم

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تحریم پر محمول ہے، چنانچہ کچلیوں والے درندوں (شیر چیتا وغیرہ) کا گوشت حرام ہے، اسی طرح چونچ سے شکار کرنے والے جانور (شاہین، کرگس وغیرہ) بھی حرام ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں ہے ”نہی عن كل ذي ناب من السباع وعن كل ذي مخلب من

(۵۸)(۵۲۱۰) الحديث أخرجه البخاري أيضا في كتاب الطب ، باب ألبان الأئمن ، (رقم الحديث: ۵۴۴۴)

وأخرجه مسلم في كتاب الصيد والذبائح ، باب تحريم أكل كل ذي ناب ، (رقم الحديث: ۱۹۳۲) ،

وأخرجه أبو داود في الأطعمة ، باب النهي عن أكل السباع ، (رقم الحديث: ۳۸۰۴) ، وأخرجه الترمذی فی

الصيد ، باب فی کراهية كل ذي ناب ، (رقم الحديث: ۵۰۴) ، وأخرجه ابن ماجه فی الصيد ، باب كل ذي

ناب من السباع ، (رقم الحديث: ۳۲۷۲) ، وأخرجه النسائي فی الصيد ، باب تحريم أكل السباع ، (رقم

الحديث: ۴۳۲۵)

(۵۹) القاموس الوحید: ۱/۷۳۱۔

(۶۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۲۔

الطیر“ (۶۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ کی مشہور روایت میں کچلیوں والے درندے مکروہ ہیں، حرام نہیں، وہ قرآن کریم کی آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہیں ﴿قُلْ لَا أُجَدِّفِي مَا وَحَىٰ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثْقَلُ ذَرَّةٍ مِّنْ مَّا سَفَوْحًا أَوْ لَحْمِ خَنزِيرٍ﴾ (۶۲) وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جن جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، ان میں کچلیوں والے درندے شامل نہیں ہیں (۶۳)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور حدیث باب، ہجرت کے بعد کی ہے، آیت کا حکم نزول کے وقت سے متعلق ہے کہ جن جانوروں کی حرمت آیت میں بیان نہیں کی گئی، وہ حلال ہیں، تاہم مستقبل میں تحریم کی نفی اس میں نہیں ہے (۶۴)۔

حدیث میں ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں

ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واختلف القائلون بالتحريم في المراد بماله ناب، فقيل: إنه ما يتقوى به، ويصول على غيره، ويضطاد ويعدو بطبعه غالباً كالأسد والفهد والصقر والعقاب وأما ما لا يعدو كالضبع والثعلب فلا، وإلى هذا ذهب الشافعي والليث ومن تبعهما، وقد ورد في حل الضبع أحاديث لا بأس بها“ (۶۵)۔

(۶۱) صحيح مسلم (مع التكملة) كتاب الصيد: ۵۰۰/۳۔

(۶۲) سورة الأنعام: ۱۳۵۔

(۶۳) فتح الباری: ۸۲۰/۹۔ وروی عنه: أن العادي منه حرام كالأسد والثعلب والفهد، وغير العادي مكروه

كالثعلب، (حاشية الدسوقي على شرح الكبير: ۱۱۷/۲)۔

(۶۴) فتح الباری: ۸۲۰/۹۔

(۶۵) فتح الباری: ۸۲۰/۹۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک حدیث باب اپنے عموم پر ہے، لہذا ہر ذوناب درندہ حرام ہے، ضج بھی ذوناب ہے، اس لیے وہ بھی حرام ہے۔ ائمہ ثلاثہ ضج (بجو) کو مباح قرار دیتے ہیں (۶۶)، وہ مستدرک کم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضج کھانے کی اجازت دی ہے (۶۷)۔

علامہ یعنی رحمہ اللہ حضرت جابرؓ کی حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحدیث جابر لیس بمشہور، وهو محلل، والمحرم یقضی علی المبیح احتیاطاً، وقیل: حدیث جابر منسوخ، وقیل: حدیث جابر انفرادیہ عبدالرحمان بن أبی عمار، ولیس بمشہور بنقل العلم، ولا هو حجة إذا انفرد، فکیف إذا خالفه من هو أثبت منه (۶۸)۔

① یعنی حدیث جابر محلل (حلال قرار دینے والی) ہے اور حدیث باب محرم (حرام قرار دینے والی) ہے اور محرم میخ کا حکم ساقط کر دیتی ہے۔
② حدیث جابر منسوخ ہے۔

③ حدیث جابرؓ کا راوی عبدالرحمن مشہور اور قابل حجت نہیں، خاص کر جب اس نے اپنے سے ثقہ راوی کی مخالفت کر دی ہو۔

تابعہ یونس ومعمرو ابن عیینة والماجشون عن الزهري

یعنی امام مالک کی متابعت ان حضرات نے کی ہے، اس سے پہلے باب میں ان متابعات کو موصولاً نقل کرنے والوں کا ذکر گزر چکا ہے، سوائے سفیان ابن عیینہ کے، ان کی متابعت امام بخاریؒ نے کتاب الطب میں موصولاً نقل کی ہے (۶۹)۔

(۶۶) عمدة القاری: ۳۱/۱۳۲۔

(۶۷) عمدة القاری: ۳۱/۱۳۲۔

(۶۸) عمدة القاری: ۳۱/۱۳۲۔

(۶۹) عمدة القاری: ۳۱/۱۳۲۔

۳۰- باب : جُلُودِ الْمَيْتَةِ .

۵۲۱۱/۵۲۱۲ : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِبرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي . عَنْ صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو شَيْبَةَ : أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِشَاةٍ مَيْتَةٍ . فَقَالَ : (هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِأَهْلِيهَا) . قَالُوا : إِنَّمَا مَيْتَةٌ . قَالَ : (إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلَهَا) .

(۵۲۱۲) : حَدَّثَنَا خَطَّابُ بْنُ عُمَانٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ . عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجَلَانَ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَانَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِعِزْرٍ مَيْتَةٍ . فَقَالَ : (مَا عَلَى أَهْلِهَا لَوْ اسْتَفْعَوْا بِأَهْلِيهَا) . [ز : ۱۴۲۱]

یعنی امام مالک کی متابعت ان حضرات نے کی ہے، اس سے پہلے باب میں ان متابعت کو موصولاً نقل کرنے والوں کا ذکر گزر چکا ہے، سوائے سفیان ابن عیینہ کے، ان کی متابعت امام بخاری نے کتاب الطب میں موصولاً نقل کی ہے (۶۹)۔

جانور کی کھال سے انتفاع کا حکم

مرے ہوئے جانور کی کھال سے انتفاع جائز ہے یا نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اس باب میں ذکر کیا ہے۔

① جمہور علماء کے نزدیک دباغت دینے کے بعد جانور کی کھال سے انتفاع جائز ہے، وہ ایک تو حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، دوسرے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، جس کے الفاظ ہیں ”ایما إهاب دبغ فقد طهر“ (۷۰)۔ یعنی جس کھال کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔

البتہ حضرات حنفیہ نے اس سے انسان اور خنزیر کی کھال کو مستثنیٰ کیا ہے۔

خنزیر تو اس لیے کہ وہ نجس العین ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿فإِنَّهُ نَجِسٌ﴾ اور انسان کی کھال کو اس

(۷۰) سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ما جاء فی جلود المیتة إذا دبغت، (رقم الحدیث: ۱۷۴۸)

(۷۱) دیکھیے بدائع الصنائع، کتاب الطہارۃ، فصل فی بیان ما یقع بہ التطہیر: ۸۵/۱۔

کے شرف واحترام کی بنا پر مستثنیٰ کیا ہے، امام محمد نے ہاتھی کو بھی نجس ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے (۷۱)۔

حضرات شافعیہ نے خنزیر کے ساتھ کلب کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ کلب ان کے نزدیک نجس العین ہے (۷۲)۔ بہر حال ان چند کے علاوہ باقی جانوروں کی کھال سے دباغت کے بعد انتفاع حاصل کرنا جمہور کے نزدیک درست ہے۔

امام مالک اور امام احمد کا آخری قول بھی اسی کے مطابق ہے (۷۳)۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ جلودمیتہ سے دباغت سے پہلے اور دباغت کے بعد دونوں صورتوں میں انتفاع جائز ہے، ابن شہاب نے اس کو اختیار کیا ہے (۷۴)۔

③ تیسرا قول امام مالک اور امام احمد کا ہے، ان کے نزدیک دباغت کے بعد بھی جلود سے انتفاع جائز نہیں ہے (۷۵)۔

یہ حضرات حضرت عبداللہ بن عکیم لیشی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں انھوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آپ کی وفات سے چند دن قبل آیا، اس میں تھا: لا تتفعوا من الميتة یاہاب ولا عصب (۷۶)۔

اس حدیث کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، مثلاً یہ مضطرب المعین اور مضطرب السند ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں:

”والجواب الصحيح عنه أن حديث ابن عباس المذكور من الصحاح، وأنه سماع، وحديث ابن عكيم كتابة، فلا يقاوم

(۷۲) فتح القدیر، کتاب الطہارۃ، باب الماء الذی یحوزہ الوضوء وما لا یحوز: ۸۱/۱۔

(۷۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۵) فتح القدیر، کتاب الطہارۃ: ۸۱/۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

یعنی حدیث باب، حدیث صحیح ہے اور سماعاً ہے جب کہ ابن عکیم کی حدیث بذریعہ کتابت نقل ہوئی ہے، اسی طرح ابن عکیم کے صحابی ہونے میں بھی اختلاف ہے، ان کے تابعی ہونے کی صورت میں حدیث مرسل ہوگی جو صحیح اور موصول حدیث کے مقابلے میں حجت نہیں بن سکتی ہے۔

یہ حضرات ابوداؤد اور ترمذی کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں ”انہ علیہ السلام نہیں عن جلود السباع“ (۷۸)

لیکن جمہور نے اس نبی کو انتفاع قبل الدباغ پر محمول کیا ہے کہ دباغت سے پہلے کھال سے انتفاع درست نہیں (۷۹)۔

لیکن جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا آخری قول جمہور کے مطابق ہے، انھوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

حدیث میں إهاب کا لفظ آیا ہے، دباغت سے پہلے کھال کو إهاب کہتے ہیں: بعضوں نے کہا کہ مطلقاً کھال کو إهاب کہتے ہیں، چاہے قبل الدباغت ہو یا بعد الدباغت، اس کی جمع إہاب آتی ہے، ہمزہ اور باء دونوں پر فتح اور ضمہ دونوں جائز ہے (۸۰)۔ عَنز (فتح العین و سکون النون) بکری کو کہتے ہیں۔

سند پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں باب کی آخری روایت میں امام بخاری کے شیخ خطاب بن عثمان، ان کے شیخ محمد بن حمیر اور ان کے شیخ ثابت بن عجلان ہیں، یہ تینوں شام کے شہر حمص کے ہیں، صحیح بخاری میں خطاب بن عثمان اور ثابت بن عجلان کی یہی ایک حدیث ہے، البتہ محمد بن حمیر کی ایک حدیث باب الهجرة میں بھی گزری ہے (۸۱)۔

(۷۸) سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی النهی عن جلود السباع، (رقم الحدیث: ۱۷۷۰)، و سنن

أبی دؤاد، کتاب اللباس، باب فی جلود النمر و السباع، (رقم الحدیث: ۴۱۳۲)

(۷۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۸۰) فتح الباری: ۹/۸۲۱۔ و عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

یہ تینوں راوی متکلم فیہ ہیں، خطاب بن عثمان کے بارے میں ابن حبان اور دارقطنی نے فرمایا
ربما أخطاء (۸۲)۔

محمد بن حمیر کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا ”لا یحتج به“ (۸۳)۔

اور ثابت کے متعلق امام احمد نے فرمایا ”أنا متوقف فیہ“ (۸۴)۔

اور عقیلی نے ان کے متعلق فرمایا ”لا یتابع فی حدیثہ“ (۸۵)۔

تو جب یہ تینوں متکلم فیہ ہیں، پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی حدیث صحیح بخاری میں کیسے نقل
فرمائی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ إن هؤلاء من المتابعات ، لا من الأصول ،
والأصل فیہ الذی قبلہ (۸۶)۔ یعنی ان راویوں کی حدیث کو امام بخاری نے بطور تائید اور بطور متابعت
کے ذکر کیا ہے، اصل حدیث تو پہلے والی ہے، یہ دوسری حدیث بطور متابعت ہے اور متابعت کے طور پر
متکلم فیہ راویوں کی روایت ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ خطاب ابدال میں شمار کیے جاتے تھے (۸۷)۔
ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۸۸) اور دارقطنی نے ”ربما أخطاء“ کہنے کے باوجود ان
کی توثیق کی ہے (۸۹)۔

(۸۲) تہذیب الکمال: ۸/۲۶۹۔ رقم الترجمة: ۱۶۹۸۔

(۸۳) المحرر والتعديل ، الترجمة: ۱۳۱۵، وتہذیب الکمال: ۸/۲۶۹۔

(۸۴) تہذیب التہذیب: ۱/۱۰۔

(۸۵) کتاب الضعفاء للعقيلي: ۱/۷۶، رقم الترجمة: ۲۱۹۔

(۸۶) نفع الباری: ۹/۸۲۳۔

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳، وتہذیب الکمال: ۸/۲۶۹۔

(۸۸) تہذیب الکمال: ۸/۲۶۹، وثقات ابن حبان: ۱/۱۱۸۔

(۸۹) تہذیب التہذیب: ۳/۱۳۶، واسماء التابعین للدارقطنی: الترجمة: ۲۸۷۔

علامہ یعنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ خطاب ابدال میں شمار کیے جاتے تھے (۸۷)۔
ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۸۸) اور دارقطنی نے ”ربما أخطأ“ کہنے کے باوجود ان کی توثیق کی ہے (۸۹)۔
محمد بن حمیر کو بھی یحییٰ بن معین اور دُحیم نے ثقہ قرار دیا ہے (۹۰)۔ امام نسائی نے ان کے بارے میں فرمایا: ليس به بأس (۹۱)۔

۳۱ - باب : الْمُسْكُ

۵۲۱۳ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ . عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقُعْقَاعِ . عَنْ أَبِي ذُرْعَةَ
أَبْنِ عَمْرٍو بْنِ جَرِيرٍ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكَلِّمُ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلِمَةُ يَدْمِي ، اللَّوْنُ كَوْنِ دَمٍ ، وَالرَّيْحُ رِيحُ مِسْكِ) . [ر : ۲۳۵]
۵۲۱۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ . عَنْ بُرَيْدٍ . عَنْ أَبِي يَزِيدَ . عَنْ
أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوِّءِ ، كَحَامِلِ
الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكَبِيرِ . إِمَّا أَنْ يُحَادِّثَكَ . وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ . وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ
رِيحًا طَيِّبَةً . وَنَافِخِ الْكَبِيرِ : إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ . وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً) . [ر : ۱۹۹۵]

ثابت بن عجلان کے بارے میں ابو حاتم نے فرمایا صالح الحدیث، عقلمانی کا ان کو ضعفاء میں ذکر کرنے پر علامہ ذہبی اور ابن قحطان نے نکیر فرمائی ہے (۹۲)۔

لہذا یہ راوی من جملہ ثقہ ہیں اور اس قابل ہیں کہ صحیح بخاری میں ان کی احادیث ذکر کی جائیں۔

مشک کے استعمال کا حکم

مشک ہرن کے نافہ سے نکلنے والے خوشبودار مادہ کو کہتے ہیں، مشک کا استعمال مردوں اور عورتوں

(۹۰) تہذیب الکمال: ۲۵/۱۱۸، رقم الترجمة: ۵۱۷۰۔

(۹۱) تہذیب الکمال: ۲۵/۱۱۹، رقم الترجمة: ۵۱۷۰، ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات (۷/۴۴۱) میں ذکر کیا ہے۔

(۹۲) تہذیب التہذیب: ۲/۱۰، ومیزان الاعتدال: ۱/۳۶۵۔

(۹۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۴۔

دونوں کے لیے بالاتفاق جائز ہے۔

بعض حضرات نے حضرت فاروق اعظم، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے اس کی کراہت نقل کی ہے کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کسی میت سے کوئی حصہ الگ کر دیا جائے (۹۳)۔ ابن المنذر نے فرمایا کہ صرف عطاء سے کراہت منقول ہے، باقی سے کراہت کی روایت درست نہیں، مشک کو ”ما قطع من الميتة“ پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ امام ابو داود رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت نقل فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”أطيب طيبكم المسك“ (۹۴)۔ مکملہ زنجبی کو کہتے ہیں، کلم باب ضرب سے زخمی کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

۳۲ - باب : الأرنب

۵۲۱۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيد : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ . عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَفَجَّنَا أَرْنَابًا وَنَحْنُ بِبَنِي الصَّهْرَانِ . فَسَعَى الْقَوْمُ فَالْعَبْرَاءُ . فَأَخَذَتْهَا فَحُتَّتْ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ . فَذَسَحَهَا فَمَعَتْ وَرَكِبَهَا . أَوْ قَالَ : بِفَخَذَيْهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَتَلَبَّاهَا . [۲۴۳۳]

کثیر دھونکی کو کہتے ہیں (چمڑے وغیرہ کا پمپ جس سے بھٹی کی آگ لگائی جاتی ہے) نافخ الکثیر: بھٹی دھونکنے والا، مراد لوہا ہے۔

یحدیذک، بمعنی یعطیک، یہ احذاء سے ہے جس کے معنی دینے اور عطا کرنے ہیں (۹۵)۔

خرگوش کا حکم

خرگوش جمہور علماء کے نزدیک حلال ہے، حضرت عمرو بن العاص، عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ اور حضرت عکرمہ سے کراہت منقول ہے، افعی نے امام ابو حنیفہؒ سے حرمت کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ درست نہیں، حنیفہ کے نزدیک بھی خرگوش بلا کراہت جائز ہے (۹۶)۔

(۹۳) عمدة القاری: ۴/ ۱۳۴۔

(۹۵) سنن أبی داود، کتاب الجنائز، باب فی المسک للمیت، (رقم الحدیث: ۳۱۵۸) ۳/ ۲۰۰۔

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۵۔

یہ حضرات خزیمہ بن جزء کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”قلت: یا رسول اللہ ما تقول فی الأرنب؟ قال: لا آکله ولا أحرمه، قلت: فإنی آکل ما لا تحرمه، ولم یأمر رسول اللہ؟ قال: نبئت أنها تدمی“ (۹۷)۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کے متعلق فرمایا کہ میں اسے نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں، کیونکہ مجھے اس کے بارے میں بتلایا گیا کہ اسے حیض آتا ہے۔ اس حدیث سے خرگوش کی کراہت پر ان حضرات نے استدلال کیا ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور حدیث ثابت ہونے کی صورت میں یہ کراہت طبعی کراہت پر محمول ہوگی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار میں روایت نقل کی ہے، اس میں تصریح ہے کہ ایک آدمی نے خرگوش کے متعلق کہا کہ اسے حیض آتا ہے، آپ نے فرمایا ”کچھ بھی کہیں، کھائیں“ (۹۸)۔

جاہظ نے خرگوش کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک سال مادہ رہتا ہے اور ایک سال نر، اس کو حیض بھی آتا ہے (اس وجہ سے بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے) اور جب یہ سوتا ہے تو اس کی آنکھیں کئی رہتی ہیں (۹۹)۔

۳۳ - باب : الضَّبَّ

۵۲۱۶ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ أَسْبَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الضَّبُّ لَسْتُ آكُلُهُ وَلَا أَحْرَمُهُ) . [۶۸۳۹] (☆۹۹)

۵۲۱۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ . عَنْ مَالِكٍ . عَنْ أَنَسِ بْنِ شَبَابٍ . عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا . عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ : أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ

(۹۷) فتح الباری: ۸۲۶/۹۔

(۹۸) إعلاء السنن: ۱۷۴/۱۹۳۔ وتكملة فتح الملہم: ۵۳۷/۳، کتاب الصيد والذبائح

(۹۹) کتاب الحيوان للمحافظ: ۳۰۶/۳۔ ۵۲۹/۳۔ وعمدة القاری: ۱۳۵/۲۱۔

(☆۹۹) (۵۲۱۶) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة لئصب (رقم الحديث: ۱۹۳۳)

أَنَّ اللَّهَ ﷻ نَبَتْ مَيْمُونَةً . فَأَتَى بِضَبٍّ مَحْبُودٍ . فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ . فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ : أَخْبِرُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷻ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ . فَقَالُوا : هُوَ ضَبٌّ يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَرَفَعَ يَدَهُ . فَقُلْتُ : أَحْرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ فَقَالَ : (لَا) . وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي . فَأَجَلَنِي أَعَافَهُ . قَالَ خَالِدٌ : فَأَجْبَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ . وَرَسُولُ اللَّهِ ﷻ يَنْظُرُ . [ر : ۵۰۷۶]

ضب کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے۔

۳۴ - باب : إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمَنِ الْجَامِدِ أَوْ الذَّائِبِ .

۵۲۲۰/۵۲۱۸ : حَدَّثَنَا الْحَمِيدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُهُ : عَنْ مَيْمُونَةَ : أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَمَاتَتْ . فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهَا فَقَالَ : (أَتَقُوها وَمَا حَوْلُهَا وَكُلُوها) .
قِيلَ لِسُفْيَانَ : فَإِنْ مَعَهَا يُحَدِّثُهُ . عَنْ الزُّهْرِيِّ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؟
قَالَ : مَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ إِلَّا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ . عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ . عَنْ مَيْمُونَةَ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ . وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَارًا .

(۵۲۱۹) : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . عَنْ يُونُسَ . عَنْ الزُّهْرِيِّ . عَنْ الدَّائِبَةِ تَمُوتُ فِي الزُّبَيْدِ وَالسَّمَنِ . وَهُوَ جَامِدٌ أَوْ غَيْرُ جَامِدٍ . الْفَأْرَةُ أَوْ غَيْرُهَا . قَالَ : بَاغِنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷻ أَمَرَ بِفَأْرَةٍ مَاتَتْ فِي سَمْنٍ . فَأَمَرَ بِمَا قُرْبَ مِنْهَا فَطَرَحَ . ثُمَّ أَكَلَ .
عَنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ .

(۵۲۲۰) : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ . عَنْ ابْنِ شِهَابٍ . عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ . عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ . عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ . فَقَالَ : (أَتَقُوها وَمَا حَوْلُهَا وَكُلُوها) . [ر : ۲۳۳]

گھی کے اندر اگر چوہا وغیرہ گر جائے تو اگر وہ جما ہوا نہیں ہے، مائع اور پگھلا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اکثر علماء کے نزدیک وہ گھی نجس ہو جائے گا، اس کا کھانا درست نہیں اور اگر جامد ہے تو چوہے کو نکالنے

کے بعد اس کے ارد گرد گھی کو نکال دیا جائے باقی کو استعمال کیا جاسکتا ہے (۱۰۰) شیرے اور شہد وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے، حدیث باب میں سمن جامد کا حکم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ”وماحولہا“ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ”سمن جامد“ مراد ہے کیونکہ ”ماحول“ سمن جامد ہی میں متعین کیا جاسکتا ہے، سمن مانع میں ماحول کی تعین نہیں کی جاسکتی (۱۰۱)۔

باقی ارد گرد سے کتنا گھی نکالا جائے، اس سلسلے میں کوئی مخصوص مقدار منقول نہیں، بلکہ یہ محتلی بہ کی رائے پر منحصر ہے، وہ جس قدر مناسب سمجھے اپنی صوابدید کے مطابق اسی قدر نکال سکتا ہے، البتہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء بن یسار سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ ایک کف (ہتھیلی) کے بقدر نکالا جائے (۱۰۲)۔

طبرانی نے حضرت ابوالدرداء سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر تین چلو کے بقدر نکالا جائے لیکن اس کی سند ضعیف ہے (۱۰۳)۔

بعض حضرات سمن جامد اور مانع میں فرق نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث باب میں مطلقاً ”الْقَوْهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَكُلُّهُ“ فرمایا ہے لہذا سمن مانع بھی ”ماحول“ کو نکالنے سے پاک ہو جائے گا (۱۰۴)۔

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ حدیث باب میں سمن جامد ہی کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، جس میں تصریح آگئی ہے چنانچہ اس میں ہے ”إِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِي السَّمَنِ، فَإِنْ كَانَ جَامِداً فَأَلْقَوْهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعاً فَلَا تَقْرُبُوهُ“ (۱۰۵)۔

(۱۰۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸، وفتح الباری: ۹/۸۳۵۔

(۱۰۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸، وفتح الباری: ۹/۸۳۵۔

(۱۰۲) فتح الباری: ۹/۸۳۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۳) فتح الباری: ۹/۸۳۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۵) سنن أبی دود، کتاب الأطعمة، باب فی الفارۃ تقع فی السمن (رقم الحدیث: ۳۸۴۲)۔

اس میں جامد اور مانع کے فرق کو صراحتاً بیان کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک

① امام بخاری رحمہ اللہ نے چونکہ ترجمۃ الباب میں من جامد اور ذائب دونوں کا ذکر کیا ہے، اس لیے بعض حضرات نے کہا کہ ان کے نزدیک جامد اور ذائب دونوں کا حکم ایک ہے اور وہ یہ کہ نجاست گرنے سے گھی ناپاک نہیں ہوگا چاہے جامد ہو یا مانع ہو۔

② بعض شراح نے فرمایا کہ امام بخاریؒ کا مسلک جمہور کے مطابق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں من جامد اور ذائب دونوں کا ذکر کیا ہے، حدیث باب سے صرف من جامد کا حکم معلوم ہوا (کیونکہ وہ من جامد ہی سے متعلق ہے) کہ اس میں اگر نجاست گر جائے تو گھی نجس نہیں ہوتا، ماحول کو ہٹا کر دکھایا جاسکتا ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ گھی مانع ہے تو نجاست گرنے سے نجس ہو جائے گا، گویا کہ امام بخاری نے حدیث کے منطوق سے ترجمۃ الباب کا من جامد والا جز ثابت کیا اور حدیث کے مفہوم سے دوسرا جزا من مانع کا حکم جمہور کے مطابق ثابت کیا، چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

”دلالة الرواية عنى حرثى الرحمة ظاهرة، فإن الحولية لا تتحقق إلا فى الحامد، فعلم أن الذائب لا يفتى طاهراً“

③ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اصل میں نجاست جامدہ اور مانع میں فرق کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نجاست جامدہ گر گئی تو گھی ناپاک نہیں ہوگا چاہے جامد ہو یا مانع، اور اگر نجاست مانعہ گر جائے تو گھی نجس ہو جائے گا، چنانچہ چوبابا گرنے سے گھی نجس نہیں ہوگا، کیونکہ وہ نجس جامد ہے چنانچہ فیض الباری میں ہے۔

”وقد مر منى أنه اختار الرواية غير المشهورة عن أحمد، وهى

الفرق بين الحامدة الحامدة والمائعة، فالأولى لا تنجس، سواء

وقعت فى الحامد أو الذائب، وتنجس الثانية، وعليها حمل

تبویب المصنف فی الطهارة بوقوع الفأرة أولاً، فإنها نجاسة جامدة، وبالبول فی الماء الراكد ثانياً، فانه نجاسة مائعة، فكأنه أشار بالفرق بينهما، وتأویل هذه الترجمة عندی أنه ذكر فیها الحامد، لكون الحديث فيه عنده، فإن إلقاء ماحولها لا يمكن إلا فی الحامد، ثم ذكر الذائب، ولم يذكر حكمه، لينظر فيه الناظر، أما الزهري فإنه، وإن سئل عن السمن مطلقاً، لكنه لم يجب إلا عن الحامد، ولم يذكر للمائع حكماً، وذلك لأن حديث البخاری يدل بمفهومه على أن المائع يتنجس۔“ (۱۰۶۶)

جس گھی میں نجاست کر جائے اس سے انتفاع کا حکم

من مانع (پگھلے ہوئے گھی) میں اگر چوہا گر جائے تو وہ جمہور کے نزدیک ناپاک ہو جاتا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس گھی سے کوئی اور فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
 ① امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے گھی سے مطلقاً کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا درست نہیں (۱۰۶)، کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں صراحت ہے ”وإن كان مائعاً فلا تقربوه۔“ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ اس سے ”فلا تقربوه للأكل“ مراد ہے، کھانے سے ممانعت ہے، انتفاع سے نہیں۔

② امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صابون وغیرہ میں تو اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن اس کی بیع درست نہیں، کیونکہ بعض روایات میں ہے ”إن الله تعالى إذا حرم أكل شيء، حرم ثمنه“ جس

(۱۰۶۶) فیض الباری: ۴/۳۴۴، لامع الدراری: ۹/۴۲۱، تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۲۲۔

(۱۰۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

چیز کا کھانا حرام ہے، اس کا شمن بھی حرام ہے اور چونکہ ایسے گھی کا استعمال صحیح نہیں لہذا اس کی بیع بھی درست نہیں، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں نجس لعینہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مذکورہ گھی نجس لعینہ نہیں (۱۰۷)۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک کھانے کے علاوہ اس قسم کے گھی سے ہر طرح کا انتفاع جائز ہے (۱۰۸)۔ کیونکہ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: ”وإن كان السمن مائعا انتفعوا به، ولا تأكلوه“ اور ایک روایت میں اس تیل کے متعلق آیا ہے جس میں پتو با گراہو ”فاستصبحوا به و ادهنوا به“ (۱۰۹)، استصباح چرائی چلانے کو کہتے ہیں، یعنی ایسے گھی اور تیل سے چراغ وغیرہ روشن کرنا صحیح ہے۔

فیل نسفیان: فإن ممرایحدثه عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة، قال: ما سمعت الزهري يقول إلا عن عبيد الله عن ابن عباس عن ميمونة عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولقد سمعته منه مرارا

حدیث باب سفیان بن عیینہ نے ”زہری عن عبيد الله عن ابن عباس“ کے طریق سے نقل کی ہے، کسی نے سفیان سے پوچھا کہ معمر یہ حدیث ”زہری عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة“ کے طریق سے نقل کرتے ہیں، تو سفیان نے کہا کہ میں نے یہ حدیث زہری سے ”عبيد الله عن ابن عباس“ ہی کے طریق سے سنی ہے اور اس طریق سے کئی بار سنی ہے۔

معمر کا طریق امام ابو داؤد نے موصولاً نقل کیا ہے، نام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ معمر کا طریق درست نہیں لیکن ذیل نے فرمایا کہ دونوں طریق صحیح ہیں (۱۱۰)۔

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۹) فتح الباری: ۹/۸۳۶۔

(۱۱۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

۳۵۔ باب : التَّوَسُّمُ وَالْعَلَمُ فِي الصُّورَةِ

۵۲۲۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى . عَنْ حَنْظَلَةَ . عَنْ سَالِمٍ . عَنْ أَبِي سَمُرَةَ : أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُعَلَّمَ الصُّورَةُ .

وَقَالَ أَبُو عَمْرٍو : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُضْرَبَ

تَابِعُهُ قَتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا الْعُقَيْرِيُّ . عَنْ حَنْظَلَةَ وَقَالَ : تُضْرَبُ الصُّورَةُ

۵۲۲۲ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ . عَنْ أَبِي قَالٍ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأُحْذِي فِي يَحْكَمَةٍ - وَهِيَ فِي مِرْبَدَلَةٍ - فَرَأَيْتُهُ يَسْمُ شَاءَ - خَسْبَتُهُ فَاتَّ - فِي آذَانِهَا .

۱۴۳۱ھ

وَسَم (واء کے فتح اور سین کے سکون کے ساتھ) اور علم دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی علامت اور نشان (۱۱۴)۔

ابن الاثیر نے فرمایا کہ وَسَم خاص اور عَلَم عام ہوگا (۱۱۲)۔

صورت سے وجہ (چہرہ) مراد ہے، وسم فی الوجہ بالاجماع منہی عنہ ہے۔ آدمی کے چہرے کو اغتایا

نشان لگانا مطلقاً حرام ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے

پاس سے گذرے دیکھا کہ اس کے چہرے پر کسی نے داغ کر نشان لگایا۔ بہ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”لَعَنَ اللَّهُ

الَّذِي وَسَمَهُ“ (۱۱۳)۔

چہرے کے علاوہ جانور کے جسم کے کسی دوسرے حصے پر داغ کر نشان اگر کسی ضرورت اور فائدہ

(۱۱۱) سمدۃ القاری: ۲/۱۳۹۔

(۱۱۲) النہایۃ لابن الاثیر: ۵/۱۸۶۔

(۱۱۳) صحیح مسلم (مع التکملة) کتاب الناس والربیة، باب انہی عن ضرب الحيوان فی وجهہ: ۴/۱۸۲۔

کے طور پر لگایا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ نشان ہلکا ہو۔ اگر ہلکا نہیں ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ اس میں حیوان کی تعذیب بھی ہے اور یہ مسئلہ کے زمرے میں بھی آتا ہے اور تعذیب حیوان اور مسئلہ دونوں منہی عنہ ہیں (۱۱۴)۔

جمہور کہتے ہیں کہ وہ نبی عام ہے اور حدیث وسم خالص ہے (۱۱۵)۔

وقال ابن عمر: نهى النبي صلى الله عليه وسلم أن تضرب
 یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا، اس روایت میں ”ان تضرب“ ہے، مفعول بہ ذکر نہیں، اسی لیے امام بخاری
 رحمہ اللہ نے آگے ابن قتیبہ کی روایت نقل کی جس میں ”الوجه“ کی تصریح ہے۔ تابعہ ابن قتیبہ یعنی
 ابن قتیبہ نے امام بخاری کے شیخ عبید اللہ بن موسیٰ کی متابعت کی ہے۔

عَنْقَزِي

(عین کے فتح، نون کے سکون، قاف کے فتح کے ساتھ) عَنْقَزِي کی طرف منسوب ہے یہ ایک
 خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں، چونکہ وہ یہ گھاس فروخت کیا کرتے تھے اس لیے اس کی طرف نسبت کر دی
 جاتی ہے (۱۱۶)، ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۱۱۷)، امام احمدؒ اور امام نسائی نے ان کی
 توثیق کی ہے (۱۱۸)، ان کا نام عمرو بن محمد ہے اور کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۹ھ میں ان کی وفات ہوئی
 ہے (۱۱۹)۔

(۱۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۹-۱۴۰۔

(۱۱۵) فتح الباری: ۸۳۸/۹۔

(۱۱۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۰، وفتح الباری: ۸۳۷/۹۔

(۱۱۷) الثقات ابن حبان: ۸/۳۸۲۔

(۱۱۸) لشرح والتعديل: ۶/الترجمة: ۱۳۵۰۔ وتهذيب الكمال: ۲۲/۲۲۲، رقم الترجمة: ۴۴۴۴۔

(۱۱۹) تهذيب الكمال: ۲۲/۲۲۲، ان کے حالات کے لیے دیکھیے الجمع لابن القيسراني: ۱/۳۷۳، وتهذيب

التهذيب: ۸/۹۸، ر شذرات الذهب: ۱/۳۵۷۔

دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم بأخ لي
 یہ حضرت انسؓ کے ماں شریک بھائی تھے، ان کا نام عبد اللہ بن ابی طلحہ تھا۔

حسبته قال: فی آذانہا

یہ شعبہ کا قول ہے ”حسبته“ کے اندر ضمیر منصوب ہشام بن زید کی طرف راجع ہے، شعبہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ ہشام بن زید نے ”فی آذانہا“ کے الفاظ بھی کہے تھے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے کانوں کو داغ لگا رہے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں
 ”هذا محل الترجمة ، وهو العدول عن الوسم في الوجه إلى الوسم في الأذن، فيستفاد منه أن الأذن ليست من الوجه“ (۱۲۰)۔

مرئد (میم کے زیر، راء کے سکون اور باء کے فتح کے ساتھ) اونٹوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ ایک جماعت کو غنیمت مل گئی اور اس میں سے کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں سے پوچھنے اور ان کی اجازت کے بغیر غنیمت کی بکری یا اونٹ وغیرہ ذبح کریں تو اس کا کھانا جائز نہیں، کیونکہ تقسیم سے پہلے وہ سب کا مشترک مال ہوتا ہے، کسی ایک کو دوسروں کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کا اختیار حاصل نہیں (۱۲۱)۔

چنانچہ حضرت رافع کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس طرح کرنے والوں کی ہانچیاں الٹ دی تھیں، کیونکہ انہوں نے اجازت نہیں لی تھی جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

(۱۲۰) فتح الباری: ۹/۸۳۸۔

(۱۲۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۱۔

۳۶ باب : إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً . فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا .
بَعِيرٍ أَمَرَ أَصْحَابَهُمْ . لَمْ تُوَكَّلْ .

لحديث . رافع عن النبي ﷺ . [ر : ۵۲۲۳]

وقال طاوس وعكرمة في ذبيحة السارق : أطرحوه .

۵۲۲۳ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ . عَنْ عُبَايَةَ

أَبْنِ رِفَاعَةَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ

عَدَاً وَلَيْسَ مَعَنَا مَلِكٌ . فَقَالَ : (مَا أَتَمَرُ أَلَدُمُ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلُوا . مَا لَمْ يَكُنْ سِنٌّ وَلَا ظَفَرٌ .

وَسَأَخَذْتُكُمْ عَنْ ذَلِكَ : أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ . وَأَمَّا الظَّفَرُ فَمَدَّةُ الْحَبَشَةِ) . وَتَقَدَّمَ سَرَعَانِ النَّاسِ

فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ . وَالنَّبِيُّ ﷺ فِي آخِرِ النَّاسِ . فَصَبُّوا قُدُورًا فَأَمَرَ بِهَا فَأَكْنَتُ . وَقَسَمَ

بَيْنَهُمْ وَعَدَلَ بَعِيرًا بَعْشَرِ تَيْيَاهٍ . ثُمَّ نَدَى بَعِيرٌ مِنْ أَوَائِلِ الْقَوْمِ . وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ . فَرَمَاهُ

رَجُلٌ مِنْهُمْ فَحَبَسَهُ اللَّهُ . فَقَالَ : (إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ . فَمَا فَعَلَ مِنْهَا

هَذَا وَفَعَلُوا مِثْلَ هَذَا) . [ر : ۲۳۵۶]

وقال طاوس وعكرمة في ذبيحة السارق: اطرحوه

طاوس اور عکرمہ نے چور کے ذبیحہ کے متعلق فرمایا کہ اس کو پیٹک دو، یعنی مت کھاؤ، یہ حکم اس
ذبیحہ کے متعلق ہے جو سارق کا نہ مملو نہ ہو اور نہ مالک کی طرف سے وہ وکیل ہو لہذا جس شخص کو الایت یا
وکالت حاصل نہ ہو، اس کا ذبیحہ درست نہیں۔ عبد الرزاق نے طاوس اور عکرمہ کی اس تعلیق کو موصوفاً
نقل کیا ہے (۱۲۲)۔

۳۷- باب : إِذَا نَدَّ بَعِيرٌ لِقَوْمٍ . فَرَمَاهُ بَعْضُهُمْ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ .
فَأَرَادَ إِصْلَاحَهُ . فَهُوَ جَائِزٌ .

لِخَبَرِ رَافِعٍ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

۵۲۲۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الطَّنَافِسيِّ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ . عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ . عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ . فَنَدَّ بَعِيرٌ مِنَ الْأَيْلِ . قَالَ : فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَجَبَسَهُ . قَالَ : ثُمَّ قَالَ : (إِنَّ لَهَا أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ . فَمَا عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَاصْتَعُوا بِهِ هَكَذَا) . قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّا نَكُونُ فِي الْمَغَارِي وَالْأَسْفَارِ . فَتَرِيدُ أَنْ نَذْبِجَ فَلَا تَكُونُ مَدَى . قَالَ : (أَرَأَيْتَ مَا نَهَى . أَوْ أَتَمَّ الدَّمِ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ . غَيْرَ السِّنِّ وَالظُّفْرِ . فَإِنَّ السِّنَّ عَظْمٌ . وَالظُّفْرَ مَدَى الْحَبَشَةِ) .

[ر : ۲۳۵۶]

اگر کسی قوم کا اونٹ بھاگ جائے اور ان میں سے کوئی شخص تیر چلا کر اسے مار ڈالے اور اس سے مقصد ان کی بھلائی ہو تو یہ اس حدیث کی بناء پر جائز ہے جو حضرت رافع بن خضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فأراد صلاحهم یعنی اس شخص کو قوم کا مقصد معلوم ہو اور ان کی بھلائی کے لیے وہ اس اونٹ کو روکنے کے لیے مار ڈالے تو یہ جائز ہے اور مارنے والا ضامن نہیں ہوگا، لیکن اگر اجازت کے بغیر مار تو ضامن ہوگا (۱۲۳)، حدیث باب پہلے گزر چکی ہے۔

۳۸- باب : أَكَلُ الْمَضْطَرِّ .

لِقَوْلِهِ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّكُمْ سَتُحِبُّونَ . إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزِرِ وَمَا أَهْلُ بِهِ لَعَنَ اللَّهُ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ» / البقرة : ۱۷۲ . ۱۷۳ / .

وَقَالَ : «فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَحَانِفٍ لِإِثْمِهِ» / المائدة : ۳ / .

وَقُولِهِ : «فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ . وَمَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَضَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرَرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنْ كَثِيرًا لَيُضِلَّهُنَّ بِأَهْوَائِهِمْ بَغْيٌ عَلَيْهِمْ إِنْ رَبُّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ » / الأنعام : ۱۱۸ - ۱۱۹ /

«قُلْ لَا أُحِلُّ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِثَّةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رَجَسٌ أَوْ فُسْقًا أَهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ » / الأنعام : ۱۴۵ /

وَقَالَ : «فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا بِنِعْمَتِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ عَلَيْهِ تَعْبُدُونَ . إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ » / السحل : ۱۱۴ . ۱۱۵ /

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی، شاید اپنی شرط کے مطابق امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں مل سکی، اس لیے صرف قرآن کریم کی آیات ذکر فرمائی ہیں (۱۲۳)۔

مضطر کون شخص ہے

مضطر اس شخص کو کہتے ہیں جو ایسی حالت میں ہو کہ اگر وہ کچھ نہ کھائے تو اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو، یہ جمہور علماء کا مسلک ہے، بعض مالکیہ نے تین دن کی قید لگائی ہے کہ جس شخص کو تین دن تک حالت اضطرار میں حلال چیز کھانے کو کچھ نہ ملے وہ مضطر کہلاتا ہے (۱۲۵)۔ اگر حلال چیز نہ ملتی ہو تو حرام چیز کو بقدر ضرورت استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مضطر شکم سیر ہو کر کھا سکتا ہے، امام شافعیؒ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے۔ حنفیہ کے نزدیک صرف اسی قدر کھا سکتا ہے جس سے اس کے جسم میں زندگی کی رقب برقرار رہے کیونکہ قرآن کریم نے ﴿غیر باغ ولا عاد﴾ کی قید لگائی ہے کہ وہ

(۱۲۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۱۔

(۱۲۵) فتح الباری: ۹/۸۳۰۔

کھانے کی لذت کا متلاشی ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو (۱۲۶)۔

اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت میں ”غیر متحائف لائم“ کے الفاظ ہیں: متحائف لائم کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ سدر مق سے زیادہ کھایا جائے (۱۲۷)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ بقرہ، سورۃ مائدہ، سورۃ انعام اور سورۃ نحل ان چار سورتوں کی آیات ذکر فرمائی ہیں جن میں مضطر کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

حرام چیز کے بطور دوا استعمال کرنے کی شرطیں

جس شخص کی جان خطرے میں ہو، وہ جان بچانے کے لیے حرام چیز کو بطور دوا استعمال کر سکتا ہے لیکن فقہاء نے اس کے لیے پانچ شرطیں لکھی ہیں:

- ① حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔
- ② دوسری کوئی دوا کارگر یا موجود نہ ہو۔
- ③ اس دوا سے مرض کا ازالہ عادتہ یقینی ہو۔
- ④ اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔
- ⑤ اور قدر ضرورت سے زائد اس کو استعمال نہ کیا جائے (۱۲۸)۔

اضطراری حالت کا مسئلہ تو شرائط مذکورہ کے ساتھ نص قرآن سے ثابت اور اجماعی حکم ہے، لیکن عام بیماریوں میں بھی کسی ناپاک یا حرام دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف

(۱۲۶) فمن اضطر غير باغ ولا عاد أي في غير بيع ولا عدوان، وهو مجاوزة الحد، فلا إثم عليه في ذلك، قال، مجاهد: فمن اضطر غير باغ ولا عاد قاطعاً للسبيل أو مفارقاً للأئمة أو خاف في عصية الله تعالى، فلا رخصة له، وإن اضطر إليه، وقيل: غير باغ في أكلها ولا متعديه من غير ضرورة، وقيل: غير مستحل لها ولا عاد متزود منها، وقيل: غير باغ في أكلها شهوة ولنلذذ ولا عاد: ولا يأكل حتى يشبع ولكن يأكل ما يمسك ريقه (ونظر عمدة القاري: ۲/۱۳۳)

(۱۲۷) فتح الباری: ۹/۸۴۰۔

(۱۲۸) معارف القرآن: ۲/۳۲۶۔

ہے، اکثر فقہاء نے فرمایا کہ اضطراب اور مذکورہ شرطوں کے بغیر حرام دوا کا استعمال جائز نہیں۔ بعض دوسرے فقہاء نے اسے جائز قرار دیا لیکن ان کا مسلک ضعیف ہے۔ چنانچہ اصل حکم تو یہی ہے کہ عام بیماریوں میں جب تک حالت اضطراب کی مذکورہ شرائط موجود نہ ہوں، حرام دوا کا استعمال جائز نہیں۔

فقہاء متاخرین نے موجودہ زمانے میں حرام و ناپاک دواؤں کی کثرت اور ابتلاء عام اور عوام کے ضعف پر نظر کر کے اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ کوئی دوسری حلال اور پاک دوا اس مرض کے لیے کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

اختلف في التداوى بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاء البحر
ولكن نقل المصنف ثم وهنا عن الحاوي قيل يرخص إذا علم فيه
الشفاء، ولم يعلم دواء آخر كما رخص في التمر للعطشان و عليه
الفتوى۔

”یعنی حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب میں اس کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ بحر الرائق کتاب الرضاء میں مذکور ہے لیکن مصنف تنویر نے اس جگہ رضاء میں بھی اور یہاں بھی حاوی سے نقل کیا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، دوا و علاج کے لیے حرام چیزوں کا استعمال اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس دوا کے استعمال سے شفاء عادیہ یقینی ہو اور کوئی حلال دوا اس کا بدل نہ ہو سکے جیسا کہ پیاسے کے لیے شراب کا گھونٹ پینے کی اجازت دی گئی ہے اور اسی پر فتویٰ پر ہے۔“

مذکورہ تفصیل سے ان تمام انگریزی دواؤں کا حکم معلوم ہو گیا جو یورپ وغیرہ سے آتی ہیں جن میں شراب وغیرہ نجس اشیاء کا ہونا معلوم یقینی ہو اور جن دواؤں میں حرام و نجس اجزاء کا وجود مشکوک ہے، ان کے استعمال میں اور زیادہ گنجائش ہے تاہم احتیاط بہر حال احتیاط ہے خصوصاً جب کہ کوئی شدید ضرورت بھی نہ ہو (۱۲۹)۔

٧٦ - كتاب الأضاحي

کتاب الاضاحی (الاحادیث: ۵۲۲۵-۵۲۵۲)

کتاب الاضاحی میں سولہ باب اور چوالیس مرفوع احادیث ہیں، ان میں سے پندرہ معلق اور باقی موصول ہیں، اڑتیس احادیث مکرر اور پانچ پہلی بار آئی ہیں، ان میں سے چار متفق علیہ ہیں، صحابہ اور تابعین وغیرہ کے اس میں سات آثار ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۶ - کتاب الأضاحی

۱ - باب : سَنَةِ الْأَضْحِيَّةِ .

وقال ابنُ عمرَ : هِيَ سَنَةٌ وَمَعْرُوفٌ .

۵۲۲۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ زَيْدِ الْإِبْرَامِيِّ .
عَنِ الشَّعْبِيِّ . عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ أَوَّلَ مَا تَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا
هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ . ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرِّقَ . مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سَنَتَنَا . وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ
قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ . لَيْسَ مِنَ التَّسْلِكِ فِي شَيْءٍ) . فَقَامَ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ يَسَارٍ . وَقَدْ ذَبَحَ . فَقَالَ : إِنْ عِنْدِي
جَذَعَةٌ . فَقَالَ : (أَذْبَحْهَا وَلَنْ تُجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) .

قالَ مَطْرُفٌ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ ثُمَّ نُسَكَّهُ .
وَأَصَابَ سَنَةَ الْمُسْلِمِينَ) . [ر : ۹۰۸]

۵۲۲۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ . عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ . وَمَنْ
ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسَكُّهُ . وَأَصَابَ سَنَةَ الْمُسْلِمِينَ) . [ر : ۹۱۱]

أضاحی اضحیہ کی جمع ہے اور اس میں چار لغات مشہور ہیں:

① اضحیہ (بضم الہزہ) اس کی جمع اضاہی ہے

② اضحیہ (بکسر الہزہ) اس کی جمع بھی اضاہی آتی ہے۔

③ اضحاحہ بروزن اُرطاة: اس کی جمع اضحی آتی ہے، وہ سہمی یوم الأضحی۔

④ ضَحِیَّة: بروزن عَشِیَّة: اس کی جمع ضَحایا آتی ہے (۱)۔

لغت میں إضحیة اس بکری کو کہتے ہیں جس کو صُحُوہ یعنی چاشت کے وقت ذبح کیا جائے (۲)۔

اصطلاح فقہ میں إضحیة کی تعریف ہے ”ذبح حیوان مخصوص بنية القربة فی وقت

مخصوص“ (۳)۔

قربانی واجب ہے یا سنت

① امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی مالدار شخص پر واجب ہے، امام مالک رحمہ اللہ کی ایک

روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۴)۔

② امام شافعی اور امام احمد اور حنفیہ میں صاحبین کے نزدیک قربانی سنت ہے (۵)، امام مالکؒ کا

دوسرا قول بھی اسی کے مطابق ہے (۶)۔

یہ حضرات مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

① صحیح مسلم کی روایت میں ہے ”من أراد أن یضحی، فدخل العشر، قلیاً یأخذ من شعره،

ولا بشرته شیئاً“ (۷) اس حدیث میں قربانی کو معلق بالارادہ کیا ہے، جب کہ واجب کو معلق بالارادہ نہیں

(۱) دیکھیے لسان العرب ۱۹/۲۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۴۳، وشرح مسلم للنووی: ۲/۱۵۳

(۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۳، قال القسطلانی: ”قال عیاض: سمیت بذلك، لأنها تفعل فی الضحی، وهو ارتفاع النهار فسمیت بزمان فعلها (إرشاد الساری: ۱۲/۳۰۰)

(۳) دیکھیے الدر المختار، کتاب الأضحیة: ۵/۲۱۹، وفتح القدیر، کتاب الأضحیة: ۸/۲۲۳

(۴) عمدة القاری: ۱۲/۱۴۳، وأوجز المسالك کتاب الضحایا: ۹/۲۲۵-۳/۲۱۳، وشرح مسلم للنووی:

۱۵۳/۲

(۵) تکملة فتح الملهم: ۳/۵۳۸، وبداية المجتهد کتاب الضحایا، باب حکم الضحایا: ۱/۴۲۹، والمغنی لابن

قدامة: ۹/۳۳۵ والمجموع شرح المذهب، کتاب الأضاحی: ۸/۳۵۰

(۶) بداية المجتهد کتاب الضحایا، باب حکم الضحایا: ۱/۴۲۹ والمجموع شرح المذهب: ۸/۳۵۰

(۷) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب النهی فی من دخل علیه عشر ذی الحجة (رقم الحدیث: ۱۹۷۷)

۱۵۶۵/۳

کیا جاتا، معلوم ہوا، قربانی سنت ہے (۸)۔

لیکن یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ارادہ کا اطلاق عدم وجوب کو مستلزم نہیں، امر واجب کی ادائیگی کا بھی ارادہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ حج کے متعلق ہے، ”من أراد الحج فليعجل“ (۹) یہاں لفظ ارادہ کے اطلاق سے عدم وجوب مراد نہیں، اسی طرح ”من أراد أن يضحي“ میں بھی مراد یہ ہے کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرے، چاہے، وہ اس پر واجب ہو یا واجب نہ ہو تو وہ ہال وغیرہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن میں نہ کاٹے، ”أراد“ کا لفظ عموم کے لیے استعمال کیا تاکہ واجب اور غیر واجب دونوں اس میں آجائیں (۱۰)۔

② یہ حضرات دوسرا استدلال سنن دارقطنی کی روایت سے کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”ثلاث كسبت عليّ وهن لكم تطوع: الوتر، والنحر، وركعتا الفجر“ (۱۱)۔

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے جو کہ قابل حجت نہیں (۱۲) اور علی سبیل التسلیم امام صاحب کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ”کسبت“ کا لفظ آیا ہے جو فرض کے لیے آتا ہے یعنی یہ تین چیزیں میرے لیے فرض ہیں اور تمہارے لیے تطوع یعنی فرض نہیں، چنانچہ اس سے امت کے حق میں فرضیت کی نفی ہوتی ہے، وجوب کی نہیں، فرض اور وجوب کے درمیان فرق واضح ہے (۱۳)۔

③ ان حضرات کا تیسرا استدلال حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے اثر سے ہے کہ انہوں نے صرف ایک دو سال قربانی کی، مستقل نہیں کی (۱۴)۔

(۸) المغنی لابن قدامة، کتاب الأضاحی: ۳۳۵/۹۔

(۹) سنن أبی داود، کتاب الحج باب (رقم الحدیث: ۱۷۳۲) ۱۴۱/۲۔

(۱۰) بذل المجہود: وتکملة فتح الملهم:

(۱۱) سنن الدارقطنی، کتاب الوتر، باب صفة الوتر وأنه ليس بفرض... الخ۔ رقم الحدیث: ۱ - ۲/۲۱۔

(۱۲) فتح الباری: ۱۰/۳۔

(۱۳) بذل المجہود کتاب الضحایا: ۱۳/۷۔

(۱۴) بذل المجہود، کتاب الضحایا: ۱۳/۶۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قربانی موسر (مالدار) پر واجب ہوتی ہے، اور یہ دونوں موسر نہ تھے کیونکہ دونوں حضرات بیت المال سے بقدر کفاف وظیفہ لیتے تھے، بقدر یار نہیں (۱۵)۔

دلائل وجوب

① قرآن کریم میں ہے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ”انحر“ (قربانی کریں) امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے (۱۶) اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ قربانی فرض ہو لیکن چونکہ نحر کی تفسیر میں دوسرے اقوال بھی ہیں، اس لئے اس کی دلالت میں ظنیت آگئی، لہذا اس سے صرف وجوب ثابت ہوگا۔

② ابن ماجہ کی مرفوع روایت میں ہے ”من كان له سعة، ولم يضح فلابقربن مصلانا“ (۱۷) حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے (۱۸) اور حافظ ابن حجر نے فرمایا ”ورجاله ثقات“ (۱۹) اس حدیث میں استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے لئے وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے اور وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔

③ حجة الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ”يا أيها الناس، على كل أهل بيت في كل عام أضحية وعنيرة“ ”علی“ وجوب کے لیے آتا ہے، پھر ”عنيرة“ تو منسوخ ہو گیا لیکن اضحیہ کے نسخ پر کوئی دلیل نہیں (۲۰)۔

عمرہ ماہ رجب میں قربانی کو کہتے ہیں جس کی تفصیل عقیقہ میں گذر چکی ہے۔

④ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے ”أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة

(۱۵) بذل المجہود، کتاب الضحایا: ۸/۱۳

(۱۶) دیکھیے تفسیر طبری: ۲۱۱/۳۰

(۱۷) سنن ابن ماجہ کتاب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة أم لا، (رقم الحدیث: ۳۱۲۳)۔ ۱۰۴۴/۲

(۱۸) المستدرک للإمام حاکم: ۲۳۲/۳

(۱۹) فتح الباری: ۳/۱۰

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۰ و بذل المجہود، کتاب الضحایا: ۷/۱۳

عشر سنین یضحیٰ“ یہ حدیث مواظبت پر دلالت کرتی ہے اور مواظبت بلا ترک وجوب کی دلیل ہے (۲۱)۔

قال ابن عمر: ہی سنة ومعروف

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ قربانی سنت اور نیکی ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

”المعروف اسم جامع لكل ما عرف من طاعة الله عزوجل والتقرب إليه، والإحسان إلى الناس، ولكل ما ندب إليه الشرع ونهى عنه من المحسنات والمقبحات وهو من الصفات الغالبة أي أمر معروف بين الناس إذا رأوه، لا ينكرونه“ (۲۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس تعلیق کو حماد بن ابی سلمہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۳)۔

۲ باب : قِسْمَةُ الْإِمَامِ الْأَضَاحِيِّ بَيْنَ النَّاسِ .

۵۲۲۷ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ بَعْجَةَ الْجُهَنِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا . فَصَارَتْ لِعُقَيْبَةَ جَذْعَةٌ . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . صَارَتْ جَذْعَةٌ ؟ قَالَ : (ضَحَّ بِهَا) . [ر : ۲۱۷۸]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے، مالداروں کو تو مال فقی سے دئے ہوں گے اور فقراء کو مال صدقہ سے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے قربانی کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا اس موقع پر قربانی کے جانوروں کو صحابہ میں تقسیم کرنا، اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے تھا، چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

(۲۱) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب الدلیل علی أن الأضحية سنة (رقم الحدیث: ۱۵۰۷)

(۲۲) عمدة القاری: ۱۳۴/۲۱

(۲۳) فتح الباری: ۱/۴

”وإنما أراد البخاری..... واللہ أعلم..... أن إعطاء الشارع

الضحایا لأصحابه، دلیل علی تأکدها وندبهم إليها۔“ (۲۴)

بعجہ بن عبد اللہ جُہنی

بچہ بن عبد اللہ کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، امام نسائی، ابن حبان، علامہ ذہبی

اور حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے، ایک سو ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۲۵)۔

۳- باب : الْأُضْحِيَّةُ لِلْمَسَافِرِ وَالنِّسَاءِ .

۵۲۲۸ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانٌ . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ . عَنْ أَبِيهِ .

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا . وَحَاضَتْ بِسِرْفٍ . قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ

مَكَّةَ . وَهِيَ تَبْكِي . فَقَالَ : (مَا لَكَ أَتَيْتِ) . قَالَتْ : نَعَمْ . قَالَ : (إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ

عَلَى بَنَاتِ آدَمَ . فَأَقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ . غَيْرَ أَنَّ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ) . فَأَمَّا كُنَّا بِبَنِي . آتَيْتِ

بِلَحْمٍ بَقَرٍ . فَقُلْتُ : مَا هَذَا ؟ قَالُوا : ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَرْوَاحِهِ بِالْبَقَرِ . (ر : ۲۹۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ الباب سے ان لوگوں کی

تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ عورتوں پر قربانی واجب نہیں (۲۶)۔

علامہ یعنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کے وجوب

کو ثابت کرنا ہے (۲۷)۔

(۲۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۵

(۲۵) ان کے حالات کے لیے دیکھیے تاریخ البخاری الکبیر: ۲/۱۴۹۔ إكمال ابن ماکولا: ۱/۳۳۶ والکاشف:

۱/۶۲۰، و تہذیب التہذیب: ۱/۳۷۳، و تہذیب الکمال: ۳/۱۹۱۔

(۲۶) فتح الباری: ۱۰/۶

(۲۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۶

مسافر کے لیے قربانی کا حکم

مسافر پر قربانی کے وجوب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے:
امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر کے لئے بھی قربانی مسنون ہے جیسا کہ مقیم کے لئے مسنون ہے (۲۸)۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی صرف مقیم پر واجب ہے، مسافر پر نہیں، امام مالک کا قول بھی اسی کے مطابق ہے (۲۹)۔

عورتوں کی قربانی کا حکم

دوسرا مسئلہ عورتوں کی قربانی کا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورتوں پر قربانی واجب ہے، امام شافعیؒ وغیرہ تو مطلقاً قربانی کے وجوب کے قائل ہی نہیں، وہ عورتوں کے لیے اسے مستحب قرار دیتے ہیں (۳۰)۔

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت نہیں کیونکہ حدیث میں دم تمتع کا ذکر ہے، اضحیہ (عام قربانی) کا نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ حدیث میں جس ذبح بقرہ کا ذکر ہے، اضحیہ (قربانی) کے طور پر تھا، ہدی تمتع کے طور پر نہیں تھا (۳۱)۔

یہاں تو حافظ نے یہ کہا لیکن کتاب الحج میں انہوں نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ ذبح ہدی تمتع کے طور پر تھا (۳۲)۔

(۲۸) المجموع شرح المہذب، باب الأضحية: ۸/۳۸۳

(۲۹) المجموع شرح المہذب: ۸/۳۸۵

(۳۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۶

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/۶۰

(۳۲) الأبواب والتراجم: ۲/۹۳

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ ظاہر لفظ سے استدلال کرتے ہیں اور چونکہ حدیث میں لفظ ”ضحیٰ“ وارد ہے، اس سے انہوں نے اضحیہ پر استدلال کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ان من دأب الإمام البخاری أيضا الاستدلال بظاهر اللفظ،

والوارد فی الحدیث لفظ ”ضحی““ (۳۳)

۴ باب : ما یُسْتَهْی من اللّٰحْمِ یوم النحر .

۵۲۶۹ : حَدَّثَنَا صَدُوقٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ . عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ أَبِي سِيرِينَ . عَنْ أَنَسٍ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ : (مَنْ كَانَ ذَبْحٌ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَعُدْ) . فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ هَذَا يَوْمٌ يَسْتَهْی فِيهِ اللَّحْمُ . وَذَكَرَ جِيرَانَهُ . وَعُنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ ؟ فَوَحَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ . فَلَا أَذْرِي بِلَعْتِ الرَّخِصَةِ مِنْ سِوَاهِ أَمٍّ لَا . ثُمَّ انْكَفَأَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى كَبْشَتِهِ فَلَذَبَحَهَا . وَقَامَ النَّاسُ إِلَى غَنِيمَةٍ فَنَوَّرَعَوْهَا . أَوْ قَالَ : فَنَجَرَعَوْهَا . [ر : ۹۱۱]

ترجمہ الباب کا مقصد

حدیث اور ترجمہ الباب کا مطلب واضح ہے کہ یوم النحر (بقرة عید کے دن) میں گوشت کھانے کا ہر آدمی کو شوق ہوتا ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا اس ترجمہ الباب سے مقصد غالباً اس روایت کے بعض طرق میں وارد شدہ ایک جملے کی تشریح ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں وہ جملہ اس طرح ہے ”إن هذا يوم اللحم فيه مكروه“ (۳۴) اس جملے کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

① بعض محدثین نے کہا کہ ”اللحم“ حاء کے فتح کے ساتھ باب مع سے مصدر ہے، لحم

لَحْمًا کے معنی گوشت کی خواہش کرنے کے آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس دن گھردالوں کو بغیر قربانی کے رکھنا، اس طرح کہ انہیں گوشت کھانے کی خواہش رہے، یہ مکروہ ہے (۳۵)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے اس جملے کی مذکورہ تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے، اگرچہ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ لَحْم (فتح الحاء) والی روایت درست نہیں (۳۶)۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے طلب اللحم فیہ مکروہ یعنی اس دن گوشت مانگنا اور طلب کرنا مکروہ ہے (۳۷)۔

لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ”مقروم“ کا لفظ آیا ہے اور قَرَم، اشتہاء اللحم (گوشت کی خواہش) کو کہتے ہیں (۳۸)۔

”ذکر جیرانہ“ ای ذکر احتیاج جیرانہ یعنی اس نے اپنے پڑوسیوں کے فقر و احتیاج کا ذکر کیا کہ میں نے قربانی کرنے میں اس لیے جلدی کی تاکہ اپنے گھراور پڑوس والوں کو جلد گوشت کھلا سکوں۔
وعندی جذعة خیر من شاتی لحم یعنی میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر اور صحت مند ہے۔

وقام الناس إلى غنیمة فتوزعوها أوقال فتجزعوها یعنی لوگ بکریوں کی طرف گئے اور انہیں تقسیم کیا (ذبح کرنے کے لئے) یا انہیں الگ الگ کیا، راوی کو شک ہے کہ توزعوا کہا یا تجزعوا، تجزع کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں، یہاں اس سے ذبح کرنے کے لیے بکریوں کو الگ الگ کرنا مراد ہے۔

(۳۵) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۱۵۴/۲

(۳۶) الأبواب والتراجم: ۹۴/۲

(۳۷) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۱۵۴/۲

(۳۸) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۱۵۴/۲

۵- باب : مَنْ قَالَ : الْأَضْحَى يَوْمَ النَّحْرِ .

۵۲۳۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ . عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَبِي أَبِي بَكْرَةَ . عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّ الرِّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ . السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا . مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حَرَمٌ . ثَلَاثُ مَنَازِلَاتٍ : ذُو الْقَعْدَةِ ، وَذُو الْحِجَّةِ . وَالْمُحَرَّمُ . وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ) . (أَيُّ شَهْرٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ . قَالَ : (أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ) . قُلْنَا : بَلَى . قَالَ : (أَيُّ بَلَدٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ . قَالَ : (أَلَيْسَ الْبَلَدُ) . قُلْنَا : بَلَى . قَالَ : (فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ . قَالَ : (أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ) . قُلْنَا : بَلَى . قَالَ : (فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ - قَالَ مُحَمَّدٌ : وَأَحْسِيَّتُهُ قَالَ - وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ . كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا . وَاسْتَلْفُونَ رَبَّكُمْ ، فَيَسْأَلَكُمُ عَنْ أَعْمَالِكُمْ . أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضَلَالًا . يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ . أَلَا لِيُبْلِغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ . فَلَعَلَّ بَعْضٌ مَن يَبْلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ مِنْ سِيعَةٍ) . وَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ قَالَ : صَدَقَ النَّبِيُّ ﷺ . ثُمَّ قَالَ : (أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ . أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ) .

[ر : ۶۷]

ایام قربانی

کتنے دن تک قربانی جائز ہے، اس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

① امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے (۳۹)۔ یوم

النحر اور دو دن اس کے بعد (یعنی دس، گیارہ، بارہ)

② امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار دن تک قربانی کی جاسکتی ہے، یوم النحر اور اس کے بعد کے

تین دن (۴۰)۔

③ ابن سیرین، داود ظاہری اور سعید بن جبیر کے نزدیک قربانی کا صرف ایک دن ہے، یوم النحر، امام بخاریؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۴۱)۔

انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے، اس میں ہے ”أليس يوم النحر؟ قلنا: بلى۔“ اس میں ”یوم“ کو نحر کی طرف مضاف کیا ہے اور ”النحر“ میں الف لام جنس کا ہے یعنی نحر کا صرف ایک دن ہے (۴۲)۔

لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ”النحر“ سے نحر کامل مراد ہے، لام کمال کے لیے بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے (۴۳)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قربانی کے دن چار ہیں، وہ صحیح ابن حبان میں موجود حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کل فجاج منی منحر و فی کل أيام التشريق ذبح“ (۴۴)۔

لیکن یہ روایت عبدالرحمن بن ابی حسین نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے نقل کی ہے اور ابن ابی حسین کی ملاقات حضرت جبیر سے نہیں ہوئی ہے، لہذا یہ حدیث منقطع ہے (۴۵)۔

ان کا دوسرا استدلال بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہے کہ انہوں نے فرمایا ”الأضحی ثلاثة أيام بعد يوم النحر“ (۴۶)۔

(۴۰) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

(۴۱) عمدة القاری: ۱۳۷/۲۱

(۴۲) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

(۴۳) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

(۴۴) دیکھیے نیل الأوطار: کتاب المناسک، باب بیان وقت الذبح: ۵/۴۲، وعمدة القاری: ۱۳۸/۲۱ و سنن

الکبری للبیہقی، کتاب الضحایا، باب من قال: الأضحی جائز یوم النحر: ۹/۲۹۵

(۴۵) دیکھیے نصب الراية کتاب الحج، باب الہدی: ۳/۱۶۲، وإعلاء السنن: ۱۷/۲۳۳۔ وتلخیص الجبیر: حافظ

ابن حجر اس میں فرماتے ہیں: وهذه الزيادة ليست بمحفوظة کتاب الضحایا: ۴/۱۳۲۔ ۱/۲۱۶

(۴۶) عمدة القاری، سنن بیہقی، کتاب الضحایا: ۹/۲۹۶

لیکن امام طحاوی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے روایت نقل کی ہے
 ”الأضحی یومان بعد یوم النحر“ (۴۷)

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت علیؓ کے اثر سے ہے، انہوں نے فرمایا ”ایام النحر ثلاثہ ایام،
 أولهن أفضلهن“ (۴۸) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ عمرؓ سے بھی اس طرح کی روایت منقول
 ہے (۴۹)۔

قال محمد: وأحسبه یعنی راوی حدیث محمد بن سیرین نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت
 ابن ابی بکرؓ نے اپنی حدیث میں ”أعراضکم“ کا لفظ بھی ارشاد فرمایا تھا، گویا ”دماء کم وأموالکم“ کے
 بارے میں تو انہیں یقین ہے اور ”أعراضکم“ کے متعلق شک ہے، اسی کو محمد بن سیرین نے ”وأحسبه“
 کہہ کر ظاہر کیا۔

۶- باب : الأضحی والمنحر بالمصلی

۵۲۳۱/۵۲۳۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا
 عُبَيْدُ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ . قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ ﷺ .
 (۵۲۳۲) : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ . عَنْ نَافِعٍ :
 أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى .
 [ر : ۹۳۹]

اس باب میں قربانی کا بیان بھی ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ قربانی ذبح کرنے کی جگہ عید گاہ ہے،
 ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کرتے ہوئے علامہ مبینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۴۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸

(۴۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸، نیز دیکھیے موطأ للإمام مالک، کتاب الضحایا، باب ذکر ایام الأضحی :

۲/۴۸۷

(۴۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸

”والمقصود من هذه الترجمة بيان السنة في ذبح الإمام، وهو أن
يذبح في المصلى ، لثلايذبح أحد قبله، ليذبحوا بعده بيقين،
وليتعملوا أيضاً صفة الذبح، فإنه مما يحتاج فيه إلى البيان“ (۵۰)۔

باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں قربانی کرتے تھے جہاں حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم جانور ذبح کرتے تھے۔

۷- باب : فِي أَضْحِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ بِكَشْتَيْنِ أَقْرَنَيْنِ . وَيَذْكُرُ سَمِينَيْنِ .
وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ : كُنَّا نَسْمُنُ الْأَضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ ،
وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسْمِنُونَ .

۵۲۳۴/۵۲۳۳ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ
قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضْحِي بِكَشْتَيْنِ ، وَأَنَا
أَضْحِي بِكَشْتَيْنِ .

(۵۲۳۴) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ ،
عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْكَفَأَ إِلَى كَشْتَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ .
تَابِعَهُ وَهَيْبٌ . عَنْ أَيُّوبَ . وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَحَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ ،
عَنْ أَنَسٍ . [۵۲۳۸ ، ۵۲۴۴ ، ۵۲۴۵ ، ۶۹۶۴ ، وانظر : ۵۲۴۱

۵۲۳۵ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ . عَنْ يَزِيدَ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عَقْبَةَ
ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا ، فَبَقِيَ عَتُودٌ ،
فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : (ضَحَّ أَنْتَ بِهِ) . [ر : ۲۱۷۸]

ترجمة الباب کا مقصد

اس ترجمہ الباب کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں:

① امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں کہ کبش یعنی دنبے کی قربانی کرنا افضل ہے، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے ”خیر الأضحية الكبش“

② امام کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب فرہ کیا جائے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے ”سمنوا ضحایا کم فإنہا علی الصراط مطایا کم“ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ الباب کے بعد حضرت ابو امامہؓ کی حدیث ذکر کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر گائے کا حصہ اور بکری دونوں قیمت اور گوشت میں برابر ہیں تو پھر بکری افضل ہے، کیونکہ چھوٹا گوشت بڑے گوشت کے مقابلے میں عمدہ سمجھا جاتا ہے، لیکن اگر گائے کے حصے کا گوشت زیادہ ہے تو پھر وہ افضل ہے، دنبادنبی سے افضل ہے، بکری، بکرے سے افضل ہے، یہ اس وقت ہے جب گوشت اور قیمت میں دونوں برابر ہوں (☆۵۰)۔

وقال یحییٰ بن سعید، سمعت أبا أمامة بن سهل

ابو امامہ کا نام اسعد ہے اور یہ صحابی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام رکھا تھا اور برکت کی دعا ان کے لیے کی تھی، ابن التین نے انہیں کبار تابعین میں شمار کیا ہے (۵۱)، اس تعلیق کو ابو نعیم نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۲)۔

انکفأ إلی کبشین أقرنین أملحین، فذبحهما بیدہ

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاریؒ نے نقل کی ہے (۵۳)۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سیٹگوں والے چیت کبرے دنبوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

(☆۵۰) ردالمحتار کتاب الأضحية: ۵/۲۲۷

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۰

(۵۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲

(۵۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۰ (۵۲۳۳) الحدیث أخرجه البخاری ایضاً فیہ (رقم الحدیث: ۵۲۳۳) وایضاً

فی باب من ذبح الأضاحی بیدہ (رقم الحدیث: ۵۲۳۸) وایضاً فی باب وضع القدم صفح الذبیحة (رقم

الحدیث: ۵۲۳۳) وایضاً فی باب التکبیر عند الذبائح (رقم الحدیث: ۵۲۳۵) وایضاً فی باب من ذبح قبل

الصلوة أعاد (رقم الحدیث: ۵۲۳۱)

انکفأ: اُی مال وانعطف: متوجہ ہوئے، املحین: املح هو الذی فیہ سواد و بیاض (۵۴)۔

جوہری نے کہا ”الأملاح الأبيض یخالط بیاضہ سوادہ“ (۵۵) اور ابو عبید نے کسائی سے نقل کیا ”الأملاح الذی فیہ البیاض والسواد، ویكون البیاض أكثر“ (۵۶)۔
تابعہ وھیب عن آیوب

یعنی عبد الوہاب کی متابعت وھیب بن خالد نے کی ہے، انہوں نے بھی آیوب سختیانی سے یہ روایت نقل کی ہے، اسما عیلى نے اس متابعت کو موصولاً نقل کیا ہے (۵۷)۔

وقال اسماعیل وحاتم عن آیوب، عن ابن سیرین عن أنسؓ۔

یہاں ”قال“ کہا، جب کہ اس سے پہلے ”تابعہ“ کہا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ قول علی سمیل المذاکرہ استعمال ہوتا ہے اور متابعت حدیث نقل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسماعیل بن علیہ کی تعلیق امام بخاری نے چار باب کے بعد موصولاً نقل کی ہے اور حاتم بن وردان کی حدیث امام مسلمؒ نے موصولاً نقل کی ہے (۵۸)۔

فبقی عتود

عتود بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جس کا سال پورا نہ ہوا ہو، ابن بطلان نے فرمایا عتود بکری کے پانچ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں (۵۹)۔

(۵۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۰-۱۵۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۔

(۵۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱۔

(۵۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱، وانہایۃ لابن الأثیر: ۳/۳۵۳۔

(۵۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۔

(۵۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱۔

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳-۱۴ و عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱۔

۸ - باب : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي بُرْدَةَ :

(ضَحَّ بِالْجَذَعِ مِنَ الْمُعْزِرِ . وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) .

۵۲۳۷/۵۲۳۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ ، عَنْ عَامِرٍ ،

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ضَحَّى خَالِدٌ لِي ، يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ ، قَبْلَ الصَّلَاةِ . فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (شَأْنُكَ شَاءَ لَحْمٍ) . فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمُعْزِرِ . قَالَ : (أَذْبَحْهَا) . وَلَنْ تَضْلُعَ لِعَبْرِكَ) . ثُمَّ قَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ) . وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ) .

تَابِعَةُ غُبَيْدَةَ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ وَإِبْرَاهِيمَ ، وَتَابِعَهُ وَكَيْعٌ ، عَنْ حَرْثِ بْنِ الشَّعْبِيِّ . وَقَالَ عَاصِمٌ وَدَاوُدُ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ : عِنْدِي عَنَاقٌ لَبَنٍ . وَقَالَ زُبَيْدٌ وَفِرَاسٌ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ : عِنْدِي جَذَعَةٌ . وَقَالَ أَبُو الْأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا مَنصُورٌ : عَنَاقٌ جَذَعَةٌ . وَقَالَ أَبُو عَوْنٍ : عَنَاقٌ جَذَعٌ ، عَنَاقٌ أَيْ .

(۵۲۳۷) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي جَحْفَةَ ، عَنْ آلِ ، قَالَ : ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (أَبْدِلْهَا) . قَالَ : لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ . قَالَ شُعْبَةُ : وَأَخْبِيئُهُ قَالَ : هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِيئَةٍ -- قَالَ : (أَجْعَلْهَا مَكَائِلًا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَقَالَ : عَنَاقٌ جَذَعَةٌ . [ر : ۹۰۸]

معز بکری کو کہتے ہیں اور ضان دے بے کو، بکری اور دے بے کے چھ ماہ کے بچے کو جذع کہتے ہیں،
 بکری اور دے بے کا بچہ اگر ایک سال کا ہو تو اسے کوئٹی کہتے ہیں۔ اسی طرح گائے کے دو سالہ اور اونٹ کے پانچ
 سالہ بچے کوئٹی کہتے ہیں اور اس سے مراد جذع کہتے ہیں (۶۰)۔

(۶۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے بذل المجہود: ۱۳/۱۸، یہ تفسیر حنابلہ اور حنفیہ کے ہاں ہے، شوافع اور مالکیہ کے

نزدیک جذع: یک سالہ کو کہتے ہیں، دیکھیے الاقناع للشرینی: ۲/۲۵۹ وشرح مسلم للآبی: ۵/۲۹۴ وجمع

بحار الأنوار: ۱/۳۳۵۔ والنهاية: ۱/۲۵۰۔ والمغنی لابن قدامة: ۹/۳۳۹

حضرات فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جذع کی قربانی صرف دنبے میں درست ہے، بکری، اونٹ اور گائے میں جذع کافی نہیں بلکہ اس کاٹنی ہونا ضروری ہے۔

یہ حضرات، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”نعمت الأضحية الجذع من الضأن“ (۶۱)۔

اسی طرح ابن ماجہ کی روایت میں ہے ”يجوز الجذع من الضأن ضحية“ (۶۲)۔
حضرت ابن عمرؓ اور امام زہریؒ سے منقول ہے کہ دنبے کے جذع کی قربانی اس وقت صحیح ہوگی جب کوئی اور جانور نہ ملے (۶۳)۔

یہ حضرات صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”لا تذبحوا إلا مسنة، إلا أن يعسر عليكم، فتذبحوا جذعة من الضأن“ (۶۴) اس میں جذع کی قربانی کی اجازت دی ہے جب منہ کا حصول مشکل ہو۔

جمہور حضرت جابرؓ کی اس حدیث کو استحباب اور فضیلت پر محمول کرتے ہیں (۶۵)۔
حدیث باب میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو بکری کے جذع کی اجازت دی ہے لیکن جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے، یہ ان کی خصوصیت تھی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ”ولن تجزئ عن أحد بعدك“۔

شأنك شاة لحم یعنی آپ کی بکری گوشت کی بکری ہے، قربانی آپ کی نہیں ہوئی۔ داجن:
الشاة التي تألف البيوت: وتستأنس، وليس لها سن معين یعنی وہ بکری جو گھر میں پالی جاتی ہے
(۶۱) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی الذبح من الضأن فی الأضاحی: ۴/۴۷، (رقم الحدیث: ۱۴۹۹)

(۶۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما تحزئ من الأضاحی، (رقم الحدیث: ۳۱۳۹) ورجاله ثقات
کما فی نیل الأوطار: ۳/۳۴۶

(۶۳) فتح الباری: ۱۸/۱۰، نیز دیکھیے المغنی لابن قدامة: ۹/۳۳۸
(۶۴) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سنن الأضحية (رقم الحدیث: ۱۹۶۳)
(۶۵) بذل المحجود، کتاب الضحایا، باب ما يجوز فی الضحایا من السن: ۱۳/۱۹

واجن کہتے ہیں (۶۶)۔

تابعه عبیدة عن الشعبي وإبراهيم

یعنی عبیدہ ابن معتب نے شعبی اور ابراہیم نخعی سے مطرف کی متابعت کی ہے، ابراہیم نخعی کی یہ متابعت منقطع ہے کیونکہ انہوں نے کسی صحابی سے کوئی روایت براہ راست نقل نہیں کی، ابن المدینی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں بچپن میں لے جائے گئے تھے (۶۷)، ابو حاتم نے فرمایا أدرك أنسأولم يسمع منه: (۶۸)۔ عی بن معین فرمایا کرتے تھے مراسیل ابراہیم أحب إلی من مراسیل الشعبي (۶۹) عبیدہ بن معتب کی بخاری میں صرف یہی ایک تعلق ہے (۷۰)۔

و تابعه و كيع عن حريث عن الشعبي

یعنی وکیع نے بھی عبیدہ کی متابعت کی ہے، اس کو ابوالشیخ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۱)۔

حريث بن عمرو اسدي

ابن معین نے ان کے متعلق فرمایا لاشئ (۷۲)

ابو حاتم نے فرمایا "ضعيف الحديث" (۷۳)

امام نسائی نے فرمایا "متروك الحديث" (۷۴)

(۶۶) عمدة القاری: ۱۵۲/۲۱

(۶۷) تہذیب الکمال: ۲۳۷/۲، وطبقات ابن سعد: ۲۷۱/۶۔ وتاریخ البخاری الكبير: ۳۳۲/۱

(۶۸) عمدة القاری: ۱۵۲/۲۱

(۶۹) تہذیب الکمال: ۲۳۸/۲، وتہذیب التہذیب: ۱/۷۷، وسیر أعلام النبلاء: ۵۳۲/۳

(۷۰) عمدة القاری: ۱۵۲/۲۱

(۷۱) فتح الباری: ۲۰/۱۰

(۷۲) الجرح والتعديل: ۳/۱۷۹، وتہذیب الکمال: ۵/۵۶۳، الترجمة: ۱۷۳

(۷۳) الجرح والتعديل: ۳/۱۷۹، الترجمة: ۱۷۹

(۷۴) ضعفاء الحديث للنسائي، الترجمة: ۴۰، وتہذیب الکمال: ۵/۵۶۳

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایات نقل کی ہے (۷۵)، بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلیق ہے (۷۶)۔

وقال عاصم و داود عن الشعبي: عندي عناق لبن
 او پر روایت میں ہے کہ حضرت ابو بردہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ”إن عندي داجنا
 جذعة من المعز“ اور عاصم اور داود کی روایت میں ”عندي عناق لبن“ (دودھ) کے الفاظ ہیں۔
 عناق بکری کی اس بچی کو کہتے ہیں جس کی عمر ایک سال سے کم ہو، لبن کی طرف اضافت کر کے
 اس کی صغر سنی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

داودی نے کہا کہ عناق مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
 عاصم اور داود کی اس تعلیق کو امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۷)۔

وقال زبيد وفراس عن الشعبي: عندي جذعة
 زبید بن الحارث اور فراس بن سہمی کی تعلیق میں ”عندي جذعة“ کے الفاظ ہیں، زبید اور فراس
 کی تعلیق کو امام بخاری نے موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال ابو الأحوص، حدثنا منصور: عناق جذعة
 اس تعلیق میں دونوں لفظ ہیں، اسے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔
 وقال ابن عون: عناق جذع، عناق لبن
 اس تعلیق میں دونوں لفظوں کو جمع کیا ہے عناق ”جذع“ موصوف صفت ہے اور عناق لبن
 مرکب اضافی ہے، امام بخاری نے اسے کتاب الأیمان والنذور میں موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال حاتم بن وردان..... عناق جذعة
 اس میں عناق اور جذعة دو لفظوں کو استعمال کیا گیا ہے، ترکیب میں ”جذعة“ ”عناق“ کے لیے

(۷۵) تہذیب الکمال: ۵/۵۶۵

(۷۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۲

(۷۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۳

عطف بیان ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۷۸)۔

۹۔ باب : مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ .

۵۲۳۸ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا قُتَادَةُ . عَنْ أَنَسٍ قَالَ : ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ . فَوَأْتَتْهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صَفَاحِهِمَا . يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ . فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ . [ر : ۵۲۳۳]

قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مندوب اور بہتر ہے، بشرطیکہ ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو، خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا شرط نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے دود بنے ذبح کیے جیسا کہ حدیث باب میں ہے، مالکیہ کی ایک روایت میں خود ذبح کرنا شرط ہے (۷۹)۔

صفاحہما: یہ صفحہ کی جمع ہے، و صفحہ کل شی: جانبہ

علامہ عینی رحمہ اللہ ایک اشکال اور اس کا جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وقيل: الذابح لا يضع رجله إلا على صفحته، فلم قال: على صفاحيهما، وأجيب لعله على مذهب من قال: إن أقل الجمع اثنان، كقوله تعالى ﴿فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ فكانه قال ”صفحتيهما“ وإضافة المشي إلى المشي تفيد التوزيع، فكان معناه ”وضع رجله على صفحة كل منهما“ والحكمة فيه التقوى على الإظهار عليها، ويكون أسرع لموتها، وليس ذلك من تعذيبها المنهي عنه، إذ لا يقدر على ذبحها إلا بتعذيبها“ (۸۰)۔

”یعنی لفظ صفاح جمع ہے، جب کہ اس کو مفرد لانا چاہیے کیونکہ ذبح کرنے والا اس کی ایک جانب پر

(۷۸) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۵۳

(۷۹) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۵۳

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۵۳

قدم رکھتا ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں جمع کا صیغہ دو کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک اقل جمع دو ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیت ”فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا“ میں ”قلوب“ جمع ہے اور اس سے دو قلب مراد ہیں اور تثنیہ کی اضافت جب تثنیہ کی طرف ہو تو یہ توزیع و تقسیم کا فائدہ دیتی ہے یعنی دو چیزوں کو دو کی طرف منسوب کیا جائے تو ہر ایک کے حصے میں ایک ایک آئے گی یہاں ”صفحتین“ تثنیہ کو دو کبشین کی طرف منسوب کیا ہے تو ہر کبش کے حصہ میں ایک ایک صفحہ آیا اور معنی یہ ہوئے کہ آپ نے ہر ایک کے صفحہ پر قدم رکھا اس طرح قدم رکھنے سے جانور کی موت جلد واقع ہو جاتی ہے، یہ اس تعذیب حیوان میں داخل نہیں جس کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس طرح کی تعذیب سے کوئی چارہ کار نہیں۔“

۱۰ باب : مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةً غَيْرَهُ .

وَأَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عَسَرَ فِي بَذْلَتِهِ .

وَأَمَرَ أَبُو مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يَضْحَكْنَ بِأَلْبَابِهِنَّ .

۵۲۳۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ . عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَرَفٍ وَأَنَا أَبْكِي . فَقَالَ : (مَا لَكَ أَنْفَسْتُ) . قُلْتُ : نَعَمْ . قَالَ : (هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ . أَقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطْلُوفِي بِالْبَيْتِ) . وَضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ . [د : ۲۹۰]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر اشارہ کیا کہ سابقہ باب میں اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا جو ذکر ہوا ہے، وہ قربانی کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے، کوئی اور بھی اس کی طرف سے ذبح کر سکتا ہے (۸۱) البتہ ایسی صورت میں مندوب یہی ہے کہ قربانی کرنے والا خود اس موقع پر حاضر رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا ”قومی إلی أضحیتک، فاشہدہا، فانہ یغفر لک عند أول قطرة تقطر من دمها کل ذنب عملتہ“ (۸۲)۔

(۸۱) الأبواب والتراجم: ۹۵/۲

(۸۲) المستدرک للإمام الحاکم، کتاب الاضاحی: ۲۲۲/۳

وَأَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت ابن عمرؓ کی قربانی کر رہے تھے، ایک آدمی نے ان کے ساتھ تعاون کیا، جب قربانی میں تعاون کرنا اور کسی سے تعاون لینا جائز ہو تو نائب بنانا بھی جائز ہے، اس طرح اس تعلیق کی مطابقت باب سے واضح ہو جاتی ہے (۸۳)۔

یہ تعلیق عبدالرزاق نے موصول نقل کی ہے (۸۴)۔

وَأَمْرُ أَبُو مُوسَى بِنَاتِهِ أَنْ يَضْحِكَ بِأَيْدِيهِمْ -

اس اثر کی ترجمہ الباب سے کوئی مناسبت نہیں، بلکہ ترجمہ الباب کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ترجمہ الباب میں قربانی میں نیابت کے مسئلہ کا بیان ہے، جب کہ اس میں خود اپنے ہاتھوں سے قربانی کرنے کا حکم ہے (۸۵)، اس تعلیق کو امام حاکمؒ نے موصول نقل کیا ہے (۸۶)۔

۱۱ - باب : الذَّبْحُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

۵۲۴۰ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمُهَالِبِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي زَيْدٌ قَالَ : سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ ، عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحْطَبُ فَقَالَ : (إِنَّ أَوَّلَ مَا لَبَدَأَ بِهِ مِنْ أَمْنِ هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ . ثُمَّ تَرْجِعَ فَتَنْحَرَ . فَمَنْ فَعَلَ هَذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا . وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ أَحْمُ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ . لَيْسَ مِنَ التُّسْلُكِ فِي شَيْءٍ) . فَقَالَ أَبُو بَرْدَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ ، وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِيئَةٍ ؟ فَقَالَ : (اجْعَلْهَا مَكَانَهَا . وَلَنْ تَجْزِيَ) - أَوْ تُؤَيَّ - عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ . [ر : ۹۰۸]

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، اس باب میں یہی وقت بیان کرنا مقصود ہے جیسا

کہ اگلے باب میں تفصیل آرہی ہے۔

(۸۳) فتح الباری: ۲۳/۱۰

(۸۴) فتح الباری: ۲۳/۱۰

(۸۵) عمدة القاری: ۱۵۵/۲۱

(۸۶) فتح الباری: ۲۳/۱۰

روایت باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ آج کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، پھر واپس ہو کر قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا، اس نے تو سنت طریقے کو پایا اور جس نے (نماز سے پہلے) قربانی کی تو اس نے صرف اپنے گھروالوں کے لیے پیشگی گوشت کا انتظام کر دیا ہے، قربانی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، ابو بردہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! میں نے تو نماز سے پہلے ہی ذبح کر لیا اور میرے پاس (بکری کا) ایک جذعہ (چھ ماہ کا بچہ) ہے جو منہ (ایک سال کے بچے) سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا ”تم اسے قربانی کے بدلے میں ذبح کر لو اور تمہارے بعد کسی کے لیے کافی نہ ہوگا۔“

۱۲ - باب : مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَعَادَ .

۵۲۴۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبرَاهِيمَ . عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسٍ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَعِدْ) . فَقَالَ رَجُلٌ : هَذَا يَوْمٌ يَشْتَهِي فِيهِ اللَّحْمُ . وَذَكَرَ مِنْ حِوَارِهِ . فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَضِبَهُ . وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْنِ ؟ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ . فَلَا أُدْرِي بَلَّغْتَ الرُّخْصَةَ أَمْ لَا . ثُمَّ أَنْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ . يَعْنِي قَذَبَهُمَا . ثُمَّ أَنْكَفَأَ النَّاسُ إِلَى غَنِيمَةٍ قَذَبُوهَا . [ر : ۹۱۱ ، ۵۲۳۳]

۵۲۴۲ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ : سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سَفْيَانَ الْبَجَلِيَّ قَالَ : شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ . فَقَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى . وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ) . [ر : ۹۴۲]

۵۲۴۳ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ . عَنْ فِرَاسٍ . عَنْ عَامِرٍ . عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ : صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ . فَقَالَ : (مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا . وَاسْتَقْبَلَ قِيْلَتَنَا . فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يَنْصَرِفَ) . فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ يَزَارٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَعَلْتُ . فَقَالَ : (هُوَ شَيْءٌ عَجَلْتَهُ) . قَالَ : فَإِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسْتَيْنِ . آذَبْتُهَا ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . ثُمَّ لَا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . قَالَ عَامِرٌ : هِيَ خَيْرٌ نَسِيكَتِيهِ . [ر : ۹۰۸]

قربانی کا وقت

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں قربانی کا وقت بیان کیا ہے، قربانی کے وقت میں ائمہ کا اختلاف ہے:

① حضرات حنفیہ کے نزدیک شہروں میں قربانی کا وقت نماز عید کے بعد اور دیہاتوں میں صبح صادق کی طلوع کے بعد شروع ہوتا ہے (۸۷)۔

② حضرات مالکیہ کے نزدیک امام کے قربانی کرنے کے بعد عام لوگوں کی قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے، اگر کسی نے امام سے پہلے جانور ذبح کیا تو ان کے نزدیک دوبارہ قربانی کرنی ہوگی (۸۸)۔

③ امام شافعی کے نزدیک جب سورج طلوع ہونے کے بعد نماز عید اور دو خطبوں کے بعد وقت گزر جائے تو قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے، چاہے امام نے نماز عید پڑھائی ہو یا نہیں (۸۹)، امام احمد کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۹۰)۔

احادیث باب حنفیہ کے دلائل ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے۔

وَذَكْرَ هَنَةٍ مِنْ جَبْرَانِه

ہنہ سے حاجت مراد ہے، یعنی انہوں نے اپنے پڑوسیوں کا فقر و احتیاج بیان کیا کہ وہ گوشت کے حاجت مند تھے، اس لیے جلدی قربانی کر دی۔

عذرہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور قرار دیا، عذر باب ضرب سے ہے بمعنی عذر قبول کرنا۔

ثُمَّ لَا تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ

(۸۷) بذل المجہود، کتاب الضحایا، باب ما یجوز فی الضحایا من السن: ۲۳/۱۳

(۸۸) الشرح الصغیر: ۱/۹۹

(۸۹) المغنی لابن قدامة: ۳۵۸/۹

(۹۰) المغنی لابن قدامة: ۳۵۸/۹

یہ اجازت حضرات صحابہ میں ایک تو حضرت ابو بردہ کودی گئی تھی اور ایک حضرت عقبہ بن عامر کو جن کی حدیث گزر چکی ہے (۹۱)۔

قال عامر: هی خیر نسیکۃ

راوی حدیث حضرت عامر شععیؓ فرماتے ہیں کہ یہ جذع حضرت ابو بردہ کی بہترین قربانی تھی، اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ”خیر“ اسم تفصیل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ دوسری قربانی پہلی قربانی سے بہتر تھی، جب کہ ذبح اول شرعی لحاظ سے قربانی نہیں تھا، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ذبح اول کو اگرچہ حقیقتاً قربانی کہنا درست نہیں لیکن صورتاً سے قربانی کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

”قيل : اسم التفضيل يقتضى الشركة، والذبيحة الأولى لم

تكن نسیکۃ وأوجب بأنه وإن وقعت لحم شاة له فيها ثواب

لكونه قاصدا جيران الجيران، وهی أيضاً عبادة أو صورتها كانت

صورة النسیکۃ“ (۹۲)۔

۱۳۔ باب : وضع القدم علی صفح الذبیحة

۵۲۴۴ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِهَالٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ . عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ رَضِي اللَّهِ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُضْحِي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَيْنِ . وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحِهِمَا . وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ . [ر : ۵۲۳۳]

۱۴۔ باب : التَّكْبِيرُ عِنْدَ الذَّبْحِ

۵۲۴۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَدَاةٍ . عَنْ قَتَادَةَ . عَنْ أَنَسٍ قَالَ : ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَيْنِ . ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ . وَتَمَنَّى وَكَبَّرَ . وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحِهِمَا . [ر : ۵۲۳۳]

(۹۱) صحيح مسلم (مع التكملة): ۵۲۰/۳

(۹۲) عمدة القاری: ۱۵۷/۲۱

۱۵ باب : إِذَا بَعَثَ يَهْدِيهِ لِيَذْبَحَ لَمْ يَحْرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ .

۵۲۴۶ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ مَسْرُوقٍ : أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَقَالَ لَهَا : يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ ، إِنَّ رَجُلًا يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ إِلَى الْكَعْبَةِ وَيَجْلِسُ فِي الْمِصْرِ ، فَيُوصِي أَنْ تُقْلَدَ بِذَنَّتِهِ . فَلَا يَزَالُ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمَ مُحْرَمًا حَتَّى يَجِلَّ النَّاسُ . قَالَ : فَسَمِعْتُ تُصَنِّفُهَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ . فَقَالَتْ : لَقَدْ كُنْتُ أَقْبَلُ فَلَا يَدُ هَدْيٍ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ . فَيَبْعَثُ هَدْيَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ . فَمَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مِمَّا حَلَّ لِلرَّجُلِ مِنْ أَهْلِهِ . حَتَّى يَرْجِعَ النَّاسُ . [د : ۱۶۰۹]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمہ الباب میں یہ مسئلہ بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ہدی کا جانور حرم کی طرف بھیج دے تو اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہے، یعنی ہدی بھیجنے کی وجہ سے احرام کی پابندیاں اس پر نہیں لگیں گی۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جسے ذبح کرنے کے لیے حرم کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث باب میں حضرت عائشہؓ سے حضرت مسروقؓ نے پوچھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ کی طرف ہدی بھیجتا ہے اور خود اپنے شہر میں بیٹھ کر وصیت کرتا ہے کہ اس کی قربانی کے جانور کے گلے میں قلابہ ڈال دیا جائے اور اس دن سے لوگوں کے حلال ہونے تک وہ محرم بن جاتا ہے (تو ایسے شخص کا اپنے آپ کو حالت احرام میں سمجھنا کیسا ہے؟) مسروق کا بیان ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے حضرت عائشہؓ کی تالی کی آواز سنی (انہوں نے تعجب کے طور پر یا اس شخص کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا) اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے گلے کا ہار بٹی تھی، پھر آپ اپنی ہدی خانہ کعبہ کی طرف بھیجتے اور آپ پر ان امور میں سے کوئی چیز بھی حرام نہ ہوتی جو مردوں پر اپنی بیویوں سے حلال ہے یہاں تک کہ لوگ واپس آجاتے۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح ہدی بھیجنے سے آدمی محرم نہیں بن جاتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ان لوگوں پر رد کیا جو کہتے ہیں کہ ہدی حرم کی طرف بھیجنے کی وجہ سے آدمی محرم بن جاتا ہے، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول منقول

ہے (۹۳) لیکن جمہور کا مسلک وہی ہے جو امام بخاریؒ نے بیان فرمایا (۹۳)۔

۱۶ باب : ما يُؤْكَلُ مِنْ لَحْمِ الْأَضَاحِيِّ وَمَا يُتْرَكُ مِنْهَا .

۵۲۴۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرُو : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَتْرَكُ لَحْمَ الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ . وَقَالَ غَيْرُ مَرَّةٍ : لَحْمُ الْهَدْيِ . [ر : ۱۶۳۲]

قربانی کا گوشت کب تک کھا سکتے ہیں؟

قربانی کا گوشت کتنے دن تک کھایا جاسکتا ہے؟ اس میں ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس سلسلے میں دنوں کی کوئی تحدید نہیں، جب تک چاہے کھایا جاسکتا ہے (۹۵)۔

عبداللہ بن واقد اور بعض ظاہریہ کے نزدیک تین دن سے زیادہ ذخیرہ کر کے قربانی کا گوشت کھانا درست نہیں (۹۶)۔

ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے کی ممانعت آئی ہے، مثلاً امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طریق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا يَأْكُلُ أَحَدُكُمْ مِنْ لَحْمِ أَضْحِيَّتِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ“ (۹۷)۔ لیکن جمہور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں، جیسا کہ احادیث باب میں تصریح موجود ہے۔

(۹۳) عمدة القاری: ۱۵۸/۲۱

(۹۳) عمدة القاری: ۱۵۸/۲۱

(۹۵) عمدة القاری: ۱۵۹/۲۱

(۹۶) عمدة القاری: ۱۵۹/۲۱

(۹۷) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أكل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی

أول الإسلام..... (رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

۵۲۴۸ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ الْقَاسِمِ : أَنَّ آتِينَ خَتَابٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ يُحَدِّثُ : أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ . فَقَدَّمَ إِلَيْهِ لَحْمًا . قَالُوا : هَذَا مِنْ لَحْمٍ ضَحَايَانَا . فَقَالَ : أَخْرُوه لَا أَذُوقُهُ . قَالَ : ثُمَّ قُضِيَ فُخِرَجْتُ . حَتَّى آتَى أَخِي أَبَا قَتَادَةَ . وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ . وَكَانَ بَدْرِيًّا . فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ . فَقَالَ : إِنَّهُ قَدْ حَدَّثَ بِعَذْلِكَ أَمْرًا . [ر : ۳۷۷۵]

باب کی اس پہلی حدیث میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانی کا گوشت مدینہ منورہ کی طرف جانے کے وقت تک ذخیرہ کر لیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت رکھا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کی سند کے تمام رجال مدنی ہیں، ان میں تین تابعی ہیں یحییٰ بن سعید، قاسم بن محمد اور عبد اللہ بن حباب اور دو صحابی ہیں حضرت ابو سعید اور قتادہ بن نعمان (۹۸)۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کہیں سفر پر چلے گئے تھے، واپس آئے تو ان کے سامنے گوشت لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ ہماری قربانیوں کا گوشت ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو پیچھے کرو، میں اسے نہیں چکھوں گا، حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو کر روانہ ہوا، اور اپنے بھائی ابو قتادہ کے پاس پہنچا، وہ ان کے ماں شریک بھائی تھے اور بدری تھے، میں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا تمہارے (جانے کے بعد) پھر نیا حکم آیا ہے (اور ممانعت کا سابقہ حکم منسوخ ہو چکا ہے)۔

حتى أتى أخى أبا قتاده، وكان أخاه لأمه

اس میں ”ابا“ کا لفظ درست نہیں، صحیح روایت ”أخى قتاده“ ہے یعنی میں اپنے ماں شریک بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس آیا، قتادہ بدری صحابی تھے اور حضرت ابو سعید کے ماں شریک بھائی تھے، ان کی والدہ کا نام انیسہ بنت ابی خارجہ تھا (۹۹)۔

فقال: إنه قد حدث بعدك أمر

یعنی تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کھانے کی جو ممانعت تھی، وہ منسوخ ہو گئی ہے، مندا احمد کی روایت میں تفصیل ہے، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد نهانا أن نأكل لحوم نسكنا فوق ثلاث، قال: فخرجت في سفر، ثم قدمت على أهلي وذلك بعد الأضحي بأيام، فأتتني صاحبتي بسلق، قد جعلت فيه قديدا، فقالت: هذا من ضحايانا، فقلت لها: أولم ينهنا، قالت: إنه قدر خص للناس بعد ذلك، فلم أصدقها حتى بعثت إلى أخي قتادة بن النعمان..... (۱۰۰)

۵۲۴۹ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَلَاثَةٍ وَفِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ) . فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، نَفَعَلْنَا كَمَا فَعَلْنَا عَامَ الْمَاضِي ؟ قَالَ : (كُلُّوا وَأَطْعَمُوا وَأَذْخَرُوا . فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ ، فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا) .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص قربانی کرے وہ تیسرے دن کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ ہو، جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ ویسا ہی کریں جیسا ہم نے گزشتہ سال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کھاؤ، کھلاؤ اور جمع کرو، گزشتہ سال چونکہ لوگ بھوک کی مشقت میں مبتلا تھے اس لیے میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم لوگ اس میں مدد کرو۔

(۱۰۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۹

(۵۲۴۹) الحدیث أخرجه مسلم في كتاب الأضاحی باب ما كان من النهی من لحوم الأضاحی (رقم الحدیث:

(۱۹۷۳

فلایصبحن بعد الثالثة: لایُصبحن باب افعال سے نہیں غائب معروف کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر ”إصبح“ ہے: صبح کرنا، ثالثہ کا موصوف محذوف ہے، اُی لیلۃ ثالثہ جن تین دنوں کے بعد گوشت کا ذخیرہ کرنا ممنوع تھا، وہ کون سے تین دن ہیں، اس میں دو قول ہیں:

- ① قربانی کے وقت سے یہ تین دن شمار کیے جائیں گے یعنی اگر گیارہ تاریخ کو قربانی کی ہے تو تیرہ تاریخ کے بعد تک گوشت رکھنے کی اجازت نہ تھی (۱۰۱)۔
 - ② ان تین دنوں کی ابتدا یوم النحر سے ہوگی، قربانی چاہے، دس کو کرے یا گیارہ بارہ کو کرے، بہر صورت بارہویں تاریخ کے بعد گوشت کا ذخیرہ کرنے کی اجازت نہ تھی (۱۰۲)۔
- اس دوسرے مطلب کی تائید حضرت جابرؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے ”کنالنا کل من لحوم بدننا فوق ثلاث منی“ (۱۰۳) اور منی کے تین دنوں کی ابتداء یوم النحر ہی سے ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ پہلے سال تین دن سے زیادہ تک ذخیرہ کرنے سے ممانعت ایک خاص علت کی وجہ سے تھی، جب علت زائل ہوگئی تو وہ ممانعت بھی زائل ہوگئی۔

فأردت أن تعینوا فیہا

فیہا کی ضمیر ”مشقة“ کی طرف راجع ہے جو لفظ ”جهد“ سے مفہوم ہو رہی ہے (۱۰۴)، مراد اس سے بھوک کی مشقت ہے یعنی بھوک میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کا ارادہ تھا، اس لئے گوشت تین دن سے زیادہ تک ذخیرہ کرنے سے منع فرمادیا تھا۔

(۱۰۱) فتح الباری: ۱۰/۳۴

(۱۰۲) فتح الباری: ۱۰/۳۴

(۱۰۳) فتح الباری: ۱۰/۳۴

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۰

۵۲۵۰ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي : عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : الضَّحِيَّةُ كُنَّا نَمْلَحُ مِنْهَا . فَتَقَدَّمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ ، فَقَالَ : (لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ . وَلَكِنْ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والحدیث من إفرادہ (۱۰۵)“

الضحیة کنا نملح منها

یعنی ہم لوگ قربانی کے گوشت میں نمک لگا کر رکھ لیا کرتے تھے، نمک لگانے سے گوشت جلد خراب نہیں ہوتا ہے۔

فتقدم به إلى النبي صلى الله عليه وسلم

قدم باب سماع سے بھی ہو سکتا ہے، قدم (س) قدم ما: آنا، یہاں باء کی وجہ سے متعدی ہے اور تقدم باب تفعیل سے بھی ہو سکتا ہے بمعنی پیش کرنا یعنی ہم نے آپ کی خدمت میں وہ گوشت پیش کیا (۱۰۶)۔

لاتأكلوا إلا ثلاثة أيام وليست بعزيمة

”لاتأكلوا“ نہیں ہے، ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ ”اُکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہی عن لحوم الأضاحی“ (۱۰۷) تو انہوں نے فرمایا، ”لا“ بظاہر دونوں روایتوں میں منافات ہے۔

(۱۰۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۰

(۱۰۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۰

(۱۰۷) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی الرخصة فی أكلها بعد ثلاث، (رقم الحدیث: ۱۵۱۱)

علامہ یعنی رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے نبی تحریم کی نفی کی ہے، مطلقاً نبی کی نفی نہیں کی، چنانچہ اگلا جملہ ”ولیسست بعزیمۃ“ اس پر دلیل ہے یعنی وہ نبی کراہت تھی، نبی تحریم نہ تھی جو کہ منسوخ ہو گئی (۱۰۸)، بعض حضرات نے کہا کہ وہ نبی کراہت منسوخ نہیں ہوئی، اب بھی باقی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

نطعم باب افعال سے ہے ولکن أراد أن نطعم منه أى نطعم غیرنا یعنی آپ نے چاہا کہ ہم دوسروں کو بھی اس گوشت میں سے کھلا دیں۔

۵۲۵۱ : حَدَّثَنَا حِثَّانُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ ، مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ : أَنَّهُ شَهِدَ الْعِيدَ يَوْمَ الْأَضْحَى مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ ، فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ نَهَاكُمْ عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْعِيدَيْنِ ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَيَوْمُ تَأْكُلُونَ نُسُكَكُمْ .

قال أبو عبيد : ثم شهدت مع عثمان بن عفان ، فكان ذلك يوم الجمعة ، فصلّى قبل الخطبة ، ثم خطب فقال : يا أيها الناس ، إن هذا يومٌ قد اجتمع لكم فيه عيدان ، فمن أحب أن ينتظر الجمعة من أهل العوالي فليستظر ، ومن أحب أن يرجع فقد أذن له . قال أبو عبيد : ثم شهادته مع علي بن أبي طالب ، فصلّى قبل الخطبة ، ثم خطب الناس فقال : إن رسول الله ﷺ نَهَاكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا الْحُمُ نُسُكَكُمْ فَوْقَ ثَلَاثِ : وَعَنْ مُعْمَرٍ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ نَحْوَهُ . [ر : ۱۸۸۹]

ابو عبیدہ مولیٰ بن ازہر

ابو عبیدہ کا نام سعد بن عبیدہ ہے اور یہ عبد الرحمن بن ازہر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

ثم شهدت مع عثمان بن عفان

ابو عبید کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عید کے دن) شریک ہوا عید جمعہ کے دن تھی، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر خطبہ دیا اور فرمایا کہ لوگو! آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں (ایک عید کا دن اور دوسرا جمعہ کا دن) عوالی (اطراف مدینہ) میں رہنے والوں میں سے جو شخص جمعہ کا انتظار کرنا چاہے تو وہ انتظار کرے اور جو شخص واپس ہونا چاہے تو میں اسے اجازت دیتا ہوں (یعنی جمعہ کی نماز کے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں چاہتا اور واپس جانا چاہتا ہے تو جاسکتا ہے) فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهاكم أن تأكلوا لحوم نسككم فوق

ثلاث

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا، اس کے متعلق تین باتیں کہی گئی ہیں:

① حضرت علیؑ کو چونکہ اس حکم کے منسوخ ہونے کی احادیث نہیں پہنچی تھیں، اس لیے انھوں نے خطبہ عید میں یہ حکم نقل کیا (۱۰۹)۔

② حضرت علیؑ نے اس منسوخ حکم کو بطور حکایت نقل کیا ہے بطور مذہب نہیں، یعنی انہیں بھی معلوم تھا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے تاہم اس منسوخ حکم کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے اسے نقل کیا (۱۱۰)، چنانچہ امام احمدؒ نے حضرت علیؑ ہی سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیتکم عن لحوم الأضاحی أن تحبسوها بعد ثلاث، فاحبسوا ما بیدلکم“ (۱۱۱)

③ حضرت علیؑ کے نزدیک نبی کا سابقہ حکم بالکل منسوخ نہیں ہوا تھا، بلکہ وہ معلول بالعلۃ تھا جب

(۱۰۹) فتح الباری: ۱۰/۳۳، و عمدة القاری: ۲۱/۶۱

(۱۱۰) إعلاء السنن، کتاب الأضاحی، باب ادخار لحوم الأضاحی فوق ثلاثة أيام: ۱۷/۲۷۴

(۱۱۱) مسند الإمام أحمد: ۱/۱۳۵

علت زائل ہو گئی تو حکم بھی زائل ہو گیا، حضرت علیؑ کے زمانے میں وہ علت دوبارہ لوٹ آئی تو حکم بھی لوٹ آیا کیونکہ یہ خطبہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران دیا تھا اور اس فتنے کی وجہ سے لوگ بھوک و قحط میں مبتلا ہو گئے تھے (۱۱۲)۔

و عن معمر عن الزهري عن أبي عبيد نحوه

یہ یا تو ما قبل سند پر معطوف ہے اس صورت میں تو موصول ہو گا اور یا یہ الگ تعلق ہے، امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اس کو موصول نقل کیا ہے (۱۱۳)۔

۵۲۵۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ ابْنِ أَبِي شِهَابٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (كُلُوا مِنَ الْأَضَاحِيِّ ثَلَاثًا) . وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بِأُسْكُلَ بِالزَّيْتِ حِينَ يَنْفِرُ مِنْ مَنَى ، مِنْ أَجْلِ لَحُومِ الْهَدْيِ .

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”كلوا من الأضاحي ثلاثا“ نقل کیا (چنانچہ وہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے) جب منی سے واپس ہوتے تو قربانی کا گوشت ہونے کی وجہ سے وہ روٹی روغن زیتون کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔

غالباً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو احادیث نسخ نہیں پہنچی تھیں اور ممکن ہے کہ احادیث نسخ انہیں معلوم ہوں لیکن احتیاطاً وہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانا پسند نہ کرتے ہوں (۱۱۴)۔

(۱۱۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۱، وفتح الباری: ۱۰/۳۳

(۱۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۲، وفتح الباری: ۱۰/۳۳

(۱۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۲

٧٧ - كتاب الأثرية

کتاب الاثریۃ (الاحادیث: ۵۲۳۵-۵۳۱۶)

کتاب الاثریۃ میں ۳۱ ابواب اور اکیانوے مرفوع احادیث ہیں، ان میں انیس احادیث معلق اور باقی موصول ہیں، ستر احادیث مکرر ہیں اور اکیس حدیثیں صحیح بخاری میں پہلی بار ذکر کی گئی ہیں، ان اکیس میں سے چودہ احادیث متفق علیہ ہیں، کتاب الاثریۃ میں سلف صالحین کے چودہ آثار ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۷ - کتابُ الأشربة

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ» (المائدة : ۹۰) .

أشربة شراب کی جمع ہے، شراب اسم ہے اور ہر مشروب کے لیے استعمال ہوتا ہے، چاہے وہ حلال ہو یا حرام۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں اشربہ مباحہ اور اشربہ محرمہ دونوں کو ذکر فرمایا ہے، پہلے اشربہ محرمہ کا تذکرہ فرمایا، پھر اشربہ مباحہ کا، اس لیے کہ دفع مضرت، جلب منفعت پر مقدم ہے۔ اس کے بعد اشربہ مباحہ کے آداب وغیرہ ذکر فرمائے ہیں۔

”قول الله تعالى “انما الخمر.....“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کو احادیث باب کے لیے بطور تمہید ذکر فرمایا ہے، اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا ہے، سنن ابی داود اور سنن ترمذی میں اس کا شان نزول اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب تحریم خمر کا حکم نازل ہوا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا“ گویا کہ پہلا حکم مجمل تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے تفصیل اور واضح حکم کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ سورۃ بقرہ کی آیت ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ﴾ نازل ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی، انہوں نے

دوبارہ وہی دعا کی تو سورہ نساء کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ نازل ہوئی، اس آیت کے نزول کے بعد نماز سے پہلے باقاعدہ اعلان ہوا تاکہ نشے کی حالت میں نماز کے لیے کوئی نہ آئے، حضرت عمرؓ نے پھر ”اللہم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا“ کی دعا کی تو سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا (۱)۔ البتہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت سے پہلے کوئی مجمل حکم حرمتِ خمر کے متعلق نازل ہوا تھا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تحریمِ خمر کے متعلق لکھتے ہیں:

”تحریم الخمر کان بتدریج و نوازل كثيرة، فإنهم كانوا مولعين بشربها، وأول ما نزل في شأنها ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ فَقُلْ فِيهِمَا أَثَمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ أي في تجارتهم، فلما نزلت هذه الآية، تركها بعض الناس، وقالوا: لا حاجة لنا فيما فيه أثم كبير، ولم يتركها بعض الناس، وقالوا: نأخذ منفعتها ونترك إثمها، فنزلت هذه الآية: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ فتركها بعض الناس وقالوا: لا حاجة لنا في ما يشغلنا عن الصلاة، وشربها بعض الناس في غير أوقات الصلاة، حتى نزلت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِيسٌ﴾ الآية، فصارت حراماً عليهم، حتى صار يقول بعضهم: ما حرم الله شيئاً أشد من الخمر“ (۲)

قرآن کریم میں تحریمِ خمر کے متعلق چار آیات نازل ہوئی ہیں، ایک سورہ بقرہ میں جس میں شراب سے پیدا ہونے والے مفاسد اور گناہوں کا ذکر ہے، لیکن اس میں صراحۃً اسے حرام نہیں کہا گیا۔ دوسری آیت سورہ نساء والی ہے جس میں صرف اوقات نماز میں شراب سے منع کیا گیا، باقی اوقات میں اجازت رہی۔

تیسری اور چوتھی آیت سورہ مائدہ میں ہیں جنہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ذکر فرمایا ہے،

(۱) سنن أبی داود، کتاب الأشربة، باب فی تحریم الخمر: ۳/۳۲۵ (رقم الحدیث: ۳۶۷۰)

(۲) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۶/۲۸۶

اس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا کیونکہ اسے ﴿رجس من عمل الشیطان﴾ کہا گیا اور ”رجس“ حرام ہوتا ہے، چنانچہ امام بھصاص رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اقتضت هذه الآية تحريم الخمر من وجهين: أحدهما قوله: ”رجس“

“لأن الرجس اسم فى الشرع لما يلزم اجتنابه ويقع اسم الرجس على الشئ

المستفذر النجس، وهذا أيضا يلزم اجتنابه فأوجب أوصافه إياها بأنها رجس

لزوم اجتنابها، والوجه الآخر قوله تعالى: ﴿فاجتنبوه﴾ وذلك أمر، والأمر

يفتضى الإيجاب، فانتظمت الآية تحريم الخمر من هذين الوجهين“ (۳)

یعنی اس آیت کریمہ سے تحریم خمر دو طریقوں سے مستفاد ہوتی ہے ایک تو اسے رجس کہا ہے اور

شریعت میں رجس سے اجتناب ضروری ہے۔ دوم ”فاجتنبوه“ امر ہے اور امر دجوب کے لیے آتا ہے (۴)۔

شراب کی حرمت کب نازل ہوئی؟

حرمت خمر کے متعلق یہ آیت کس سن میں نازل ہوئی، اس میں اختلاف ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے سال یہ حکم نازل ہوا (۵)۔

حافظ شرف الدین دمیاطی رحمہ اللہ کی رائے میں صلح حدیبیہ کے سال یہ آیت نازل ہوئی یعنی

سن چھ ہجری میں (۶)۔

(۳) أحكام القرآن للخصاص: ۴/۳۶۱، باب تحريم الخمر۔

(۴) قال بعض العلماء فيها دلائل على تحريم الخمر: أحدها قوله: ﴿رجس﴾ والرجس هو النجس وكل

نجس حرام، والثاني قوله: ﴿من عمل الشيطان﴾ وما هو من عمله حرام، والثالث قوله: ﴿فاجتنبوه﴾

وما أمر الله تعالى باجتنابه فهو حرام، والرابع قوله: ﴿لعلكم تفلحون﴾ وما علق رجاء الفلاح باجتنابه،

فالإتيان به حرام (عون المعبود شرح سنن أبي داود، كتاب الأشربة: ۱۰/۱۰۶)

(۵) فتح الباری: ۱۰/۳۸

(۶) دیکھیے تاریخ الخمیس: ۲/۲۶

ابن اسحاق کے نزدیک غزوہ بنی نضیر کے سال یہ حکم نازل ہوا اور رائج قول کے مطابق غزوہ بنو نضیر سن چار ہجری میں واقع ہوا ہے (۷)۔

لیکن سن چار ہجری میں اس حکم کے نزول پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ جس سال تحریم خمر ہوئی، اسی سال کا واقعہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو حضرت ابو طلحہ نے حضرت انسؓ سے فرمایا یہ کیا اعلان ہو رہا ہے حضرت انسؓ نے کہا کہ شراب کی حرمت کا اعلان ہو رہا ہے تو حضرت ابو طلحہ نے فرمایا کہ جاؤ ان منکوں کو توڑ ڈالو (۸) اور حضرت انسؓ سن چار ہجری میں اس عمر کے نہیں تھے کہ منکوں کو پھوڑ ڈالتے وہ کم عمر تھے، اس لیے کہ حضرت انسؓ ہجرت کے سال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے تو اس وقت وہ نو دس سال کے تھے، اگر اسے سن چار ہجری کا واقعہ مانا جائے تو اس وقت ان کی عمر چودہ سال ہوگی۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے یہ بات لکھی ہے (۹)۔

لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ چودہ سال کا بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ منکوں کو توڑ کر بہا سکے۔ بہر حال علامہ قسطلانی نے سن چھ ہجری کو ترجیح دی ہے (۱۰) لیکن مشہور روایت سن چار ہجری کی ہے (۱۱)۔

(۷) تاریخ الحمیس: ۲/۲۶

(۸) جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں آرہا ہے۔ صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب أنزل تحریم الخمر وہی من البسر والشعر (رقم الحدیث: ۵۲۶۰)

(۹) فتح الباری: ۳۸/۱۰، و تاریخ الحمیس: ۲/۲۶۔ قال الحافظ فی الإصابة: "صح عنه أنه قال: قديم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة، وأنا ابن عشرين" (وانظر الإصابة في تمييز الصحابة: ۱/۷۱، والاستيعاب لابن عبد البر مع الإصابة: ۱/۷۱)

(۱۰) تاریخ الحمیس: ۲/۲۶

(۱۱) تاریخ الحمیس: ۲/۲۶

۵۲۵۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ: عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: (مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ وَنَهَا، حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ).

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے تائب نہ ہوا تو آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا، یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔

حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ

حُرْمَ مجبُول کا صیغہ ہے اور متعدی بہ دو مفعول ہے، اس کے دو مطلب مشہور ہیں:

① یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے یعنی مستقل شراب پینے والا اگر شراب سے توبہ نہ کرے اور

اسی حال میں مر جائے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو جائے، اسے جنت میں شراب نہیں ملے گی (۱۳)۔

اس پر اشکال ہوگا کہ جنتیوں کے متعلق تو ارشاد ہے ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ﴾۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس شخص سے شراب کی خواہش سلب کر دی جائے گی (۱۴)۔

② علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا،

اہل جنت کا مشروب خمر ہے جو اس سے محروم کر دیا گیا، وہ جنت سے محروم کر دیا گیا (۱۵)۔

(۵۲۵۳) الحديث أخرجه مسلم في الأشرية، باب عقوبة من شرب الخمر (رقم الحديث: ۱۵۸۸) وأخرجه أبو داود في الأشرية، باب النهي عن المسكر (رقم الحديث: ۳۶۷۹) والترمذي في الأشرية، باب ما جاء في شارب الخمر (رقم الحديث: ۱۹۷۳) والنسائي في الأشرية، باب إثبات اسم الخمر لكل سكر (رقم الحديث: ۵۵۸۲) وابن ماجه في الأشرية، باب من يشرب الخمر في الدنيا لم يشربها في الآخرة، (رقم الحديث: ۳۲۱۶)

(۱۳) عمدة القاری: ۱۶۳/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۲۳/۱۲۔ وشرح الطیبی، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربها، ۱۶۸/۷

(۱۴) عمدة القاری: ۱۶۳/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۲۳/۱۲۔ شرح الطیبی، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربها، ۱۶۸/۷۔ ومراقبة المفاتيح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربها، ۱۶۱/۷۔

(۱۵) عون المعبود، کتاب الأشرية، باب ما جاء في السكر: ۱۲۰/۱۰۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

لیکن اس دوسرے مطلب پر اشکال ہو گا کہ شرب خمر گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ بہر حال جنت میں داخل ہو گا یا ابتداءً اگر اللہ معاف فرمادیں یا اپنے گناہ کی سزا بھگتتے کے بعد، پھر یہاں جنت سے محرومی کا حکم کیوں لگایا گیا۔ اس کے تین جوابات مشہور ہیں:

① ایک یہ کہ یہ اس شخص کے متعلق ہے جو شراب کو حلال سمجھ کر پیتا ہو اور مستقل خمر کا فرہے اور کافر جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

② ابتداءً وہ محروم کر دیا جائے گا، سزا بھگتتے کے بعد پھر جنت میں جائے گا، حدیث میں اسی ابتدائی محرومی کو ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وهو كناية عن عدم دخول الجنة، أما إذا كان مستحلاً فظاهر

أنه يكفر، وأما إذا لم يكن مستحلاً فيتأول أنه لا يشربها في الجنة

أو لا يدخلها في الأولين“ (۱۶)۔

③ یہ ارشاد تہدید پر محمول ہے، معنی حقیقی مراد نہیں ہیں (۱۷)۔

۵۲۵۴ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّجَيْنِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدْحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَكِنْ . فَظَرَ إِلَيْهَا . ثُمَّ أَخَذَ اللَّذِينَ ، فَقَالَ جَبْرِيلُ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَاكَ لِلْفَطْرِ ، وَلَوْ أَحَدَتِ الْخَمْرُ غَوْتَ أُمَّتِكَ .

تَابِعَهُ مَعْمَرٌ . وَأَبْنُ الْهَادِ . وَعُثْمَانُ بْنُ عَمْرٍ . وَالزُّبَيْدِيُّ . عَنِ الزُّهْرِيِّ . [ر : ۳۲۱۴]

۵۲۵۵ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ . عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ غَيْرِي . قَالَ : (مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ :

(۱۶) مذکورہ دو مطالب کے لیے دیکھیے بذل المجہود، باب ماجاء فی السكر: ۱۶/۱۳

(۱۷) مرقاة المفاتیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربہا، ۷/۱۹۰

أَنْ يَظْهَرَ الْجَهْلُ ، وَيَقِلَّ الْعِلْمُ ، وَيَظْهَرَ الزَّانَا ، وَتَشْرَبَ الْخَمْرُ ، وَيَقِلَّ الرَّجَالُ ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ ، حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قِسْمُهُنَّ رَجُلٌ وَاحِدٌ . [د : ۸۰]

۵۲۵۶ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا أَبُو وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ . عَنْ أَبِي شِهَابٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ . وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ . وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ) .

قَالَ أَبُو شِهَابٍ : وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، ثُمَّ يَقُولُ : كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ : (وَلَا يَنْتَهَبُ نَهْيَةَ ذَاتِ شَرَفٍ ، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا ، حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ) . [د : ۲۳۴۳]

لیلۃ اسری بہ بایلیاء بقدر حین من خمر ولین

ایلیاء اس شہر کا نام ہے، جہاں بیت المقدس واقع ہے (۱۸)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو پیالے پیش کیے گئے ایک شراب کا اور ایک دودھ کا، آپ نے دودھ والا پیالہ اختیار فرمایا۔ بعض روایات میں تین پیالے پیش کرنے کا ذکر ہے، اس میں شراب اور دودھ کے ساتھ شہد کے پیالہ کا بھی ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ایلیاء میں دو پیالے پیش کیے گئے تھے جیسا کہ یہاں روایت باب میں ہے اور سدرۃ المنتہی کی طرف رفع کے وقت تین پیالے پیش کیے گئے تھے (۱۹)۔

ثُمَّ أَخَذَ اللَّبَنَ

ابن عبد البر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے خمر (شراب) کو اس لیے چھوڑا کہ اس کی حرمت کا حکم نازل ہونے والا تھا۔

یا شراب پینے کی آپ کو چونکہ سرے سے عادت ہی نہ تھی، اس لیے دودھ والا پیالہ آپ نے

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۳، وفتح الباری: ۱۰/۳۱

(۱۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۳

اختیار فرمایا (۲۰)۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا فضل الله

فطرت سے یہاں دین اسلام اور اس پر استقامت مراد ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لبن کو فطرت سے تعبیر کیا کیونکہ نو مولود کے پیٹ میں سب سے پہلے دودھ جاتا ہے (۲۱)

لو أخذت الخمر غوت أمتك

حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ بات یا تو بطریق فال ارشاد فرمائی یا انہیں علم تھا کہ کونسی چیز لینے پر کیا نتیجہ مرتب ہوگا (۲۲)۔

تابعه مجمر وابن الهاد وعثمان بن عمر والزبيدي عن الزهري

یعنی شعیب کی متابعت معمر بن راشد، ابن الہاد (یزید بن عبد اللہ) عثمان بن عمر اور زبیدی (محمد بن الولید) نے کی ہے، معمر کی روایت امام بخاری نے، ابن الہاد کی روایت امام نسائی نے، عثمان بن عمر کی روایت تمام الرازی نے اور زبیدی کی روایت ابن حبان اور امام نسائی نے موصولاً نقل فرمائی ہے (۲۳)۔

لا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن

یہاں یا ایمان سے ایمان کامل مراد ہے اے کسی لایکون کاملاً فی ایمان حال کونہ فی شرب الخمر، یا یہ تہدید و تغلیظ پر محمول ہے، یعنی معنی حقیقی مراد نہیں اور یا یہ اس شخص کے متعلق ہے جو شرب خمر کو حلال سمجھتا ہو (۲۴) یہ تاویلات اس لیے کرنا ضروری ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۳۱۔

(۲۱) فتح الباری: ۷/۲۱۵۔

(۲۲) فتح الباری: ۱۰/۳۱۔

(۲۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۴۔ وفتح الباری: ۱۰/۳۱۔

(۲۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۵۔

كان أبو بكر يلحق معهن: ولا ينتهب نهبة ذات شرف يرفع الناس إليه أبصارهم

فيها حين ينتهبها وهو مؤمن

ابو بکر نے مذکورہ جملوں کے ساتھ ولا ينتهب..... کا اضافہ بھی کیا ہے، یعنی کوئی شخص مؤمن ہونے کی حالت میں اس طرح لوٹ مار نہیں کرتا کہ لوگ اسے دیکھتے ہی رہ جائیں، نہبۃ ذات شرف: مال نفیس (۲۵)۔

اشربہ کی قسمیں اور مذاہب ائمہ

① ائمہ ثلاثہ اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تمام نشہ آور مشروبات، خمر یعنی شراب کے حکم میں ہیں، ان کا قلیل اور کثیر استعمال مطلقاً حرام ہے اور ان کے شارب (پینے والے) پر حد جاری ہوگی، خمر کی طرح ہر مسکر مشروب نجس ہے، اس کی خرید و فروخت جائز نہیں (۲۶)۔

② امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اشربہ کی تین قسمیں ہیں:

قسم اول خمر: یہ انگور کا کچا شیرہ ہوتا ہے إذا اشتد وغلا وقذف بالزبد یعنی جب زیادہ رکھنے یا ابالنے کی وجہ سے اس میں شدت آجائے، وہ ابلنے لگے اور جھاگ پھینکنے لگے، امام ابو یوسف اور امام محمد جھاگ پھینکنے کی شرط نہیں لگاتے (۲۷)۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا قلیل و کثیر استعمال مطلقاً حرام ہے، پینے والے پر حد جاری کی جائے گی، اگرچہ اس نے ایک قطرہ پیا ہو، یہ نجس العین ہے، اس کی بیع جائز نہیں اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہے (۲۸) قسم دوم: طلاء، نقیع الثمر، نقیع الزبيب..... یہ تینوں اشربہ حرام ہیں۔

(۲۵) فیض الباری: ۳/۳۳۶۔

(۲۶) المغنی لابن قدامة، کتاب الأشربة: ۹/۱۳۶ وأحكام القرآن للتهانوتی سورة المائدة: ۱/۳۸۸۔

(۲۷) دیکھیے الهدایة مع فتح القدیر، کتاب الأشربة: ۹/۲۶۔

(۲۸) دیکھیے بذل المحجود، کتاب الأشربة، باب الخمر معامی: ۱۲/۱۲۔

طلاء انگور کے شیرے کو کہتے ہیں جب اسے اتا پکا یا جائے کہ دو ٹلٹ سے کم چلا جائے (۲۹)۔

نقیع التمر: بھجور کا کچا شیرہ اور نقیع الزیب اس پانی کو کہتے ہیں جس میں زیب یعنی کشمش ڈال دی جائے اور زیادہ دیر رہنے کی وجہ سے اس میں شدت اور اُبال پیدا ہو جائے (۳۰)۔

یہ تینوں اشربہ بھی خمر کے حکم میں ہیں، نجس ہیں اور ان کا قلیل کثیر استعمال حرام ہیں البتہ ان کے پینے والے پر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نشہ آور مقدار پینے کے بعد حد جاری کی جائے گی، کیونکہ ان اشربہ کا خمر ہونا ظنی ہے اور حد شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے، ان کا مستحل کافر نہیں ہوگا جب کہ خمر کا مستحل کافر ہے۔ البتہ اس کے علاوہ باقی اکثر احکام میں یہ خمر کے حکم میں ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان تینوں مشروبات کی بیع جائز ہے، صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے (۳۱)۔

قسم سوم: خمر، طلاء، نقیع التمر، نقیع الزیب..... ان چار اشربہ کے علاوہ باقی اشربہ نبیذ وغیرہ ہیں ان میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ تعیش کے لیے نہ ہو بلکہ تقویٰ فی العبادۃ کی نیت سے ہو (۳۲) اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ امام صاحب اور جمہور کے درمیان دو چیزوں میں اختلاف ہے، ایک اشربہ ثلاثہ

(۲۹) دیکھیے الہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الأشربة: ۹/۲۹۔

(۳۰) دیکھیے الہدایۃ مع فتح القدیر کتاب الأشربة: ۹/۳۰، ۳۱۔

(۳۱) بذل المجہود، کتاب الأشربة، باب الخمر مباحی: ۱۶/۱۲ والہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الأشربة: ۳۱/۹۔

(۳۲) فیض الباری، کتاب الأشربة: ۳/۳۶، وإعلاء السنن کتاب الأشربة، باب حرمة الخمر: ۱۸/۳۱۔ قال

الحسن بن مالک: سمعت الشافعی یسأل أبا یوسف، هل فی نفسک شیء من النبیذ، فقال أبو یوسف: کیف لا یكون فی نفسی شیء من النبیذ، وقد اختلف فیہ أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی نفسی منه مثل الحبل، قال الحسن بن مالک: إذا وضع النبیذ، وأراد الشارب أن یسکر منه، فالقلیل منه حرام کالکثیر، وهو قول أبی حنیفۃ (مسند الخوارزمی: ۲/۲۰۷) وفیہ دلیل علی أن شرب القلیل إذا کان للسكر فهو ایضا حرام عند أبی حنیفۃ (وانظر البدر الساری إلی فیض الباری: ۳/۳۵۵)

میں کہ ان کے نزدیک یہ خمر تو ہیں لیکن ان کا خمر ہونا ظنی ہے، لہذا ان کے شارب پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ جب کہ جمہور کے نزدیک ان کا خمر ہونا ظنی نہیں، لہذا شارب پر حد جاری کی جائے گی، دوسرا اختلاف اثر بہ اربعہ کے علاوہ باقی اثر بہ مسکرہ کی غیر نشہ آور قلیل مقدار میں ہے۔ مثلاً نبیذ وغیرہ، امام صاحب کے نزدیک اس کی قلیل مقدار کا استعمال جائز ہے، جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔
ذیل میں امام صاحب اور جمہور ائمہ کے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

امام اعظم کے دلائل

① امام اعظمؒ کا استدلال لغت سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت خمر کا اطلاق انگور کے شیرے پر کرتے ہیں، باقی پھلوں کے شیرے پر خمر کا اطلاق لغت میں نہیں، چنانچہ ابن سیدہؒ ”المخصص“ میں فرماتے ہیں ”الخمر ما أسکر من عصیر العنب، والجمع خمور“ (۳۳) اور ابن منظور افریقی نے ”لسان العرب“ میں ان کا قول نقل کیا ”الخمر إنما هی العنب دون سائر الأشياء“ (۳۴)۔

② عبدالرزاق نے اپنی ”مصنف“ میں ایک روایت نقل کی ہے ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الخمر من العنب، والسکر من التمر، والمیزر من الذرة، والغیرا من الحنطة، والبتع من العسل، کل مسکر حرام“ (۳۵)۔

اس میں تصریح ہے کہ خمر انگور کی ہوتی ہے، یہ روایت اگرچہ حضرت سعید بن المسیب نے مرسل نقل کی ہے لیکن ان کی مراسیل بالا جماع مقبول ہیں (۳۶)۔

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر ہے ”أما الخمر فحرام لاسبیل إلیہا، وأما ماسواھا من الأشرۃ فکل مسکر حرام“ (۳۷) اور حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے ”حرمت الخمر لعینہا،

(۳۳) المخصص لابن سیدہ: ۱۱/۷۲

(۳۴) لسان العرب: ۵/۳۳۹

(۳۵) مصنف عبدالرزاق: ۹/۲۳۳ (رقم الحدیث: ۱۷۵۳)

(۳۶) تکملة فتح الملهم: ۳/۶۰۱

(۳۷) مصنف عبدالرزاق: ۹/۲۲۲

والسكر من كل شراب“ (۳۸)۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم سے منقول ہے کہ انہوں نے اس نبیذ سے تھوڑا سا چکھا جو نشہ آور تھی (۳۹) اگر قلیل حرام ہوتا تو وہ کبھی نہ چکھتے۔

④ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ یمن جا رہے تھے، حضورؐ سے پوچھا کہ وہاں گندم اور جو کی شراب بنائی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ”اشربا ولا تسکرا“ (۴۰) امام طحاوی فرماتے ہیں:

”كان ذلك دليلا أن حكم المقدار الذي يسكر من ذلك الشراب خلاف حكم ما لا يسكر منه“ (۴۱)۔

⑤ عبد اللہ بن شخیر کی روایت ہے ”نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن أشربة، قال: فقیل له: إنه لا بد منها أونحو هذا، قال: فاشربوا ما لم یسفه أحلامکم، ولا یذهب أموالکم“ (۴۲)۔

علامہ بیہقی نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (۴۳)۔

ان روایات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ خمر صرف عنب کی ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اشربہ اربعہ کے علاوہ باقی مشروبات میں غیر مسکر مقدار کا استعمال جائز ہے۔

جمہور کے دلائل

① امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب الخمر من العنب“، ”باب نزل تحريم الخمر“، ”باب

(۳۸) شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الأشربة، باب الخمر المحرمة ماہی، ۳/۳۵۶۔ والحوہر النقی: ۸/۲۹۷۔

(۳۹) دیکھیے کتاب الآثار: ۱۱۹۔ ومصنف عبدالرزاق: ۹/۲۲۳ (رقم الحديث: ۱۷۱۵) نیز دیکھیے شرح معانی الآثار

کتاب الأشربة، باب ما یحرم من النبیذ: ۲/۳۵۹۔

(۴۰) شرح معانی الآثار کتاب الأشربة، باب ما یحرم من النبیذ: ۲/۳۶۰۔

(۴۱) شرح معانی الآثار کتاب الأشربة، باب ما یحرم من النبیذ: ۲/۳۶۰۔

(۴۲) مصنف عبدالرزاق: ۹/۲۲۳۔

(۴۳) مجمع الزوائد للہیثمی: ۵/۶۶۔

الخمر من العسل“، ”باب ماجاء فی أن الخمر ما خمر العقل“..... ان چار ابواب کے تحت جتنی روایات ذکر فرمائی ہیں، وہ تمام جمہور کے دلائل ہیں۔

② ابوداؤد کی روایت میں ہے ”ان من العنب خمر، وإن من التمر خمر، وإن من العسل خمر، وإن من البئر خمر، وإن من الشعير خمر“ (۴۴)۔

③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ”ما أسکر کثیره فقليله حرام“ (۴۵)۔

④ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”نهی عن قليل ما أسکر کثیره“ (۴۶)۔

⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے ”کل مسکر حرام، وما أسکر منه الفرق فملا الکف منه حرام“ (۴۷)۔

⑥ اسی طرح روایت ہے ”کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام“ (۴۸)۔

ان احادیث سے جمہور استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ خمر صرف انگور کے شیرے کا نام نہیں، طلاء، نقیع الزیب وغیرہ بھی خمر ہیں، اسی طرح ابذہ مسکرہ کا قلیل استعمال بھی ناجائز ہے۔

دلائل جمہور کا جواب

امام اعظم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصیر عنب کے علاوہ باقی اشربہ پر خمر کا اطلاق مجازاً ہے، لغز اور حقیقتاً نہیں، کیونکہ لغت میں خمر صرف ماء عنب کو کہا جاتا ہے جیسا کہ لغت کی کتابوں کے

(۴۴) سنن أبی داود، کتاب الأشربة (رقم الحديث: ۳۶۷۶)

(۴۵) سنن النسائی کتاب الأشربة، باب تحریم کل شراب أسکر کثیره (رقم الحديث: ۵۱۱۷)

(۴۶) سنن النسائی کتاب الأشربة، باب تحریم کل شراب أسکر کثیره (رقم الحديث: ۵۱۱۹) وفتح

القدیر: ۸۰/۵۔

(۴۷) سنن أبی داود، کتاب الأشربة، (رقم الحديث: ۳۶۸۷)

(۴۸) المجموع شرح المہذب، کتاب الطہارة: ۲/۵۶۳۔

حوالے سے گزر چکا۔

اور ماأسکر کثیرہ حلیلہ حرام کو خمر پر محمول کیا جاتا ہے کہ خمر کی قلیل مقدار بھی حرام ہے، چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”يكون معناه الخمر حرام قليلا وكثيرا، وهذا التأويل هو المتعين عندنا، لما روينا عن عمر رضي الله عنه أنه شرب النبيذ المسكر بعد كسره بالماء“ (۴۹)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس تاویل پر دل مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ ”ما“ عام ہے جو خمر اور غیر خمر دونوں کو شامل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے جو آثار ہیں وہ موقوف ہیں اور ”ماأسکر کثیرہ فقلیلہ حرام“ حدیث مرفوع ہے۔ چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومراد الحديث أن كل شراب من شأنه السكر فهو حرام..... وقد تبين لي بعد مرور الدهر أن مراد الحديث كما ذهب إليه الجمهور وإذن لأصرف الأحاديث عن ظاهرها“ (۵۰)۔

البتہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ باقی اشربہ مسکرہ پینے میں خمر کے حکم میں ہیں، لہذا اشراب کی طرح ان کا قلیل و کثیر استعمال درست نہیں، تاہم ان کا تمام امور میں خمر کے حکم میں ہونا ان روایات سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

اسی وجہ سے کئی حنفی علماء نے حرمت کے حق میں جمہور کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ ان کا استعمال مطلقاً حرام ہے اور بیع اور حد کے حق میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے (۵۱)۔

ان اشربہ ثلاثہ کی نجاست کے بارے میں نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کے دونوں قول ہیں،

(۴۹) إعلاء السنن، کتاب الأشربة، باب حرمة الخمر: ۲۱/۱۷

(۵۰) فیض الباری: ۳/۳۴۶

(۵۱) تکملة فتح الملبم: ۶۰۸/۳

متاخر بن حنفیہ نے نجاست غلیظہ والے قول کو ترجیح دی ہے (۵۲)۔
ان اشر بہ اربعہ کے علاوہ باقی اشر بہ (نبیذ وغیرہ) امام صاحب کے نزدیک نجس نہیں ہیں۔

فائدہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگرچہ نبیذ کی مقدار غیر مسکر کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے، لیکن مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے خود انہوں نے اس کا استعمال کبھی نہیں کیا، چنانچہ ان کا یہ قول مشہور ہے:

”لو أعطیت جمیع مافی الدنیا، ومثلها لأشرب قطرة نبیذ فلا

أشربه، فإنه مختلف فیہ، ولو أعطیت جمیع مافی الدنیا لأحرم النبیذ،

لأحرمه، لأنه مختلف فیہ“ (۵۳☆)

علماء کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جو چیز مختلف اور مشکوک ہو، وہاں فتویٰ کے بجائے تقویٰ پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

تراجم بخاری کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ابتدا میں چار تراجم قائم کیے ہیں، پہلا ترجمہ ”باب أن الخمر من العنب“ ہے کہ شراب انگور کی بنتی ہے، اس کے بعد دوسرا ترجمہ ”باب نزل تحريم الخمر وهي من البسر“ قائم فرمایا کہ شراب کھجور کی ہوتی ہے اور پھر ترجمہ ”الخمر من العسل“ قائم فرمایا اور چوتھا ترجمہ الباب ”الخمر ما خمر العقل“ قائم کیا۔

ان تراجم سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد کیا ہے، اس میں دو احتمال ہیں:

پہلا احتمال یہ ہے کہ ان تراجم سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح شراب انگور کی ہوتی ہے، اسی طرح تمر اور عسل وغیرہ کی بھی ہوتی ہے یعنی خمر صرف عصیر عنب کے ساتھ خاص نہیں

(۵۲) المبسوط للمسرحمی: ۲۳/۱، رد المحتار: ۲/۵۱

(۵۳☆) فیض الباری: ۳/۳۵۵

جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ اصل شراب جسے قرآن میں ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ.....﴾ فرمایا گیا، وہ تو شراب عنب ہی ہے اور باقی جتنی اشربہ ہیں، انہیں مجازاً خمر (شراب) کہا گیا۔
امام بخاری رحمہ اللہ کے مقصد میں یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ تاہم احتمال اول رائج ہے کہ وہ ان تراجم سے جمہور کی تائید کر رہے ہیں (۵۳)۔

۱ - باب : الْخَمْرُ مِنَ الْعَنْبِ .

۵۲۵۷ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَمَا بِالْمَدِينَةِ مِنْهَا شَيْءٌ . [ر : ۴۳۴۱]

لقد حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَمَا بِالْمَدِينَةِ مِنْهَا شَيْءٌ

اس میں خمر سے خمر عنب مراد ہے یعنی جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو مدینہ منورہ میں انگور کی شراب نہیں پائی جاتی تھی، دوسرے پھلوں کی شراب پائی جاتی تھی جیسا کہ اس باب کی دوسری روایت میں ہے۔ وعامة خمرنا البسر والتمر

یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ خمر صرف عنب کی ہوتی ہے۔

اس روایت میں ہے کہ ”وما بالمدینة منها شئی“ اور اگلی روایت میں ہے ”وما نجد خمر الأعناب إلا قليلاً“ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اس لیے کہ ”شئی“ سے مراد شئی کثیر ہے تو ایک میں کثیر کی نفی ہے، دوسری میں قلیل کا اثبات ہے۔

۵۲۵۸ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ ، وَمَا نَجِدُ - يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ - خَمْرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلاً ، وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالْتَّمْرُ . [ر : ۲۳۳۲]

یہ حدیث اصحاب صحاح میں سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والحدیث من افرادہ“ (۵۴)

وعامة خمرنا البسر والتمر

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الخمر مائع والبسر جامد فکیف یکون هوایاہ یعنی خمر تو ایک مائع چیز ہے اور کھجور ایک جامد شے ہے تو خمر پر بسر اور تمر کا اطلاق کیوں کر درست ہو سکے گا، پھر اس کا جواب دیا کہ اس میں بسر کا شراب پر مجازاً اطلاق کیا گیا اور یا یہاں مضاف محذوف ہے یعنی عامة أصل خمرنا التمر (۵۵)

۵۲۵۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ أَبِي حَيَّانٍ : حَدَّثَنَا عَامِرٌ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَامَ عُمَرُ عَلَى الْمُبْتَرِ ، فَقَالَ : أَمَّا بَعْدُ ، نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ : الْعَنْبِ وَالْتَمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ ، وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ . [ر : ۴۳۴۰]

الخمر ما خامر العقل

یعنی شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ دے، غائب کر دے، چھپا دے۔

۲ - باب : نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبَسْرِ وَالْتَمْرِ .

۵۲۶۲/۵۲۶۰ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ أَسْقِي أَبَا عُبَيْدَةَ

(۵۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۷

(۵۵) شرح الکرمانی للبخاری: ۲۰/ ۱۴۱، وعمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۷

وَأَبَا طَلْحَةَ وَأَبِي بَنٍ كَعْبٍ ، مِنْ فَضِيخِ زَهْوٍ وَتَمْرٍ ، فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ : إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ .
فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : قُمْ يَا أَنَسُ فَأَهْرِقْهَا ، فَأَهْرِقَهَا .

(۵۲۶۱) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ . عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ : كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَسْقِيهِمْ ، عُمُومِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ . الْفَضِيخُ . قَبِيلٌ : حُرِّمَتِ الْخَمْرُ . فَقَالُوا : أَكْثَبَهَا . فَكَفَّاتَهَا . قُلْتُ لِأَنَسٍ : مَا شَرَابُهُمْ ؟ قَالَ : رَطْبٌ وَبُسْرٌ . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَنَسٍ : وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ . فَلَمْ يُنْكَرِ أَنَسٌ .
وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : كَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ .

فضیخ زهو و تمر

فضیخ شراب کو کہتے ہیں، علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”شراب يتخذ من البسر ويصب عليه الماء ويترك حتى يغلي“ یعنی کچی کھجوریں پانی میں رکھ کر چھوڑ دی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں ابال آجاتا ہے (۵۶) اور زهو بسرملون یعنی کچی رنگین کھجور کو کہتے ہیں جس میں سرخی اور زردی دونوں ظاہر ہو جائیں (۵۷)۔ فضیخ زهو و تمر یعنی کچی اور کچی کھجور کی شراب۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ.....

كنت قائما على الحي أسقيهم عُمومتي وأنا أصغرهم الفضیخ
حی قبیلہ کو کہتے ہیں، عُمومة: عم کی جمع ہے، چچا..... وأنا أصغرهم جملہ حالیہ ہے، الفضیخ
أسقى کے لیے مفعول بہ ہے، عُمومتي، أسقيهم میں ضمیر مفعول سے بدل ہے، یا منصوب علی
الاختصاص ہے (۵۸)۔ حافظ ابن حجر نے عُمومتي کو حی سے بدل بنایا ہے اس صورت میں یہ
محرور ہوگا (۵۹) یعنی میں قبیلہ کے پاس کھڑا تھا، اپنے چچاؤں کو شراب پلا رہا تھا، اس حال میں کہ میں ان

(۵۲۶۱) الحديث أخرجه مسلم في الأشربة، باب تحريم الخمر (رقم الحديث: ۱۹۷۹) والنسائي في الأشربة،
باب ذكر الشراب الذي اهريق بتحريم الخمر (رقم الحديث: ۵۰۵۰)

(۵۲) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱

(۵۷) فتح الباری: ۴۷/۱۰، عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱

(۵۸) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱ وشرح الکرمانی للبخاری: ۱۳۳/۲۰

(۵۹) فتح الباری: ۴۶/۱۰

سب سے چھوٹا تھا، صحیح مسلم کی روایت میں عبارت اس طرح ہے ”إني لقائم على الحى، على عمومى أسقيهم من فضيخ لهم وأنا أصغرهم سنًا“ (۶۰)۔

اکفئها، فکفأنا

اکف بوزن اضرب بمعنی اقلبها یعنی اسے انڈیل دو

قلت لأنس : ماشرابهم

قائل معتر کے والد سلیمان تیمی ہیں (۶۱) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ان کی وہ شراب کس چیز کی تھی۔

فقال ابو بکر بن أنس : و كانت خمرهم ، فلم ينكر أنس

حضرت انسؓ کے صاحبزادے ابو بکر نے اپنے والد کی موجودگی میں کہا کہ ان کی شراب فضیخ تھی، کانت کے اندر ضمیر فضیخ کی طرف راجع ہے اور فضیخ سے چونکہ خمر مراد ہے اور خمر مؤنث سماعی ہے، اس لیے مؤنث کی ضمیر اس کی طرف راجع کی گئی ہے اُی و کانت الفضیخ خمرهم (۶۲) حضرت انسؓ نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ خاموش ہو گئے۔

حضرت انسؓ نے یہ اضافہ اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، یا وہ بھول گئے تھے (۶۳)۔

وحدثني بعض أصحابي أنه سمع أنسا يقول: كانت خمرهم يومئذ

اس کے قائل بھی سلیمان تیمی ہیں (۶۴)، یہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے ”بعض

أصحابي“ مبہم ہے، شارحین نے لکھا کہ بکر بن عبد اللہ مزنی اور قتادہ اس کا مصداق ہو سکتے ہیں (۶۵)

(۶۰) صحیح مسلم، کتاب الأشریة: باب تحریم الخمر و بیان أنها تكون من عصير العنب: ۱۵۷۱/۳ (رقم الحدیث: ۱۹۸۰)

(۶۱) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱، وفتح الباری: ۳۸/۱۰

(۶۲) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱

(۶۳) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱، وفتح الباری: ۳۸/۱۰

(۶۴) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱، وفتح الباری: ۳۸/۱۰

(۶۵) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱، وفتح الباری: ۳۸/۱۰

مطلب یہ ہے کہ ”کانت خمرهم“ کا جملہ خود حضرت انسؓ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے، اوپر حدیث میں تو ان کے صاحبزادے نے کہا ہے لیکن براہ راست بھی ان سے منقول ہے۔

(۵۲۶۲) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ أَبُو مَعْشَرٍ الْبَرَاءُ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ . وَالْخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبَسْرُ وَالشَّمْرُ . [ر : ۲۳۳۲]

یوسف ابو معشر بر ۱

یوسف بن یزید کی کنیت ابو معشر ہے، یہ نام کے مقابلے میں کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، انہیں برّا (چھیلنے والا) بھی کہا جاتا ہے، لہٰذا کان یبری السہام یعنی وہ تیر چھیلا کرتے تھے (۶۶)۔ صحیح بخاری میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ حدیث اور دوسری کتاب الطب کے آخر میں آرہی ہے، امام بخاری نے ان کی دونوں حدیثیں بطور متابعت نقل فرمائی ہے (۶۷)۔

یحییٰ بن معین نے ان کو ضعیف کہا ہے (۶۸)

امام ابو داؤد نے فرمایا لیس بذاك (۶۹)

ابو حاتم نے فرمایا یکتب حدیثہ (۷۰)

محمد بن ابی بکر مقدی نے انہیں ثقہ قرار دیا (۷۱)

ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۷۲)

(۶۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/۳۹

(۶۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/۳۹

(۶۸) تہذیب الکمال: ۳۲/۳۳۸ (رقم الترجمة: ۷۱۲۵)

(۶۹) سوالات لآخری: ۳/الترجمة: ۳۲۱، و تہذیب الکمال: ۳۲/۳۳۹

(۷۰) الجرح والتعديل: ۹/الترجمة: ۹۸۶

(۷۱) الجرح والتعديل: ۹/الترجمة: ۹۸۶

(۷۲) کتاب الثقات لابن حبان: ۷/۶۳۷

امام بخاری کے علاوہ امام مسلمؒ نے بھی ان سے روایات لی ہیں (۷۳)

سعید بن عبید اللہ

ان کی بھی بخاری میں صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ حدیث ہے اور دوسری حدیث کتاب الجزیہ میں گذر چکی ہے (۷۴)۔

۳- باب : الخمر من العسل . وهو البتع .

وَقَالَ مَعْنُ : سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الْفُقَاعِ . فَقَالَ : إِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَأْسَ . وَقَالَ أَبُو الدَّرَاوَرْدِيِّ : سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوا : لَا يُسْكِرُ . لَا بَأْسَ بِهِ .

۵۲۶۴/۵۲۶۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ . عَنْ أَبِي شِهَابٍ . عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبَتَعِ . فَقَالَ : (كُلُّ شَرَابٍ أَسْكِرَ فَهُوَ حَرَامٌ) .

(۵۲۶۴) : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبَتَعِ . وَهُوَ بِنَاءُ الْعَسَلِ . وَكَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرِبُونَهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (كُلُّ شَرَابٍ أَسْكِرَ فَهُوَ حَرَامٌ) . [ر : ۲۳۹]

۵۲۶۵ : وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا تَشْبَدُوا فِي الدُّبَاءِ . وَلَا فِي الْمَرْفَتِ) . وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهَا : الْحُمَّ وَالْقَيْرَ .

(۷۳) تہذیب الکمال: ۳۲/۳۲۹

(۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/۳۹

(۵۲۶۵) الحدیث اخرجہ مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتیاذ فی المرفت (رقم الحدیث: ۱۹۹۲)۔

واخرجہ النسائی فی الاشربة باب النهی عن نیبذ الدباء المرفت (رقم الحدیث: ۵۱۳۰)۔

بَنَع (باء کے زیر اور تا کے سکون کے ساتھ) شہد سے جو شراب بنائی جاتی ہے اسے بنع کہتے ہیں۔
معن بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے نفاع یعنی منقا کے شربت کے بارے میں
پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ نشہ آور نہ ہو اس وقت تک اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں،
عبدالعزیز بن در اور دی نے بھی یہی سوال پوچھا تو بھی یہی جواب دیا۔

فُفَاع (فاء کے ضمہ اور قاف کی تشدید کے ساتھ) منقا کے شربت کو کہتے ہیں، علامہ یعنی رحمہ
اللہ نے فرمایا کہ یہ شربت عموماً کوٹے ہوئے منقا سے بنایا جاتا ہے (۷۵)۔

قال: لا تتبذوا في الدُّبَاء ولا في المزفت وكان ابوهريرة يلحق معهما الحنتم
والنقىير۔

دُبَاء: کدو کا گودا نکال کر جو برتن بنایا جاتا ہے اسے دبَاء کہتے ہیں، اس میں چونکہ مسام کم ہوتے
ہیں اس لیے مشروب کے اندر جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے (۷۶)۔

مُزَفَّت: یعنی وہ برتن جس پر زَفَّت ملا گیا ہو، زفت ایک تار کول نماتیل ہوا کرتا تھا جسے جہازوں
اور کشتیوں پر ملا جاتا تھا تاکہ پانی اندر داخل نہ ہو، زمانہ جاہلیت میں شراب کے برتنوں پر بھی اسے ملتے
تھے (۷۷) اس کی وجہ سے مشروب میں جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے۔

حَنْتَم: شراب کے گھڑے کو کہتے ہیں، یہ عموماً سبز رنگ کا ہوتا تھا، اس کا ترجمہ عموماً ”الجرة
الخضراء“ سے کرتے ہیں یعنی سبز مڑکا، یا حنم (۷۸)۔

النَّقِير: نَقَر کے معنی کھودنے کے ہیں اس کو نقیر بھی کہتے ہیں، نقیر مفعول کے معنی میں ہے یعنی
کھدی ہوئی چیز، درخت کھجور وغیرہ کی جڑ کو کھود کر اسے برتن بنالیتے تھے، اسے نَقَر اور نقیر کہا جاتا
ہے (۷۹)۔

(۷۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۰

(۷۶) فیض الباری: ۱/۱۵۷

(۷۷) فیض الباری: ۱/۱۵۷

(۷۸) انوار الباری: ۳/۱۱

(۷۹) إمداد الباری: ۳/۷۹۵، نیز مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۱۷۱

”وعن الزهري“ یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے ”وكان أبوهريرة“ اس کے قائل امام زہری ہیں (۸۰)۔

۴ - باب : ما جاء في أن الخمر ما خامر العقل من الشراب .
 ۵۲۶۷/۵۲۶۶ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّمِيمِيِّ .
 عَنْ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : خُطِبَ عُمَرُ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ :
 إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ : الْعَنْبِ وَالْتَّمْرِ وَالْجَنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْعَسَلِ .
 وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ . وَثَلَاثٌ . وَدِدْتُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَفَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا عَهْدًا :
 الْجَدُّ . وَالْكَلَالَةُ . وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرَّبَا .
 قَالَ : قُلْتُ : يَا أَبَا عُمَرَ ، فَشَيْءٌ يُصْنَعُ بِالسُّنْدِ مِنَ الرُّذَا ؟ قَالَ : ذَاكَ لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ
 النَّبِيِّ ﷺ . أَوْ قَالَ : عَلَى عَهْدِ عُمَرَ .
 وَقَالَ حَجَّاجٌ ، عَنْ حَمَّادٍ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ : مَكَانَ الْعَنْبِ الزَّيْبُ .
 (۵۲۶۷) : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ ، عَنْ
 الشَّعْبِيِّ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ ، عَنْ عُمَرَ قَالَ : الْخَمْرُ يُصْنَعُ مِنْ خَمْسَةٍ : مِنَ الزَّيْبِ وَالْتَّمْرِ وَالْجَنْطَةِ
 وَالشَّعِيرِ وَالْعَسَلِ . [ر : ۴۳۴۰]

اس باب سے امام بخاریؒ ایک قاعدہ کلیہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو بھی چیز عقل کو مدہوش کر دے وہ شرعی اعتبار سے خمر کے حکم میں ہے ”من الشراب“ کہہ کر افیون وغیرہ کو نکال دیا، اس لیے کہ وہ مشروب کی قبیل سے نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے انگور، کھجور،

(۸۰) عمدة القاری: ۱/۲۱، وأخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب النهي عن الانتباز في المزفت، رقم

الحديث: ۱۹۹۲، وأخرجه النسائي في الأشربة، باب النهي عن نبذ الدباء والمزفت، رقم الحديث: ۵۱۳۰

گندم، جو اور شہد سے اور خمر وہ ہے جو عقل کو مدہوش کر دے اور تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا نہ ہوتے جب تک ان کو خوب اچھی طرح بیان نہ فرما دیتے، ایک داد اکا ترک، دوسرے کالہ کا بیان اور تیسرے سود کے مسائل، ابو حیان کا بیان ہے کہ میں نے شخصی سے کہا کہ اے ابو عمرو! سندھ میں چاول سے ایک مشروب بنایا جاتا ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں تھا یا یہ کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہیں تھا، حجاج نے اپنی روایت میں عنب کی بجائے زہیب کا لفظ ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبے میں ارشاد فرمایا کہ خمر پانچ چیزوں کی ہوتی ہے، یہ اس لیے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ...﴾ میں خمر صرف ماء عنب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو بھی چیز مخامرہ عقل یعنی عقل کے مدہوش کرنے کا سبب بن جائے وہ خمر ہے اور حرام ہے (۸۱)۔

علامہ یعنی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ”نعم يتناول غير المتخذ من العنب من حيث التشبيه لامن حيث الحقيقة“ (۸۲)

تین باتیں جن کے تفصیلی احکام کی حضرت عمرؓ نے تمنا کی

حضرت عمرؓ نے اپنے خطبے میں تین چیزوں کے بارے میں تمنا ظاہر کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تفصیلی احکام بیان فرمادیتے:

① جد: یعنی داد اکا ترک، اس میں اختلاف ہے کہ دادا کی موجودگی میں بھائیوں کو میراث ملے گی یا نہیں، اور اگر میراث ملے گی تو کتنا حصہ ہوگا، اس میں حضرات صحابہ کے درمیان بھی بڑا اختلاف رہا (۸۳) عبیدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے میں نے دادا کے ترک سے متعلق ستر مسائل ایسے یاد کیے جن میں سے

(۸۱) فتح الباری: ۵۷/۱۰

(۸۲) عسدة القاری: ۱۷۱/۲۱

(۸۳) إرشاد الساری: ۳۳۳/۱۲، وعسدة القاری: ۱۷۲/۲۱

ہر ایک کا حکم دوسرے سے مختلف تھا (۸۴)۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضرات صحابہؓ کو واداع کے ترکہ کے مسئلہ کے سلسلے میں جمع کیا لیکن اتنے میں چھت سے سانپ گر گیا اور جمع ہونے والے تمام صحابہ منتشر ہو گئے، تب انہوں نے فرمایا اٰی الّٰہ لا اَن یّٰجْتَلِفُوْا فِی الْجَدِّ (۸۵) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ”من اراد اَنْ یّفتح جرائیم جہنم فلیقبض فِی الجَدِّ“ (۸۶)

② کالہ: اس کی ایک تفسیر کی گئی ہے کہ جس شخص کا باپ، بیٹا دونوں نہ ہوں، دوسری تشریح کی گئی ہے جس کا بیٹا نہ ہو اگرچہ والد ہو (۸۷)، اس کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں جو کتاب التفسیر میں گزر چکی ہیں (۸۸)۔

③ أبواب من أبواب الربا..... ربا سے ربا الفضل مراد ہے، کیونکہ ربا نسیمہ تو متفق علیہ ہے، ربا الفضل میں اختلاف ہے (۸۹)، حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احکام تفصیل سے بیان فرمادیتے۔

قال : قلت یا أبا عمرو

قال کا فاعل ابو حیان تھی ہے اور ابو عمرو عامر شعبی کی کنیت ہے (۹۰)۔

وقال حجاج عن حماد عن أبي حيان مكان العنب الزبيب

اس تعلیق کو عبدالعزیز بخوی نے اپنی مسند میں موصولاً نقل کیا ہے (۹۱)

(۸۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

(۸۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

(۸۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

(۸۸) کشف الباری، کتاب التفسیر: ۱۶۹

(۸۹) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

(۹۰) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

(۹۱) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

اوپر روایت میں جن پانچ چیزوں کو بیان کیا ہے، ان میں ایک غنم ہے، حجاج عن حماد کی روایت میں غنم کی بجائے زبیب کا ذکر ہے جیسا کہ باب کی آخری روایت میں ہے۔

۵ باب : ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه .

۵۲۶۸ : وقال هشام بن عمار : حدثنا صدقة بن خالد : حدثنا عبد الرحمن بن يزيد : أن جابر : حدثنا غصية بن قيس الكلبي : حدثنا عبد الرحمن بن غنم الأشعري قال : حدثني أبو عامر - أبو مالك الأشعري - . والله ما كذبتني : سمع النبي ﷺ يقول : (ليكونن من أمتي أقوام . يستحلون الخمر والحريز . والخمر والمغازف . وليتزلن أقوام إلى حب علم . يروخ عليهم سرحاً لهم . يأتهم - يعني القمير - لحاجة فيقولوا : أرجع إلينا عدا . فيسيبهم الله . ويضع العلم . ويمسح آخرين قردة وخنازير إلى يوم القيامة) .

جو شخص شراب کا کوئی دوسرا نام رکھ کر اس کو حلال سمجھے، اس باب میں امام نے اس کے متعلق وعید بیان فرمائی ہے۔

حدیث باب کے تمام راوی شامی ہیں، عبد الرحمن بن غنم نے فرمایا ”حدثني ابو عامر أبو مالك الأشعري“ انہیں ان دو ناموں میں شک ہے تاہم صحابی کے نام میں شک مضر نہیں (۹۲)، ابو داؤد کی روایت میں ”حدثني أبو مالك“ بغیر شک کے وارد ہے (۹۳)۔

ابو مالک اشعری کے نام میں اختلاف ہے، عبد اللہ بن ہانی، عبد اللہ بن وہب اور عبید بن وہب..... یہ مختلف نام منقول ہیں (۹۴)۔

عبد الرحمن بن غنم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بخدا انہوں نے جھوٹ نہیں بولا (یہ جملہ عبد الرحمن نے بطور تاکید کہا) انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

(۹۲) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

(۹۳) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

(۹۴) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں ایسی قوم پیدا ہوگی جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھے گی اور کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو ایک پہاڑ کے پہلو میں رہائش پذیر ہوں گی (اور اس قدر عیش و عشرت میں ہوں گی کہ ان کو کام وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ چرواہا ریوڑ لے کر شام کو ان کے پاس لوٹے گا۔ ان کے پاس فقیر اپنی ضرورت لے کر آئے گا (تو اسے ٹالنے کے لیے) وہ لوگ اس سے کہیں گے کہ (آج نہیں) کل صبح ہمارے پاس آنا، اللہ تعالیٰ (اگلی صبح سے پہلے پہلے) اسی رات انہیں ہلاک کر دے گا، وہ پہاڑ ان پر گر دے گا اور باقی کو بندر اور سور کی شکل میں قیامت تک کے لیے مسح کر دے گا۔

وقال هشام بن عمار حدثنا صدقة بن خالد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسی طرح تعلیقاً ”قال“ فرمایا ہے، ہشام بن عمار امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں اور اپنے کسی شیخ سے اس طرح کے صیغے کے ساتھ حدیث نقل کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ان سے مذاکرہ کے طور پر سنی ہوگی (۹۵)۔

حدیث باب پر ابن حزم کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ”المحلی“ میں اس حدیث کو منقطع قرار دیا، انہوں نے کہا کہ امام بخاری اور ہشام کے درمیان یہاں واسطہ منقطع ہے، امام بخاری نے ”قال لی ہشام“ نہیں کہا، لہذا یہ حدیث متصل نہیں، منقطع ہے (۹۶)۔

لیکن ابن صلاح نے ”مقدمہ علوم الحدیث“ میں ابن حزم کے اس اعتراض کو رد کیا ہے اور اسے کئی وجوہ سے غلط قرار دیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ امام بخاری صرف ”قال“ کہہ کر اپنے کسی شیخ سے حدیث نقل کرتے ہیں، یہ یا تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ثقہ راویوں سے اس حدیث کی نقل مشہور ہوتی ہے یا امام بخاری نے خود وہ حدیث دوسری جگہ موصولاً نقل کی ہوتی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہوتا ہے، تاہم انقطاع اس کا سبب نہیں ہوتا، صورتاً اگرچہ اسے منقطع کہہ سکتے ہیں لیکن حکماً وہ منقطع نہیں

(۹۵) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۳- وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

(۹۶) المحلی لابن حزم- وفتح الباری: ۱۰/۶۵

ہوتی، چنانچہ وہ ”علوم الحدیث“ میں فرماتے ہیں:

”التعلیق فی أحادیث من صحیح البخاری قطع إسنادہ صورته صورة الانقطاع وليس حكمه حكمه، ولا خارجا ما وجد ذلك فيه منه من قبيل الصحيح إلى قبيل الضعيف ولا التفات إلى أبي محمد بن حزم الظاهري الحافظ في رده ما أخرج به البخاری من حديث أبي عامر، أو أبي مالك الأشعري عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ولیکن فی امتی اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف“ الحديث“ من جهة أن البخاری أورده قائلا فيه: ”قال هشام بن عمار“ وساقه بإسناده، فرعم ابن حزم أنه منقطع فيما بين البخاری وهشام، وجعله جوابا عن الاحتجاج به على تحريم المعازف، وأخطأ في ذلك من و. ه.، والحديث صحيح معروف الاتصال بشرط الصحيح، والبخاری رحمه الله قد يفعل ذلك لكون ذلك الحديث معروفا من جهة الثقات عن ذلك الشخص الذي علقه منه، وقد يفعل ذلك لكونه قد ذكر ذلك الحديث في موضع آخر من كتابه مسندا متصلاً، وقد يفعل ذلك من الأسباب التي لا يصحبها خلل الانقطاع“ (۹۷)

ابن صلاح نے مقدمہ علوم الحدیث میں ابن حزم کے اعتراض کو کئی وجوہ سے غلط قرار دیا لیکن ان وجوہ کی تفصیل انہوں نے اس میں ذکر نہیں کی البتہ مسلم شریف کی شرح میں انہوں نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

ایک تو یہ کہ اس حدیث میں سرے ، انقطاع نہیں کیونکہ ہشام سے امام بخاری کی ملاقات اور سماع دونوں ثابت ہیں، دوسرے یہ کہ یہ حدیث بعینہ امام بخاری کے علاوہ دوسری سندوں کے ساتھ متصل

منقول ہے (۹۸)۔

چنانچہ طبرانی، ابن حبان اور امام ابوداؤد نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے (۹۹)۔

ابن الملقن نے شرح ترمذی میں فرمایا کہ یہ حدیث ”مستخرج اسماعیلی“ میں خود امام بخاریؒ سے بھی موصولاً منقول ہے۔ اس میں ہے ”حدثنا الحسن بن سفیان حدثنا هشام بن عمار.....“ (۱۰۰)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی اس صنیع کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”الذی یورده البخاری من ذلك على أنحاء: منها ما يصرح فيه بالسماع عن ذلك الشيخ بعينه إما في نفس الصحيح وإما نازجه، والسبب في الأول إما أن يكون أعاده في عدة أبواب وضاق عليه مخرجه فتصرف حتى لا يعيده على صورة واحدة في مكانين، وفي الثاني أن لا يكون على شرطه إما لقصور في بعض رواته وإما لكونه موقوفاً، ومنها ما يورده بواسطة عن ذلك الشيخ، والسبب فيه كالأول، لكنه في غالب هذا لا يكون مكثراً عن ذلك الشيخ، ومنها ما لا يورده في مكان آخر من الصحيح مثل حديث الباب، فهذا مما كان أشكل أمره عليّ، والذي يظهر لي الآن أنه لقصور في سياقه، وهو هنا تردد هشام في اسم الصحابي“ (۱۰۱)۔

(۹۸) شرح مسلم للنووي: ۱/۱۸، وإغاثة اللهفان لابن القيم: ۱۳۹، وتعليقات علوم الحديث لنور الدين عتر: ۶۸

(۹۹) دیکھیے سنن أبي داود، کتاب اللباس، باب ماجاء في الخبز (رقم الحديث: ۴۰۳۹) وفتح الباری: ۱۰/۶۶

(۱۰۰) فتح الباری: ۱۰/۶۶

(۱۰۱) فتح الباری: ۱۰/۶۵

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ یہ صنیع مختلف صورتوں میں اختیار کرتے ہیں:

① یہ صورت امام ایک تو وہاں اختیار فرماتے ہیں جہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے سماع کی تصریح خود صحیح بخاری میں کی ہوتی ہے، تاہم وہ تفسن عبارت کے لیے ایسا کرتے ہیں یعنی ایک حدیث کو مختلف ابواب میں امام بخاری کو بار بار ذکر کرنا ہوتا ہے، تو بعض مقامات پر وہ سماع کی تصریح کے ساتھ اسے ذکر کر دیتے ہیں اور بعض جگہ سماع کی تصریح نہیں ہوتی تاکہ عبارت میں تفسن برقرار رہے اور ظاہر ہے اس صورت میں وہ حدیث منقطع نہیں ہوتی، بلکہ موصول ہوتی ہے، اگرچہ ظاہر اُوہ تعلیق ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ موصول ہوتی ہے۔

② اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کے علاوہ کہیں اور اس شیخ سے سماع کی تصریح کی ہوتی ہے، مثلاً ”الادب المفرد“ میں تاہم صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سخت شرطوں کا جو التزام کیا ہے، وہ روایت ان شرطوں کے مطابق نہیں ہوتی، اس لیے کہ یا تو وہ موقوف ہوتی ہے، یا امام نے براہ راست وہ حدیث اس شیخ سے نہیں سنی ہوتی اور یا وہاں بھی تفسن عبارت مقصود ہوتا ہے۔ اب موقوف ہونے کی صورت میں یا براہ راست اس شیخ سے نہ سننے کی صورت میں تو وہ حدیث منقطع کہلائے گی البتہ اگر تفسن عبارت کے لیے ایسا کیا ہے تو اس صورت میں وہ موصول ہوگی۔

لیکن صحیح بخاری میں امام بخاری عموماً ایسے شیخ سے احادیث زیادہ نہیں لیتے۔

③ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے سماع کی تصریح نہ صحیح بخاری میں کی ہوتی ہے، نہ صحیح بخاری کے علاوہ کسی اور جگہ سماع کی تصریح ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت مجھ پر مشتبہ رہی، لیکن اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ امام اس طرح وہاں کرتے ہیں جہاں سیاق سند میں کوئی کمی ہو، چنانچہ حدیث باب میں بھی یہ کمی موجود ہے، کیونکہ هشام کو صحابی کے نام میں تردد ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح نہیں فرمائی۔ یعنی وہ حدیث تو منقطع نہیں ہوتی، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے براہ راست سنی ہوتی ہے لیکن چونکہ سند کے سیاق میں کوئی کمزوری ہوتی ہے، اس لیے امام بخاری اس کو موصول کی شکل میں سماع کی تصریح کے ساتھ نقل نہیں فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

يستحلون الحر

جر (حاء کے کسرہ اور راء کی تخفیف کے ساتھ) فرج کو کہتے ہیں یعنی وہ لوگ زنا کو حلال سمجھیں گے، علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ یہ اصل میں ”الحرح“ ہے، ایک حاء کو تخفیفاً حذف کر دیا (۱۰۲)۔

ابن التین اور بعض لوگوں نے اسے ”الخز“ (بالحاء والراء المعجمتین) نقل کیا ہے (۱۰۳)۔
خز ریشم کو کہتے ہیں۔ لیکن ابن عربی نے اس کو تحفیف قرار دیا (۱۰۴)، علامہ عینیؒ نے ”خز“ والی روایت کو ترجیح دی ہے (۱۰۵)۔ خز ایک خاص کپڑا تھا جو اُن اور ریشم سے بنایا جاتا تھا، ریشم کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں ہے، یہاں ممانعت اس خز سے متعلق ہے جو خالص ریشم کا بنایا جاتا ہے۔

المعارف

یہ مَعْرِفَةٌ بِمَعْرِفٍ کی جمع ہے، اس سے یا تو لبو و لعب کے آلات، باجے وغیرہ مراد ہیں یا اس سے باجوں کی آوازیں گانے وغیرہ مراد ہیں (۱۰۶)۔

ولینزلن أقوام إلى جنب علم يروح عليهم بسارحة

”یروح“ کا فاعل ”الرّاعی“ محذوف ہے جس پر قرینہ لفظ سارحة ہے اس لیے کہ سارحة چرنے والی بکری وغیرہ کو کہا جاتا ہے اور اس کے لیے راعی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اور بعض روایات میں تروح علیہم سارحة مروی ہے، اس وقت ”تروح“ کا فاعل سارحة ہوگا (۱۰۷)۔

(۱۰۲) عمدة القاری: ۱/۲۱، ۷۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۵

(۱۰۳) عمدة القاری: ۱/۲۱، ۷۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۵

(۱۰۴) عمدة القاری: ۱/۲۱، ۷۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۵

(۱۰۵) عمدة القاری: ۱/۲۱، ۷۶

(۱۰۶) عمدة القاری: ۱/۲۱، ۷۶، وفتح الباری: ۱۲/۶۸

(۱۰۷) عمدة القاری: ۱/۲۱، ۷۶، وعمدة القاری: ۱۰/۶۸

يأتيهم---يعني الفقير---نحاجة

يأتي کا فاعل ”الفقير“ محذوف ہے، اس لیے راوی نے یعنی الفقير سے اس کی وضاحت کی، بعض روایات میں يأتيهم رجل اور بعض میں يأتيهم صاحب حاجة وارد ہوا ہے (۱۰۸)۔

فَيَبِيْتُهُمُ اللَّهُ وَيَضَعُ الْعِلْمَ وَيَمْسَخُ آخِرِينَ قَرْدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
يبيتهم الله کے معنی ہیں کہ اللہ ان کو رات کے وقت ہلاک کر دے گا اور دوسروں کو بندروں اور سور کی شکل میں مسخ کر دے گا۔

مسخ سے یا تو مسخ ظاہری حقیقی مراد ہے اور یا یہ اخلاق کی تبدیلی سے کنایہ ہے کہ ان میں بندروں اور خنزیروں کی عادات آجائیں گی، بندر کا مزاج حرص ہے اور خنزیر کے مزاج میں بے حیائی ہے (۱۰۹)۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ”والأول أليق بالسياق“ (۱۱۰)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس امت میں جزوی مسخ واقع ہوگا (۱۱۱)۔

اور بعضوں نے کہا کہ اس مسخ سے مسخ قلوب مراد ہے (۱۱۲) مسخ قلوب کا حاصل بھی وہی ہے جو مسخ اخلاق کا ہے یعنی ان کے اخلاق اور دل کے خیالات بگڑ جائیں گے۔

إلى يوم القيامة

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا وہ مسخ موت تک ملتے ہو گا کیونکہ آدمی کی موت اس کے لیے بمنزلة قیامت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ

(۱۰۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۶، وإرشاد الساری: ۱۳/۳۳۵، وفتح الباری: ۱۰/۲۸

(۱۰۹) فتح الباری: ۱۰/۲۹، وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۶

(۱۱۰) فتح الباری: ۱۰/۲۹

(۱۱۱) شرح الکرمانی: ۲۰/۱۳۸

(۱۱۲) شرح البحاری للکرمانی: ۲۰/۱۳۸

ان کا حشر قرودہ اور خنازیر کی صورت میں ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إلى يوم القيامة..... إشارة إلى أن مسنحهم امتد إلى الموت، وأن من مات فقد قامت قيامته، ويمكن أن يكون حشرهم على تلك الصور أيضاً“ (۱۱۳)۔

حدیث شریف کا مطلب

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے گروہ اور طبقے بھی پیدا ہوں گے جو ریشمی کپڑوں اور شراب و موسیقی کو جائز سمجھیں گے اور اپنی رہائش گاہیں بلند و ممتاز اور نمایاں مقامات پر بنائیں گے، ان کی یہ ممتاز اور نمایاں حیثیت دیکھ کر غریب اور محتاج لوگ اپنی حاجتیں اور ضرورتیں لے کر ان کے پاس آیا کریں گے، اللہ کی نعمتوں کی فراوانی کے باوجود یہ لوگ بہت بخیل ہوں گے، آنے والے حاجت مندوں کو ٹالنے کے لیے کہیں گے کہ کل آجاؤ لیکن کل کی آمد سے پہلے پہلے بتلائے عذاب ہو جائیں گے، علامہ طبری رحمہ اللہ شرح مشکاة میں فرماتے ہیں:

”فإن قلت كيف يكون نزول بعضهم إلى جنب علم، وروح سارحتهم عليهم، ودفعهم ذا الحاجة بالمطل والتسويق، سببا لهذا العذاب الأليم والنكال الهائل، قلت: إنهم لما بالغوا في الشح والمنع بولغ في العذاب، وبيان ذلك أن في إثبات ذكر العلم على الجبال إيذانا بأن المكان منخصب ممرع ومقصد لذوى الحاجات، فيلزم منه أن يكونوا ذوى ثروة وموثلا للملهوفين، فكما دل خصوصية المكان على ذلك المعنى دل خصوصية الزمان في قوله: يروح عليهم سارحتهم وتعديته ”على“ المنبهة بالاستعلاء على أن ثروتهم حينئذ أوفر وأظهر، وأن

احتیاج الواردين أشد، لأنهم أحوج ما يكونون حينئذ۔ وفي قولهم: "ارجع إلينا غداً" إدماج لمعنى الكذب، وخلف الموعد واستهزاء بالطالب، فإذا ناستأهلون أن يعذبوا بكل نكال" (۱۱۴)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے حدیث کا مفہوم اشکال اور جواب کی صورت میں سمجھایا ہے، کہ کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ یہ لوگ اس قدر سخت عذاب کے کیونکر مستحق ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ ایسی عالی شان پر فضا مقامات اور خوب صورت جگہوں میں رہیں گے جہاں حاجت مند تعاون کی امید اور توقع لے کر جائیں گے، اور ان کے سامنے دست سوال دراز کریں گے، اس خیال سے کہ وہ لوگ ان کی مدد کریں گے لیکن وہ ان کی مدد نہیں کریں گے، بلکہ ٹال مٹول سے کام لیں گے، انہیں ٹالتے رہیں گے، کہیں گے کہ کل آئیں، بخل میں اور خیر و بھلائی منع کرنے میں مبالغہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر ان کے لیے مقرر کردہ عذاب بھی اتنا ہی سخت ہوگا۔ "یروح إلیہم" نہیں کہا بلکہ "علیہم" فرمایا گیا "علی" لا کر اشارہ کر دیا کہ ان کے پاس اس وقت بہت زیادہ دولت و ثروت ہوگی کیونکہ علی استعلاء کے لیے آتا ہے۔

"ارجع إلينا غداً" میں ان کے جھوٹ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ازراہ استہزاء محتاجوں سے کہیں گے کہ کل آجائیں، مقصد صرف انہیں ٹالنا ہوگا، اس لیے وہ سخت سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔

ترجمة الباب سے حدیث کی مناسبت

ترجمة الباب کے جزء اول ”يستحل الخمر“ کی مناسبت تو حدیث سے بالکل ظاہر ہے، البتہ ترجمہ کے جزء ثانی و یسمیہ بغیر اسمہ کی مناسبت ظاہر نہیں، کیونکہ حدیث میں مطلقاً خمر کو حلال سمجھنے کا ذکر ہے اس سلسلے میں دو باتیں کہی گئی ہیں:

① شارحین نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء ثانی سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، ابو داؤد میں ابو مالک اشعریؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ”یشرب ناس من أمتی الخمر یسمونها بغیر اسمها“ (۱۱۵) ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے (۱۱۶)۔ اس حدیث کے اور بھی کئی شواہد ہیں، چنانچہ امام ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”یشرب ناس من أمتی الخمر باسم یسمونها إیاءہ“ (۱۱۷)۔

اس کی مزید تفصیل ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے کہ حضرت مسلم خولانیؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے شام اور وہاں کی سردی کے متعلق ان سے پوچھا تو وہ کہنے لگے ”اہل شام شراب پیتے ہیں جسے ”طلاء“ کہا جاتا ہے“..... حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا ”صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سمعته یقول: إن ناسا من أمتی یشربون الخمر، ویسمونها بغیر اسمها“ (۱۱۸)۔

چونکہ یہ احادیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے انہوں نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ الباب میں ان کی طرف اشارہ کر دیا (۱۱۹)۔

(۱۱۵) سنن أبی داؤد، کتاب الأشربة، باب فی الدادی (رقم الحدیث: ۳۶۸۸)

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/۶۳۔

(۱۱۷) سنن ابن ماجہ، کتاب الأشربة، باب الخمر یسمونها بغیر اسمها (رقم الحدیث: ۳۳۸۵) وفتح

الباری: ۱۰/۶۳

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/۶۳

(۱۱۹) الأبواب والتراجم: ۲/۹۶ وعمدة القاری: ۲۱/۷۶، وفتح الباری: ۱۰/۶۳

② ابن منیر نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کا جزء ثانی حدیث میں واقع ”من أمتی“ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہوں گے جب کہ مستحل خمر کافر ہوتا ہے، لہذا وہ تاویل کے ساتھ اس کو حلال سمجھیں گے، اس طرح کہ شراب اور نشہ آور مشروب کا کوئی اور نام طلاء اور بنید وغیرہ رکھ کر اسے استعمال کریں گے (۱۲۰) چنانچہ ابن منیر لکھتے ہیں:

”الترجمة مطابقة للحديث إلا في قوله: ”ويسمي به غير اسمه“ فكأنه قنع بالاستدلال له بقوله في الحديث: ”من أمتي“ لأنه من كان من الأمة المحمدية يبعد أن يستحل الخمر بغير تأويل، إذ لو كان عنادا ومكابرة لكان خارجا عن الأمة، لأن تحريم الخمر قد علم بالضرورة“ (۱۲۱)

۶ - باب : الأتخاذ في الأوعية والتور.

۵۲۶۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : .
سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُولُ : أُنَى أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ قَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي عَرَسِهِ . فَكَانَتْ أَمْرَأَتُهُ خَادِمَتُهُمْ . وَهِيَ الْعُرُوسُ . قَالَ : أَتَذَرُونَّ مَا سَقَتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ؟ أَنْفَعَتْ لَهُ ثَمَرَاتُ
مِنَ الثَّلَاجِ فِي تَوْرٍ . [ر : ۴۸۸۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے اندر برتنوں میں بنید بنانے کا مسئلہ بیان کیا ہے، اوعیہ وعاء کی جمع ہے برتن کو کہتے ہیں (۱) اور تور ایک خاص برتن کا نام ہے، یہ پیتل، تانبے، لکڑی اور پتھر سے بنایا جاتا تھا (۲)، علامہ ابن المنذر نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس تور میں بنید بنائی جاتی تھی، وہ پتھر کا تھا (۳)۔

(۱۲۰) الأبواب والتراجم: ۹۶/۲، وعمدة القاری: ۲۱/۴۵، وفتح الباری: ۱۰/۶۳

(۱۲۱) فتح الباری: ۱۰/۶۳

(۱) عمدة القاری: ۲۱/۴۷

(۲) الأبواب والتراجم: ۹۶/۲، وعمدة القاری: ۲۱/۴۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۶، وفتح الباری: ۱۰/۶۹

(۳) عمدة القاری: ۲۱/۴۷، وفتح الباری: ۱۰/۷۰

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، وہ کتاب النکاح میں ”باب قیام المرأة علی الرجال فی العرس“ کے تحت گزر چکی ہے (۳)۔ سند میں ”سہل“ صحابی کا نام ہے، ان کا نام حزن تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا (۵)، یہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی تھے، ان کی وفات ۹۱ھ یا ۸۸ھ میں ہوئی ہے (۶)۔

فكانت امرأته خادماً مهم وهي العروس

یعنی ابواسید کی بیوی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی، حالانکہ وہ نئی دلہن تھی، خادمہ کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے یہاں مؤنث کے لیے استعمال کیا ہے (۷)۔

قال: تأتدرون ما سقّت رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت سہل فرما رہے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابواسید کی اہلیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا چیز پلائی، اس نے چند کھجوریں رات ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک لکڑی کے پیالے میں بھگو دی تھیں، انقاع کے معنی نقع بنانے کے ہیں اور نقع کھجوروں کو پانی میں ڈال کر بنایا جاتا ہے۔

۷۔ باب: توخيص النبي ﷺ في الأوعية والظروف بعد التهي.

۵۲۷۰: حدثنا يوسف بن موسى: حدثنا محمد بن عبد الله أبو أحمد الزبيري: حدثنا سفيان: عن منصور: عن سالم: عن جابر رضي الله عنه قال: نهى رسول الله ﷺ عن الظروف، فقالت الأنصار: إنا لا بد لنا منها. قال: (فلا إذا) وقال خليفة: حدثنا يحيى بن سعيد: حدثنا سفيان: عن منصور: عن سالم بن أبي الجعد: بهذا.

(۳) کشف الباری، کتاب النکاح: ۳۰۲

(۵) الإصابة فی تميز الصحابة: ۸۸/۲

(۶) الإصابة فی تميز الصحابة: ۸۸/۲، الاستيعاب لابن عبد البر: ۹۶/۳

(۷) إرشاد الساری: ۳۳۶/۱۴، وعمدة القاری: ۱۷۷/۲۱

حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هَذَا . وَقَالَ فِيهِ : لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ الْأَوْعِيَةِ .
 ۵۲۷۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ .
 عَنْ مُجَاهِدٍ . عَنْ أَبِي عِيَّاضٍ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ
 عَنْ الْأَسْتِمَةِ . قِيلَ لَشَيْءٍ ﷺ : لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقَاءً . فَرُخِّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمَرْقُوفِ .
 ۵۲۷۲ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ سُفْيَانَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ
 التَّيْسِيِّ . عَنْ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ . عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدُّبَاءِ وَالْمَرْقُوفِ .
 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ الْأَعْمَشِ هَذَا .

۵۲۷۳ : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ مُنْصَوِّرٍ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ : قُلْتُ لِلْأَسْوَدِ :
 هَلْ سَأَلْتَ عَائِشَةَ أُمَ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا يَكْرَهُ أَنْ يُتَّبَعَ فِيهِ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ . قُلْتُ : يَا أُمَ الْمُؤْمِنِينَ .
 عَمَّ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُتَّبَعَ فِيهِ ؟ قَالَتْ : لَهَا فِي ذَلِكَ أَهْلُ الْبَيْتِ أَنْ تُتَّبَعَ فِي الدُّبَاءِ وَالْمَرْقُوفِ ،
 قُلْتُ : أَمَا ذَكَرْتَ الْجَرَ وَالْحَنَمَ ؟ قَالَ : إِنَّمَا أَحَدُكَ مَا سَمِعْتُ . فَأَحَدُكَ مَا لَمْ أَسْمَعْ ؟

۵۲۷۴ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ : حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ : سَمِعْتُ
 عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجَرِّ الْأَخْضَرِ . قُلْتُ : أَلَشَّرَبَ
 فِي الْأَبْيَضِ ؟ قَالَ : (لَا) .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں حتم، دباء وغیرہ مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے سے
 منع فرمایا تھا لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اجازت دیدی تھی، گویا کہ سابقہ حکم منسوخ ہو چکا تھا۔
 امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں:

پہلی حدیث حضرت جابرؓ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو رخصت
 عنایت فرمائی تھی، وہ عام تھی۔

دوسری حدیث میں مزفت اور تیسری اور چوتھی حدیث میں دباء اور پانچویں حدیث میں جر
 اخضر یعنی حتم کے متعلق نہیں برقرار رکھی گئی ہے، ان چاروں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رخصت
 عام نہ تھی، مزفت، دباء اور حتم کے حق میں سابقہ نہیں برقرار رہی ہے۔

حاصل یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے آخری چار احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو رخصت دی ہے، وہ عام نہیں ہے، امام بخاری کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی عموم رخصت کے قائل نہیں ہیں (۸)

مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے کا مسئلہ

در حقیقت یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے ابتداء منع کیا گیا تھا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ بعد میں حضور ﷺ نے رخصت دی تھی، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ سب برتنوں میں رخصت دی گئی ہے، یا بعض میں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ دبا اور مزفت میں نبی باقی ہے اور باقی برتنوں میں نبی منسوخ ہو چکی ہے (۹)، پھر اس نبی کے متعلق امام مالک سے دو قول منقول ہیں، ایک تحریم کا اور دوسرا کراہت کا، لیکن ان کا رائج قول کراہت والا ہے، چنانچہ اوجز المسائلک میں کتب مالکیہ کے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ”وعلم من ذلك أن المعروف في مذهب الإمام مالك الكراهة على الدباء، والمزفت فقط“ (۱۰)

امام شافعی رحمہ اللہ بھی ان میں انتباذ (نبیذ بنانے) کو مکروہ فرماتے ہیں (۱۱) امام احمد کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۱۲)۔

(۸) فتح الباری: ۱۰/۷۱، الأیوب والتراجم: ۹۶/۲

(۹) فتح الباری: ۱۰/۷۱، أوجز المسائلک، کتاب الأثرية، ماينهی أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، الأیوب والتراجم: ۹۶/۲

(۱۰) أوجز المسائلک، کتاب الأثرية، باب ماينهی أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۰، والأیوب والتراجم: ۹۶/۲

(۱۱) فتح الباری: ۱۰/۷۱، أوجز المسائلک، کتاب الأثرية، باب ماينهی أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، والأیوب والتراجم: ۹۶/۲

(۱۲) فتح الباری: ۱۰/۷۱، أوجز المسائلک، کتاب الأثرية، باب ماينهی أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، والأیوب والتراجم: ۹۶/۲، المغنی: ۱۳۳/۹

حنفیہ کا مسلک

حضرات حنفیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت عامہ دی ہے، اس لیے ان کے نزدیک تمام برتنوں میں بلا کراہت نبیذ بنانا جائز ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان چار برتنوں کی نہی منسوخ ہو چکی ہے (۱۳)، جیسا کہ یہاں باب کی پہلی روایت میں ہے، امام احمد کی دوسری روایت بھی حنفیہ کے مطابق ہے (۱۴)۔

امام مالک وغیرہ باب کی باقی احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں جر غیر مزفت کی رخصت ہے اور جر مزفت اور باکی ممانعت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دبا اور مزفت تو علیٰ حالہما ممنوع ہیں اور دوسرے برتنوں کی ممانعت ختم ہو گئی ہے اور ان کے استعمال کی اجازت دیدی گئی ہے۔

حضرات حنفیہ باب کی پہلی حدیث کے علاوہ مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کت نہیتکم عن الأشربة فی ظروف الأدم، فاشربوا فی کل وعاء، غیر أن لاتشربوا مسکراً“ (۱۵)۔

باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظروف (مزفت دبا وغیرہ.....) سے منع فرمایا، اس پر حضرات انصار نے کہا کہ ان برتنوں کے سوا تو کوئی چارہ کار نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ پھر اس صورت میں یہ ممانعت نہیں۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۱۶)۔

(۱۳) أَوْحَزَ الْمَسَالِكُ، كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ، بَابُ مَا يَنْهَى أَنْ يَنْبِذَ فِيهِ: ۳۵۰/۱۳، وَالْأَبْوَابُ وَالتَّرَاجِمُ: ۹۶/۲، فَتْحُ الْبَارِي: ۷۱/۱۰، وَعَمْدَةُ الْقَارِي: ۱۷۸/۲۱

(۱۴) فَتْحُ الْبَارِي: ۷۱/۱۰، وَالْأَبْوَابُ وَالتَّرَاجِمُ: ۹۶/۲، وَأَوْحَزَ الْمَسَالِكُ، كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ، مَا يَنْهَى أَنْ يَنْبِذَ فِيهِ: ۳۵۱/۱۳

(۱۵) صَحِيحُ مُسْلِمٍ، كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ، بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِنْبِذِ فِي الْمَزْفَتِ وَالِدَبَاءِ وَالْحَقْنَمِ..... ۱۵۸۵/۳ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۹۷۷)

(۱۶) (۵۷۷۰) الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْأَشْرِبَةِ، بَابُ فِي الْأَوْعِيَةِ: ۳۳۲/۳ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۳۶۹۹)، وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ فِي الْأَشْرِبَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّحْصَةِ أَنْ يَنْبِذَ فِي الظُّرُوفِ: ۲۹۵/۳ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۱۸۷۰)

قال: فلا إذاً

یہ جواب شرط ہے، اُی إذا كان لابد لكم منها فلانہی عنہا..... علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے

ہیں:

”وحاصله أن النہی كان على تقدير عدم الاحتیاج إليها فلما ظهرت الضرورة إليها، قررهم على استعمالهم إياها أو نسخ ذلك بوحی نزل إليه فی الحال، أو كان الحکم فی تلك المسألة مفوضاً إلى رأيه“ (۱۷)

یعنی ممانعت کا حکم عدم احتیاج کی صورت میں تھا لیکن جب لوگوں کی ضرورت ظاہر ہوئی تو حضور ﷺ نے ان کے استعمال کو برقرار رکھا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سابقہ حکم نئی وحی سے منسوخ ہو گیا، تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس مسئلہ میں حکم کو برقرار رکھنا اور منسوخ کرنا حضور اکرم ﷺ کی رائے پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

وقال لی خلیفة.....

خلیفہ بن خیاط امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں، یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے غالباً بطور مذکرہ سنی ہوگی، اس لیے ”حدثنی“ کا صیغہ ترک کر کے ”قال“ فرمایا (۱۸)۔

پہلی روایت کی سند میں سالم مجرد تھا یعنی والد کے نام کے بغیر تھا، اس روایت میں سالم بن ابی الجعد..... والد کا نام بھی آگیا، اسی طرح پہلی روایت میں سفیان ثوری تھا اور اس میں سفیان بن عیینہ مراد ہیں (۱۹)

حدثنا علی بن عبد اللہ.....

(۱۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۸، وفتح الباری: ۱۰/۷۲، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۷

(۱۸) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۷ و عمدة القاری: ۲۱/۱۷۸

(۱۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۸

ابو عیاض

سند میں ابو عیاض کے نام میں مختلف اقوال ہیں اور دو قول مشہور ہیں، عمرو بن الاسود اور قیس بن ثعلبة لیکن راجح عمرو بن الاسود ہے (۲۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انہوں نے پایا تھا لیکن شرف صحابیت انہیں حاصل نہ ہو سکا (۲۱) بعض علماء نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے (۲۲)

ابن سعد نے ان کے بارے میں فرمایا ”کان ثقة، قليل الحديث“ (۲۳)

اور ابن عبد البر نے فرمایا ”أجمعوا على أنه كان من العلماء الثقات“ (۲۴)

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۲۵) اس میں جر غیر مزفت کی رخصت دی گئی ہے۔

جر (جیم کے فتح اور راء کی تشدید کے ساتھ) حجرۃ کی جمع ہے، خم کو کہتے ہیں جو مٹی سے بنایا جاتا

ہے۔

حدیثی عثمان.....

یہ حدیث اور اس سے پہلے مسند دوالی حدیث ان دونوں کو امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار

(۲۰) عمدة القاری: ۴۱/۷۹، وفتح الباری: ۱۰/۷۳

(۲۱) عمدة القاری: ۴۱/۷۸، و تہذیب التہذیب: ۸/۵

(۲۲) تہذیب التہذیب: ۸/۵

(۲۳) طبقات ابن سعد: ۷/۴۴۲

(۲۴) تہذیب التہذیب: ۸/۱۵ ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات: (۵/۱۷۱) میں ذکر کیا ہے، ان کے حالات کے لیے

دیکھیے تہذیب الکمال: ۲۱/۵۴۳-۵۴۵

(۲۵) (۵۲۷۱) الحدیث، أخرجه مسلم في الأشربة، باب النهی عن الانتباز فی المعزق: ۳/۱۵۸۵ (رقم

الحدیث: ۴۰۰۰) وأخرجه أبو داود في الأشربة، باب في الأوعية: ۳/۳۳۲ (رقم الحدیث: ۳۷۰۰) وأخرجه

النسائي في الأشربة، باب في الرخصة في نبذ الحر: ۴/۱۹۰ (رقم الحدیث: ۲۸۳۱)

ذکر فرمایا ہے (۲۶)

حضرت ابراہیم نخعی کہہ رہے ہیں کہ میں نے اسود سے پوچھا کیا تم نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا ہے جس میں نبیذ بنانا مکروہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اہل بیت کو دبا اور حرقت میں نبیذ بنانے سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا تھا، ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، کیا حضرت عائشہؓ نے جراور حنتم کا بھی ذکر کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں تم سے وہ بات بیان کر رہا ہوں جو میں نے سنی ہے، کیا وہ بھی بیان کر دوں جو میں نے نہیں سنی۔

نہانا فی ذلك أهل البيت

أهل البيت منصوب علی الاختصاص ہے، علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ اسے ”نہانا“ کی ضمیر منصوب سے بدل بھی بنا سکتے ہیں (۲۷)

قُلْتُ: أما ذكرت الجبر

قال ابراہیم نخعی ہیں، وہ اسود سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا حضرت عائشہؓ نے جراور حنتم کا ذکر نہیں کیا (۲۸)۔

أحدث ما لم أسمع

اس میں ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے، یعنی کیا میں وہ چیز بھی بیان کر دوں جو میں نے سنی نہیں ہے، کشمینی کی روایت میں ”أفأحدث“ ہے اور ایک روایت میں ”أفحدث“ صیغہ جمع کے ساتھ

(۲۶) (۵۲۷۳) الحدیث أخرجه مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتیاذ فی المزفت..... الخ: ۳/۱۵۷۸،

(رقم الحدیث: ۱۹۹۵)، وأخرجه النسائی فی الأشربة، باب فی الأوعية: ۳/۱۸۷، (رقم الحدیث: ۶۸۲۹)

(۵۲۷۲) الحدیث أخرجه مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتیاذ فی المزفت..... الخ: ۳/۱۵۷۸، (رقم الحدیث: ۱۹۹۴)

وآخرجه النسائی فی الأشربة باب النهی عن نبیذ الحر: ۳/۱۸۹، (رقم الحدیث: ۶۸۳۰)

(۲۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۰، وفتح الباری: ۱۰/۷۵، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۹

(۲۸) فتح الباری: ۱۰/۷۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۰

ہے (۲۹) مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جو اور حتم کا ذکر نہیں کیا تو میں اپنی طرف سے کیسے بیان کر دوں۔

حدثنا موسى.....

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۰)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اخضر سے منع فرمایا، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی نے پوچھا کہ کیا جرابض میں پی سکتے ہیں؟ حضور ﷺ نے اس کی بھی ممانعت فرمادی، اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اخضر“ کا ذکر قید احترازی کے طور پر نہیں کیا تھا بلکہ چونکہ اس زمانے میں جو اخضر کا استعمال عام تھا، اس لیے بیان واقع کے طور پر اس کا ذکر فرمایا (۳۱)۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں حکم کا دار و مدار منکے کے اخضر یا ابض ہونے سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صفت اسکار سے ہے کہ اس طرح کے منکوں میں نبیذ وغیرہ جلد نشہ آور ہو جایا کرتی ہے، اس لیے منع فرمایا (۳۲) علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حاصل الکلام أن النهی يتعلق بالإسکار، لا بالخضرة، ولا بغيرها، وقد أخرج ابن أبي أوفى أنه كان يشرب نبیذ الجر الأخضر، وأخرج أيضا بسند صحيح عن ابن مسعود أنه كان يتبذله في الجر الأخضر“ (۳۳)

(۲۹) عمدة القاری: ۱۸۰/۲۱، وفتح الباری: ۷۵/۱۰، إرشاد الساری: ۳۳۹/۱۲

(۳۰) (۵۲۷۳) الحدیث أخرجه النسائی فی الأشربة، باب الجر الأخضر (رقم الحدیث: ۵۱۳۲، ۵۱۳۱)

(۳۱) عمدة القاری: ۱۸۰/۲۱، وشرح البخاری للکرمانی: ۱۵۱/۲۰، وفتح الباری: ۷۶/۱۰، وإرشاد

الساری: ۳۴۰/۱۲

(۳۲) فتح الباری: ۷۶/۱۰، وعمدة القاری: ۱۸۰/۲۱، وشرح الکرمانی: ۱۵۱/۲۰

(۳۳) عمدة القاری: ۱۸۰/۲۱

۸ - باب : نَقِيعُ التَّمْرِ مَا لَمْ يُسْكِرْ .

۵۲۷۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّدَوِيُّ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ
قَالَ : سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ : أَنَّ أَبَا أُسَيْبٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ . فَكَانَتْ
أُمْرَأَتُهُ حَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ . وَهِيَ الْعُرُوسُ . فَقَالَتْ : هَلْ تَذَرُونَ مَا أَنْفَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ؟
أَنْفَعَتْ لَهُ ثَمَرَاتُ مِنَ الْمَيْلِ فِي تَوَدُّ . [ز : ۴۸۸۱]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نقیع تمر میں اسکار پیدا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی
حرج نہیں، عدم اسکار کی قید اگرچہ روایت میں وارد نہیں ہے، مگر یہ قید اس طرح حدیث سے اخذ ہو سکتی
ہے کہ وہ کھجوریں ایک رات رکھی گئی تھیں اور ایک رات میں سکر پیدا نہیں ہوتا (۳۴)۔

۹ - باب : الْبَادِقُ . وَفَنْ نَهَى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِنَ الْأَشْرِبَةِ .

وَرَأَى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَمُعَاذُ شَرْبِ الطَّلَاءِ عَلَى الثَّلَثِ . وَشَرِبَ الْبَرَاءُ وَأَبُو جَحِيفَةَ عَلَى
النِّصْفِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : أَشْرَبُ الْعَصِيرِ مَا دَامَ ظَرِيًّا .

وَقَالَ عُمَرُ : وَجَدْتُ مِنْ عُبَيْدِ اللَّهِ رِيعَ شَرَابٍ . وَأَنَا سَائِلٌ عَنْهُ . فَإِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهُ .

۵۲۷۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ . عَنْ أَبِي الْجَوْرِِيَّةِ قَالَ : سَأَلْتُ ابْنَ

عَبَّاسٍ عَنِ الْبَادِقِ فَقَالَ : سَبَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ الْبَادِقُ : (فَمَا أَسْكِرُ فَهُوَ حَرَامٌ) . قَالَ : الشَّرَابُ
الْحَلَالُ الطَّيِّبُ . قَالَ : لَيْسَ بَعْدَ الْحَلَالِ نَضِيبٌ إِلَّا الْحَرَامُ الْخَبِيثُ .

۵۲۷۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ . عَنْ

أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْخَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ . [ز : ۴۹۱۸]

بازق ذال کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، یہ بازہ کا معرب ہے، بازہ شراب کو کہتے ہیں (۳۵)۔

ورأى عمرو أبو عبيدة ومعاذ شرب الطلاء على الثلث
حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ پک کر ایک تہائی رہ جانے والے
طلاء کو جائز سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے اثر کو امام مالک رحمہ اللہ نے اور حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذؓ کے اثر کو ابن
ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۶)

وشرب البراء وأبو جحيفة على النصف
حضرت براء بن عازب اور ابو جحیفہ (وہب بن عبد اللہ) نے پک کر نصف رہ جانے والے
طلاء کو نوش فرمایا ہے، حضرت براء اور ابو جحیفہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۷)۔

وقال ابن عباس: اشرب العصير مادام طريا
یعنی انگور کا پانی جب تک تازہ رہے پیتے رہو، اس تعلیق کو امام نسائی نے ابو ثابت ثعالبی کے طریق
سے موصولاً نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”كنت عند ابن عباس، فجاءه رجل يسأله عن عصير، فقال:
اشربه ما كان طريا، قال: إني طبخت شرابا، وفي نفسي منه شيء، فقال:
أكنت شارباً قبل أن تطبخه، قال: لا، قال: فإن النار لا تحل شيئا
قد حرم“ (۳۸)

وقال عمر: وجدت من عبدة الله ربح شراب، وأنا سائل عنه، فإن كان يسكر جلدته

(۳۵) فتح الباری: ۱۰/۷۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۱

(۳۶) فتح الباری: ۱۰/۷۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۱

(۳۷) فتح الباری: ۱۰/۷۹، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۱

(۳۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۱ و ۱۸۲، وفتح الباری: ۱۰/۷۹

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے (اپنے بیٹے) عبید اللہ کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی ہے، میں اس سے تحقیق کروں گا، اگر وہ مسکر ہوئی تو اسے کوڑے لگاؤں گا۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تحقیق کرنے کے بعد ان پر حد جاری فرمائی (۳۹)
اس تعلیق کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۴۰)

سبق محمد الباذق، فما أسکر فهو حرام

① حضرت ابن عباسؓ سے باذق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باذق سے پہلے ہی دنیا سے تشریف لے گئے (یعنی باذق نام کی چیز تو بعد میں وجود میں آئی ہے حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی) لہذا اب تو قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ما أسکر فهو حرام، اگر کوئی مشروب مسکر ہے تو حرام ہے، ورنہ نہیں (۴۱)۔

② اس جملے کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شراب کا باذق نام رکھنے سے پہلے ہی اسے حرام قرار دے چکے ہیں، چنانچہ ابن بطلؒ فرماتے ہیں ”ای سبق محمد بالتحريم للخمر قبل تسميتهم لها بالباذق“ (۴۲)

قال: الشراب الحلال الطيب، قال: ليس بعد الحلال الطيب إلا الحرام الخبيث
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شراب تو وہ ہے جو حلال طیب ہو، حلال طیب کے بعد حرام خبیث ہی رہ جاتا ہے کیونکہ جو مشکوک اشربہ ہیں، وہ بھی حرام کے قائم مقام ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ ”لامع الدراری“ میں اس جملے کی تشریح میں فرماتے ہیں:

ان شراب المسلم ما كان حلالاً طيباً، وأما ما سواه فهو الحرام

الخبيث ليس بشراب المسلم (۴۳)

(۳۹) فتح الباری: ۸۰/۱۰، وعمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۴۱/۱۲

(۴۰) عمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، وفتح الباری: ۸۰/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۴۱/۱۲

(۴۱) تعلیقات لامع الدراری: ۲۳۷/۹

(۴۲) عمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، وفتح الباری: ۸۱/۱۰

(۴۳) لامع الدراری: ۲۳۷/۹

بعضوں نے کہا کہ اس قول کا قائل معلوم نہیں کہ کون ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے (۴۴)

۱۰ باب : مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَخْلُطُ الْبُسْرُ وَالْتَّمُرُ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا .

وَأَنْ لَا يَجْعَلَ إِدَامَيْنِ فِي إِدَامٍ .

۵۲۷۸ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ . عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :

إِنِّي لَأَسْتَيُّ أَبَا طَلْحَةَ وَأَبَا دُجَانَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ أَبِي بَرْزَةَ . خَالِطَ بُسْرٍ وَتَمْرٍ . إِذَا حَرِمَتِ الْخَمْرُ . فَقَدْ قُتِلَا . وَأَنَا سَاقِيَهُمْ وَأَصْغَرُهُمْ . وَإِنَّا نَعُدُّهَا يَوْمَئِذٍ الْخَمْرَ .

وَقَالَ عُمَرُو بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : سَمِعَ أَنَسًا . [ر : ۲۳۳۲]

۵۲۷۹ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ . عَنْ أَبِي جَرِيرٍ : أَخْبَرَنِي عَصَاءُ : أَنَّ سَمْعَ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ يَقُولُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الرَّيِّبِ . وَالتَّمْرِ . وَالْبُسْرِ . وَالرُّطْبِ .

۵۲۸۰ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

أَبِي قَتَادَةَ . عَنْ أَبِيهِ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالرَّهْوِ . وَالتَّمْرِ وَالرَّيِّبِ . وَلْيُسَبِّدْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى جِلْدَةٍ .

خلیطین کا مسئلہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقا اور کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس

طرح دونوں کو ملانے سے جلد سر پیدا ہو جاتا ہے، اس میں اختلاف ہے:

① ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلیطین ناجائز اور حرام ہے (۴۵)

② خلیطین کے متعلق جو نہی وارد ہے، وہ نہی تنزیہی ہے لہذا خلیطین جب تک مسکر نہ ہو، حرام

(۴۴) فتح الباری: ۱۰/۸۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۲، ولامع الدراری: ۹/۳۳۸

(۴۵) فتح الباری: ۱۰/۸۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے اسے امام شافعی کا مذہب قرار دیا، جمہور علماء کا یہی قول ہے (۳۶)
 ③ خلیطین میں کوئی حرج نہیں، بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ مسکر نہ ہو، حضرات حنفیہ کا یہی
 مسلک ہے (۳۷)

جمہور کا استدلال احادیث باب سے ہے، جن میں خلیطین سے منع فرمایا ہے، امام نووی رحمہ اللہ
 نے امام اعظم پر اس مسئلہ میں تنقید کی ہے اور لکھا ہے:

”أنكر عليه الجمهور، وقالوا: هذه منابذة لصاحب الشرع فقد

ثبتت الأحاديث الصحيحة الصريحة في النهي عنه فإن لم يكن حراما،

كان مكروها“ (۳۸) یعنی احادیث نبی کی وجہ سے اگر حرام نہیں تو کم از کم اسے
 مکروہ ضرور قرار دینا چاہیے۔

لیکن علامہ یعنی رحمہ اللہ نے امام نووی کی تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ:

”هذه جراءة شاذة على إمام أحد من ذلك، وأبو حنيفة لم يكن

قال ذلك برأيه، وإنما مستنده في ذلك أحاديث“ (۳۹)

یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہی ہے بلکہ احادیث کو بنیاد بنا کر یہ
 مسلک اختیار کیا ہے۔

امام اعظم کے دلائل

امام صاحب رحمہ اللہ مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

(۳۶) فتح الباری: ۱۰/۸۳، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۳، وسیح الکرمات: ۲۰/۱۵۳

(۳۷) فتح الباری: ۱۰/۸۵، وعمدة القاری: ۲۱/۸۳، وسیح البخاری للکرمات: ۲۰/۱۵۳، إرشاد الساری:

۱۲/۳۴۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۳۸) شرح مسلم للنووی، کتاب الأشربة، باب کراهة التماذ للسر والربیب مخلوطين: ۲/۱۶۳، والأبواب

والتراجم: ۲/۹۶

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

① سنن ابی داود میں حنفیہ بنت عطیہ کی روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

”دخلت مع نسوة من عبد القيس على عائشة، فسألناها عن التمر والزبيب، فقالت: كنت أخذ قبضة من تمر، وقبضة من زبيب، فألقيه في إناء فأمرسه، ثم أسقيه النبي صلى الله عليه وسلم“ (۵۰)

اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عائشہؓ کھجور اور منقا ملا کر نبیز بناتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ کو پلاتی تھیں البتہ اس حدیث میں ابو بکر نامی ایک راوی پر ابن حزم نے اعتراض کیا ہے کہ وہ مجہول ہے (۵۱) لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابو بکر مشہور و معروف راوی ہے، ان کا نام عبدالرحمن بن عثمان ہے (۵۲)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو ذکر کیا ہے (۵۳) امام احمد نے فرمایا لا بأس بہ (۵۴) ابن عدی نے فرمایا وہ مسن یکتب حدیثہ (۵۵) عجللی نے ان کی توثیق کی ہے (۵۶)۔

② سنن ابی داود میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے ”ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يبتذله زبيب، فيلقى فيه تمر، وتمر فيلقى فيه الزبيب“ (۵۷)

③ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمرؓ سے بھی خلیطین کا استعمال نقل کیا ہے (۵۸)۔

(۵۰) سنن ابی داود، کتاب الأشربة، باب فی الخلیطین: ۳/۳۳۳، ۳۳۴ (رقم الحدیث: ۳۷۰۸)

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۴

(۵۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۴

(۵۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۴

(۵۴) تہذیب الکمال: ۱۷/۲۷۴

(۵۵) الکامل فی ضعفاء الرجال: ۲/۱۷۲

(۵۶) تہذیب التہذیب: ۶/۲۲۷

(۵۷) سنن ابی داود، کتاب الأشربة، باب فی الخلیطین: ۳/۳۳۳ (رقم الحدیث: ۳۷۰۷)

(۵۸) کتاب الآثار: ۱۴۰

احادیث باب کو حضرات حنیفہ نے مذکورہ احادیث سے منسوخ قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں اس کی ممانعت تھی لیکن بعد میں اجازت دیدی گئی تھی (۵۹)۔

إذا كان مسكرا

ترجمہ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس قید کو ابن بطلان نے غلط قرار دیا اور کہا کہ نبی عن الخلیطین عام ہے، چاہے وہ مسکر ہو یا نہ ہو، اس لیے نبی کو اسکار کی قید کے ساتھ مختص کرنا درست نہیں (۶۰)۔

بعضوں نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خلیطین قبل الاسکار چونکہ جائز ہے، اس لیے انہوں نے اسکار کی قید لگائی ہے (۶۱)۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے خلیطین کی ممانعت کی دو علتوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خلیطین کی ممانعت یا تو اسکار کی وجہ سے ہے اور یا اسراف کی وجہ سے، باب کی پہلی حدیث علت اولیٰ پر دلالت کرتی ہے اور باب کی آخری دو حدیثیں علت ثانیہ پر دلالت کرتی ہیں (۶۲)

وأن لا يجعل إداماً مین فی إدام

دو ادا م کو ایک ادا م نہ بنایا جائے، مثلاً تمر اور زبیب دونوں کو اس طرح ملا دیا جائے کہ وہ دونوں ایک عرق اور ادا م بن جائے، یہ درست نہیں۔

وقال عمر و بن الحارث حدثنا قتادة سمع أنسا

یہ تعلیق ہے، اوپر حدیث میں ”قتادة عن أنس“ عنعنه ہے، اور اس تعلیق میں قتادہ کے سماع کی تصریح ہے، ابو نعیم نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۶۳)۔

(۵۹) إعلاء السنن، کتاب الأشربة، باب إباحة الخلیطین ۱۸/۳۷

(۶۰) عمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، والأبواب والتراجم: ۹۶/۲، وفتح الباری: ۱۰/۸۳

(۶۱) عمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، والأبواب والتراجم: ۹۶/۲

(۶۲) عمدة القاری: ۱۸۳/۲۱، والأبواب والتراجم: ۹۶/۲

(۶۳) عمدة القاری: ۱۸۳/۲۱، وفتح الباری: ۱۰/۳۸

باب کی آخری دو حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہیں (۶۳) آخری حدیث میں بھی جمع بین التمر والزہو سے منع فرمایا گیا ہے اور ہر ایک کی علاحدہ نمیز بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو چیزوں کو ملا کر نمیز بنائی جاتی ہے تو اس میں جلد نشہ اور سکر پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۱ باب : شَرْبُ اللَّبَنِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : مَنْ بَيْنَ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ (النحل : ۶۶) .
 ۵۲۸۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ . عَنْ الزُّهْرِيِّ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَيْلَةُ الشَّرْبِ بِهِ فَقَدْ حَلَّحَ لَبَنٌ وَقَدْ حَلَّحَ خَمْرٌ . [ر : ۳۲۱۴]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے اثر بہ مباحہ کو ذکر فرما رہے ہیں، امام کا مقصد یہ ہے کہ دودھ پینا جائز ہے، بعض علماء نے کہا کہ امام بخاری ان لوگوں پر رد کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ کثرت لبن سے اسکار پیدا ہوتا ہے، یہ قول غلط ہے کیونکہ دودھ میں مطلقاً اسکار کی کیفیت نہیں ہے (۶۵)

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : مَنْ بَيْنَ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ ﴿۶۶﴾
 پوری آیت ہے ﴿وَإِنْ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ لِيُتَذَكَّرَ لَكُمْ مِمَّا فِي بَطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ﴾ ﴿۶۶﴾

”اور تمہارے لیے موشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے، ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے

(۶۳) (۵۲۷۹) الحدیث أخرجه، مسلم في الأشربة، باب كراهية ابتداء التمر والزبيب مخلوطين: ۱۵۷۴/۳، (رقم الحديث: ۱۹۷۶)، وأخرجه المسائي في الأشربة، باب التمر والزبيب: ۱۸۳/۳، (رقم الحديث: ۶۸۰۷)

(۵۲۸۰) الحدیث أخرجه، مسلم في الأشربة، باب كراهية ابتداء التمر والزبيب مخلوطين: ۱۵۷۵/۳، (رقم الحديث: ۱۸۸)، وأخرجه المسائي في الأشربة، باب الرطب والزبيب: ۱۸۳/۳، (رقم الحديث: ۶۸۰۸)

(۶۵) الأبواب والتراجم: ۹۷/۲

در میان سے ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔“
جانور گھاس کھاتا ہے، جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدے کے عمل سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے، اوپر دودھ آ جاتا ہے، اور اس کے اوپر خون، پھر جگر ان تینوں کو الگ الگ مقامات میں تقسیم کر دیتا ہے، خون کورگوں میں اور دودھ کو تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اس طرح دو گندگیوں کے درمیان صاف و شفاف اور خالص دودھ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کی زبردست نشانی ہے (۶۶)۔

۵۲۸۲ : حَدَّثَنَا الْحُسَيْنِيُّ : سَمِعَ سَفْيَانَ : أَخْبَرَنَا سَالِمُ أَبُو النَّضْرِ : أَنَّهُ سَمِعَ عُسَيْبًا :
مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ يُحَدِّثُ . عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ : شَكَ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ
عَرَفَةَ . فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِإِنَاءٍ فِيهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ . فَكَانَ سَفْيَانُ زَيْبًا قَالَ : شَكَ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ . فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ . فَإِذَا وَقَفَ عَلَيْهِ . قَالَ : هُوَ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ .
[(۱۵۷۵ : ر)]

سفیان ابن عیینہ نے یہ حدیث دو طرح نقل کی ہے:

① ایک حضرت ام الفضلؓ سے موصولاً نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق لوگوں کو شک ہوا (کہ حضور ﷺ نے روزہ رکھا ہے یا نہیں) تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں برتن میں دودھ بھیجا، آپ ﷺ نے نوش فرمایا (جس سے معلوم ہوا کہ آپ روزہ سے نہیں تھے)۔

② دوسرے طریق میں اس کو مرسل نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت ام الفضل نے حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا، پہلے طریق میں خود حضرت ام الفضل فرما رہی ہیں کہ میں نے بھیجا اور اس دوسرے طریق میں راوی کہہ رہا ہے کہ انہوں نے بھیجا۔

فإذا وقف عليه (۶۷) یعنی سفیان نے جب یہ حدیث موقوفہ روایت کی تو ان سے پوچھا گیا کہ یہ روایت مرسل ہے، یا موصول ہے؟..... انہوں نے فرمایا..... هو عن أم الفضل یعنی یہ حدیث ام

(۶۶) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۰/۱۳۵

(۶۷) فتح الباری: ۱۰/۵۸، و عمدة القاری: ۲۱/۱۸۵، و إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۶

الفضل ہی سے مروی ہے اور موصول کے درجے میں ہے (۶۸)۔

۵۲۸۳ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ الْأَعْمَشِ . عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَأَبِي سَفْيَانَ . عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ مِنَ التَّقِيعِ . فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَلَا خَمْرُهُ) : وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُودًا .
 حَدَّثَنَا عُسْرُ بْنُ حَنْصَلٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَذْكُرُ . أَنَّ أَبَا جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ . رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ . مِنَ التَّقِيعِ بِإِيمَاءٍ مِنْ لَبَنٍ إِنْهُ النَّبِيُّ ﷺ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا خَمْرُهُ) : وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُودًا .
 وَحَدَّثَنِي أَبُو سَفْيَانَ . عَنْ جَابِرٍ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . بِهَذَا .

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۹)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو حمید مقام تقیع سے دودھ کا ایک پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اسے ڈھانپ کر کیوں نہیں لائے، کوئی لکڑی ہی اس پر عرضا رکھ دیتے۔“

تقیع: یہ مدینہ منورہ سے بیس فرسخ کے فاصلہ پر وادی عقیق میں ایک جگہ کا نام تھا جہاں بکریاں وغیرہ چرتی تھیں (۷۰)۔

أَلَا خَمْرُهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُودًا

أَلَا بِمَعْنَى هَلَا هِيَ، خَمْرٌ - تَخْمِيرًا كَمَعْنَى ذَهَابِنِ كَيْهَاتِي (۷۱)

تَعْرُضُ (بضم الراء) عَرَضَ يَعْنِي چوڑائی میں رکھنا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اور چیز نہ ملی تھی تو کم

(۶۸) فتح الباری: ۱۰/۸۸، و عمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، و إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۶

(۶۹) (۵۲۸۳) الحدیث أخرجه مسلم في الأشربة، باب شرب النبيذ وتخمير الإماء: ۳/۱۵۹۳ (رقم الحديث:

(۷۰) فتح الباری: ۱۰/۸۹، و عمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، و إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۶

(۷۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، و فتح الباری: ۱۰/۸۹، و إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۷

از کم کوئی کمزری اس پر چوڑائی میں رکھ دیتے، علامہ یحییٰ فرماتے ہیں:

”والمعنى إن لم تغطه، فلا أقل من عود تعرض به عليه أى تمده عرضاً، لا طولاً، ومن فوائده: صيافته من الشيطان، فإنه لا يكشف الغطاء، ومن الوباء الذى ينزل من السماء فى ليلة من السنة، ومن النجاسة والمقذرات، ومن الهامة والحشرات ونحوها“ (۷۲)۔

یعنی اگر مکمل نہیں دھانک سکے تو کم از کم کمزری ہی اس کی چوڑائی پر رکھ دیتے، اس طرح دھانپنے کا ایک فائدہ تو شیطان سے اس کی حفاظت ہے، کیونکہ شیطان ڈھکنے کو نہیں ہناتا، دوسرا فائدہ اس وباء سے حفاظت ہے جو سال میں ایک بار آسمان سے رات کے وقت اترتی ہے اور کھلے برتنوں میں گرتی ہے، تیسرا فائدہ کیرے مکوڑوں کے گر جانے سے اس کی حفاظت ہے۔

۵۲۸۵: حدثني محمد بن أبي بكر - القنبري - الخ - شعبه، عن أبي إسحق قال: سمعت الأبرار رضي الله عنه قال: قدم النبي ﷺ من مكة وأبو بكر معه. قال أبو بكر: مردنا بواغ وقد عطش رسول الله ﷺ. قال أبو بكر رضي الله عنه: فحلبت كُثْبَةً من لبن في قدح، فشرب حتى رضيت. وأتانا شرافة بن جهم على عرس فدعا عليه. فطرب إليه شرافة أن لا يداعو عليه وأن يرجع. ففعل النبي ﷺ: [د: ۲۳۰۷]

فحلبت كُثْبَةً من لبن في قدح

كُثْبَةً (کاف کے ضم اور ثاء کے سکون کے ساتھ) دودھ کی تھوڑی سی مقدار کو کہتے ہیں، یا اتنی مقدار جس سے ایک پیالہ بھر جائے یا ایک مرتبہ دوہنے میں جتنا آجائے اسے کُثْبہ کہتے ہیں (۷۳) مطلب یہ ہے کہ میں نے پیالے میں کچھ مقدار میں دودھ دوہا۔

یہ حدیث کتاب المناقب میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے (۷۴)

(۷۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۴۷

(۷۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۴۷، وفتح الباری: ۱۰/۸۹

(۷۴) کتاب المناقب، باب كان النبي صلى الله عليه وسلم تمام عينه ولا ينام قلبه

ایک اشکال اور اس کے جوابات

باقی یہ بات رہ جاتی ہے کہ اس طرح کسی کا دودھ استعمال کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، اس کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں:

- ① جس چرواہے نے دودھ دیا، اس کو مالک کی طرف سے اجازت حاصل تھی۔
- ② ان کے عرف میں اس طرح کسی کو دودھ پلانے کا عام رواج تھا، اس میں اصل مالک سے صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں ہو ا کرتی تھی۔
- ③ حضور ﷺ نے حالت اضطرار میں یہ دودھ پیا تھا اور اضطرار کی حالت میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے (۷۵)۔

۵۲۸۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (يَعْمُ الصَّدَقَةُ الْمَلْفُحَةُ الصَّغِيءُ مَنَحَةً . وَالشَّاةُ الصَّغِيءُ مَنَحَةً . تَغْدُو بِإِنَاءٍ . وَتَرْوِجُ بِأَخْرٍ) . [د : ۲۴۸۶]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ کسی کو دودھ دینے والی عمدہ اونٹنی یا دودھ دینے والی عمدہ بکری دینا ہے جو ایک برتن صبح کو (دودھ سے) بھرے اور ایک برتن شام کو بھرے۔
لَفْحَةُ: دودھ والی اونٹنی کو کہتے ہیں (۷۶)

الصَّغِيءُ: (صاد کے فتر، فاء کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) بمعنی چنیدہ، عمدہ اور خوب.....
فعل جب مفعول کے معنی میں ہوتا ہے تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۷۷)
مَنَحَةً (میم کے کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ) عطیہ کو کہتے ہیں، یہ ترکیب نحوی میں تمیز

(۷۵) مذکورہ تینوں جوابات کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۸۷/۲۱، وضع الباری: ۸۹/۱۰، وشرح البیہاری للکرمانی: ۱۵۶/۲۰

(۷۶) عمدۃ القاری: ۱۸۷/۲۱، وشرح البیہاری للکرمانی: ۱۵۷/۲۰، وارشاد الساری: ۳۳۸/۱۲

(۷۷) شرح البیہاری للکرمانی: ۱۵۷/۲۰، وارشاد الساری: ۳۳۸/۱۲، وعمدۃ القاری: ۱۸۷/۲۱

ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یہاں منحنہ سے دودھ والی اونٹنی مراد ہے جو کسی کو دیدی جائے کہ وہ اس سے دودھ دودھ کرواپس کر دے (۷۸)

تغذو یاناء، وتروح بآخر

تغذو من الغد وهو أول النهار، وتروح من الرواح وهو آخر النهار، وهذه كناية عن

كثرة اللبن (۷۹)۔

۵۲۸۶ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَنْ أَبِي شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَمُضْمَضَ . وَقَالَ : (إِنْ لَهُ دَسَمًا) . [ر : ۲۰۸]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمانے کے بعد کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے، دَسَم چکنائی کو کہتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوضوء میں گزر چکی ہے (۸۰)

۵۲۸۷ : وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (رُفِعَتْ إِلَى السُّنَّةِ ، فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ : نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ ، فَأَمَّا الظَّاهِرَانِ : النَّيْلُ وَالْفُرَاتُ ، وَأَمَّا الْبَاطِنَانِ : قَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ . فَأَتَيْتُ ثَلَاثَةَ أَقْدَاحٍ : قَدَحٍ فِيهِ لَبَنٌ ، وَقَدَحٍ فِيهِ عَسَلٌ ، وَقَدَحٍ فِيهِ خَمْرٌ . فَأَخَذْتُ الَّذِي فِيهِ اللَّبَنُ فَشَرِبْتُ ، فَقِيلَ لِي : أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَنْتَ وَأَمْتَنَكَ) .

قَالَ هِشَامٌ وَسَعِيدٌ وَهَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْقَةَ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ : فِي الْأَنْهَارِ نَحْوُهُ . وَلَمْ يَذْكُرُوا : ثَلَاثَةَ أَقْدَاحٍ . [ر : ۳۰۳۵]

(۷۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۷، وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۵۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۳۸

(۷۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۷

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۷، وفتح الباری: ۱۰/۹۰

رُفِعَتْ إِلَى السِّدْرَةِ

رُفِعَتْ ماضی مجہول مؤنث کا صیغہ ہے اور سدرہ سے سدرۃ المنتہی مراد ہے، یہ سات آسمانوں کے اوپر پیری کا درخت ہے جہاں فرشتے جا کر رک جاتے ہیں اس وجہ سے اسے منتہی بھی کہتے ہیں (۸۱) دوسری روایت اس میں ”رُفِعَتْ“ ماضی مجہول واحد متکلم کے صیغہ کے ساتھ ہے، دونوں کا مفہوم ایک ہے (۸۲)۔

نهران فی الجنة

ان دونوں نہروں سے سلیمان اور نہر کوثر مراد ہیں (۸۳)
اسماعیلی نے ابراہیم کی اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۸۴)

قال هشام وسعيد وهمام عن قتادة.....

ہشام و ستوائی، سعید بن ابی عروبہ اور ہمام بن تنکی نے بھی قتادہ سے یہ روایت نقل کی ہے، انہوں نے اپنی روایت میں انہار کا ذکر کیا البتہ تین پیالوں (شہد، خمر اور لبن) کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری نے ان تینوں کی روایات کتاب بدء الخلق میں موصولاً نقل کی ہے (۸۵)۔

۱۲ - باب : اسْتَعْدَابِ الْمَاءِ .

۵۲۸۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالاً مِنْ نَحْلٍ ، وَكَانَ أَحَبُّ مَالِهِ إِلَيْهِ يَبْرَحَاءُ ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَ الْمَسْجِدِ ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ ، قَالَ أَنَسٌ : فَلَمَّا نَزَلَتْ : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ :

(۸۱) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۲، وشرح الکرمانی: ۱۵۷/۲۰

(۸۲) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۲، وفتح الباری: ۹۰/۱۰

(۸۳) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۲، وشرح الکرمانی: ۱۵۷/۲۰

(۸۴) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وفتح الباری: ۹۰/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۳۸/۱۲

(۸۵) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۲

يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . وَإِنَّ أَحَبَّ مَا لِيَ إِلَى بَيْرُجَاءَ . وَإِنَّهَا صَدَقَةُ اللَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذَخَرَهَا عِنْدَ اللَّهِ . فَضَعُّهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (بَحْ : ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ . أَوْ رَابِحٌ - شَكَّ عِنْدَ اللَّهِ - وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ) . فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : أَفْعَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَخَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَفِي بَنِي عَمِّهِ .

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى : (رَابِحٌ) . [د : ۱۳۹۲]

استعداد کتب ہیں، میٹھاپانی طلب کرنے کو، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ میٹھاپانی طلب کرنا زہد کے خلاف نہیں اور نہ ہی یہ ترفہ اور تعیش مذموم میں داخل ہے، ہاں پانی میں مشک وغیرہ ڈال کر خوشبودار بنانا بعض علماء کے نزدیک تعیش کی وجہ سے مکروہ ہے (۸۶)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ انصار مدینہ میں کھجور کے درختوں کے اعتبار سے بہت زیادہ مالدار تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر تھا، اس کا رخ مسجد کی طرف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا میٹھاپانی پیتے، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت ﷻ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ نازل ہوئی تو ابو طلحہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے..... ”یا رسول اللہ! اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تم ہر گز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو اور میرا محبوب مال بیر حاء ہے، لہذا میں وہ اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں، اللہ سے مجھے اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کی امید ہے، اس لیے یا رسول اللہ! جس مصرف میں آپ اس کو مناسب سمجھیں خرچ کریں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت خوب، یہ تو مال رائج (فائدہ مند) ہے یا فرمایا کہ یہ تو مال رائج (جانے والا) ہے، تم نے جو کچھ کہا، میں نے سن لیا لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔

ابو طلحہ نے کہا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انہوں نے وہ مال اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

بَح (فتح الباء) یہ کلمہ شاباشی اور خوشی کے وقت بولا جاتا ہے (۸۷)

رایح اور رایح

رایح نفع بخش اور رایح جانے والا..... یعنی آخرت کے جذبے سے جو مال خرچ کیا جائے وہ سود مند اور نافع ہے یا مال تو ویسے بھی ہاتھ سے جانے والی چیز ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس سے اخروی فائدہ کے لیے ذخیرہ کرنا چاہیے (۸۸)

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الوصایا میں بھی گزر چکی ہے (۸۹)

۱۳ - باب : شَرِبَ اللَّبَنُ بِالْمَاءِ .

۵۲۸۹ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ، وَأَتَى دَارَهُ ، فَحَلَبَتْ شَاةٌ ، فَشَبْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْبَنَرِ ، فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ ، فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضَّلَهُ ، ثُمَّ قَالَ : (الْأَيْمَنُ فَأَلَايْمَنُ) . [ر : ۲۲۲۵]

ترجمۃ الباب کا مقصد

دودھ کو پانی میں ملا کر استعمال کرنا جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں شرب کی قید لگائی، اس سے بیچ کو نکال دیا اس لیے کہ فروخت کرتے وقت دودھ میں پانی ملانا جائز نہیں کیونکہ وہ غش ممنوع ہے (۹۰)

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۸۹۔ وارشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۰، وشرح البخاری للمکرمانی: ۲۰/ ۱۵۹

(۸۸)

(۸۹) کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضاً ولم یبین الحدود فهو جائز، وكذلك الصدقة (رقم الحدیث: ۲۷۹۹)

(۹۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۸۹، وفتح الباری: ۱۰/ ۹۳

کشمبہنی کی روایت میں ”باب شَوْبُ اللَّيْنِ بِالْمَاءِ“ ہے، شوب ملانے اور خلط کرنے کو کہتے ہیں (۹۱)، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ کو پانی میں ملا کر استعمال کرنا ”نہی عن خلیطین“ کے حکم میں نہیں ہے، دودھ کی تاثیر گرم ہوتی ہے، عرب ملکوں میں اسے پانی میں ملا کر استعمال کرنے کا رواج ہے تاکہ اس کی حرارت میں کمی واقع ہو سکے (۹۲)۔

فَشُبْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبُشْرِ

شُبْتُ بروزن قلت، یہ شوب سے واحد متکلم ماضی کا صیغہ ہے یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس دودھ میں کنویں سے پانی ملایا (۹۳)

فَاعْطَى الْأَعْرَابِي فُضْلَهُ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں طرف بیٹھے اعرابی کو بچا ہوا دودھ دیا، بعضوں نے کہا اس اعرابی سے حضرت خالد بن ولید مراد ہیں، لیکن علامہ عینی وغیرہ نے اسے غلط قرار دیا اور کہا کہ حضرت خالد بن ولید جیسے آدمی پر اعرابی کا اطلاق درست نہیں (۹۴)

۵۲۹۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَتَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا) . قَالَ : وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ . قَالَ : فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . عِنْدِي مَاءٌ بَائِتٌ ، فَأَنْطَلِقُ إِلَى الْعَرِيشِ ، قَالَ : فَأَنْطَلِقَ بِهِمَا ، فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ . ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ ، قَالَ : فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ . [۵۲۹۸]

(۹۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۹، وفتح الباری: ۱۰/۹۳، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۱

(۹۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۹، وفتح الباری: ۱۰/۹۳

(۹۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۳

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۳

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس تشریف لائے، آپ کے ہمراہ ایک ساتھی اور بھی تھا، اس انصاری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اگر آپ کے پاس مشک میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے (اور برتن ہے) تو دیدیں ورنہ ہم اس کے ساتھ منہ لگا کر پی لیں گے، راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی اپنے باغ میں پانی دے رہا تھا، اس نے کہا..... ”یا رسول اللہ میرے پاس رات کا رکھا (ٹھنڈا) پانی ہے، آپ چھپر کی طرف تشریف لے چلیں“..... پھر ان دونوں کو وہ چھپر میں لے گیا، ایک پیالہ میں پانی ڈال کر اپنی بکری کا دودھ دوہا، حضور نے اسے نوش فرمایا، پھر آپ کے ہمراہ آنے والے شخص نے پیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۹۵)

دخل علی رجل من الأنصار

رجل من الانصار سے حضرت ابو الہیثم بن تیہان انصاری مراد ہیں (۹۶)، واقدی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، انہوں نے ہیشم بن نصر سلمیٰ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے:

”خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ولزمت بابہ، فکنت آتیہ

بالماء من بئر جاشم۔ وہی بئر أبی الہیثم بن التیہان، وکان ماؤھا طیباً۔

ولقد دخل يوماً صائفاً، ومعہ أبوبکر علی أبی الہیثم، فقال: هل من ماء

بارد؟ فأناہ بشجب (۹۷) فیہ ماء کأنہ الثلج، فصبہ علی لبین عنزِلہ، وسقاہ،

ثم قال لہ: إن لنا عریشا باردا، فقل فیہ یا رسول اللہ عندنا، فدخلہ وأبوبکر،

وأتی أبو الہیثم بألوان من الرطب“ (۹۸)۔

(۹۵) (۵۴۹۰) الحدیث أخرجه البخاری ایضاً فی الأشربة، باب الکرع فی الحوض (رقم للحدیث: ۵۲۹۸)

وأخرجه أبوداؤد فی الأشربة، باب فی الکرع: ۳/۳۳۷ (رقم الحدیث: ۳۷۲۳) وأخرجه ابن ماجہ فی

الأشربة، باب الشرب بالأکف والکرع: ۲/۱۱۳۵ (رقم الحدیث: ۳۳۳۲)

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۵ وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۲

(۹۷) شجب: يتخذ من شنة تقطع، ويحز رأسها

(۹۸) فتح الباری: ۰/۹۵

واقندی کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والا دوسرا شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنْةٍ

شَنْةٍ (شین کے فتح اور نون کی تشدید کے ساتھ) پرانے مشکیزے کو کہتے ہیں (۹۹)۔

رات سے جو پانی مشکیزے میں پڑا رہتا ہے، وہ خوب ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طلب فرمایا۔

وَالْأَكْرَعُنَا

اس میں عبارت محذوف ہے اُیْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ إِنَاءٌ فَاسْقِنَا وَالْأَكْرَعُنَا (۱۰۰)

یعنی اگر آپ کے پاس پانی پینے کے لیے برتن ہے تو ہمیں اس میں پانی پلا دیں ورنہ ہم مشکیزے کے ساتھ منہ لگا کر پی لیں گے۔

کرع برتن اور چلو کے بغیر براہ راست منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے دونوں باتھوں کے چلو سے پانی پینے کو کرع کہا ہے لیکن لغت کے اعتبار سے وہ درست نہیں ہے (۱۰۱)

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں کرع سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”..... لَا تَكْرَعُوا،

وَلَكِنْ اغْسِلُوا أَيْدِيَكُمْ، ثُمَّ اشْرَبُوا بِهَا“ (۱۰۲)

لیکن اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو کہا جائے گا کہ اس میں نہی

تفزیہی ہے اور حضور ﷺ کا فعل، جواز کو بتلانے کے لیے ہے (۱۰۳)

الرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ

(۹۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۵، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۲

(۱۰۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۵

(۱۰۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۵

(۱۰۲) ابن ماجہ، کتاب الأشربة، باب الشرب بالأکف و الکرع: ۲/۱۱۳۵ (رقم الحدیث: ۳۲۳۳)

(۱۰۳) فتح الباری: ۱۰/۹۵، والأبواب والتراجم، باب الکرع فی الحوض: ۲/۹۷

انی ينقل الماء من مكان إلى مكان یعنی اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے، حائط باغ کو کہتے ہیں، عریش: مچان اور چھپر کو کہتے ہیں۔ سكب کے معنی بہانے کے آتے ہیں اور داجن پالتو بکری کو کہتے ہیں (۱۰۴)

ٹھنڈا پانی اللہ جل شانہ کی بہت بڑی نعمت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ٹھنڈا پانی لایا جاتا تھا، ابوداؤد کی روایت میں ہے ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستعذب له الماء من بيوت السقيا“ (۱۰۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے ”إنَّ أول ما يسأل عنه يوم القيامة يعني العبد من النعيم أن يقال له: ألم نصح لك جسمك، ونرويك من الماء البارد“ (۱۰۶)

حدیث سے مستنبط چند آداب

علامہ عینی رحمہ اللہ اس حدیث سے چند آداب نقل کر کے فرماتے ہیں:

”وفيه أنه لا بأس بطلب الماء البارد في سموم الحر، وفيه قصد الرجل الفاضل بنفسه حيث يعرف مواضعه عند إخوانه..... وفيه جواز خلط اللبن بالماء عند الشرب، وفيه أن من قدم إليه طعام لا يلزم أن يسأل من أين صار إليه إلا إذا علم أن أكثر مائه حرام، فإنه لا يأكله فضلا عن أن يسأله“ (۱۰۷)

یعنی اہل حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سخت گرمی میں کسی سے ٹھنڈا پانی طلب کیا

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۶

(۱۰۵) سنن أبی داؤد: کتاب الأشربة، باب فی إیکاء الأنية: ۳/۳۴۰ (رقم الحدیث: ۳۷۳۵)

(۱۰۶) سنن ترمذی: کتاب التفسیر، باب ومن سورة التکاثر: ۵/۴۴۸ (رقم الحدیث: ۳۳۵۸)

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰

جاسکتا ہے اور یہ طلب کرنا اس سوال میں داخل نہیں جس کی ممانعت آئی ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عالم اور صاحب رتبہ آدمی اپنے دوستوں اور بے تکلف ساتھیوں کے پاس دعوت دیئے بغیر از خود جاسکتا ہے، تیسری بات یہ مستنبط ہوئی کہ دودھ کو پانی میں ملانا جائز ہے اور یہ نبی عن الخلیطین کے تحت داخل نہیں اور چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ جب کوئی کھانا بطور ضیافت سامنے پیش کرے تو اس کی تحقیق نہیں کرنی چاہیے کہ یہ مال حلال ہے یا حرام ہاں اگر کسی کا اکثر مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں۔

۱۴- باب : شَرَابُ الْحَلْوَى وَالْعَمَلِ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِيَدْعُو تَزْوَنَ . لِأَنَّهُ رِجْسٌ . قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : «أَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ» / المائدة : ۵ .

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ فِي السَّكْرِ : إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ .

۵۲۹۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي هِشَامٌ . عَنْ أَبِيهِ .

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَمَلُ . [ر : ۴۹۱۸]

ترجمہ الباب کا مقصد

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ الباب میں جو حلوٰ کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے شربت مراد ہے یعنی ہر وہ پانی جس میں کوئی میٹھی چیز ملا دی جائے۔ ہندوستان میں ”شربت عمل“ مشہور ہے، اس ترجمہ سے اس کا جواز بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ اسراف میں داخل نہیں ہے (۱۰۸)

حلوٰ ہمارے عرف میں پیا نہیں جاتا کھایا جاتا ہے کیونکہ وہ مائع نہیں ہوتا، ترجمہ الباب میں حلوٰئے مائع مراد ہے جو پیا جاتا ہے جیسے نفع تمر اور نفع زریب اور شربت عمل وغیرہ (۱۰۹)

(۱۰۸) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۷

(۱۰۹) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۷، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۳، عمدة القاری: ۲۱/ ۱۹۱

امام زہری رحمہ اللہ کے ایک قول کی تشریح

”وقال الزہری: لا یحل شرب بول الناس لشدة تنزل، لأنه رجس“

امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں کا پیشاب پینا شدید ضرورت کے وقت بھی حلال اور جائز نہیں، اس لیے کہ وہ ناپاک ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی ہیں (لہذا ناپاک چیزیں حلال نہیں ہو سکتی ہیں) اس قول کے متعلق شارحین نے دو باتیں لکھی ہیں:

❶ امام زہری رحمہ اللہ کا مسلک اس مسئلہ میں جمہور عامہ کے خلاف ہے کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک اضطراری حالت میں رجس کھانے یا پینے کی اگر ضرورت پڑے تو اس کا استعمال جائز ہے، چنانچہ مبیہ، دم اور خنزیر نجس ہیں لیکن قرآن کریم میں فرمایا گیا: *ففسن اضطر غیر باغ ولا عداد فلا اثم علیہ* (۱۱۰)

شاید امام زہری رحمہ اللہ رخصتوں میں قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے، لہذا انصوص میں جس رجس کی تصریح ہے، اس میں تو وہ رخصت کے قائل تھے لیکن بول میں نہیں (۱۱۱)

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ سفر میں بھی عا شورا کا روزہ رکھتے تھے، ان سے کہا گیا کہ رمضان میں تو سفر میں آپ روزہ نہیں رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: ”ان الله تعالى قال في رمضان فعدة من ايام اخر“، ایس ذللت لعاشوراء“ (۱۱۲)

❷ حضرت گسگو بی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زہری کے اس قول میں شدت سے حالت اضطرار مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے کم درجہ کی شدت مراد ہے اور اضطرار سے کم درجہ کی شدت میں پیشاب کا استعمال جمہور کے نزدیک بھی جائز نہیں، چنانچہ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قوله: (لشدة تنزل) أراد بالشددة ما دون الاضطراب، فلا يخالف قوله قول

السجہور“ (۱۱۳)

(۱۱۰) عمدة القاری: ۱۹۱/۲۱

(۱۱۱) برشدہ نساری: ۱۲/۳۵۳، مفتح جاری: ۱۰/۹۷

(۱۱۲) برشدہ نساری: ۱۲/۳۵۳، مفتح جاری: ۱۰/۹۷

(۱۱۳) دایمہ اللہ دہلوی: ۹/۳۳۹

اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصوفاً نقل کیا ہے (۱۱۴)

وقال ابن مسعود في السكر: إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم

سكر (سین اور کاف کے فتح کے ساتھ) خمر کی لغت میں شراب کو کہتے ہیں (۱۱۵)

ابن ابی شیبہ کی روایت میں اس تعلیق کی تفصیل آئی ہے کہ ایک صاحب بیہ ہوئے، کسی نے اسے سکر یعنی شراب کے استعمال کا مشورہ دیا تو اس نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ دوائی کے طور پر وہ شراب استعمال کر سکتا ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی ہے اور شراب حرام ہے (۱۱۶)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر کسی نے اشکال کیا کہ حلق میں پھنسنے ہوئے لقمہ کو گذرانے کے لیے اگر شراب کے سوا اور کوئی جائز مائع چیز نہ ہو تو شراب کے گھونٹ پی لینے کی فقہاء نے اجازت دی ہے جس سے لقمہ گزر سکے، اس کا تقاضا تو ہے کہ علاج میں بھی اس کی اجازت دی جائے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ علاج میں اس سے شفا یقینی نہیں ہے اور پھنسنے ہوئے لقمہ کا گزرنا تقریباً یقینی ہوتا ہے، اس لیے دونوں میں فرق ہے (۱۱۷)

تداوی بالخمّر (علاج اور دوا کے طور پر شراب کو استعمال کرنا) حضرات حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ ظن غالب یہ ہو کہ اس سے افقہ ہوگا۔ لأن الضرورة تبيح المحظورة (۱۱۸) لیکن اگر افقہ کا ظن غالب نہیں تو پھر جائز نہیں۔ جواز کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ متبادل کوئی علاج میسر نہ ہو اور

(۱۱۴) إرشاد الساری ۱۲/۳۵۳، فتح الباری ۱۰/۹۷، وعصدة القاری ۲۱/۱۹۱

(۱۱۵) فتح الباری ۱۰/۹۷، وعصدة القاری ۲۱/۱۹۱، إرشاد الساری ۱۲/۳۵۳

(۱۱۶) فتح الباری ۱۰/۹۸، وعصدة القاری ۲۱/۱۹۱، إرشاد الساری ۱۲/۳۵۳

(۱۱۷) إرشاد الساری ۱۲/۳۵۳، فتح الباری ۱۰/۹۹

(۱۱۸) فتح الباری ۱۰/۹۹

طیبِ مسلم حاذق علاج کو شراب میں منحصر ہوتا رہا ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالخمر مطلقاً ناجائز ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس کو شوافع کا صحیح مسلک قرار دیا، وہ کہتے ہیں کہ اس سے مرض بڑھ سکتا ہے، کم نہیں ہوتا (۱۱۹)

ترجمة الباب کے ساتھ مناسبت

① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت زہریؒ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو آثار ذکر کیے، علامہ ابن منیر ترجمۃ الباب سے ان کی مناسبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بول اور خمر دونوں حرام ہیں اور حلوا اور غسل دونوں طیب اور حلال ہیں، امام نے حلوا اور غسل کے بعد حرام کا ذکر کیا کیونکہ وبضدھا تتبین الأشياء (۱۲۰)

② بعض حضرات نے مناسبت بیان کرتے ہوئے کہا کہ امام زہریؒ کے قول سے قرآن کریم کی آیت ﴿احل لکم الطیبات﴾ (۱۲۱) کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ حلوا اور غسل طیبات میں داخل ہیں۔

جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے سورۃ نحل کی آیت میں ﴿فیہ شفاء للناس﴾ کی طرف اشارہ ہے جو غسل کے متعلق نازل ہوئی ہے (۱۲۲)

كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعجبه الحلواء والغسل

اس میں حلوا سے ہر میٹھی چیز مراد ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے جس میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

(۱۱۹) فتح الباری: ۹۸/۱۰

(۱۲۰) فتح الباری: ۹۹/۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳، الألباب والتراجم: ۹۷/۲

(۱۲۱) سورۃ السائدہ: ۴

(۱۲۲) إرشاد الساری: ۲۱/۳۵۳، وعمدة القاری: ۱۹۱/۲۱، وفتح الباری: ۹۹/۱۰

مکان يحب الحلواء ليس على معنى كثرة التشهى لها، وشدة نزاع النفس إليها، وتأنق الصنعة فى اتخاذها، كفعل أهل الترف والشره، وإنما كان إذا قدمت إليه، نال منها نيلاً جيداً، فيعلم بذلك أنها تعجبه (۱۲۳)

یعنی حضور کا میٹھی چیز کو پسند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بہت زیادہ اسے چاہتے اور حریصوں کی طرح اس پر جھپٹتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب میٹھی چیز آپ کو پیش کی جاتی تو آپ اس کو دلچسپی سے تناول فرماتے۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں بھی گزر چکی ہے (۱۲۴)

۱۵ - باب : الشرب قائماً .

۵۲۹۳/۵۲۹۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ . عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ . عَنِ النَّزَّالِ قَالَ : أَنِّي عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى بَابِ الرَّحْمَةِ بِمَاءٍ فَشَرِبَ قَائِماً . فَقَالَ : إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدَهُمْ أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ ، وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَّ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ .

(۵۲۹۳) : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ : سَمِعْتُ النَّزَّالَ ابْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي رَحِيَةِ الْكُوفَةِ ، حَتَّى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ : ثُمَّ أَنِّي بِمَاءٍ ، فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَبَدَنَهُ ، وَذَكَرَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ، ثُمَّ قَامَ ، فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ . ثُمَّ قَالَ : إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ قِيَامًا ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ .

۵۲۹۴ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ قَائِماً مِنْ زَمْرَمَ . [ر : ۱۵۵۶]

کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں (۱)، کھڑے ہو کر پانی پینے کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں ممانعت وارد ہے اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے، ذیل میں دونوں طرح کی روایات میں سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

ممانعت والی روایات

جن روایات میں نہیں وارد ہے، ان میں سے چند یہ ہیں

- ① صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم زجر عن الشرب قائماً“ اور دوسرے طریق میں الفاظ ہیں ”انه نهی أن يشرب الرجل قائماً“ (۲)
- ② صحیح مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا يشربن أحدُ منکم قائماً، فمن نسي، فليستقي“ (۳)
- ③ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں ”لو يعلم الذی يشرب وهو قائم ما فی بطنه لاستقاءه“ (۴)
- ④ امام احمد ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا تو فرمایا ”تے کر لو، اس نے وجہ

(۱) عمدة القاری: ۱۹۲/۲۱، الابواب والتراجم: ۹۷/۲

(۲) الحدیث أخرجه مسلم، فی کتاب الأطعمة، باب کراهية الشرب قائماً: ۱۰۰/۳ (رقم الحدیث: ۲۰۲۳) وأخرجه أبو داود فی الأشربة، باب فی الشرب قائماً (رقم الحدیث: ۳۷۱۷) وأخرجه الترمذی فی الأشربة، باب ما جاء فی النهی عن الشرب قائماً، (رقم الحدیث: ۱۸۷۹) وابن ماجه فی الأشربة، باب الشرب قائماً، (رقم الحدیث: ۳۳۶۷)

(۳) صحیح مسلم کتاب الأشربة، باب کراهية الشرب قائماً: ۱۶۰/۳ (رقم الحدیث: ۲۰۲۶)

(۴) مسند الامام أحمد بن حنبل: ۲۸۳/۲

پوچھی تو آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ پسند ہے کہ بلی تمہارے ساتھ پانی پیے؟..... اس نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا ”قد شرب معک من ہوا شرب منه : الشیطان“ (۵)

⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جارود بن المعلى سے روایت نقل کی ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم نہی عن الشرب قائماً“ (۶)

جواز والی روایات

لیکن دوسری طرف بہت ساری احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں:

① ان میں سے دو حدیثیں تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔

② امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے ”کنا

ناکل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی، ونشرب ونحن قیام“ (۷)

③ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں

ہے ”رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرب قائماً وقاعدا“ امام ترمذی نے اس کو ”حسن

صحیح“ کہا ہے (۸)۔

④ حضرات خلفائے راشدین اور دوسرے جلیل القدر صحابہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا مروی ہے

اور یہ کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (۹)۔

(۵) مسند الامام أحمد بن حنبل: ۳۰۱/۲

(۶) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی النهی عن الشرب قائماً: ۳۰۰/۳ (رقم الحدیث: ۱۸۸۱)

(۷) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی النهی عن الشرب قائماً: ۳۰۰/۳ (رقم الحدیث: ۱۸۸۰)

(۸) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی الرخصة فی الشرب قائماً: ۳۰۱/۳ (رقم الحدیث: ۱۸۸۳)

(۹) فتح الباری: ۱۰/۱۰۳، وموطا للإمام مالک: کتاب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی شرب

الرجل وهو قائم: ۹۲۵/۲ (رقم الحدیث: ۱۳)

حل تعارض

یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی امر کے متعلق متعارض احادیث جمع ہو جائیں تو اس میں عموماً تین طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، نسخ، ترجیح اور تطبیق، حضرات محدثین نے ان احادیث میں بھی یہی تین باتیں کہی ہیں:

① چنانچہ ابو بکر اثرم نے احادیث جواز کو احادیث نہی پر ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ احادیث جواز، احادیث نہی کے مقابلے میں اقویٰ اور اثبت ہیں (۱۰)

② احادیث نہی، احادیث جواز سے منسوخ ہو گئی ہیں، یعنی پہلے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت تھی لیکن بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہو گئی، ”فكان آخر الأمرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم الشرب قائماً، كما شرب في حجة الوداع“ (۱۱)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کے بالکل برعکس مسلک اختیار کیا ہے اور کہا ہے، احادیث جواز، احادیث نہی سے منسوخ ہیں، یعنی پہلے اجازت تھی، پھر وہ اجازت منسوخ ہو گئی (۱۲)

③ اکثر علماء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی ہے، یہ تطبیق دو طرح سے دی گئی ہے:

(الف)..... ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ احادیث نہی سے نہی تنزیہی مراد ہے جو جواز کے منافی نہیں، یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے، تاہم دوسری احادیث کی وجہ سے اس کا جواز ہے (۱۳)۔

(ب)..... امام طحاوی نے فرمایا کہ احادیث نہی ضرر طبعی اور احادیث جواز اباحت شرعیہ پر محمول ہیں، چنانچہ علامہ ابن عابدین رد المحتار میں فرماتے ہیں:

”وجنح الطحاوی إلى أنه لا بأس به، وأن النهي لخوف الضرر لا غير“ (۱۴)

(۱۰) فتح الباری: ۱۰/۱۰۳

(۱۱) فتح الباری: ۱۰/۱۰۳، وعون المعبود شرح أبي داود، کتاب الاشریۃ، باب فی الشرب قائماً: ۱۸۱/۱۰

(۱۲) فتح الباری: ۱۰/۱۰۳، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۳، نیز دیکھیے، بذل المجہود، شرح أبي داود: ۵۰/۱۲

(۱۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۳، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۳

(۱۴) رد المحتار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی مباحث الشرب قائماً: ۹۶/۱

یعنی بسا اوقات کھڑے ہو کر پانی پینا مضر صحت ہوتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، فہو أمر إرشادی طبی لا شرعی (۱۵)

یہ تمام اختلاف کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور عدم جواز میں ہیں۔ باقی اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیٹھ کر پانی پینا افضل ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ معتاد بیٹھ کر ہی پانی پینے کا تھا (۱۶)

حدثنا أبو نعیم.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس باب الرحبہ میں پانی لایا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا کہ بعض لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا۔

باب الرَحْبَةِ

رَحْبَةُ صَحْنٍ اور دالان کو کہتے ہیں، یہاں اس سے کوفہ کی جامع مسجد کا صحن مراد ہے (۱۷) جیسا کہ باب کی دوسری روایت میں تصریح ہے۔

(۱۵) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۷

(۱۶) قال ابن القيم في زاد المعاد: وكان من هديه صلى الله عليه وسلم الشرب قاعدا، هذا كان هديه المعتاد، وصح عنه أنه نهى عن الشرب قائما، وصح عنه أنه أمر الذي شرب قائما أن يستقي، وصح عنه أنه شرب قائما، قالت طائفة: هذا ناسخ للنهي، وقالت طائفة: بل مبين أن النهي ليس للتحريم، بل للإرشاد، وترك الأولى، وقالت طائفة: لا تعارض بينها أصلا فإنه إنما شرب قائما للحاجة، فإنه جاء إلى زمزم، وهم يسقون منها، فاستقي، فتناولوه الدلو فشرب وهو قائم، وهذا كان موضع الحاجة، وللشرب قائما آفات عديدة: منها أن لا يحصل له الري التام، ولا يستقر في المعدة حتى يقسمه الكبر على الأعضاء، وينزل بسرعة وجدة إلى المعدة فيخشى منه أن يبرد حرارتها ويشوشها وتسرع النفوذ إلى أسفل البدن بغير تدريج، وكل هذا يضر بالشارب، وأما إذا فعله نادرا أو لحاجة لم يضره (زاد المعاد: ۲/ ۲۳۹)

(۱۷) عمدة القاری: ۲/ ۱۹۲، وإرشاد الساری: ۱۳/ ۳۵۲

باب کی یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۱۸)

آب زمزم پینے کا طریقہ اور آداب

شرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قائماً من زمزم

زمزم پینے کے متعلق حضرات علماء کے تین قول ہیں:

① بعضوں کے نزدیک عام پانی کی طرح زمزم بھی بیٹھ کر پینا افضل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر زمزم نوش فرمایا، وہ بیان جواز کے لیے تھا، یا

ازدحام اور ہجوم کے عذر کی وجہ سے تھا (۱۹)

② بعض علماء نے کھڑے ہو کر پینے اور بیٹھ کر پینے دونوں میں اختیار دیا ہے یعنی ان کے نزدیک

دونوں طریقے برابر ہیں، کوئی ایک، دوسرے سے افضل نہیں (۲۰)

③ لیکن کئی علماء کے نزدیک زمزم کھڑے ہو کر پینا افضل و مستحب ہے (۲۱)

(۱۸) (۵۲۹۲) الحدیث أخرجه أبووداد، فی الأشربة، باب الشرب قائماً: ۳/۳۳۶ (رقم الحدیث: ۳۷۱۸)

وأخرجه الترمذی فی الشمائل، باب ماجاء فی صفة شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۸۳ (رقم

الحدیث: ۲۱۰)، وأخرجه النسائی فی کتاب الطہارة، باب صفة الوضوء من غیر حدث: ۱/۹۳ (رقم

الحدیث: ۱۳۳)

(۱۹) حصائل نبوی شرح شمائل ترمذی: ۱۱۲

(۲۰) ردالمحتار، کتاب الطہارة، مطلب فی مباحث الشرب قائماً: ۱/۹۵

(۱۳۳) حصائل نبوی شرح شمائل ترمذی: ۱۱۲، وزدالمحتار، کتاب الطہارة، مطلب فی مباحث الشرب

قائماً: ۱/۹۵

(۲۱) یہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں ”إذا شربت منها، فاستقبل القبلة، واذکر اسم اللہ، وتنفس

ثلاثاً، وتضع منها، فإذا فرغت منها، فاحمد اللہ، فإن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: آية بيننا وبين

المنافقين أنهم لا يتصلعون من زمزم“ (مستدرک للإمام حاکم: الشرب من زمزم وآدابه: ۱/۳۷۲، وسنن

البيهقي، باب سقاية الحاج والشرب منها ومن ماء زمزم: ۵/۱۳۷)

زمزم پینے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر پیا جائے۔
دوم یہ کہ تین سانس میں پیا جائے اور ہر دفعہ کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے۔
سوم یہ کہ خوب پیٹ بھر کر پیے، ایک حدیث میں آتا ہے ”آیۃ بیننا وبين المنافقين انهم لا يتصلعون من زمزم“ (۲۲)

زمزم پینے سے پہلے مشہور اور مجرب یہ ہے کہ جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، کئی علماء نے اپنی قبولیت دعا کا اس موقع پر ذکر کیا ہے (۲۳)، ایک مرفوع روایت میں بھی آتا ہے ”ماء زمزم لما شرب له“ (۲۴)

زمزم کی فضیلت پر ایک اور حدیث بھی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے ”خیر ماء علی وجہ الأرض ماء زمزم، فیہ طعام الطعم، وشفاء السقم“ (۲۵)
اپنے گھروں اور علاقوں کی طرف زمزم لے جانے کا بھی سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں ذکر ہے ”انہا کانت تحمل من ماء زمزم وتخبیر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان یحملة“ (۲۶)

-
- (۲۲) دیکھیے فتح القدیر، کتاب الحج: ۲/۳۰۰، ومعارف السنن، کتاب الحج: ۶/۳۲۷
- (۲۳) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم: ۱۰۱۸/۲ (رقم الحدیث: ۳۰۶۲) واختلف الحفاظ فیہ، فمنہم من صححہ، ومنہم من حسنہ، ومنہم من ضعفہ، وقد أخرجه الحاکم فی المستدرک من طریق ابن عباس، وقال: هذا حدیث صحیح الإسناد، وقد ذکر العلماء أنهم جربوه، فوجدوه كذلك (تعلیقات ابن ماجہ للشیخ محمد فواد عبدالباقی: ۱۰۱۸/۲)
- (۲۴) مجمع الزوائد، باب فی زمزم: ۳/۲۸۶، وقال: رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجاله ثقات
- (۲۵) سنن الترمذی، کتاب الحج: ۳/۲۹۵ (رقم الحدیث: ۹۶۳) والمستدرک للإمام الحاکم، حمل ماء زمزم: ۳۸۵/۱، وسنن کبریٰ للبیہقی، باب الرخصة فی الخروج بماء زمزم: ۵/۲۰۲
- (۲۶) معارف السنن، کتاب الحج: ۶/۳۲۸، وفتح القدیر، کتاب الحج، فصل فی فضل ماء زمزم: ۲/۳۰۰

فائدہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے طلب حدیث کے ابتدائی دور میں زمزم پیتے ہوئے دعا کی تھی کہ حفظ حدیث میں مجھے حافظ ذہبی رحمہ اللہ جیسا حافظ عطا ہو، پھر تقریباً بیس سال کے بعد میں نے زمزم پیتے ہوئے حافظ ذہبی سے بھی اعلیٰ مرتبہ پالینے کی دعا کی، فرماتے ہیں ”وَأَرْجُو اللَّهَ أَنْ أَنَالَ ذَلِكَ مِنْهُ“ (۲۷)

بعد کے علماء نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر حافظہ اور علم حدیث میں حافظ ذہبی سے آگے نکل گئے تھے (۲۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں ماء زمزم پر مستقل باب ”باب ماجاء فی زمزم“ قائم کیا ہے اور وہاں حدیث باب ذکر فرمائی ہے (۲۹)، یہاں اشربہ کی مناسبت سے اس کے متعلق یہ چند باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔

۱۶ - باب : مَنْ شَرِبَ وَهُوَ واقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ .

۵۲۹۵ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ . عَنْ أُمِّ النَّضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ : أَنَّهَا أُرْسِلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحٍ لَبَنٍ . وَهُوَ واقِفٌ عَلَى عَشِيَّةٍ عَرَفَةَ . فَأَخَذَهُ بِيَدِهِ فَشَرِبَهُ .
رَأَى مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ : عَلَى بَعِيرِهِ . [ر : ۱۵۷۵]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جانور وغیرہ پر سوار ہو کر پانی پینا حدیث سے ثابت ہے (۳۰)، حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے۔

(۲۷) مقدمة لامع الدراري، الفصل الرابع: ۱/۳۹۳

(۲۸) كتاب الحج (رقم الحديث: ۱۶۳۶)

(۲۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۳، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۵

(۳۰) مذکورہ ترکیبوں کے لیے دیکھیے، عمدة القاری: ۲۱/۱۹۵، وإرشاد المساری: ۱۲/۳۵۶

۱۷ - باب : الْأَيْمَنُ فَأَلَايْمَنَ فِي الشُّرْبِ .

۵۲۹۶ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ : عَنْ أَبِي شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بَلْبَنَ قَدْ شِيبَ بَمَاءٌ ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ ، وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ ، فَشَرِبَ ثُمَّ أُعْطِيَ الْأَعْرَابِيُّ وَقَالَ : (الْأَيْمَنُ الْأَيْمَنُ) . [ر : ۲۲۲۵]

الایمن فالایمن کی نحوی ترکیب

الایمن فالایمن کی ترکیب نحوی میں دو احتمال ہیں :

① یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، فاء عاطفہ ہے اور ترکیبی عبارت ہے الْاَيْمَنُ اَحَقُّ فِي الشَّرْبِ ثُمَّ الْاَيْمَنُ اَحَقُّ -

② یہ دونوں فعل محذوف کے مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہیں اُی اُعْطِيَ الْاَيْمَنُ ثُمَّ الْاَيْمَنُ (۳۱)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ پانی پینے میں دائیں طرف سے دور چلے گا، یہ حکم پانی اور دوسرے مشروبات وغیرہ سب کو شامل ہے (۳۲)

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حکم کو پانی کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے یہ روایت ثابت نہیں (۳۳)

پانی کا دور دائیں طرف سے چلانا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اور علامہ ابن حزم کے نزدیک واجب ہے (۳۴)، مہلب فرماتے ہیں :

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/۱۰۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۵، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

(۳۲) فتح الباری: ۱۰/۱۰۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۵، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

(۳۳) فتح الباری: ۱۰/۱۰۶، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

(۳۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۵

”التيامن في الأكل والشرب، وجميع الأشياء من السنن، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب التيامن استشعاراً منه بما شرف الله عز وجل به أهل اليمين“ (۳۵)

۱۸ - باب : هل يستأذن الرجل من عن يمينه في الشرب ليعطي الأكبر .

۵۲۹۷ : حدثنا إسماعيل قال : حدثني مالك ، عن أبي حازم بن دينار ، عن سهل بن سعد رضي الله عنه : أن رسول الله ﷺ أتى بشراب فشرب منه ، وعن يمينه غلام ، وعن يساره الأشياخ ، فقال للغلام : (أتأذن لي أن أعطي هؤلاء) . فقال الغلام : والله يا رسول الله ، لا أؤثر بنصيبي منك أحداً ، قال : فتله رسول الله ﷺ في يده . [ر : ۲۲۲۴]

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں کہ کیا آدمی اپنے دائیں طرف والے آدمی سے اس بات کی اجازت لے سکتا ہے کہ پہلے بڑے آدمی کو پانی پینے کے لیے دے۔
روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرف ایک کم عمر لڑکا بیٹھا تھا اور دوسری طرف بڑی عمر کے لوگ تھے، غلام سے حضرت ابن عباسؓ مراد ہیں اور اشیاخ سے حضرت خالد بن ولید وغیرہ مراد ہیں (۳۶)

ایک تعارض اور اس کا حل

حدیث باب کا بظاہر حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث سے تعارض ہے جسے ابو یعلیٰ نے قوی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس میں ہے ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا سقی، قال: ابدؤا بالأكبر“ (۳۷)

(۳۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۵، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۷

(۳۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷

(۳۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷

اس کا جواب دیا گیا کہ یہ حدیث اس حالت پر محمول ہے جب تمام لوگ ایک طرف بیٹھے ہوں یعنی سامنے کی طرف یا دائیں، بائیں جانب، ایسی صورت میں ابتدا بڑے سے کرنی چاہیے لیکن اگر لوگ دائیں بائیں بیٹھے ہیں تو پھر ایمن الحق ہے، اگرچہ وہ چھوٹا ہو (۳۸) فَتَلَّهُ

تَلَّ کے معنی رکھنے کے ہیں، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تَلَّ شدت کے ساتھ رکھنے کو کہتے ہیں (۳۹)، علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وأصله من الرمي على التل، وهو المكان المرتفع العالي، ثم استعمل في كل شيء يرمى به، وفي كل إلقاء“ (۴۰) یعنی اس کے اصل معنی ٹیلے پر کچا چیز کے پھینکنے کے ہیں، لیکن بعد میں مطلقاً کسی چیز کے پھینکنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

۱۹ - باب : الْكَرْعُ فِي الْحَوْضِ .

۵۲۹۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَاحِبُهُ . فَرَدَّ الرَّجُلُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، بَابِي أَنْتَ وَأُمِّي . وَهِيَ سَاعَةٌ حَارَّةٌ ، وَهُوَ يُحَوِّلُ فِي حَائِطٍ لَهُ ، بَعْضُ الْمَاءِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَتِّهِ ، وَإِلَّا كَرَعْنَا) . وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطٍ ، فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ : عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَتِّهِ ، فَأَنْطَلِقَ إِلَى الْعَرِيشِ ، فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ مَاءً ، ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ أَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ . [ر : ۵۲۹۰]

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

کَرَع لغت میں منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں، بعضوں نے چلو سے پانی پینے کو کَرَع کہا ہے، اس

(۳۸) عمدة القاری: ۱۹۶/۲۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷

(۳۹) عمدة القاری: ۱۹۶/۲۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷، ۱۰۸

(۴۰) الأبواب والبراجم: ۹۷/۲، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۸

باب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے منہ لگا کر حوض سے پانی پینے کا جواز ثابت کیا ہے چنانچہ حدیث میں ”وإلا کرعنا“ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں، البتہ حدیث میں حوض کا ذکر نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باغ میں پانی دینے والا صحابی شاید وہاں کسی کنویں سے پانی نکال رہا تھا اور ایک حوض میں جمع کر رہا تھا اور اس حوض سے پھر باغ کے مختلف اطراف میں پھیلا رہا تھا (۳۱) اس طرح اگرچہ صراحۃً حوض کا ذکر نہیں لیکن کنایتاً اس کا ذکر ہے

بہر حال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ ایک امکانی بات ارشاد فرمائی ہے، جس سے حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عموماً کرع کی ضرورت حوض وغیرہ میں پیش آتی ہے، اگرچہ حدیث میں مطلقاً کرع کا ذکر ہے لیکن چونکہ اس کا وقوع عموماً حوض وغیرہ کے پاس ہوتا ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے لوگوں کی عادت اور اس فعل کے عمومی وقوع کے پیش نظر ترجمۃ الباب میں ”فی الحوض“ کا اضافہ کیا۔ واللہ اعلم

۲۰ - باب : خِدْمَةُ الصَّغَارِ الْكِبَارِ .

۵۲۹۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَتَقِيهِمْ ، غَدُمِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ ، الْفَضِيخُ ، فَقِيلَ : خَرَمَتِ الْخَمْرُ ، فَقَالَ : أَكْفَيْهَا ، فَكَفَّأْنَا ، قُلْتُ لِأَنَسٍ : مَا شَرَابُهُمْ ؟ قَالَ : رَطْبٌ وَبُسْرٌ . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَنَسٍ : وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ ، فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ . وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ : كَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ . [ر : ۲۳۳۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے اور خدمت کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ چھوٹے بڑوں کو پانی پلائیں، جیسا کہ حدیث باب میں حضرت انسؓ سے چھوٹے تھے اور ساتی بنے ہوئے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کے الفاظ عام رکھے ہیں، شرب وغیرہ

کی قید نہیں لگائی، عام کے تحت خاص چونکہ خود بخود آجاتا ہے، اس لیے اس قید کی ضرورت نہیں پڑی۔

۲۱ - باب : تَغْطِيَةُ الْإِنَاءِ .

۵۳۰۱/۵۳۰۰ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : أَخْبَرَنَا أَبُو جَرِيرٍ : قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ ، أَوْ أَمْسَيْتُمْ ، فَكَفُّوا صَبِيَانَكُمْ ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحَلُّوهُمْ ، فَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا ، وَأَوْكُوا قَرَبَكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، وَخَمِّرُوا آيَتَكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، وَلَوْ أَنَّ تَعَرَّضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا ، وَأَطَفُوا مَصَابِيحَكُمْ) .

(۵۳۰۱) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ جَابِرٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ . وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ . وَأَوْكُوا الْأَسْفِيَةَ . وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ - وَأَحْبِسْهُ قَالَ - وَلَوْ يَعُودُ تَعَرَّضُ عَلَيْهِ) . [ر : ۳۱۰۶]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کی تاریکی آجائے اور شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روکو، اس لیے کہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کا ایک حصہ گزر جائے تو ان کو چھوڑ سکتے ہو، اللہ کا نام لے کر دروازے بند کیا کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا، مشکیزے کا دہانہ ”بسم اللہ“ پڑھ کر باندھ لیا کرو، برتنوں کو بھی اللہ کا نام لے کر ڈھانک دیا کرو (کوئی چیز ڈھانکنے کے لیے نہ ملے تو کم از کم) ان کے عرض (چوڑائی) ہی پر کوئی شی رکھ دیا کرو اور اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو (کہ کہیں وہ رات کے وقت گھر میں آگ لگنے کا سبب نہ بن جائیں)

سر شام بچوں کو باہر نکلنے سے ممانعت کا حکم

فكفوا صبيانكم

یعنی بچوں کو سر شام باہر نکلنے سے روکو، کیونکہ اس وقت جن و شیاطین گھوم رہے ہوتے ہیں وہ

بچوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”خشى صلى الله عليه وسلم على الصبيان عند انتشار الجن أن
تلم بهم، فتصرعهم، فإن الشيطان قد أعطاه الله تعالى قوة عليه وأعلمنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم أن التعرض للفتن مما لا يتغنى وأن
الاحتباس منها أحزم، على أن ذلك الاحتباس لا يرد قدراً، ولكن يبلغ
النفس عذرها، ولئلا يتسبب له الشيطان إلى لوم نفسه في التقصير“ (۴۲)

یعنی چونکہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ قوت عطا فرمائی ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے جنات کے انتشار کے وقت خدشہ کا اظہار فرمایا، فتنوں سے بچنے کی حضور ﷺ نے ہمیں
تعلیم دی ہے، جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے اگرچہ اس طرح کی حفاظت سے تقدیر نہیں ملتی تاہم بعد میں پشیمانی
اور اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے۔

أو كوا قريكم

او کی باب افعال سے ہے، اس کے معنی ہیں کسی چیز کو رسی وغیرہ سے باندھنا، قَرَب: قَرَبَ: قَرَبَہ کی
جمع ہے، مشکیزے کو کہتے ہیں۔

ولو أن تعرضوا عليها شيئاً شرط ہے جزاء ”لکان کافیا“ محذوف ہے (۴۳)
علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وإنما أمر بالغطية، لأن في السنة ليلة ينزل فيها وباء وبلاء .

لا يمر بإناء مكشوف إلا نزل فيه من ذلك ، والأعاجم يتوقعون ذلك في

كانون الأول“ (۴۴)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن ڈھانکنے کا حکم اس لیے دیا کہ سال میں ایک رات

(۴۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۹

(۴۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۷

(۴۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۶۰

ایسی آتی ہے کہ اس میں وہاں نازل ہوتی ہے اور ہر کھلے برتن میں داخل ہوتی ہے۔

واطفئوا مصابیحکم

مصابیح: مصباح کی جمع ہے، چراغ وغیرہ کے بجھانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وہ سونے کے بعد آگ لگنے کا سبب بن سکتا ہے، مسجدوں وغیرہ میں جو قدیلیں لٹکائی جاتی ہیں، وہاں بھی اگر آگ لگنے کا خوف ہو تو یہی حکم ہے کہ انہیں بجھا دیا جائے، ورنہ نہیں (۴۵)

باب کی آخری روایت میں اُسْقِیْہ کا لفظ آیا ہے، یہ سقاء کی جمع ہے، پانی کے مشکیزے وغیرہ کو

کہتے ہیں (۴۶)

۲۲- باب : أَخْتِنَاثِ الْأَسْقِیْہِ .

۵۳۰۳/۵۳۰۲ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَخْتِنَاثِ الْأَسْقِیْہِ . يَعْنِي أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبَ مِنْهَا .

(۵۳۰۳) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ أَخْتِنَاثِ الْأَسْقِیْہِ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : قَالَ مَعْمَرٌ أَوْ غَيْرُهُ : هُوَ الشُّرْبُ مِنْ أَفْوَاهِهَا .

(۴۵) عمدة القاری: ۱۹۸/۲۱

(۴۶) (۵۳۰۴) الحدیث، أخرجه البخاری أيضاً فی هذا الباب، (رقم الحدیث: ۵۳۰۳)، وأخرجه أبو داود فی

الأشربة، باب فی اختنات الأُسْقِیْہِ (رقم الحدیث: ۳۷۲۰/۳۷۲۱)، وأخرجه الترمذی فی الأشربة، باب

ما جاء فی النهی عن اختنات الأُسْقِیْہِ: ۳/۳۰۵ (رقم الحدیث: ۱۸۹۰)، وأخرجه ابن ماجه فی الأشربة، باب

اختنات الأُسْقِیْہِ: ۲/۱۱۳۱ (رقم الحدیث: ۳۴۱۸)، وأخرجه مسلم فی الأشربة، باب آداب الطعام والشراب

وأحكامها: ۳/۱۲۰۰ (رقم الحدیث: ۲۰۲۳)

اختناث خنث سے باب افتعال کا مصدر ہے جس کے معنی موڑنے کے آتے ہیں یہاں پہلی حدیث میں اس کی تشریح ”أن تکسرا فواہها“ سے کی ہے، اس میں کسر سے توڑنا مراد نہیں بلکہ موڑنا مراد ہے اور دوسری حدیث میں اس کی تشریح ”الشرب من أفواہها“ سے کی گئی ہے (۳۷)

منہ لگا کر مشکیزے سے منع کرنے کی حکمتیں

مطلب یہ ہے کہ مشکیزے وغیرہ کا منہ موڑ کر براہ راست اس سے پانی پینے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس ممانعت کی محدثین نے مختلف مصلحتیں بیان فرمائی ہیں:

① اس میں پانی ضرورت سے زیادہ صرف ہوتا ہے اور پانی کے ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے (۳۸)

② کپڑوں وغیرہ پر پانی گرنے کا بھی قوی اندیشہ ہوتا ہے (۳۹)

③ زیادہ مقدار میں حلق اور پیٹ میں جانے سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، حلق اور معدہ دونوں کے لیے یہ باعث ضرر ہو سکتا ہے (۵۰)

④ مشکیزے کے اندر کیڑا اور دوسرے حشرات بسا اوقات چلے جاتے ہیں، براہ راست منہ لگانے سے ان کیڑوں مکوڑوں کے منہ میں جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے (۵۱)

(۳۷) إرشاد الساری: ۱۲/۳۶۱، وعمدة القاری: ۲۱/۹۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۰

(۳۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰ وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰ وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

(۵۰) شرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۰، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۹۸، شرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۶، ومرقاۃ المفاتیح، کتاب

الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۲۱۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

دو حدیثوں کے درمیان تعارض اور اس کا جواب

البتہ اس پر حضرت انسؓ کی ایک روایت سے اشکال ہو سکتا ہے جسے امام ترمذی نے شامل میں اور امام احمد بن حنبلؓ نے مسند احمد میں نقل کیا کہ ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام سلیم، وقرية معلقة فشرب من فم القرية“ (۵۲)

بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

① ممانعت والی احادیث بڑی مشک سے متعلق ہیں جن کا دہانہ زیادہ فراخ اور کشادہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چھوٹی مشک سے متعلق ہے جس کا دہانہ تنگ ہوتا ہے اور اس میں ذکر کردہ اکثر نقصانات کا اندیشہ نہیں ہوتا (۵۳)۔

② ممانعت کا تعلق دوام اور عادت سے ہے کہ اس طرح مشک سے منہ لگا کر پینے کی عادت نہیں ڈالنی چاہیے، اس میں اور خرابیوں کے علاوہ مشک کے منہ میں رفتہ رفتہ بدبو پیدا ہونے لگتی ہے اور آپ کا عمل کبھی کبھار بیان جواز کے لیے تھا (۵۴)۔

③ اباحت کا تعلق ضرورت اور احتیاج سے ہے، مثلاً پینے کے لیے کوئی چھوٹا برتن میسر نہیں اور ممانعت کا تعلق عام حالات سے ہے (۵۵)۔

④ بعض حضرات نے کہا کہ اس طرح پانی پینا پہلے مباح تھا، لیکن پھر احادیث نبی نے اس اباحت

(۵۲) شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۴، ومسند الامام أحمد بن حنبل: ۱۱۹/۳

(۵۳) فتح الباری: ۱۱۳/۱۰ وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۸۶، ومروءة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۲۱۶

(۵۴) فتح الباری: ۱۱۲/۱۰، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۸۶، ومروءة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۲۱۶

(۵۵) فتح الباری: ۱۱۳/۱۰، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۸۶، ومروءة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۲۱۶

کو منسوخ کر دیا (۵۶)۔

⑤ احادیث نہیں، نہی تنزیہی پر محمول ہیں، اور آپ کا عمل بیان جواز کے لیے تھا، نہی تنزیہی اور جواز دونوں جمع ہو سکتے ہیں (۵۷)۔

⑥ بعضوں نے احادیث نہی کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ قول ہیں اور جواز فعل سے ثابت ہو رہا ہے (۵۸)۔

۲۳ - باب : الشُّرْبُ مِنْ قَمِ السَّقَاءِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلا ترجمہ ”اختناث“ کے عنوان سے قائم فرمایا جس کے معنی مشکیزے کا منہ موڑنے کے تھے اور یہاں ”الشرب من قم السقا“ فرما کر اشارہ کر دیا کہ حدیث میں وارد نہی صرف اختناث کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام ہے، بعض برتنوں کے دہانوں کو موڑا نہیں جاسکتا، امام کا مقصد یہ ہے کہ ایسے برتنوں کے دہانوں سے منہ لگا کر پینا بھی نہی کے تحت داخل ہے (۵۹)۔

۵۳۰۵/۵۳۰۴ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ : قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ :
أَلَا أَخْبِرُكُمْ بِأَشْيَاءَ قَصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا أَبُو هُرَيْرَةَ ؟ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ قَمِ
لِقَرْبَةِ أَوْ السَّقَاءِ ، وَأَنْ يَمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشْبَهُ فِي دَارِهِ .
(۵۳۰۵) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السَّقَاءِ .

(۵۶) فتح الباری: ۱۱۳/۱۰، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۱۸۶/۸، مرقاة المفاتیح، کتاب

الأطعمة باب الأشربة: ۲۱۶/۸، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۰

(۵۷) فتح الباری: ۱۱۲/۱۰، وإرشاد الساری: ۱۳/۳۶۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۹

(۵۸) فتح الباری: ۱۱۲/۱۰، وإرشاد الساری: ۱۳/۳۶۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۹

(۵۹) فتح الباری: ۱۱۱/۱۰، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

۵۳۰۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ
بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السَّقَاءِ . (۲۰)

من فم القربة أو السقاء

راوی کو قریبہ اور سقاء میں شک ہے، دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ قریبہ صرف پانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور سقاء پانی اور دودھ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۶۱)۔

ان يمنع جاره أن يغزر خشبه في دأره

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمائی ہے کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع کرے، کوئی اپنے گھر میں ضرورت کے لیے کوئی لکڑی وغیرہ گاڑتا ہے تو پڑوسی کو اسے منع کرنے کا حق نہیں ہے، غیزر کے معنی زمین میں کوئی چیز گاڑنے کے آتے ہیں۔

۲۴ - باب : النَّهْيُ عَنِ التَّنْفُسِ فِي الْإِنَاءِ

۵۳۰۷ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعْمٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ،
أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَسُ فِي الْإِنَاءِ ، وَإِذَا بَالَ
لَكُمْ فَلَا يَمْسَحُ ذِكْرَهُ بِيَمِينِهِ ، وَإِذَا تَمَسَّحَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ) . [ر : ۱۵۲]

برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے

پانی پیتے ہوئے برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، برتن کے اندر سانس لیتے ہوئے منہ کے لعاب وغیرہ کا اس میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو دوسرے کے لیے باعث نفرت بن سکتا ہے، ہاں اگر آدمی تنہا پانی پی رہا ہے اور اس کے ساتھ کوئی اور نہیں

(۶۰) (۵۳۰۳) الحدیث أخرجه البخاری فی هذا الباب، أيضاً رقم: (۵۳۰۵) و (۵۳۰۶) وأخرجه ابن ماجه فی

الأشربة، باب من شرب من فم السقاء: ۳/۱۱۳۲ (رقم الحدیث: ۳۴۲۱)

(۶۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۹

ہے تو ایسی صورت میں ممانعت نہیں ہے، بعض حضرات نے یہ بات کہی ہے (۶۲)، لیکن حدیث کے الفاظ چونکہ عام ہیں، اس میں کسی اور آدمی کے ہونے کی کوئی قید نہیں ہے، اس لیے یہ حکم عام ہی ہونا چاہیے (۶۳)۔

۲۵ - باب : الشُّرْبُ بِنَفْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ

۵۳۰۸ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالَا : حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : كَانَ أَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا . (۶۴)

پہلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلایا کہ برتن کے اندر سانس لینا درست نہیں، اور اس باب میں فرما رہے ہیں کہ پانی پیتے ہوئے دو تین سانس درمیان میں لینے چاہیں یعنی ایک سانس میں پانی پینا صحیح نہیں، البتہ سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے (۶۵)، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

”فَكَأَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ حَدِيثِ الْبَابِ وَالَّذِي قَبْلَهُ، لِأَنَّ

ظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ، إِذَا أَوَّلَ صَرِيحٍ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّنَفُّسِ فِي الْإِنَاءِ وَالثَّانِي

يُثَبِّتُ التَّنَفُّسَ، فَحَمَلَهُمَا عَلَى حَالَتَيْنِ، فَحَالَةُ النَّهْيِ عَلَى التَّنَفُّسِ دَاخِلٌ

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰، فتح الباری: ۱۰/۱۱۵

(۶۳) فتح الباری: ۱۰/۱۱۵

(۶۴) (۵۳۰۸) الحدیث أخرجه مسلم في الأشربة، باب كراهية التنفس في نفس الإناء واستحياب التنفس

ثلاثاً خارج الإناء: ۳/۱۶۰۲ (رقم الحديث: ۲۰۲۸) وأخرجه ابن ماجه في الأشربة، باب الشرب بثلاثة

أنفاس: ۴/۱۱۳۱ (رقم الحديث: ۳۳۱۶) وأخرجه الترمذی في الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الإناء

: ۳/۳۰۲ (رقم الحديث: ۱۸۸۴) وأخرجه النسائي في الأشربة، باب الرخصة في التنفس في الإناء:

۴/۱۹۸ (رقم الحديث: ۶۸۸۴)

(۶۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰

الإنا، وحالة الفعل على من تنفس خارجه فالأول على ظاهره من النهي،
والثاني تقديره كان يتنفس في حالة الشرب في الإناء“ (۶۶)
امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”لا تشربوا واحدا كشر
البعير، ولكن اشربوا مشى وثلاث، وسموا إذا أنتم شربتم، واحمدوا إذا أنتم رفعتم“ (۶۷)

پانی پیتے وقت سانس لینے کا مستحب طریقہ

مستحب یہی ہے کہ پانی پینے کے درمیان تین سانس لیے جائیں، ایک سانس میں پانی پینا اگرچہ جائز
تو ہے لیکن بہتر نہیں، غٹ غٹ کر کے ایک سانس میں پانی پینے کے طبی نقصانات بھی ہیں۔
اس میں بھی مستحب صورت یہ ہے کہ پہلے سانس میں تھوڑا پیا جائے، دوسرے سانس میں اس
سے کچھ زیادہ پیا جائے اور تیسرے سانس میں پورا پیا جائے۔
البتہ سانس لیتے ہوئے منہ سے گلاس کو الگ رکھا جائے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”ان
النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن النفخ في الشراب، فقال رجل: القذاة أراها في الإناء،
قال: أهرقها، قال: فإنني لا أروى من نفّس واحد، قال: فأبْنِ القدحَ إذا عن فيك“ (۶۸) حاکم
نے اس روایت کو صحیح قرار دیا (۶۹)۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ”إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء، فإذا أراد أن يعود، فلينجح الإناء، ثم ليعد إن كان

(۶۶) فتح الباری: ۱۰/۱۱۳

(۶۷) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی التنفس فی الإناء: ۳/۳۰۲ (رقم الحدیث: ۱۸۸۵)

(۶۸) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی کراهیة النفخ فی الشراب: ۳/۳۰۳، ۳۰۴ (رقم

الحدیث: ۱۸۸۷)

(۶۹) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الأشربة: ۴/۱۳۹

یرید“ (۷۰)

طبرانی کی روایت میں ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشرّب فی ثلاثة أنفاس ، إذا أدنى الإناء إلى فيه یسمى الله ، فإذا أخره حمد الله یفعل ذلك ثلاثاً“ (۷۱)

مذکورہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایتوں میں تصریح آگئی ہے کہ پانی پیتے ہوئے اگر سانس لینے کی ضرورت ہو تو سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو اپنے منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے، مسلم شریف کی روایت میں ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الإناء ثلاثاً“، ویقول: هو أروى، وأمراً، وأبراً“ (۷۲) سنن أبی داود کی روایت میں ”أروى“ کے بجائے ”أهنأ“ ہے (۷۳)۔

پانی پینے کے آداب

ذکر کردہ احادیث کی روشنی میں پانی پینے کے مندرجہ ذیل آداب معلوم ہوئے:

- ① پانی بیٹھ کر پیا جائے
- ② دائیں ہاتھ سے پیا جائے
- ③ ابتدا میں بسم اللہ پڑھی جائے
- ④ تین سانسوں میں پیا جائے اور ہر سانس کے ساتھ ”الحمد لله“ کہا جائے
- ⑤ گلاس کے اندر سانس نہ لیا جائے بلکہ گلاس کو منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے
- ⑥ اور پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا جائے، صرف ”الحمد لله“ کہہ دینا بھی کافی ہے اور بعض علماء نے یہ دعا بھی نقل فرمائی ہے ”الحمد لله الذی جعله عذباً فُرَاتاً برحمته ولم یجعلهُ ملحاً أجاجاً بذنوبنا“ (۷۴)

(۷۰) سنن ابن ماجہ، کتاب الأشربة، باب التنفس فی الإناء ۲/۱۱۳۳ (رقم الحدیث: ۳۴۲۷)

(۷۱) فتح الباری: ۱۰/۱۱۵

(۷۲) صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب کراهیة التنفس فی الإناء..... ۳/۱۲۰۲ (رقم الحدیث: ۲۰۲۸)

(۷۳) سنن أبی داود، کتاب الأشربة، باب فی الساقی متی یشرّب: ۳/۳۳۸ (رقم الحدیث: ۳۷۲۷)

(۷۴) الدر المنثور: ۵/۲۴۷ وفی رواية: (مانحاً أجاجاً) وشعب الإيمان للبيهقي، رقم الحدیث: (۴۴۷۹)

۲۶ - باب : الشُّرْبُ فِي آيَةِ الذَّهَبِ .

۵۳۰۹ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ الْحَكَمِ ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ : كَانَ حُدَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ ، فَاسْتَسْقَى ، فَأَتَاهُ دُهْقَانٌ بِقَدَحٍ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ ، فَقَالَ : إِيَّيْ لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَيْ سَبَّيْتُهُ فَلَمْ يَنْتِهِ ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ وَالذَّبْيَاجِ ، وَالشُّرْبِ فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَقَالَ : (هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا ، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ) . [ر : ۵۱۱۰]

کتاب الأطعمة میں باب الأكل فی إناء مفضض کے تحت سونے کے برتن میں کھانے

پینے کا مسئلہ گزر چکا ہے۔

فأتاه دِهقان

دِهقان (وال کے سرہ کے ساتھ) سردار کو کہتے ہیں، علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہو زعيم

القوم و كبير القرية (۷۵)

۲۷ - باب : آيَةِ الْفِضَّةِ .

۵۳۱۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ ابْنِ عَوْنٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ حُدَيْفَةَ وَذَكَرَ النَّبِيُّ قَالَ : (لَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَلَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَالذَّبْيَاجَ ، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ) . [ر : ۵۱۱۰]

۵۳۱۱ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (الَّذِي يَشْرَبُ فِي آيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجْرَجُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ) .

۵۳۱۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ الْأَشْعَثِ بْنِ سَلَمٍ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدٍ بْنِ مِقْرَنٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَاجَابَةِ الدَّاعِي ، وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ . وَنَهَانَا عَنْ خَوَانِمِ الذَّهَبِ ، وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ ، أَوْ قَالَ : آيَةِ الْفِضَّةِ ، وَعَنِ الْمَيَائِرِ وَالْفَسِيٍّ ، وَعَنِ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذَّبْيَاجِ وَالِاسْتَبْرَقِ .

اس ترجمہ کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ سابقہ ترجمہ میں یہ داخل ہے، لیکن وہاں جو حدیث ذکر کی ہے وہ ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہانا“ ماضی کے صیغے کے ساتھ ہے اور اس باب کی حدیث میں ”لاتشربوا“ نہیں ہے (۷۶)۔

عبداللہ بن عبدالرحمن

باب کی دوسری روایت کی سند میں عبداللہ بن عبدالرحمن ہیں، یہ حضرت صدیق اکبر کے پوتے اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں، یہ اپنے والد اور اپنی خالہ سے روایت نقل کرتے ہیں (۷۷)، امام ترمذی کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے احادیث لی ہیں (۷۸) اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (۷۹)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وہ وثقة، ماله فی البخاری غیر هذا الحديث“ (۸۰)

باب کی آخری حدیث پہلے گزر چکی ہے، اس میں چند الفاظ دیکھ لیں:

المِیَاطِرُ: مِیْطَرَةٌ (بکسر المیم و سکون الیاء) کی جمع ہے، یہ زین پر لے جانے والے کپڑے کا نام ہے جو عموماً ریشم سے بنایا جاتا تھا، ابو عبیدہ فرماتے ہیں المِیَاطِرُ کانت من مراکب الأعاجم من دیاج أو حریر (۸۱)۔

القَسَی (قاف کے فتح اور سین مکسورہ مشددہ کے ساتھ) یہ قَس کی طرف منسوب ہے جو ایک

(۷۶) وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۲

(۷۷) فتح الباری: ۱۰/۱۱۹، وتہذیب الکمال: ۱۵/۱۹۷ (رقم الترجمة: ۳۳۷۴)

(۷۸) تہذیب الکمال: ۱۵/۱۹۸، وتہذیب التہذیب: ۵/۲۹۱

(۷۹) ثقات ابن حبان: ۵/۱۰، ان کے حالات کے لیے دیکھیں، تاریخ البخاری الكبير: ۵/الترجمة ۳۸۸، المعرفة

والتاریخ: ۱/۲۴۱-۲۸۵، الجمع لابن القیسرانی: ۱/۲۵۴، والکاشف: ۲/الترجمة: ۳۸۴۵

(۸۰) فتح الباری: ۱۰/۱۱۹، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۲

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۶۷

شہر کا نام ہے، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ شام کا شہر ہے (۸۲)، علامہ عینی نے ان کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ یہ مصر کے ایک شہر کا نام تھا جو اب اجڑ گیا ہے (۸۳)۔ کسی کپڑا بھی چونکہ ریشم سے بنایا جاتا تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

دیباچہ پتلے ریشم اور استبرق موٹے ریشم کو کہا جاتا ہے (۸۴)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وفي هذه الأحاديث تحريم الأكل والشرب في أنية الذهب والفضة على كل مكلف رجلا كان أو امرأة ، ولا يلتحق ذلك بالحلى للنساء ، لأنه ليس من التزين الذي أبيع لها في شيء ، قال القرطبي: ويلتحق بهما (أى بالأكل والشرب) ما في معناهما مثل التطيب والتكحل وسائر وجوه الاستعمالات، وبهذا قال الجمهور.....“ (۸۵)

۲۸ - باب : الشُّرْبُ فِي الْأَقْدَاحِ

۵۳۱۳ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ ، عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ : أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ ، فَبَيَّتَ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَهُ . [ر : ۱۵۷۵]

أقداح: قَدَح کی جمع ہے، قَدَح پیالے اور کٹورے کو کہتے ہیں (۸۶)۔

ترجمة الباب کا مقصد

❶ پیالے اور کٹورے میں پانی پینا جائز ہے یا قاسق لوگوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ممنوع

(۸۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، شرح البخاری للکرمانی: ۱۷۱/۲۰

(۸۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۶۸

(۸۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۶۸

(۸۵) فتح الباری: ۱۰/۱۲۰

(۸۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳

ہے، شاید امام بخاری رحمہ اللہ اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں پینا اگرچہ فساق کا شعار ہے لیکن وہ خاص مشروب اور مخصوص ہیئت کے نقطہ نظر سے ان کا شعار ہے تاہم ان کی مخصوص ہیئت کو اگر اختیار نہ کیا جائے تو فی نفسہ قدح میں پانی پینا بلا کراہت جائز ہے اس ترجمہ سے امام بخاری اس کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کا یہ مقصد بیان کیا ہے (۸۷)۔

② لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی ہے، فرمایا کہ حافظ کی یہ بات درست نہیں، کٹورے میں پانی پینا فسقوں کا شعار کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اگلا باب ”باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے عنوان سے قائم کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف کٹوروں کا علماء نے ذکر کیا ہے۔ جن میں ایک کوریان، دوسرے کو مغیث اور تیسرے کو مضرب کہا جاتا تھا (۸۸) لہذا امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ سے مطلقاً شرب فی الاقداح کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں۔

③ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے ”الأبواب والتراجم“ میں فرمایا کہ میرے نزدیک امام بخاری قدح کو کوزے اور ابریق پر ترجیح دینے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ کٹورہ کا منہ کھلا اور کشادہ ہوتا ہے، اگر کوئی تنکا وغیرہ گرا ہو تو پینے والے کو نظر آسکتا ہے جب کہ ابریق اور کوزے میں اس طرح نہیں ہوتا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ولا یبعد عندی أن تكون إشارة إلى ترجیح القدح علی الكوز

والإبریق، وغیرهما، فإن القدح لسعة فمه یظهر فیہ للشارب ما قد یسقط

فیہ شیء من التبن“ (۸۹)

حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے

(۸۷) فتح الباری: ۱۰/۱۳۱، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۰۳

(۸۸) الأبواب والتراجم: ۲/۹۸، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۰۳

(۸۹) الأبواب والتراجم: ۲/۹۸

۲۹- باب : الشُّرْبُ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ ﷺ وَآلِهِ .

وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ : قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ : أَلَا أَسْقِيكَ فِي قَدَحِ شَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ فِيهِ .
 ۵۳۱۴ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَسَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ
 ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَمْرًا مِنَ الْعَرَبِ ، فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ
 أَنْ يُرْسِلَ إِلَيْهَا ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَقَدِمَتْ ، فَتَزَلَّتْ فِي أَجْمَرِ بَنِي سَاعِدَةَ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى
 جَاءَهَا ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَإِذَا أَمْرَةٌ مُنَكَّسَةٌ رَأْسَهَا ، فَلَمَّا كَلَّمَهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ : أَعُوذُ بِاللَّهِ
 مِنْكَ ، فَقَالَ : (قَدْ أَعَذْتُكَ مِنِّي) . فَقَالُوا لَهَا : أَتَدْرِينَ مَنْ هَذَا ؟ قَالَتْ : لَا ، قَالُوا :
 هَذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَاءَ لِيَخْطُبَكَ ، قَالَتْ : كُنْتُ أَنَا أَشْقَى مِنْ ذَلِكَ ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ
 يَوْمئِذٍ حَتَّى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ، ثُمَّ قَالَ : (أَسْقِنَا يَا سَهْلُ) . فَخَرَجْتُ
 لَهُمْ بِهَذَا الْقَدَحِ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ ، فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذَلِكَ الْقَدَحَ فَشَرَبْنَا مِنْهُ .

قَالَ : ثُمَّ أَسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذَلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ . [ر : ۴۹۵۶]

۵۳۱۵ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَّانَةَ ،
 عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ قَالَ : رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، وَكَانَ قَدْرُ أَنْصَدَعٍ
 فَسَلَسَلَهُ بِفِضَّةٍ ، قَالَ : وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ مِنْ نُضَارٍ ، قَالَ : قَالَ أَنَسٌ : لَقَدْ سَقَيْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي هَذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا .

قَالَ : وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ : إِنَّهُ كَانَ فِيهِ حَلَقَةٌ مِنْ حَدِيدٍ ، فَأَرَادَ أَنَسُ أَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا
 حَلَقَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ : لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَتَرَكَهُ .

[ر : ۲۹۴۲]

ترجمہ الباب کا مقصد

① ابن منیر اور دوسرے شارحین نے اس ترجمہ کا مقصد اس توہم کو دفع کرنا بتلایا ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے پیالے کو استعمال کرنا درست نہیں کیونکہ یہ
 اجازت کے بغیر دوسرے کے مال میں تصرف ہے اور وہ جائز نہیں، امام بخاری نے اس وہم کو دور کرنے

کے لیے یہ ترجمہ قائم کیا کہ حضرات صحابہ اور بعد میں آنے والوں نے آپ کے پیالے کو استعمال کیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ تھا، کسی کی میراث نہیں تھی کہ ملک غیر میں بغیر اجازت کے تصرف لازم آئے (۹۰)۔

ہاں اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے صرف فقیر استفادہ کر سکتا ہے، غنی نہیں، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں سے اغنیاء نے بھی استفادہ کیا۔

اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ غنی فرض صدقہ (زکوٰۃ وغیرہ) سے استفادہ نہیں کر سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک فرض صدقہ کی قبیل سے نہیں تھا (۹۱)۔

حافظ ابن حجر نے اس کا جواب دیا کہ مذکورہ صدقہ اوقاف مطلقہ کی قبیل سے تھا اور اوقاف مطلقہ سے غنی فقیر دونوں استفادہ کر سکتے ہیں (۹۲)۔

② شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ان بحثوں کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بطور تبرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال شدہ پیالے کو استعمال کیا جاسکتا ہے، چاہے وہ پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

”قلت : لا حاجة إلى هذا البحث الطويل ، بل الغرض من الترجمة الشرب من قدح شرب منه النبي صلى الله عليه وسلم تبركاه ، أعم من أن يكون ذلك القدح في ملكه صلى الله عليه وسلم أم لا ، وعلى هذا فمطابقة الحديث للترجمة أيضا ظاهرة ، فالظاهر أن القدح المذكور في أول حديث الباب كان لسهل ، لالنبي صلى الله عليه وسلم ، فلاحاجة حينئذ في إثبات المطابقة إلى ما ذكره العلامة العيني ، من أن هذا القدح في الأصل كان للنبي صلى الله عليه وسلم ، فإنه خلاف الظاهر ، بل الظاهر

(۹۰) فتح الباری: ۱۰/۴۲، عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۹۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، فتح الباری: ۱۰/۴۲، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۹۲) فتح الباری: ۱۰/۴۲، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

أنه كان لسهل رضى الله عنه، والله تعالى أعلم“ (۹۳)
 وقال أبو بردة: قال لى عبدالله بن بن سلام: ألا أسقيك فى قدح
 شرب النبى صلى الله عليه وسلم فيه
 أبو بردة مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، ان کا نام عامر ہے (۹۴)
 یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے کتاب الاعتصام میں موصولاً نقل فرمائی ہے (۹۵)۔
 حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس وہ پیالہ تھا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش
 فرمایا تھا۔

حدثنا سعيد بن أبى المريم.....
 اس حدیث میں ابنہ الجون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی پوری تفصیل کتاب الطلاق میں
 گزر چکی ہے (۹۶)۔

أجم بنى ساعدة
 أْجُم (ہمزہ اور جیم کے ضمہ کے ساتھ)..... بناء يشبه القصر یعنی یہ محل سے مشابہ ایک تعمیر
 کا نام ہے، اس کی جمع آجام آتی ہے (۹۷)۔
 علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ أجم أجمة کی جمع ہے وہی الغیضة (۹۸) غریضہ جھاڑی اور
 گنجان درختوں والی جگہ کو کہتے ہیں اور جوہری نے فرمایا ہو حصن بناء أهل المدينة من الحجارة
 (۹۹) یعنی پتھر سے بنائے گئے قلعے کو أجم کہتے ہیں۔

(۹۳) والأبواب والتراجم: ۹۸/۲

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵، فتح الباری: ۱۰/۱۲۲

(۹۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵، وکشف الباری، کتاب الطلاق:

(۹۷) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۹۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵، وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۲، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۲

(۹۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵ وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۲

إمرأة منكسة

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مُنْكَسَة اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ باب افعال اور باب تفعیل دونوں سے ہو سکتا ہے (۱۰۰) بمعنی سر جھکانے والی۔

كنت أنا أشقى من ذلك

أشقى اگرچہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے لیکن یہاں مطلقاً صفت کے معنی میں ہے اور ذلك کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف زوجیت کے فوت ہونے کی طرف ہے (۱۰۱) یعنی اس شرف کے فوت ہونے کی وجہ سے میں بڑی بد بخت رہی۔

فخر جنت لهم بهذا القدح فأسقيتهم فيه، فأخرج لنا سهل.....

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کو پانی پلانے کے لیے یہ کنورہ نکالا اور انہیں اس میں پانی پلایا، آگے راوی حضرت ابو حازم سلمہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت سہل نے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے اس میں پانی پیا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث کی مناسبت باب سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ومناسبتُهُ للترجمة ظاهرة من جهة رغبة الذين سألوا سهلاً أن

يخرج لهم القدح المذكور ليشر بوافيه تبركاً به (۱۰۲)۔

ثم استوهبه عمر بن عبد العزيز بعد ذلك، فوهبه له

یعنی حضرت عمر بن عبد العزیز نے (اپنے مدینہ منورہ کی گورنری کے دور میں) وہ پیالہ حضرت سہل سے ہبہ کے طور پر طلب کیا تو انہوں نے وہ پیالہ انہیں ہبہ کر دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے چند آداب مستنبط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وفى الحديث التبسط على صاحب، واستدعاء ماعنده من

(۱۰۰) شرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۱۰۱) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۱۰۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، والأبواب والتراجم: ۴/۹۸

مأکول ومشروب، وتعظیمه بدعائه بکنته، والتبرک بآثار الصالحین،

واستيهاب الصديق مالا يشق عليه هبته“ (۱۰۳)

حدثنا الحسن بن مدرک.....

عاصم احوں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ دیکھا جو پھٹ گیا تھا، انہوں نے اس میں چاندی کا کڑا لگالیا تھا، وہ لکڑی کا عمدہ چوڑا پیالہ تھا، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پلایا ہے۔

فسلسله بفضة

شارحین نے اس کا ترجمہ کیا ہے وصل بعضه ببعض بفضة یعنی اس کو چاندی کے کڑوں کے ساتھ جوڑا دیا گیا تھا (۱۰۴) اس کی ضمیر فاعل میں دو احتمال ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جوڑا تھا، یا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جوڑا تھا (۱۰۵)۔

وهو قدح جيد عريض من نضار

نُضَار (نون کے ضمہ اور ضاد کی تخفیف کے ساتھ) یہ ایک عمدہ لکڑی ہوتی ہے جس سے عموماً برتن بنائے جاتے ہیں (۱۰۶)۔

قال: وقال ابن سيرين: إنه كان فيه حلقة من حديد

یہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے (۱۰۷)، عاصم احوں فرماتے ہیں کہ ابن سیرین نے فرمایا کہ اس میں لوہے کا ایک کڑا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا کڑا لگا دیں تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا اور کہا کہ اس چیز کو نہ بدلو جس کو رسول اللہ صلی اللہ

(۱۰۳) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳

(۱۰۴) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۰

(۱۰۵) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۰

(۱۰۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۶

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۶

علیہ وسلم نے بنایا ہے چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وفی الحدیث جواز اتخاذ ضبة الفضة، وكذلك السلسلة والحلقة، ولكن فيه اختلاف، فقال الخطابي: منعه مطلقاً جماعة من الصحابة والتابعين، وهو قول مالك والليث، وعن مالك يجوز من الفضة إذا كان يسيراً، وكرهه الشافعي، وقال أبو حنيفة وأصحابه: فلا بأس إذا اتقى وقت الشرب موضع الفضة، وبه قال أحمد وإسحاق، وتحرم ضبة الذهب مطلقاً..... وروى الطبرانی فی الأوسط من حدیث أم عطیة أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لبس الذهب، وتفضیض الأقداح، ثم رخص فی تفضیض الأقداح، وهو حجة على الشافعي“ (۱۰۸)

۳۰- باب : شَرِبَ الْبَرَكَةِ وَالْمَاءِ الْمُبَارَكِ .

۵۳۱۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ : حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ : قَدْ رَأَيْتُنِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ حَضَرَتِ الْعَصْرُ ، وَلَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ غَيْرُ فَضْلَةٍ ، فَجَعَلَ فِي إِنَاءٍ فَأَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِهِ ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَفَرَّجَ أَصَابِعَهُ . ثُمَّ قَالَ : (حَيَّ عَلَى أَهْلِ الْوُضُوءِ : الْبَرَكَةُ مِنَ اللَّهِ) . فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ ، فَتَوَضَّأَ النَّاسُ وَشَرَبُوا ، فَجَعَلْتُ لَا آلُو مَا جَعَلْتُ فِي بَطْنِي مِنْهُ ، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ بَرَكَةٌ . قُلْتُ لِحَابِرٍ : كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ ؟ قَالَ : أَلْفًا وَأَرْبَعِينَ .

تَابِعَهُ عَمْرُو : عَنْ جَابِرٍ . وَقَالَ حُصَيْنٌ وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ جَابِرٍ : خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً . وَتَابِعَهُ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ جَابِرٍ . [ر : ۳۳۸۳]

برکت سے برکت والا پانی مراد ہے، برکت والی چیز پر بھی برکت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے (۱۰۹)۔

ترجمة الباب کا مقصد

① علامہ ابن بطلال وغیرہ نے اس ترجمۃ الباب کی غرض یہ بتائی کہ امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہے ہیں کہ برکت والے پانی کو کثرت کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے (۱۱۰)۔

② شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام کا مقصد یہ ہے کہ امام نے پہلے ترجمہ سے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص پیالے سے تبرک حاصل کرنے کا جواز بتلایا اور اس باب میں مطلقاً تبرک کے جواز کو بتلانا ہے، چاہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے حاصل ہو یا بزرگوں سے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کے الفاظ عام رکھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”والأوجه عندی أن الغرض من الترجمة السابقة الاستبراک

المخصوص بقدرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وأشار بهذه الترجمة إلى

الاستبراک مطلقاً، أعم من أن يكون حصل بيد النبی صلی للہ علیہ وسلم

أو بيد غيره من الصلحاء ويشير إليه إطلاق لفظ الترجمة، وإن كان

المذكور في حديث الباب ذكر بركة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فيقاس

بركة غيره عليه صلی اللہ علیہ وسلم“ (۱۱۱)

حدثنا قتيبة.....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، عصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا، وہ پانی ایک برتن میں رکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا، اپنی انگلیاں کشادہ کیں اور فرمایا..... وضو کرنے والو! آؤ، برکت اللہ کی طرف سے ہے“..... چنانچہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا ہے، لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا، میں نے بھی اس پانی سے پیٹ بھرنے میں کوتاہی نہیں کی (یعنی خوب شکم سیر ہو کر پیا) کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ برکت والا پانی ہے،

(۱۱۰) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۸، وفتح الباری: ۱۰/ ۱۲۶

(۱۱۱) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۸

راوی سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ اس دن تم کتنے آدمی تھے تو انہوں نے کہا کہ چودہ سو آدمی تھے۔

اس حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا، یہ حدیبیہ میں پیش آیا تھا (۱۱۲) حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے۔

ولیس معنا ماء غیر فضلة..... فضلة: ہر پکی ہوئی چیز کو کہتے ہیں، مافضل من الشئ (۱۱۳)

حی علیٰ اهل الوضوء

اکثر روایات میں اسی طرح ہے، اس صورت میں ”اہل الوضوء“ منادی منصوب ہے، وضوء واؤ کے فتح کے ساتھ (اسم لمایتو ضائبہ) وہ پانی جس سے وضو کیا جائے ترجمہ ہوگا ”اے وضو کرنے والو! میرے پاس آؤ (۱۱۴) نفسی کی روایت میں ”حی علی الوضوء“ ہے، لفظ اہل اس میں نہیں ہے، علی جار اور الوضوء مجرور ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا ”وضو والے پانی کے پاس آؤ“ (۱۱۵)

فجعلت لا آلو ماجعلت فی بطنی منه

آلا، یا آلو بروزن دعاء، يدعو باب نصر سے ہے بمعنی کوتاہی کرنا (۱۱۶) یعنی میں نے پانی پینے میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کی، خوب سیر ہو کر پیا۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وفیه من الفقه ان الإسراف فی الطعام والشراب مکروه إلا الأشياء التي أرى الله فيها بركة غير معهودة، وانه لا بأس بالاستكثار منها، وليس في ذلك سرف ولا استكثار ولا كراهية“ (۱۱۷)

(۱۱۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۷

(۱۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۱

(۱۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۲

(۱۱۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۲، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۵

(۱۱۶) إرشاد الساری: ۱۲/۳۷۲، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۶

(۱۱۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷

٧٨ - كتاب المرضى

کتاب المرضی (الأحادیث: ۵۳۱۷-۵۳۵۳)

کتاب المرضی میں بائیس ابواب اور اڑتالیس احادیث ہیں، ان میں سے سات معلق اور باقی موصول ہیں، چونتیس احادیث مکرر ہیں اور چودہ احادیث پہلی بار اس میں ذکر کی گئی ہیں، ان چودہ میں سے دس احادیث متفق علیہ ہیں، یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے، کتاب المرضی میں تین آثار ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۸ - کتاب المرضی

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الأشربہ کے بعد کتاب المرضی کو ذکر فرمایا ہے۔ شارحین نے یہاں کوئی مناسبت بیان نہیں کی لیکن مناسبت ظاہر ہے کیونکہ طعام اور شراب کا تعلق انسان کے جسم سے ہے اور مرض کا تعلق بھی جسم سے ہے، طعام اور شراب کی بے اعتدالی بھی عموماً مرض کا سبب بن جاتی ہے اس لیے امام نے اشربہ سے متصل کتاب المرضی کو ذکر کیا۔

مرضی فعلی کے وزن پر مریض کی جمع ہے، یہاں مرض سے مرض جسم مراد ہے، مرض کا اطلاق دل کی روحانی بیماری پر بھی ہوتا ہے۔ جو یا شبہ کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں منافقین کے متعلق فرمایا گیا ﴿فَیْ قُلُوبُهُمْ مَّرَضٌ﴾ اور یا شہوت کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے، قرآن میں ہے ﴿فَیْطْمَعِ الذِّیْ فِیْ قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ (۱) جسمانی مرض کی تعریف کی جاتی ہے ”حروج الجسم عن المجری الطبیعی ویعبر عنه بأنه حالة أو ملكة تصدر بها الأفعال عن الموضوع لها غیر سلیمة“ (۲) یعنی جسم کے اپنی طبعی حالت سے نکل جانے کو مرض کہتے ہیں۔

۱ - باب : ما جاء في كفارة المَرَضِ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ» / النساء : ۱۲۳ .

(۱) فتح الباری ۱۰/۱۲۸، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وارشاد السامی: ۴۲/۳۷۳، وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۵

کفارة کفر ہے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے اصل معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں، یہاں مطلب یہ ہے کہ مؤمن کا مرض اور بیماری اس کے گناہوں کے لیے کفاره بنتی ہے (۳)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”کفارة المرض“ میں اضافت بیان یہ ہے جیسے شجر الاراک میں اضافت بیان یہ ہے۔ لأن المرض لیست له کفارة بل هو الکفارة نفسها (۴)

اور یہ اضافت بمعنی ”فی“ بھی ہو سکتی ہے اسی کفارة فی المرض اور یا یہ اضافة الصفة الی الموصوف کی قبیل سے ہے (۵)

وقول الله تعالى: من يعمل سوءً يجز به

یہ سورۃ نسا کی آیت کریمہ ہے، پوری آیت ہے ﴿لَیْسَ بِأَمَانِیْکُمْ وَلَا أَمَانِیْ أَهْلِ الْکِتَابِ مِنْ یَعْمَلُ سُوْءً یَّجْزِیْهِ وَلَا یُجَدُّ لَهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِیَا وَلَا نُنْصِرُ﴾ یعنی نہ تمہاری تمناؤں پر مدار ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی برائے کرے گا۔ وہ اس کی سزا پائے گا اور اس شخص کو اللہ کے سوانہ کوئی حمایت ملے گا اور نہ مددگار ملے گا (کہ خدا کے عذاب سے اس کو چھڑا سکے)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ذهب أكثر أهل التأویل إلى أن معنى الآية أن المسلم یجازی

على خطایاه فی الدنیا بالمصائب التي تقع له فیها، فتكون کفارة لها“ (۶)
یعنی مسلمان کے گناہوں کی سزا ان مصائب کی شکل میں اسے دیدی جاتی ہے جن میں وہ مبتلا ہوتا

ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان بہت پریشان ہو گئے اور کہنے لگے ”إنا لنجزی بکل ما عملناه؟ هلکنا إذا“۔۔۔ اگر ہمیں ہمارے

(۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۳، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۸

(۴) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸، وشرح الکرمانی: ۲۰/۷۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۷

(۵) شرح الکرمانی: ۲۰/۷۵، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۸، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۸، وإرشاد الساری: ۱۴/۲۷۳

(۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۸، والأبواب والتراجمة: ۲/۹۸

ہر عمل کی سزا دی جائے گی تب تو ہم ہلاک ہو جائیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پریشانی کی یہ کیفیت معلوم ہوئی تو فرمایا ”نعم یجزی بہ فی الدنیا من مصیبة فی جسدہ مما یؤذیہ“ (۷)

اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ”یا رسول اللہ کیف الصلاح بعد هذه الآية: ﴿لَیْسَ بِأَمَانِیْکُمْ﴾“ فقال: غفر اللہ لک یا أبا بکر، ألسنت تمرض، ألسنت تحزن، قال: قلت: بلی، قال: هو ما تجزون بہ (۸)

خلاصہ کلام یہ کہ گناہوں کی سزا ایک مؤمن کو مصائب اور امراض کی شکل میں بھی دی جاتی ہے تو مؤمن کی بیماری اور اس کا مرض اس کے گناہوں کی جزا اور کفارہ ہے، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ آیت اس باب کے بعد ذکر فرمائی۔

فائدہ

مؤمن جب مصائب، بیماریوں اور غم میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ یا گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے، اس صورت میں یہ ابتلاء اس کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور یا گناہوں کے کفارہ کے لیے نہیں بلکہ رفع درجات کے لیے کسی صالح مؤمن کو مبتلائے مصائب کیا جاتا ہے، صوفیاء نے فرمایا کہ پہلی صورت میں آدمی پر بے چینی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مبتلائے مصیبت ہونے کے باوجود آدمی پرسکون رہتا ہے اور رجوع الی اللہ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

۵۳۱۷ : حَدَّثَنَا أَبُو اِثْنَانٍ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ . عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا . زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ . قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا عَنْهُ ، حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا) .

(۷) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸

(۸) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸، ۱۲۹

۵۳۱۸ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُلَظَلَةَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ ، مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا ، إِلَّا كَفَرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ) .

مذکورہ دونوں حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں (۹)

پہلی حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مصیبت بھی مسلمان کو نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ کائنات بھی جو اس کے جسم میں چبھے۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو کوئی رنج و غم، مصیبت اور تکلیف نہیں پہنچتی، یہاں تک کہ کوئی کائنات بھی اسے چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

ما من مضية تصيب المسلم

مصیبت اصل میں الرمية بالسهم کو کہتے ہیں، پھر یہ لفظ مطلقاً ہر حادثہ کے لیے استعمال ہونے لگا (۱۰)، علامہ کرمانیؒ نے فرمایا المصيبة فی اللغة ، ينزل بالإنسان مطلقاً، وفي العرف ما نزل به من مكروه خاصة وهو المراد هنا (۱۱)

(۹) (۵۳۱۷) الحديث أخرجه مسلم في البر الوصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه، من مرض..... الخ ۱۹۹۱/۳ (رقم الحديث: ۲۵۷۲) وأخرجه الترمذی فی الجنائز، باب ما جاء فی ثواب المريض: ۲۹۷/۳ (رقم الحديث: ۹۲۵)

(۱۰) (۵۳۱۸) الحديث أخرجه الترمذی فی الجنائز، باب ما جاء فی ثواب المريض: ۲۹۸/۳ (رقم الحديث: ۹۲۶) وأخرجه مسلم فی کتاب البر الوصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض..... الخ ۱۹۹۳/۴ (رقم الحديث: ۲۵۷۲)

(۱۰) عمدة القاری ۲۱/۲۰۸

(۱۱) عمدة القاری ۲۱/۲۰۸، وشرح البخاری للکرمانی ۲۰/۴۵، وفتح الباری ۱۰/۱۲۹

امام راغب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ ”صاب“ خیر اور شر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے ﴿إِنْ تَصَبَّكَ حَسَنَةً تَسْؤُهُمْ وَإِنْ تَصَبَّكَ مُصِيبَةً﴾ (۱۲) بعضوں نے کہا کہ استعمال تو دونوں میں ہوتا ہے لیکن مشتق منہ دونوں کا الگ الگ ہے إصابۃ فی الخیر ”صَوَّب“ سے ماخوذ ہے، صوب بقدر ضرورت نازل ہونے والی بارش کو کہتے ہیں اور إصابۃ فی الشر، إصابۃ السهم سے ماخوذ ہے (۱۳)

حتى الشوكة يشاكها

يُشَاك: يقال كـ وزن پر مضارع مجہول کا صیغہ ہے، شَاكَ شَوْكًا..... لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، کانا چبھنا اور کانا چبھانا (۱۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اصل میں ”یشاک بہا“ ہے، باجاردہ کو حذف کر کے فعل کو اس کے ساتھ براہ راست ملا دیا گیا اس کو ”حذف وإیصال“ کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے اُی یشوکہ غیرہ بہا یعنی کوئی دوسرا کانا چبھائے لیکن حدیث شریف میں معنی عام ہیں، چاہے کوئی اور چبھائے یا خود چبھے (۱۵)

إلا كفر الله بها عنه

مسند احمد کی روایت میں ہے ”إلا كان كفارة لذنبه“ (۱۶)

شیخ عزالدین بن عبد السلام نے فرمایا کہ اجر و ثواب کا تعلق انسان کے اپنے کسب سے ہے، لہذا مصائب اور تکالیف کا اس میں دخل نہیں ہاں اگر وہ صبر کر لے تو اس صبر پر وہ اجر کا مستحق ہوگا (۱۷)

(۱۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸ وفتح الباری: ۱۰/۱۲۹

(۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸ وفتح الباری: ۱۰/۱۲۹

(۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸

(۱۵) فتح الباری: ۱۰/۲۹ نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸

(۱۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۹

(۱۷) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی اور کہا ہے کہ احادیث صریحہ میں مطلقاً مصائب پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے، چاہے اس پر آدمی صبر کرے یا نہ کرے، راضی ہو یا نہ ہو، چنانچہ علامہ قرانی فرماتے ہیں:

”المصائب كفارات جزما، سواء اقترن بها الرضا أم لا، لكن إن

اقترن بها الرضا عظم التكفير، وإلا قل“ (۱۸)

بہر حال اگر آدمی کے گناہ ہیں تو مصائب اس کے لیے کفارہ بنتے ہیں اور اگر اس کے گناہ نہیں تو وہ اس کے رفع درجات کا سبب بنتے ہیں (۱۹)۔

علامہ قرانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی مصیبت زدہ سے یہ کہنا مناسب نہیں کہ ”جعل الله هذه المصيبة كفارة لذنبك“ کیونکہ جب شریعت نے مصیبت کو کفارہ بنا دیا ہے تو دوبارہ اس دعا کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے (۲۰)

زہیر بن محمد

ان کی کنیت ابوالمندر ہے، خراسانی، مروزی اور خرقی ان کی نسبت ہے، خرق (خاء اور راء کے فتح کے ساتھ) مرو میں ایک بستی کا نام ہے (۲۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے صرف دو روایات نقل کی ہیں ایک یہ اور دوسری کتاب الاستیذان میں (۲۲)

بعض محدثین نے ان کے حافظے میں کلام کیا ہے (۲۳) لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ”تاریخ

(۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

(۱۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

(۲۱) تہذیب الکمال: ۳۱۳/۹ (رقم الترجمة: ۲۰۱۷)

(۲۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰، وعسدة القاری: ۲۱/۲۰۹

(۲۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰، الجرح والمعدن: ۳، الترجمہ: ۲۶۸۶

صغیر“ میں فرمایا کہ اہل شام نے ان سے جو روایات نقل کی ہیں وہ مناکیر ہیں تاہم ان سے اہل بصرہ کی نقل کردہ روایات صحیح ہیں (۲۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں لیس بہ یأس، مستقیم الحدیث اور مقارب الحدیث کے الفاظ کہے ہیں (۲۵)

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا صالح لا یأس بہ (۲۶)

امام دارمی رحمہ اللہ نے فرمایا ثقة (۲۷)

امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک جگہ انہیں ضعیف قرار دیا ہے (۲۸)

اور دوسری جگہ فرمایا لیس بالقوی (۲۹)

۲۶۲ھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۳۰)

نصب، ولا وصب، ولا ہم ولا حزن

نُصِب: تَعَب کے معنی میں ہے وزناً تَعَب کی طرح ہے۔

وَصَب: مرض کو کہتے ہیں، بعضوں نے کہا وصب مرض لازم کو کہتے ہیں جو لگنے کے بعد ختم نہ

ہو (۳۱)

(۲۳) تاریخ الصغیر للامام البخاری: ۲/ ۱۳۹

(۲۵) تہذیب الکمال: ۹/ ۴۱۳

(۲۶) تہذیب الکمال: ۱۳/ ۴۱۷

(۲۷) تاریخ عثمان بن سعید دارمی، الترجمة: ۳۲۳

(۲۸) تہذیب الکمال: ۱۳/ ۴۱۷

(۲۹) الضعفاء والمتروکیں للنسائی، الشرح: ۲۶۸، وتہذیب الکمال: ۱۳/ ۴۱۸

(۳۰) تہذیب الکمال: ۱۳/ ۴۱۷، ان کے حالات کے لیے دیکھیے، تاریخ البخاری الکبیر: ۳/ الترجمة: ۱۳۲۰،

ومعجم البلدان: ۴/ ۴۲۵، وسیر أعلام النبلاء: ۸/ ۶۸، ومقدمة فتح الباری: ۴۰۱

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۳۱

ہم: فکر اور غم کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے ہم، غم اور حزن کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔
 ہم: کسی خطرناک اور نقصان دہ معاملہ کے پیش آنے کے سلسلے میں فکر کرنے سے جو پریشانی
 آدمی کو لاحق ہوتی ہے اسے ہم کہتے ہیں۔
 غم: کسی بھی ناگوار واقعہ کے پیش آنے سے انسان کے دل میں جو تکلیف ابھرتی ہے اسے غم کہتے
 ہیں۔

حزن: اس شی کے مفقود ہونے سے لاحق ہوتا ہے جس کا مفقود ہونا آدمی کے لیے شاق ہو (۳۲)
 بعض نے کہا ہے حزن کا تعلق مافات سے ہے اور ہم کا تعلق مآت سے ہے (۳۳)

۵۳۱۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ ،
 عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْحَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ ، تُفَيِّئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً ، وَتَعْدِلُهَا
 مَرَّةً ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ ، لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ أَجْعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً) .
 وَقَالَ زَكَرِيَّا : حَدَّثَنِي سَعْدٌ : حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۲)

حضرت کعب فرماتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی مثال کھیتی کے پودوں
 کی طرح ہے کہ ہوا کبھی انہیں ادھر ادھر جھکاتی اور کبھی ان کو سیدھا کرتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے
 درخت کی ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے یہاں تک ایک ہی دفعہ اکھڑ جاتا ہے۔

(۳۲) اَلِهَمْ يَنْشَأُ عَنِ الْفَكْرِ فِيمَا يَنْوَقِعُ حَصُولُهُ مَسَائِلَ ذِي بَهْ ، وَالْغَمُ كَرِبٌ يَحْدُثُ لِلْقَلْبِ بِسَبَبِ مَا حَصَلَ ،

وَالْحُزْنُ بِحَدَثٍ لَفَقْدِ مَا يَشْقَى عَلَى الْمَرْأَةِ فَقْدُهُ (فتح الباری: ۱۰/۱۳۱، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۹)

(۳۳) إِرْشَادُ السَّارِي: ۳۷۵/۱۲

(۳۲)(۵۳۱۹) الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي صِفَاتِ الْمُنَافِقِينَ وَأَحْكَامِهِمْ ، بَابُ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ كَالزَّرْعِ وَمَثَلِ

الْكَافِرِ كَشَجَرَةِ الْأَرْزِ: ۲۱۶۳/۳ (رقم الحديث: ۲۸۰۹)

وَأَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ فِي الطَّبِّ ، بَابُ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ: ۳/۳۵۱ (رقم الحديث: ۷۴۷۹)

۵۳۲۰ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ أَبِي عَامِرٍ بْنِ لُؤَيٍّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ ، مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا ، فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكَفَّأَ بِالْبَلَاءِ . وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ ، صَمَاءٌ مُعْتَدِلَةٌ ، حَتَّى يَقْصِمَهَا اللَّهُ إِذَا شَاءَ) . [۷۰۲۸]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی مثال کھیتی کے پودوں کی ہے، جس طرف سے ہوا آتی ہے، ان کو جھکا دیتی ہے اور جب ہوا رک جاتی ہے تب وہ سیدھے ہو جاتے ہیں۔ اور فاجر صنوبر کی درخت کی طرح ہوتا ہے جو ٹھوس اور سیدھا کھڑا رہتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے (ایک دفعہ میں) اکھیر دیتا ہے جب چاہے۔

مثل المؤمن كالخامة

خامة تازہ گئے والے سبزے اور پودے کو کہتے ہیں (۳۶)

مسند احمد کی روایت میں ہے ”مثل المؤمن كمثل السنبلة، تخرم مرة وتستقيم مرة“ (۳۷) اور ایک دوسری حدیث میں ہے ”مثل المؤمن مثل الخامة تحمر مرة وتصفرا أخرى“ (۳۸) یعنی مؤمن کی مثال پودے کی ہے جو کبھی سرخ و شاداب رہتا ہے اور کبھی زرد ہو کر مر جھا جاتا ہے۔

تفيؤها مرة، وتعديلها مرة

تُفَيِّئُ: یہ بات تفعل سے مضارع واحد مؤنث کا صیغہ ہے، فَيَّ: اس کا مادہ ہے، فَاءٌ بمعنی رجع ہے

(۳۵) (۵۳۲۰) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب التوحيد باب في المشية والإرادة (رقم الحديث:

۴۰۲۸)..... هذه الحديث من أفراد البخاري

(۳۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۹ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۱

(۳۷) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۳۳۹

(۳۸) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۱۳۲

اور اُفاء متعدی ہے، باب تفعلیل سے اس کے معنی بھکانے اور مانگنے کرنے کے ہیں، یہاں تفعیل کا فاعل ذکر نہیں کیا، فاعل ”الریح“ ہے یعنی ہوا اسے کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی سیدھا کر دیتی ہے۔

و مثل المنافع كالأرزة

یہاں پہلی روایت میں ”منافع“ دوسری روایت میں ”فاجر“ اور صحیح مسلم کی روایت میں ”الکافر“ ہے (۳۹)

أرزة (ہمزہ کے فتح اور کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ) صنوبر کے درخت کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا، یہ ایک مضبوط درخت ہوتا ہے، ہوائیں اسے نہیں ہلا سکتیں (۴۰)

انجعافها

انجعاف اکھڑنے کو کہتے ہیں، تقول جعفته فانجعف، مثل: قلعتہ فانقلع، اس جملے کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

① ایک مطلب یہ ہے کہ مؤمن پر آفات اور بلا یا آتی ہیں، کبھی تندرست، کبھی بیمار، کبھی خوش، کبھی غمگین، کبھی خوشحال اور کبھی تنگدست رہتا ہے، وہ ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا، جس طرح تازہ نکلے ہوئے سبزے کو مختلف اطراف سے چلنے والی ہوائیں گھماتی اور پھراتی جھولاتی ہیں، اسی طرح مؤمن کو مختلف مصائب، بلا تے رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ آسودہ اور خوشحال نہیں رہتا، جب کہ منافق کے وارے نیارے ہوتے ہیں، وہ خوب صحت مند اور مستنڈار رہتا ہے، اچانک موت آتی ہے اور یکدم اس کا خاتمہ کر دیتی ہے، آخرت کی نعمتوں میں پھر اس کا کچھ حصہ نہیں ہوتا (۴۱)

② دوسرا مطلب یہ ہے کہ مؤمن پر جب مصائب آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے مایوس نہیں ہوتا، صبر کرتا ہے اور اللہ سے اجر اور خیر کا امیدوار ہوتا ہے، جب وہ مصیبت بنتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے، بہر حال مؤمن خوشی میں شکر اور مصیبت میں صبر کرتا ہے جب کہ منافق مصائب کے نزول میں

(۳۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲

(۴۰) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۰

(۴۱) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲

اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور اس مایوسی اور غم میں گھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے (۴۲)
 مؤمن اور منافق کی یہ مثال غالب کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی
 مؤمن بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مصائب اور بلا یا سے اس کو بچا دیا ہو، اس طرح کئی منافق ایسے
 ہو سکتے ہیں جو بتلائے مصائب و آلام ہوں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وہذا فی العباب
 من حال الاثنیین“ (۴۳)

وقال زکریا: حدثنی سعد، حدثنی ابن کعب عن أبیہ کعب

اس تعلیق کو امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۴۴)

اس تعلیق اور حدیث موصول میں دو فرق ہیں:

① حدیث موصول میں ”سفیان عن سعد“ معنعن ہے جب کہ تعلیق میں ”زکریا حدثنی سعد“

تحدیث کی تصریح ہے۔

② تعلیق میں ”حدثنی ابن کعب“ ہے، ابن مبہم ہے، جب کہ موصول میں ”عبد اللہ بن

کعب عن أبیہ“ ابن کانام ذکر کیا گیا، اس طرح تعلیق سے تحدیث کی تصریح معلوم ہوئی اور حدیث
 موصول سے تعلیق میں مبہم کانام معلوم ہو گیا (۴۵)

أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَّاتُهَا

كَفَّاتُ: بَابُ فَتْحٍ سَعٍ هِيَ كَفَّاءٌ - كَفَّاءٌ: يَلْتَنَاءُ، وَنَدَّهَا كَرَنًا (۴۶)

فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكْفًا بِالْبَلَاءِ

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”اعتدلت“ کی بجائے صحیح ”انقبت“ ہے اور ”تکفًا

(۴۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۴، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲

(۴۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۵) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۷

بالبلاء“ یہ مؤمن کا وصف ہے (۴۷)

”إذا اعتدلت“ شرط ہے اور جزا محذوف ہے، تقدیری عبارت ہے ”إذا اعتدلت، استقامت الخامة“ یعنی جب وہ ہوا پلٹ جاتی ہے تو وہ سبزہ سیدھا ہو جاتا ہے، مؤمن بھی آفت کے ساتھ اس طرح پلٹتا ہے اور جب آفت چلی جاتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کر کے سیدھا ہو جاتا ہے (۴۸) آگے کتاب التوحید کی روایت میں ہے ”فإذا سكنت اعتدلت، وكذلك المؤمن يكفأ بالبلاء“ (۴۹)

والفاجر كالأرزة صماء معتدلة

فاجر سے یہاں مراد کافر ہے، صماء کے معنی ٹھوس و شدید کے ہیں قَصَمَ باب ضرب سے ہے، توڑنے کے معنی میں آتا ہے، یہاں اس سے ختم کرنا مراد ہے۔

۵۳۲۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الْحُبَابِ يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ) .

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۵۰)

من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے جتنا ہی مصیبت کر دیتا ہے (تاکہ مصائب کی وجہ سے اس کے گناہ معاف اور اس کے درجات بلند ہو سکیں)

یُصِبْ مِنْهُ میں دو قول ہیں:

① ایک قول صاد کے کسرہ اور یاء کے ضمہ کا ہے، یعنی یُصِبْ باب افعال سے مفارع معروف

(۴۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، فتح الباری: ۱۰/۱۳۳

(۴۸) فتح الباری: ۱۰/۱۳۳

(۴۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳۳

(۵۰) (۵۳۲۱) الحدیث أخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الطب: ۴/۳۵۱ (رقم الحدیث: ۷۳۷۸)

واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہے جو اللہ کی طرف راجع ہے اور ”منہ“ کی ضمیر ”مَنْ يَرِدُ اللّٰهَ“ میں ”مَنْ“ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے (۵۱) عام محدثین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (۵۲)۔

② دوسرے قول کے مطابق ”يُضْب“ (یاء کے ضمہ اور صاد کے فتح کے ساتھ) مضارع مجہول کا صیغہ ہے، اس صورت میں ”منہ“ کو بھی نائب فاعل بنا سکتے ہیں اور ”يُضْب“ کے اندر ضمیر مستتر کو بھی نائب فاعل بنا سکتے ہیں جو ”مَنْ“ کی طرف راجع ہوگی، پھر ”منہ“ کی ضمیر ”اللہ“ کی طرف راجع ہوگی یعنی وہ شخص اللہ کی طرف سے مبتلائے مصیبت کر دیا جاتا ہے۔ علامہ طبری رحمہ اللہ نے اس کو ادب کے زیادہ مناسب قرار دیا کیونکہ اس میں مصیبت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی، جیسے قرآن کریم کی آیت میں ہے ﴿وَإِذَا مَرَضْتَ فَيُوشِقِينَ﴾ (۵۳) اس میں مرض کی نسبت اپنی طرف اور شفا کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے (۵۴)۔

لیکن پہلے قول کی تائید امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے ”إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ ، فَمِنْ صَبَرُوا فَلَهُ الصَّبْرُ ، وَمِنْ جَزَعَ فَلَهُ الْجَزَعُ“ اس حدیث میں صراحۃً ”ابتلاہم“ کہہ دیا گیا ہے (۵۵)۔

۲ - باب : شِدَّةُ الْمَرَضِ .

۵۳۲۲ : حَدَّثَنَا قَيْصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، حَدَّثَنِي بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

(۵۱) فتح الباری: ۱۰/۳۴ و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۷

(۵۲) فتح الباری: ۱۰/۳۴ و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۷

(۵۳) سورة الشعراء: ۸۰

(۵۴) فتح الباری: ۱۰/۳۴ و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹

(۵۵) مسند الامام احمد بن حنبل: ۵/۳۲۹، ۳۲۸

۵۳۲۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ ،
عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ ، وَهُوَ يُوعَكُ
وَعَكًا شَدِيدًا ، وَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ، قُلْتُ : إِنْ ذَلِكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قَالَ :
(أَجَلَ ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى إِلَّا حَاتَّ اللَّهُ عَنْهُ خَطَابَاهُ ، كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ) .

[۵۳۲۴ ، ۵۳۳۶ ، ۵۳۳۷ ، ۵۳۴۳]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مرض کی شدت، تقرب الی اللہ کا سبب ہو ا کرتی ہے (۵۶)

باب کی دونوں حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں (۵۷)۔

پہلی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے زیادہ مرض کی شدت میں مبتلا کسی کو نہیں دیکھا۔

ابوذر کے نسخے میں ’اَشْدَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ‘ کی بجائے ”الوجع اشد عليه“ ہے (۵۸) اس

صورت میں ”الوجع“ مبتد اور ”اَشْدَ“ اس کے لیے خبر ہے، یہ پورا جملہ ”مارأیت“ کے لیے مفعول ثانی

ہے (۵۹) اُی مارأیت اَحَدًا اَشْدَ وَجَعًا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... عرب ہر در

(۵۶) فتح الباری: ۱۰/۳۷۷ او عمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۸، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۵۷) (۵۳۲۲) الحدیث أخرجه مسلم فی البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ من مرض: ۴/۱۹۹۰ (رقم

الحدیث: ۲۵۷۰) وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب شدة المرض: ۳/۳۵۲ (رقم الحدیث:

۷۳۸۴) وأخرجه ابن ماجه فی الحائز، باب ماجاء فی ذکر مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم :

۵۱۸/۱ (رقم الحدیث: ۱۶۲۲)

(۵۳۲۳) الحدیث أخرجه البخاری فی المرضی أيضاً، باب أشد الناس بلاءاً الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل (رقم

الحدیث: ۵۳۲۳) وأيضاً فی باب وضع اليد علی المريض (رقم الحدیث: ۵۳۳۶) وأيضاً فی باب ما یقال

للمريض وما یحبیب (رقم الحدیث: ۵۳۳۷) وأيضاً فی باب رخص للمريض أن یقول..... (رقم الحدیث:

۵۳۲۳) وأخرجه مسلم فی البر والصلة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ..... ۴/۱۹۹۱ (رقم الحدیث:

۲۵۷۱) وأخرجه النسائی فی الطب، باب شدة المرض: ۳/۳۵۲ (رقم الحدیث: ۷۳۸۴)

(۵۸) إرشاد الساری: ۱۲/۳۷۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۳

(۵۹) إرشاد الساری: ۱۲/۳۷۸

اور وجع کو مرض کہتے ہیں۔

دوسری روایت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ تیز بخار میں مبتلا تھے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کو بہت تیز بخار ہے، آپ نے فرمایا..... ہاں، مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے..... میں نے پوچھا یہ اس لیے کہ آپ کو دو گنا اجر ملے گا، آپ نے فرمایا کہ..... ہاں کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، مگر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

وَهُوَ يُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا

وَعَكُ (عین کے فتح اور سکون کے ساتھ) بخار، بخار کی تکلیف، بخار کی شدت اور بخار کی حرارت کے لیے استعمال ہوتا ہے (۶۰) يُوعَكُ صیغہ مجہول ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بخار میں مبتلا تھے۔

حَاثٌ اللَّهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ

حَاثٌ باب مفاعله سے ہے، اصل میں حَاثَتْ تھا، ایک تاء کا دوسرے تاء میں ادغام کر دیا، حَاثٌ ہو گیا، حَاثٌ کے معنی جھاڑنے اور بکھیرنے کے ہیں (۶۱)

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ پوچھا تھا کہ کیا آپ کو دوہرا اجر ملے گا، تو آپ نے فرمایا جی ہاں، دوہرا اجر ملے گا اور اس آخری جملے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اجر ملنے کی بجائے گناہ ختم کیے جاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اجل“ کہہ کر اولاً ان کی تصدیق فرمائی کہ ہاں اس سے دوہرا اجر ملے گا اور اس کے بعد ایک نئی بات بھی بتلائی کہ آدمی کے گناہ معاف ہونے کا بھی

(۶۰) إرشاد الساری: ۳/۴۹، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۲، ۲۱۲

(۶۱) إرشاد الساری: ۳/۴۹، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۲

یہ سبب بنتا ہے (۶۲)

اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ شدت و مصیبت سے آدمی کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور اجر و ثواب بھی ملتا ہے، یہ رفع درجہ اور طہ خطیہ دونوں کا سبب ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ایک مرفوع روایت نقل فرمائی ہے ”ان العبد إذا سبقت له من الله منزلة، لم يبلغها بعمله، ابتلاه الله في جسده، أوفى ماله، أوفى ولده، ثم صبره على ذلك حتى يبلغه المنزلة التي سبقت له من الله تعالى“ (۶۳)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے ”من أعطى فشكر، وابتلى فصبر، وظلم فاستغفر، وظلم فغفر، أولئك لهم الامن وهم مهتدون“ (۶۴)

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت صہیب سے ایک روایت نقل فرمائی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ”عجبا لأمر المؤمن، إن أمره كله خير، وليس ذلك لأحد، للمؤمن إن أصابته سراء فشكر الله، فله أجر، وإن أصابته ضراء، فصبر فله أجر، فكل قضاء الله للمسلم خير“ (۶۵)

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس مفہوم کی ایک حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے ”عجبت من قضاء الله للمؤمن، إن أصابه خير، حمد وشكر، وإن أصابته مصيبة حمد وصبر، فالمؤمن يؤجر في كل أمره“ (۶۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”الأدب المفرد“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۲

(۶۳) سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب الأمراض المكفرة للذنوب: ۱۸۳/۳ (رقم الحدیث: ۳۰۹۰)

(۶۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۵

(۶۵) صحیح مسلم، کتاب الزهد والرفاق، باب المؤمن أمره كله خير: ۲۲۹۵/۳ رقم الحدیث: (۲۹۹۹)

وجامع الاصول: ۳۶۹/۹ (رقم الحدیث: ۷۰۱۲) وقال والحدیث فی المطبوع ناقص غیر تام

(۶۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۵ نیز دیکھیے مسند الإمام احمد بن حنبل: ۶/۱۵، ۱۷/۱۷۳

نقل فرمائی ہے ”مامن مرض یصنئ أحب إلی من الیحمی لأنها تدخل فی کل عضو منی، وإن الله یعطی کل عضو قسطه من الأجر“ (۶۷)

ان میں سے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض صرف کفارہ ذنوب ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ باعث اجر بھی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والأولی حمل الإثبات والنفی علی حالین: فمن كانت له ذنوب مثلاً أفاد المرض تمحيصها، ومن لم تكن له ذنوب كتب له بمقدار ذلك، ولما كان الأغلب من بنی آدم وجود الخطأ یا فیهم، أطلق من أطلق أن المرض كفارة فقط، وعلى ذلك تحمل الأحادیث المطلقة، ومن أثبت الأجر به، فهو محمول على تحصيل ثواب يعادل الخطیئة، فإذا لم تكن خطیئة توفي لصاحب المرض الثواب، والله أعلم بالصواب“ (۶۸)

۳- باب : أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءَ الْأَنْبِيَاءِ ، ثُمَّ الْأَوَّلُ فَلَاوُلُ .

۵۳۲۴ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ ، عَنْ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ؟ قَالَ : (أَجَلُ) ، إِيَّيْ أُوْعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ . قُلْتُ : ذَلِكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قَالَ : (أَجَلُ) ، ذَلِكَ كَذَلِكَ ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى ، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ ، كَمَا تَحْطُ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا) . [ر : ۵۳۲۳]

ترجمہ الباب کے الفاظ دارمی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت میں

آئے ہیں، وہ فرماتے ہیں ”قلت: یا رسول اللہ، اے الناس اشد بلاءاً؟“، قال: الانبياء، ثم الأمثل

فالأمثل، یتلی الرجل علی حسب دینہ“ (۶۹)

متدرک حاکم کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ہے، آپ نے فرمایا ”الأنبياء قال: ثم من؟ قال: ثم الصالحون“ (۷۰) أمثل بمعنی افضل ہے یعنی جو اللہ کے ہاں جس قدر افضل ہوگا، اسی قدر وہ بتلائے مصیبت ہوگا۔

حدیث باب میں اگرچہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا ذکر ہے لیکن باقی انبیاء کو ان پر قیاس کیا گیا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ووجه دلالة حديث الباب على الترجمة من جهة قياس الأنبياء على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، وإلحاق الأولياء بهم لقربهم منهم، وإن كانت درجاتهم منحة عنهم، والسرفية أن البلاء في مقابلة النعمة، فمن كانت نعمة الله عليه أكثر، كان بلاؤه أشد“ (۷۱)

۴- باب : وجوب عيادة المريض

۵۳۲۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَطْعِمُوا الْجَائِعَ ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ ، وَفُكُّوا الْعَالِي) . [ر : ۲۸۸۱]

۵۳۲۶ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سَلِيمٍ قَالَ : سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ بْنَ مِقْرَنٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعٍ ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ ، وَلُبْسِ الْحَرِيرِ ، وَالذِّيَابِجِ ، وَالْإِسْتَبْرَقِ ، وَعَنِ الْقَسِيِّ ، وَالْمَيْثَرَةِ . وَأَمَرَنَا أَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ ، وَنُعَوِّدَ الْمَرِيضَ ، وَنُقَشِّيَ السَّلَامَ .

[ر : ۱۱۸۲]

(۶۹) سنن ابن ماجہ ، کتاب الفتن ، باب الصبر علی البلاء: ۲/۱۳۳۴ (رقم الحدیث: ۴۰۴۳) و سنن الدارمی ،

کتاب الرقاق ، باب فی أشد الناس بلاء: ۲/۴۱۲ (رقم الحدیث: ۲۷۸۳)

(۷۰) المستدرک علی الصحیحین ، کتاب الرقاق: ۳/۳۰۷

(۷۱) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸، ۱۳۹، نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۲

عیادت مریض کا حکم

مریض کی عیادت کرنا جمہور علماء کے نزدیک مندوب اور مستحب ہے، جب کہ داودی اور بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے (۷۲)، امام بخاری رحمہ اللہ نے ”وجوب“ کا لفظ ترجمہ میں لا کر اپنے مسلک مختار کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ ان حضرات کا استدلال ”عودوا المریض“ سے ہے، اس میں امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہے، جب کہ جمہور اسے ندب پر محمول کرتے ہیں۔ مریض عام ہے، بعض حضرات نے اس سے آشوب چشم کے مریض کو مستثنیٰ قرار دیا ہے (۷۳) لیکن اس قول کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں ”عادنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجع کان بعینی“ (۷۴)

طبرانی نے بھی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے ”ثلاثة ليس لهم عيادة: العين، والدمل، والضرس“ (۷۵) لیکن یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ محیی بن ابی کثیر پر موقوف ہے (۷۶)

عیادت کرنے کا وقت

حدیث میں چونکہ مطلقاً ”عودوا المریض“ کہا گیا ہے، اس لیے عیادت کے لیے امتداد بالمرض کی کوئی قید نہیں (۷۷)

امام غزالی رحمہ اللہ نے ”احیاء العلوم“ میں لکھا ہے کہ عیادت، مرض کے تین دن کے بعد

(۷۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۹

(۷۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۹، إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳، سنن أبی داؤد، کتاب الحناظر، باب فی العیادة من الرمذ:

۱۸۶/۳ (رقم الحدیث: ۳۱۰۴)

(۷۵) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۷) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

کرنی چاہیے (۷۸)، انھوں نے سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے ”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یعود مریضاً إلا بعد ثلاث“ (۷۹) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور کہا یہ حدیث صرف مسلمہ بن علی نے نقل کی ہے اور وہ متروک راوی ہے (۸۰)

ابو حاتم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا ”ہو حدیث باطل“ (۸۱) اسی طرح عیادت کے لیے کوئی وقت مختص نہیں، کسی بھی مناسب وقت میں عیادت کی جاسکتی ہے، عام عادت صبح یا شام کے وقت عیادت کرنے کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے کسی نے دوپہر کے وقت کہا کہ فلاں مریض کی عیادت کے لیے چلتے ہیں تو انھوں نے فرمایا لیس هذا وقت عیادۃ (۸۲) بعض حضرات نے کہا کہ سردی کے زمانے میں رات کے وقت اور گرمی کے زمانے میں دن کے وقت عیادت کرنا مستحب ہے (۸۳) لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں کسی وقت کی کوئی تخصیص نہیں، مریض اور اپنی سہولت کو دیکھ کر کسی بھی وقت عیادت کی جاسکتی ہے۔

آداب عیادت

حضرات علماء نے عیادت کے تقریباً دس آداب لکھے ہیں:

❶ اجازت لینے ہوئے دروازہ کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو، بلکہ دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہو۔

(۷۸) إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وفتح الباری: ۱۰/۱۴۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۹) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض: ۱/۳۶۲ (رقم الحدیث: ۱۴۳۷)

(۸۰) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۸۱) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۸۲) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰

(۸۳) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰

② دروازہ کو آہستہ سے کھٹکھٹائے، آج کل گھروں میں گھنٹیاں لگی ہوتی ہیں، بعض لوگ بیل اور گھنٹی لگی رکھتے ہیں تو پھر اٹھاتے ہی نہیں، یہ طریقہ درست نہیں، گھنٹی کا بن ایک بار دبا کر انگلی ہٹا دینی چاہیے تاکہ گھروالوں اور مریض کو کوفت نہ ہو۔

③ اپنا تعارف کراتے ہوئے ابہام سے کام نہ لے بلکہ اپنا نام صراحتاً بتائے۔

④ مناسب وقت کا انتخاب کرے، مریض کے کھانے پینے اور آرام کے وقت عیادت کرنا مناسب نہیں۔

⑤ زیادہ دیر مریض کے پاس نہ بیٹھے، ہاں اگر کسی کے ساتھ بے تکلفی اور محبت ہے اور مریض کی ولی خواہش ہے کہ اس کے پاس بیٹھا جائے تو پھر زیادہ بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اس کی دلجوئی کے لیے بیٹھنا چاہیے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں زمانہ مرض میں ایک صاحب، عیادت کے لیے آیا تو اٹھنے کا نام نہیں لے رہا تھا، حضرت نے اشاروں کنایوں سے سمجھایا کہ مجھے گھروالوں کی ضرورت ہے اور اسے اب اٹھ جانا چاہیے لیکن وہ نہیں سمجھا، تب حضرت نے صراحتاً فرمایا کہ ”بعض لوگ عیادت کے لیے آجاتے ہیں اور پھر جانے کا سوچتے بھی نہیں“..... وہ پھر بھی نہیں سمجھا، کہنے لگا ”حضرت! اندر سے کنڈی لگا دوں؟“ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ”اندر سے نہیں، باہر سے لگا دو“..... غرضیکہ اس طرح دیر تک بیٹھ کر مریض کو کوفت میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔

⑥ نگاہ نیچے رکھے، یہ عام حکم ہے لیکن عیادت کے وقت بھی اس کی رعایت رکھنی چاہیے۔

⑦ سوال اور باز پرس کم کرے، بہت زیادہ تفصیلات معلوم کرنے سے بسا اوقات مریض اکتا جاتا

ہے۔

⑧ مریض کے سامنے رقت اور شفقت و ہمدردی کا اظہار کرے۔

⑨ اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول

ہے۔

”أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك“ سات مرتبہ یہ دعا پڑھے (۸۳)
 ⑩ مریض کو تسلی دے اور اس کا حوصلہ بڑھائے (۸۵)، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت
 ابوسعیدؓ سے روایت نقل فرمائی ہے ”إذا دخلتم على المريض، فنفسوا له في الأجل، فإن ذلك
 لا يرد شيئاً، وهو يطيب نفس المريض“ (۸۶)

۵- باب : عِيَادَةُ الْمَغْمَى عَلَيْهِ .

۵۳۲۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي الْمُنْكَدِرِ : سَمِعَ جَابِرَ
 أَبْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : مَرِضْتُ مَرَضًا ، فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَبْعُدُنِي ، وَأَبُو بَكْرٍ ،
 وَهُمَا مَاشِيَانِ ، فَوَجَدَانِي أُغْمِي عَلَى ، فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوءَهُ عَلَيَّ ، فَأَقْبَضْتُ ،
 فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي ، كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي ؟
 فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ ، حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ . [ر : ۱۹۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی مریض پر بے ہوشی طاری ہے تو اس کی بھی عیادت
 کرنی چاہیے، یہ نہ سوچا جائے کہ وہ تو بے ہوش ہے، عیادت کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ کیونکہ اس طرح
 عیادت کرنے سے مریض کے گھر والوں کو تسلی ہو جاتی ہے، عیادت کرنے والے کی دعا اور غلو ص کی
 برکت سے مریض کے افاقے کی بھی امید کی جاسکتی ہے (۸۷)

حدیث کی مناسبت باب سے واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کی

(۸۴) المسنن الکبری للنسائی ، کتاب عمل الیوم واللیلة ، باب موضع مجلس الإنسان من المريض عند الدعاء
 له : ۲/۲۵۸ (رقم الحدیث : ۱۰۸۸۲) وسنن أبی داود ، کتاب الجنائز باب الدعاء للمريض عند العیادة :
 ۱۸۷/۳ (رقم الحدیث : ۳۱۰۶)

(۸۵) مذکورہ آداب کے لیے دیکھیے فضل اللہ الصمد فی توضیح الأدب المفرد ، باب العیادة خوف اللیل :
 ۵۸۶/۱ ، وفتح الباری : ۱۰/۱۵۶ (باب قول المريض : قوموا عنی)

(۸۶) سنن ابن ماجہ ، کتاب الجنائز ، باب ماجاء فی عیادة المريض : ۱/۴۶۲ ، (رقم الحدیث : ۱۴۳۸)

(۸۷) فتح الباری : ۱۰/۴۱ ، رشاد الساری : ۱۴/۳۸۲ ، وعمدة القاری : ۲۱/۲۱۳

عیادت کی اور وہ بے ہوش تھے، یہ حدیث کتاب الطہارۃ اور کتاب التفسیر میں گزر چکی ہے (۸۸)۔

۶ - باب : فَضْلُ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ .

۵۳۲۸ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ : قَالَ لِي أَبِي عَبَّاسٍ : أَلَا أُرِيكَ أَمْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ قُلْتُ : بَلَى ، قَالَ : هَذِهِ الْمَرْأَةُ السُّودَاءُ ، أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : إِنِّي أَصْرَعُ ، وَإِنِّي أَتَكْشِفُ ، فَأَدْعُ اللَّهَ لِي ، قَالَ : (إِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ وَلَكَ الْجَنَّةُ ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكَ) . فَقَالَتْ : أَصْبِرُ ، فَقَالَتْ : إِنِّي أَتَكْشِفُ ، فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ لَا أَتَكْشِفَ ، فَدَعَا لَهَا .
حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا مَحَلَّدٌ ، عَنْ أَبِي جَرِيرٍ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرٍ تِلْكَ ، أَمْرَأَةً طَوِيلَةً سَوْدَاءً ، عَلَى سِتْرِ الْكَعْبَةِ .

روایت باب امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۸۹)

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ کیا میں تم کو جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ یہ کالی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، اس لیے میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”..... اگر آپ چاہیں تو صبر کر لیں اور اس کے عوض آپ کو جنت ملے گی اور اگر چاہیں تو آپ کے لیے دعا کر دوں کہ اللہ آپ کو تندرستی عطا فرمادے“ اس نے عرض کیا کہ میں صبر کرتی ہوں..... پھر اس نے کہا کہ اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ دعا فرمائیں کہ ستر نہ کھلے پائے، آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

(۸۸) فتح الباری: ۱۰/۱۳۱، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۸۹) (۵۳۲۸) الحدیث أخرجه 'مسلم في البر والصلة' ، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض..... الخ:

۱۹۹۴/۲ (رقم الحديث: ۲۵۷۶)

وأخرجه النسائي في الطب باب ثواب من يصرع: ۳/۳۵۳ (رقم الحديث: ۷۴۹۰)

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں ”من یصرع من الريح“ کے الفاظ لائے ہیں، یعنی وہ شخص جس پر مرگی کا دورہ پڑتا ہو آخر وی اعتبار سے اس کے اجرو فضل کا بیان ”من الريح“ میں دو احتمال ہیں:

① ایک یہ کہ اس سے مراد ہوا ہے ”من الريح“ میں ”من“ سبب ہے یعنی مرگی کی وہ بیماری جو بدن انسانی میں ہوا کے محبوس ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی پر دورہ پڑتا ہے اور مآؤف الحواس ہو کر گر جاتا ہے۔

② ریح سے جن کا اثر مراد ہے یعنی جنات کے اثر کی وجہ سے آدمی کے حواس مآؤف ہو جاتے ہیں اور انسان پر بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے (۹۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انسان پر جنات کا یہ حملہ یا یہ اثر تکلیف پہنچانے کے لیے ہوتا ہے یا بعض انسانی صورتیں انہیں اچھی لگتی ہیں، اس لیے وہ آجاتے ہیں (۹۱)۔

معتزلہ کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں (۹۲)

لیکن جمہور کے نزدیک جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں ام ابان کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا گیا ہے ”اخرج عدو اللہ، فبانی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)“ (۹۳)

قاضی عبدالجبار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنات کے جسم ہوا کی طرح ہیں، اس لیے وہ انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں، جس طرح ہوا آدمی کے جسم میں داخل ہوتی ہے اور انسان سانس لیتا رہتا ہے (۹۴)

(۹۰) فتح الباری: ۱۰/۱۲۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۸۲

(۹۱) فتح الباری: ۱۰/۱۲۱ نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۱۴/۳۸۲

(۹۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۹۳) مسند الامام احمد بن حنبل: ۳/۱۷۲

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۴۱۳، وتعلیقات لامع الدراری: ۹/۴۴۷

هذه المرأة السوداء

اس عورت کا نام سُعَيْرَة، شقیہ اور سکیرہ آیا ہے (۹۵)

حدثنا محمد..... عن ابن جريج، أخبرني عطاء أنه رأى أم زفر تلك امرأة طويلة

سوداء على ستر الكعبة

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ام زفر کو کعبہ کے پردے کے پاس دیکھا، وہ ایک لمبی سیاہ عورت تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ام زفر وہی عورت تھی جس کا ذکر اوپر روایت میں آیا ہے اور جس کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

لیکن علامہ ذہبی اور علامہ ابن اثیر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ام زفر دوسری خاتون

ہیں (۹۶)

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے الاستیعاب میں ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خاتون پر مرگی کے دورے پڑتے تھے، وہ ام زفر ہی تھیں، چنانچہ اس میں ہے ”كان النبي صلى الله عليه وسلم يؤتى بالمجانين: فيضرب صدر أحدهم فيبرأ، فأنتى بمجنونة، يقال لها: أم زفر، فضرب صدرها، فلم تبرأ ولم يخرج شيطانها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو معها في الدنيا، ولها في الآخرة خير“ (۹۷)

على ستر الكعبة

أى جالسة على ستر الكعبة أو معتمدة عليه..... اس میں ”على“ کا متعلق محذوف

”جالسة“ بھی ہو سکتا ہے اور فعل ”رأى“ سے بھی یہ متعلق ہو سکتا ہے (۹۸)

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱۳/۲۱

(۹۶) إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۳ و عمدة القاری: ۲۱۵/۲۱

(۹۷) عمدة القاری: ۲۱۵/۲۱، الاستیعاب من الاصابة: ۴/۳۵۳

(۹۸) عمدة القاری: ۲۱۵/۲۱

حدیث سے مستنبط چند باتیں

اس حدیث سے چند باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔

① جس شخص کو مرگی کا دورہ پڑتا ہو، یا جنات کا اس پر حملہ ہوتا ہو، اس کے لیے اخروی اجر و فضل

ہے۔

② دنیا کی مصیبتوں اور آفات پر صبر مؤمن کو جنت کا وارث بناتے ہیں۔

③ رخصت کے مقابلے میں شدت اور عزیمت پر عمل کرنا زیادہ بہتر اور افضل ہے لیکن یہ اس

شخص کے لیے ہے جو اپنے اندر شدت و عزیمت پر عمل کی طاقت پاتا ہو۔

④ اگر کوئی مریض ہے اور علاج چھوڑ دیتا ہے، حدیث سے اس کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

⑤ دعا کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کے ذریعہ علاج زیادہ نافع اور باعث سکون ہوتا

ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مندرجہ ذیل باتوں کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفی الحدیث فضل من یصرع، وأن الصبر علی بلایا الدنیا یورث الجنة،
وأن الأخذ بالشدّة أفضل من الأخذ بالرخصة لمن علم من نفسه الطاقۃ،
ولم یضعف عن التزام الشدّة، وفیه دلیل علی جواز ترك التداوی، وفیه أن
علاج الأمراض کلها بالدعاء، والالتجاء إلی اللہ أنجع وأنفع من العلاج
بالعقاقیر، وأن تأثیر ذلك وانفعال البدن عنه أعظم من تأثیر الأدوية البدنیة،
ولکن إنما ینجع بأمرین: أحدهما من جهة العلیل، وهو صدق القصد،
والآخر من جهة المداوی، وهو قوۃ توجّہه، وقوۃ قلبه بالتقوی
والتوکل“ (۹۹)

۷- باب : فَضْلُ مَنْ ذَهَبَ بَصْرُهُ .

۵۳۲۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو الْهَادِ ، عَنْ عَمْرِو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ اللَّهَ قَالَ : إِذَا أَتَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتِهِ فَصَبَرَ ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ) . يُرِيدُ : عَيْنِي .
تَابَعَهُ أَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ ، وَأَبُو ظِلَّالٍ بْنُ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس شخص کی اخروی فضیلت بیان فرمائی ہے جس کی بینائی جاتی رہے۔

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے اور اس سند کے ساتھ یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی اور نے نقل نہیں کی (۱)
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندوں کو اس کی دو محبوب چیزوں یعنی دو آنکھوں کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔

یرید عینیہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے تفسیر ہے کہ حدیث میں ”حبیبیہ“ سے آنکھیں مراد ہیں، ”حبیبیہ“ محبوبہ کے معنی میں ہے (۲) اور انسان کے جسمانی اعضاء میں آدمی کو آنکھ سے بڑھ کر کیا چیز عزیز اور محبوب ہو سکتی ہے۔

اس روایت میں ہے کہ بینائی چلی جانے کے بعد آدمی صبر کر لے، ترمذی کی روایت میں ”صبر واحتساب“ کے الفاظ ہیں (۳) یعنی صبر کر لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر جو اجر و ثواب کا وعدہ ہے، اس کا استحضار رکھے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والظاهر أن المراد بالصبر أن

(۱) (۵۳۲۹) الحديث بهذا الإسناد من إفرادہ، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۵

(۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۵

(۳) إرشاد الساری: ۱۴/۳۸۳ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۳

لا یشتکی، ولا یقلق، ولا ینظر عدم الرضا به“ (۴)

تابعہ اشعث بن جابر، و أبو ظلال عن أنس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی عمرو بن المطلب کی متابعت اشعث اور ابو ظلال دونوں نے کی ہے۔ اشعث کی متابعت امام احمد
رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں ”قال ربکم: من أذهب کریمتہ، ثم
صبر واحتسب، کان ثوابہ الجنة“ (۵)

اور ابو ظلال کی متابعت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ موصولاً نقل کی ہے ”إن اللہ
یقول: إذا أخذت کریمتی عبدی فی الدنیا، لم یکن له جزاء عندی إلا الجنة“ (۶)
اشعث بن جابر اور ابو ظلال کی صحیح بخاری میں صرف ہی ایک جگہ متابعتاً ذکر ہے (۷)

اشعث بن جابر

یہ یہاں داہلی طرف منسوب ہے، ان کے والد کا نام ”عبد اللہ“ ہے، اشعث بن عبد اللہ بن جابر
حُدَّانِی (وَحُدَّان من الأزد)..... یہ اندھے تھے (۸)
امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ”ثقة“ (۹)
یحییٰ بن معین نے فرمایا ”ثقة بصیر“ (۱۰)

(۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

(۵) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۲۸۳

(۶) سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی ذهاب البصر: ۴/۶۰۲ (رقم الحدیث: ۲۳۰۰)

(۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۴

(۸) تہذیب الکمال: ۳/۲۷۲ (رقم الترجمة: ۵۲۷) و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

(۹) تہذیب الکمال: ۳/۲۷۲

(۱۰) الحرج والتعذیل: ۱/الترجمة: ۲۷۴

امام احمد نے فرمایا ”لابأس به“ (۱۱) اور ابو حاتم نے نہیں ”شیخ“ کہا (۱۲)

البتہ علامہ عقیلی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ”رغنی حدیثاً“ (۱۱)

لیکن علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے علامہ عقیلی رحمہ اللہ کی تردید کی اور لکھا ”قيل العقبلي في

حديثه وهم، ليس بمسلم إليه، وأنا أتعجب كيف لم يخرج له البخاري ومسلم“ (۱۳)

ان کی وفات ۱۲۰ھ اور ۱۳۰ھ کے درمیان ہوئی ہے (۱۵) امام بخاری رحمہ اللہ نے تو ان کی

صرف ایک یہی روایت لی ہے اور امام مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے ان سے حدیثیں لی ہیں (۱۶)

ابو ظلال ہلال بن اُبی ہلال

ان کی بھی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک متابعت ہے، صحیح تری کے میں ہلال

ہلال بن ہلال ”کتاب ہے، لیکن صحیح ابن ابی ہلال سے (۱۷)، ان کے تہذیب کے ہلال

کے تہذیب کے ميمون، سوبہ، زبد، زبید مختلف اقوال ہیں (۱۸) یہ بھی مایماتھے او تمام محدثین نے

نزدیک ضعیف ہیں (۱۹) البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں ”مقارب الحدیث“ فرمایا ہے (۲۰)

(۱۱) الجرح والتعديل ۱/ الترجمة: ۲۷۴۔ وتعليقات تهذيب الكمال: ۳/ ۲۷۲

(۱۲) الجرح والتعديل ۱/ الترجمة: ۲۷۴

(۱۳) تعليقات تهذيب الكمال: ۳/ ۲۷۴۔ الجرح والتعديل ۱/ ۲۷۴

(۱۴) الاعتدال: ۲/ ۲۶۶

(۱۵) تاريخ الصغير للبخاري: ۱۵

(۱۶) تهذيب الكمال: ۳/ ۲۷۴، نیز دیکھیے سير اعلام النبلاء: ۶/ ۲۷۴

(۱۷) فتح الباری: ۱۰/ ۱۳۴

(۱۸) تهذيب الكمال: ۳/ ۳۵۰ (وفم الترجمة: ۲۶۴۲)

(۱۹) دیکھیے تهذيب التهذيب ۱۱/ ۸۴ والصغفاء والمتروكون، الترجمة: ۶۰-۶۱، ودرديد نكمال

۳۰/ ۳۵۱، وفتح الباری: ۱۰/ ۱۳۴، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۱۶

(۲۰) دیکھیے تهذيب الكمال: ۳۰/ ۳۵۱ وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۱۶ وفتح الباری: ۱۰/ ۱۳۴

۸ باب : عِبَادَةُ النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ .

وعادتُ أم الدرداء رجلاً من أهل المسجد . من الأَصَارِ

۵۳۳ . حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وَعَكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَتْ : فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا ، قُلْتُ : يَا أَبَتِ كَيْفَ تَعْدُكَ ، وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تُعْذِرُكَ ، قَالَتْ : وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ لِحْمَى يَقُولُ

كُلُّ أَمْرِي مُصْبِحٌ فِي أَهْنِهِ وَمَمُوتٌ أَدْنَى مِنْ تَبْرَاكَ عَلَيْهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَتْ عَنْهُ نَقُولُ

أَلَا لَنْتَ شِعْرِي هَلْ أَيْبَيْتَ لِلَّهِ سَوَادَ وَحَوَلي إِدْخِرْ وَجَلِيلُ

وَهَلْ أُرِدْنَ يَوْمًا مِيَادَ مَجْنَنَةٍ وَهَلْ يَنْدُونُ لِي شَامَةً وَطَفِيلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ : فَحَنَنْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ : (اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحَبِّكَ مَكَّةَ وَأَشَدَّ ، اللَّهُمَّ وَصِّحْهَا ، وَكَارِكْ لَنَا فِي مَذَاهَا وَصَاعِهَا ، وَأَنْقُلْ حَسَاهَا فَأَجْعَلْهَا بِالْحَقِيقَةِ)

[۱۷۹۰ ر]

عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کی عیادت کر سکتی ہیں لیکن اس کے

لیے شرط یہ ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو (۲۱)

حدیث باب میں حضرت عائشہؓ نے اپنے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کا ذکر کیا ہے، اگرچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے، تاہم فتنے سے مامون ہونے کی صورت میں نزول حجاب کے بعد بھی اس واقعہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے (۲۲)

(۲۱) مسند البخاری، ۲/۲۶۹، فتح الباری، ۱۰/۱۳۵

(۲۲) برہان النساء، ۱۲/۳۸۶، فتح الباری، ۱۰/۱۳۵، ۱۳۶

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب بخار ہوتا، تو وہ یہ شعر پڑھتے

کل امرئ مصبح فی اہله ولموت أدنی من شراك عله
”ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے اور موت اس کی جوتیوں کے تسمے سے بھی بہت زیادہ
قریب ہے۔“

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے ”مصبح فی اہله“ کا ترجمہ کیا ہے کہ اسے اس کے اہل و عیال میں
انعم صباحاً (صبح بخیر) کہا جاتا ہے (۲۳)

شراك: تسمہ کو کہتے ہیں

وكان بلال إذا أفلعت عنه

أفلعت: مجبول کا صیغہ ہے بمعنی ازیلت یعنی جب بخار ختم ہو گیا، تو انہوں نے یہ شعر پڑھے:

ألا ليت شعری هل أبین لیلۃ بوادٍ وحولی إذخر و جلیل

وہل أردن یوما میاء مجنۃ و ہل یبدون لی شامۃ و طفیل

(”کاش میں وادی مکہ میں رات گزارتا اس حال میں کہ میرے ارد گرد، اذخر اور جلیل نامی
(دونوں طرح) گھاس ہوتے، کیا میں کبھی موضع مخنہ کے پانیوں اور چشموں کے پاس آسکوں گا اور کیا شامہ
اور طفیل نامی چشمے میرے سامنے ظاہر ہو سکیں گے)

إذخر (بکسر الہمزہ و سکون الذال و کسر الخاء) یہ ایک خوشبودار گھاس ہے، جلیل بھی گھاس کا نام

ہے (۲۴)

مجنۃ (میم کے کسرہ، جیم کے فتح اور نون کی تشدید کے ساتھ) مکہ مکرمہ سے چند میل کے

فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے (۲۵)

(۲۳) إرشاد الساری: ۳۸۵/۱۲

(۲۴) إرشاد الساری: ۳۸۶/۱۲ و عمدة القاری: ۲۱۷/۲۱

(۲۵) إرشاد الساری: ۳۸۶/۱۲ و عمدة القاری: ۲۱۷/۲۱

شامة (میم کی تخفیف کے ساتھ) طفیل (طاء کے فتح کے ساتھ) یہ مکہ مکرمہ کے قریب دو پہاڑیادو چشموں کے نام ہیں (۲۶)

ان دو شعروں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور وہاں کے مقامات اور چشموں کو دیکھنے کی تمنا کی ہے، ہجرت کرنے کے بعد حضرات صحابہ کو اپنا وطن اور علاقہ یاد آ رہا تھا، جہاں ان کا بچپن گذرا تھا اور جہاں سے ان کی برسوں کی یادیں وابستہ تھیں اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ”اللهم حبب إلینا المدینة، کحسا مکة أو أشد“ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ کی طرح یا اس سے زیادہ محبوب بنا۔

الجُحفَة: (جیم کے ضمہ اور حاء کے سکون کے ساتھ) اہل شام کا میقات ہے (۲۷) یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے (۲۸)

وعادات أم الدرداء رحلا من أهل المسجد من الأنصار
علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، اور ہر ایک کو ام الدرداء کہا جاتا تھا، بڑی کا نام خیرہ تھا، وہ صحابیہ تھیں، اور چھوٹی کا نام هُجَیْمَة تھا، وہ تابعیہ تھیں (۲۹)

یہاں اس سے چھوٹی والی ام الدرداء حضرت هُجَیْمَة مراد ہیں کیونکہ یہ اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے ”الأدب المفرد“ میں حارث بن عبید کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے (۳۰)، حارث بن عبید کم عمر تابعی تھے، انہوں نے ام الدرداء کبریٰ کا زمانہ نہیں پایا ہے (۳۱) کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

(۲۶) إرشاد الساری ۱۲/۳۶۰ وفتح الباری ۴۰۰/۱۰

(۲۷) إرشاد لساری ۱۲/۳۸۶ وعمدة القاری ۲۱/۲۱۷

(۲۸) عمدة القاری ۲۱/۲۱۷ وفتح الباری ۱۰/۱۳۶

(۲۹) شرح البحاری للکرمانی ۲۰/۸۳ وعمدة القاری ۲۱/۲۱۶، وفتح الباری ۱۰/۱۳۵

(۳۰) فتح الباری ۱۰/۱۳۵ وعمدة القاری ۲۱/۲۱۶، الأدب المفرد مع الشرح فصل اللہ الصمد، باب عیادة

النساء لرجل المرضی ۶۲/۱ (مجموعہ محدث ۵۳۰)

(۳۱) فتح الباری ۱۰/۱۳۵ وعمدة القاری ۲۱/۲۱۶

زمانے میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے وفات پا چکی تھیں، جب کہ ام الدرداء صغریٰ کی وفات عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ۸۱ھ ہجری میں..... کبریٰ کی وفات کے تقریباً پچاس سال بعد ہوئی ہے (۳۲)

اس اثر میں مسجد سے مسجد نبوی مراد ہے یعنی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے مسجد نبوی والوں یعنی انصار کے ایک آدمی کی عیادت کی، معلوم ہوا عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے۔

۹ - باب : عِيَادَةُ الصَّيَّانِ .

۵۳۳۱ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عُمَانَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ ابْنَةَ النَّبِيِّ ﷺ أُرْسِلَتْ إِلَيْهِ ، وَهُوَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَسَعْدُ وَأَبِي ، نَحْسِبُ : أَنَّ ابْنَتِي قَدْ حُضِرَتْ فَأَشْهَدُنَا . فَأُرْسِلَ إِلَيْهَا السَّلَامُ ، وَيَقُولُ : (إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَمَا أُعْطِيَ ، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى ، فَلْتَحْسِبْ وَلْتَصْبِرْ) . فَأُرْسِلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقُمْنَا ، فَرَفَعَ الصَّيِّ فِي حَجْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَنَفْسُهُ تَقَعُّعُ . فَقَاضَتْ عَيْنَا النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ لَهُ سَعْدُ : مَا هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (هَذِهِ رَحْمَةٌ وَضَعَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ ، وَلَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الرَّحْمَاءُ) . [ر : ۱۲۲۴]

عیادۃ مصدر ہے اور مضاف الی المفعول ہے (۳۳) یعنی اس باب میں بچوں کی عیادت امام نے بیان فرمائی ہے کہ ان کی عیادت کی جاسکتی ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے حضور کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میری بیٹی مرنے کے قریب ہے، اس لیے آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا..... ”إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَمَا أُعْطِيَ، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى، فَلْتَحْسِبْ وَلْتَصْبِر“ یعنی ”اللہ کی مرضی جو چاہے لے لے اور جو چاہے دے دے، ہر چیز کا اللہ کے ہاں

(۳۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

(۳۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۶

وقت مقرر ہے، اس لیے ثواب کی امیدوار رہ کر چاہیے کہ وہ صبر کرے۔“

انہوں نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دوبارہ بلاوا بھیجا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کے پاس گئے، اس بچے کو اپنی گود میں اٹھایا، اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت سعد نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟“۔ آپ نے فرمایا: ”یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مہربان بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔“

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے، اس روایت کے ترمذی میں ہے کہ ”ابن ابی شیبہ“ یعنی یحییٰ کی موت قریب ہے اور بعد میں ہے ”رفع الصبی“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچی نہیں بلکہ بچہ تھا، علامہ ابن بطال نے فرمایا کہ اس میں راوی نے شرط سے کام نہیں لیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”هذا الحديث لم يصححه الراوى . فسرہ قال، قالت ابی قد

احتضرت، ومروہ قال رفع الصبی، ونفسه تقعقع، فأخبر مروہ عن صبی،

ومروہ عن صبیہ“ (۳۴)

حجر (حاجہ) کے فتح اور کسرہ کے ساتھ اور جیم کے سکون کے ساتھ (گود کو کہتے ہیں، نفسہ) فاء کے سکون کے ساتھ (اس کی جمع نفوس آتی ہے، تقعقع: اسی اضطراب و سماع لہا صوت یعنی وہ اضطراب اور بے چینی کی حالت میں تھی اور اس کی بے چینی کی اس کیفیت کی آواز سنائی دے رہی تھی) (۳۵)

فقال سعد ما هذا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے پر حضرت سعد کو تعجب ہوا، انہوں نے کہا ”یا رسول اللہ! یہ کیا ہے“۔ شاید وہ اس کو صبر کے خلاف سمجھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: ”یہ

(۳۴)۔ مسند الباری ۲/۲۱۷

(۳۵)۔ مسند الباری ۲/۲۱۸ و مسند الباری ۲/۲۸۷

دل میں موجود رحمت و شفقت کا اثر ہے، یہ بے صبری یا جزع فزع کی قبیل سے نہیں“ (۳۶)

مذکورہ حدیث کتاب الجنائز میں ”باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت

بیکاء اہلہ علیہ“ کے تحت گزر چکی ہے (۳۷)

۱۰ - باب : عِيَادَةُ الْأَعْرَابِ .

۵۳۳۲ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَغُودُهُ ، قَالَ : وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَغُودُهُ قَالَ لَهُ : (لَا بَأْسَ ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . قَالَ : قُلْتُ : طَهُورٌ ؟ كَلَّا ، بَلْ هِيَ حُمَّى تَقُورُ ، أَوْ تَثُورُ ، عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ ، نَزِيرَةُ الْقُبُورِ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (فَتَمَّ إِذَا) . [ر : ۳۴۲۰]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے فرماتے ”لا باس، طہور، ان شاء اللہ“ (کوئی حرج نہیں، انشاء اللہ یہ مرض گناہوں کو پاک کرنے والا ہے) اس اعرابی سے بھی جب آپ نے یہ جملہ کہا تو اس نے کہا ”آپ کہتے ہیں کہ یہ پاک کر دینے والا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ یہ بخار تو ایک بہت بوڑھے پر حملہ آور ہوا ہے جو اسے قبر دکھائے گا،..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب آپ کہتے ہیں تو یہی سہی“

لأُنَاسٍ ، طَهُور

یعنی کوئی حرج نہیں، بیماری مسلمان کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، طہور مبالغہ کا صیغہ ہے اور متعدی ہے بمعنی مُطَهِّر: پاک کرنے والا، طہور خبر ہے مبتدا محذوف ہے، اُی ہو طہور، (۳۸) ”إِنْ

(۳۶) عمدة القاری: ۲/۲۱۸، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۷

(۳۷) عمدة القاری: ۲/۲۱۷، وفتح الساری: ۱۰/۱۲۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۷

(۳۸) عمدة القاری: ۲/۲۱۸، وفتح الساری: ۱۰/۱۲۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۸

اللہ کہہ کر اساکر یا کہ حملہ عاصی ہے، حر نہیں (۳۹)

نفور و تنور

راوی کو شک ہے کہ تنور کہا یا تنور کہا، دونوں کے معنی بھڑکنے اور حملہ کرے کے ہے، نیز: یہ باب افعال سے ہے ازارہ: کسی کو زیارت پر مجبور کرنا
فنعیم إذا

ای إذا أبیت فنعیم إذا: یعنی جب ہماری بات سے انکار کر رہے ہیں تو پھر ایسا ہی ہو جیسا آپ گمان کر رہے ہیں یا ایسا ہی ہو کا جیسا آپ کہاں کر رہے ہیں یہ جملہ بددعا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے پیشن کوئی کرتے ہوئے اس کو خبر دی کہ ایسا ہی ہوگا (۴۰)
طبرانی کی روایت میں ہے کہ اگلی صبح وہ اعرابی انتقال کر چکا تھا (۴۱)

حدیث شریف سے مستنبط چند آداب

مہلب اس حدیث سے چند آداب و فوائد مستنبط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فائدة هذا الحديث انه لا يفض على الإمام في عيادة مريض من رعيته ، ولو كان أعرابيا جافيا، ولا على العالم في عيادة الجاهل ، ليعلمه، ويذكره بما ينفعه ، ويأمره بالصبر، فلا يتسخط قدر الله فيسخط عليه، ويسليه عن ألمه، بل يغبطه بسقمه، إلى غير ذلك من جبر خاطره ، وخاطر أهله، وفيه أنه ينبغي للمريض أن يتلقى الموعدة بالقبول ، ويحسن جواب من يذكره بذلك“ (۴۲)

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۸

(۴۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۸

(۴۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۷

(۴۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۷، نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸

یعنی حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حاکم اپنی رعایا میں سے اجدد یہانی آدمی کی بھی عیادت کر سکتا ہے، اسی طرح عالم جاہل کی عیادت کے لیے جاسکتا ہے تاکہ مریض کو نصیحت کر لے، صبر کی تلقین کرے اور تسلی دے، حدیث سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مریض کو نصیحت کی بات قبول کرنی چاہیے اور نصیحت کرنے والے کو اچھا اور مناسب جواب دینا چاہیے۔

۱۱ - باب : عِيَادَةُ الْمُشْرِكِ .

۵۳۳۳ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ غُلَامًا يَهُودِيًّا ، كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ ، فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ ، فَقَالَ : (أَسْلِمَ) . فَأَسْلَمَ . [ر : ۱۲۹۰]
وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ : لَمَّا حُضِرَ أَبُو طَالِبٍ جَاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ۱۲۹۴]

کافر کی عیادت کا مسئلہ

علاء ابن بطل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی کافر اور مشرک کے بارے میں امید ہے کہ وہ اسلام قبول کر لے گا تو اس کی عیادت مشروع ہے، لیکن اگر اس کی قبولیت اسلام کی امید نہیں تو پھر عیادت جائز نہیں (۴۳)

لیکن جمہور فرماتے ہیں، قبولیت اسلام کے علاوہ دوسری مصلحتوں اور مقاصد کے پیش نظر بھی مشرک اور کافر کی عیادت کی جاسکتی ہے (۴۴)

حدیث میں ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا، بیمار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ اس

(۴۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۱۸

(۴۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۱۸، حضرات حنفیہ کے نزدیک ذی اگر نصرانی یا یہودی ہے تو اس کی عیادت بالاتفاق درست ہے لیکن اگر مجوسی ہے تو اس میں جواز اور عدم جواز دونوں قول ہیں، راجح جواز کا قول ہے۔

لڑکے کا نام عبد القدوس بتایا گیا (۴۵)

حدیث باب کتاب الجنائز میں ”باب اذا اسلم الصبی فمات“ کے تحت گزر چکی ہے۔
حضرت سعید بن المسیب کی تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں سورۃ قصص کی تفسیر
میں موصول نقل کی ہے (۴۶) اور وہیں اس پر کلام گزر چکا ہے۔

۱۲ - باب : إِذَا عَادَ مَرِيضًا ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً .

۵۳۳۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي .
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ يَعُودُونَهُ فِي مَرَضِهِ ، فَصَلَّى بِهِمْ
جَالِسًا ، فَجَعَلُوا يُصَلُّونَ قِيَامًا ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ : (أَجْلِسُوا) . فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ : (إِنَّ الْإِمَامَ لَيُؤْتِمُّ بِهِ ،
فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا ، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا ، وَإِنْ صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا) .
قَالَ : أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : قَالَ الْحُمَيْدِيُّ : هَذَا الْحَدِيثُ مَسْنُوحٌ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آخِرَ مَا صَلَّى
صَلَّى قَاعِدًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا . [ر : ۶۵۶]

اگر مریض کی عیادت کو جائیں اور نماز کا وقت ہو جائے اور مریض عیادت کرنے والوں کو
جماعت سے نماز پڑھادے تو حدیث میں اس کی اصل موجود ہے، حضرات صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی عیادت کے لیے گئے اور حضور نے انہیں نماز پڑھائی۔

حدیث باب کتاب الصلاة میں گزر چکی ہے (۴۷) اور وہیں اس مسئلہ کی تفصیل آئی ہے کہ جمہور
علماء کے نزدیک اگر امام نے پہلے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور دوران نماز اس کو کوئی مرض لاحق
ہو جائے اور وہ بیٹھ جائے تو مقتدی نہیں بیٹھیں گے بلکہ کھڑے ہو کر اقتدا کریں گے، چنانچہ حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، امام

(۴۵) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۳۸، اوارشاد الساری: ۱۲/۳۸۸، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸

(۴۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۹، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۸

بن گئے، لیکن چونکہ نماز کھڑے ہو کر شروع ہوئی تھی، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بننے کے بعد حضرات صحابہ بیٹھے نہیں، بلکہ انہوں نے کھڑے ہو کر اقتدا کی۔

۱۳ - باب : وَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ

۵۳۳۵ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا الْجُعَيْدُ ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ : أَنَّ أَبَاهَا قَالَ : تَشَكَّيْتُ عَمَّا شَكَاؤِي شَدِيدَةً ، فَجَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّدُنِي ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، إِنِّي أَتْرُكُ مَالاً ، وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً ، فَأَوْصِي بِثَلَاثِي مَالِي وَأَتْرُكُ الثَّلَاثَ ؟ فَقَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَأَوْصِي بِالنِّصْفِ وَأَتْرُكُ النِّصْفَ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَأَوْصِي بِالثَّلَاثِ وَأَتْرُكُ لَهَا الثَّلَاثَيْنِ ؟ قَالَ : (الثَّلَاثُ ، وَالثَّلَاثُ كَثِيرٌ) . ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهِي ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِي وَطَنِي ، ثُمَّ قَالَ : (اللَّهُمَّ أَشْفِ سَعْدًا ، وَأَنْتُمْ لَهُ هِجْرَتُهُ) . فَمَا زِلْتُ أُجِدُّ يَدَهُ عَلَى كَبِدِي - فِيمَا يُخَالُ إِلَيَّ - حَتَّى السَّاعَةِ . [ر : ۵۶]

۵۳۳۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ، فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَجَلٌ ، إِنِّي أُوَعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ) . فَقُلْتُ : ذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَجَلٌ) . ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَا مِنْ مُسْلِمٍ بُصِيهَ أَدَى ، مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ ، إِلَّا حَطَّ اللَّهُ لَهُ سَيِّئَاتِهِ ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقُهَا) . [ر : ۵۳۲۳]

مریض پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ

عیادت کرتے ہوئے مریض پر ہاتھ رکھا جاسکتا ہے، اس سے مریض کو ایک گونہ تسلی بھی ہوتی ہے، عیادت کرنے والے کی برکت سے اس کے مرض میں افاقہ ہو سکتا ہے اور اگر عیادت کرنے والا طب

سے واقف ہے تو مرض کی تشخیص بھی کر سکتا ہے (۴۸) باب میں ذکر کردہ دونوں حدیثوں میں اس کا تذکرہ ہے، پہلی حدیث میں ہے ”ثم وضع يده على جبهته، ثم مسح يده على وجهي وبطني“ اور دوسری روایت میں ہے ”فمستہ يدي....“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ابو یعلیٰ نے سند حسن کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عاد مريضاً، يضع يده على المكان الذي يألم، ثم يقول: بسم الله“ (۴۹)

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی ہے ”تمام عيادة المريض أن يضع أحدكم يده على جبهته، فيسأله كيف هو“ (۵۰) اور ابن السنی کی روایت میں ہے ”تمام عيادة المريض أن يضع أحدكم يده على جبهته، فيقول: كيف أصبحت أو كيف أمست“ (۵۱)

فمازلت أحد برده على كبدي فيما يخال إليّ حتى الساعة
حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک میں اپنے جگر میں اب تک محسوس کر رہا ہوں (یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا)

(۴۸) عمدة القاری: ۲۱۹/۲۱

(۴۹) فتح الباری: ۱۰/۱۴۹، وقال الإمام أحمد بن حنبل في مسنده عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا عاد مريضاً، مسحه بيده وقال: اذهب البأس رب الناس واشف أنت الشافي لا شفاء إلا شفاؤك، شفاء لا يغادر سقماً، (مسند الامام احمد بن حنبل: ۶/۱۴۲، ۲۵۵)

(۵۰) سنن الترمذی، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی المصافحة: ۵/۷۶ (رقم الحدیث: ۲۷۳۱)

(۵۱) فتح الباری: ۱۰/۱۴۹، ۱۵۰

۱۴- باب : ما يُقَالُ لِلْمَرِيضِ ، وَمَا يُجِيبُ .

۵۳۳۷ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ فَمَسَسْتُهُ ، وَهُوَ بُوْعَكَ وَعَكَا شَدِيدًا ، فَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوْعَكَ وَعَكَا شَدِيدًا ، وَذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قَالَ : (أَجَلَ) ، وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى ، إِلَّا حَاتَتْهُ عَنْهُ خَطَابَاهُ . كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ . [ر : ۵۳۲۳]

۵۳۳۸ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ حَالِدٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ يَبْغُوهُ ، فَقَالَ : (لَا بَأْسَ طَهُورُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . فَقَالَ : كَلَّا ، بَلْ حُمَى تَقُورُ ، عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ ، كَيْفَمَا تُزِيرُهُ الْقُبُورُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَنَعَمْ إِذَا) . [ر : ۳۴۶۰]

ترجمہ الباب کا مقصد

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس جا کر خیر کی باتیں کرے اور مریض کو چاہے کہ اللہ سے امید رکھے اور کوئی شر اور مایوسی کی بات نہ کرے، اسی طرح حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کوئی تکلیف اگر ہے تو اس کا اظہار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ جزع فزع اور شکوؤں کی صورت میں نہ ہو، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں

”يعنى بذلك انه ينبغي للعائد ان يقول خيرا، وللمريض ان يحسن

الظن بربه. فلا يتكلم بشيء، وأيضا ففي الحديث دلالة على انه لا بأس

لو تكلم بشيء مما يجد، إذا لم يكن على سبيل الشكوى“ (۵۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی مرفوع روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے ”إذا دخلتم علی المريض فنفسوا له فی الأجل، فإن ذلك لا یرد شیئاً، وهو یطیب نفس المريض“ اور باب کی دونوں حدیثوں میں ”تنفیس“ پائی جا رہی ہے، ”تنفیس“ سے تسلی مراد ہے، چنانچہ دوسری حدیث میں ”لا بأس طہور“ ہے اور پہلی حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”إنک لتوعک وعکاشدیدا“ یعنی آپ کو تو عدا تا شدید بخار ہوتا ہے، لہذا یہ کوئی قابل تشویش بات نہیں، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

”والأوجه عندی أن الإمام البخاری أشار بالترجمة علی عادته المستمرة إلی حدیث الترمذی المذكور، و التنفیس فی الحدیث الثانی ظاہر فی قوله صلی اللہ علیہ وسلم: ”لا بأس“ وأما فی الأول، ففي حدیث ابن مسعود: ”إنک لتوعک وعکاشدیدا“ یعنی هذه عادة مستمرة لک، لیس بأمر جدید یخاف منه“ (۵۳)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے، اس میں ہے ”إذا دخلت علی مریض، فسرہ بدعولک فإن دعاءه کدعاء الملائكة“ (۵۴) یعنی مریض سے عیادت کرنے والا اپنے لیے دعا کی درخواست کرے کیونکہ مریض کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح (مقبول) ہوتی ہے لیکن یہ حدیث منقطع ہے (۵۵)

(۵۳) الأبواب والترجمة ۲/۹۹ و تعنیقات لامع الدراری ۹/۲۳۹

(۵۴) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب من جاء فی عیادة لمریض ۱/۲۶۳ (رقم الحدیث: ۱۳۴۱)

(۵۵) فتح الباری: ۱۰/۱۵۰

۱۵ باب : عیادۃ المریض : راکباً و ماشیاً . وردفاً علی الحمار .

۵۳۳۹ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ نَكِيرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ أَبِي شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَى إِكَافٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكَّيْهِ ، وَأَرْدَفَ أَسَامَةَ وَرَاءَهُ ، يَعُودُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ، فَسَارَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَيْبٍ سَلُولٌ ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ عَبْدُ اللَّهِ . وَفِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبْدَةَ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ . وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ . فَلَمَّا غَشِيَتْ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ ، خَمَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَيْبٍ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ، قَالَ : لَا تُغَيِّرُوا عَلَيْنَا ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَقَفَ ، وَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللَّهِ فَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَ أَبَاهَا الْمَرْءُ . إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا . فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا . وَأَرْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ ، فَمَنْ جَاءَكَ فَأَقْصِصْ عَلَيْهِ . قَالَ أَبُو رَوَاحَةَ : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَأَعَشْنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، فَإِنَّا نَحِبُّ ذَلِكَ . فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَشَاوِرُونَ ، فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَنُوا ، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ . فَقَالَ لَهُ : (أَيُّ سَعْدُ ، أَمْ تَسْمَعُ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ) . يُرِيدُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَ . قَالَ سَعْدُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَغْفُ عَنْهُ وَأَصْفَحْ . فَلَقَدْ أَعْطَاكَ اللَّهُ مَا أَعْطَاكَ . وَلَقَدْ اجْتَمَعَ أَهْلُ هَذِهِ الْبَحْرَةِ أَنْ يَتَّجِوهُ فَيُعَصِّبُوهُ ، فَلَمَّا رُدَّ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذَلِكَ ، فَذَلِكَ الَّذِي فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ .

[ر : ۲۸۲۵]

۵۳۴۰ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، هُوَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي ، لَيْسَ بِرَاكِبٍ بَعْلٍ وَلَا بِرَدَوْنٍ . [ر : ۱۹۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مریض کی عیادت سواری اور چلنے کی اور کسی کے ساتھ

پیچھے سوار ہونے کی حالت میں جا کر کی جاسکتی ہے۔ ردف (بکسر الراء و سکون الدال) ای مُرْتَدِفًا لغيره:

یعنی کسی کے ساتھ پیچھے سوار ہو کر۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

سعد بن عبادہ کی عیادت کی، آپ سوار ہو کر گئے، حضرت اسامہ آگے تھے اور آپ ان کے پیچھے بیٹھے رہے، حدیث باب پہلے گزر چکی ہے (۵۶) یہاں چند الفاظ دیکھ لیں:

على حمار على إكاف على قطيفة فذكية

إكاف (ہمزہ کے کسرہ اور کاف کی تخفیف کے ساتھ) پالان کو کہتے ہیں جو سواری والے جانور کی پشت پر رکھا جاتا ہے (۵۷)

قطيفة: کپڑا جو پالان وغیرہ پر رکھا جاتا ہے، فذكية: فذک کی طرف منسوب ہے، فذک مشہور جگہ ہے (۵۸) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والحاصل أن الإكاف يلي الحمار، واقطيفة فوق الإكاف، والراكب فوق القطيفة (۵۹)

ترکیب میں ’على إكاف‘ ’على حمار‘ سے بدل ہے اور ’على قطيفة‘ ’على إكاف‘ سے بدل ہے (۶۰)

علامہ مزی رحمہ اللہ نے ’الأطراف‘ میں اس کو مستقل الگ حدیث شمار کیا ہے لیکن امام حمیدی رحمہ اللہ نے اس کو اس طویل حدیث کا حصہ قرار دیا جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حمیدی کی تصویب فرمائی ہے (۶۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ’ماتے‘ ہیں کہ: ’مول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے

(۵۶) دیکھیے کشف الباری، کتاب التفسیر (۱۰۰) ۱۲۵۱، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷

تشریف لائے، اس حال میں کہ نہ تو خچر پر سوار تھے اور نہ گھوڑے پر، یعنی پیدل چل کر تشریف لائے، ترجمۃ الباب میں ”ماشیا“ کی قید امام نے اسی حدیث سے ثابت کی ہے (۶۲)

برذون: (باء کے کسرہ کے ساتھ) گھوڑوں کی ایک قسم کا نام ہے (۶۳)

۱۶- باب : مَا رَخَّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ : إِيَّيْ وَجَعٌ ، أَوْ وَارَأْسَاهُ ، أَوْ أَشْتَدَّ بِي الْوَجَعُ . وَقَوْلُ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : «أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ» / الأنبياء : ۸۳ .
۵۳۴۱ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي أُبَيٍّ جَبْرِ وَأَيُّوبَ . عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَبْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَوْقَدُ تَحْتَ الْقِدْرِ ، فَقَالَ : (أَيُّوَذِيكَ هَوَامُ رَأْسِكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ . فَدَعَا الْخَلَّاقَ فَحَلَقَهُ ، ثُمَّ أَمَرَنِي بِالْقِدَاءِ . [ر : ۱۷۱۹]

۵۳۴۲ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَبُو ذَكْرِيَاءُ : أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ . عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ . وَارَأْسَاهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (ذَلِكَ لَوْ كَانَ وَنَا حَيٌّ فَاسْتَغْفِرَ لَكَ وَأَدْعُو لَكَ) . فَقَالَتْ عَائِشَةُ : وَاتُكَلِّبَاهُ . وَاللَّهِ إِيَّيْ لَأُطْنِكَ نُجْبُ مَوْتِي ، وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ ، لَطَلَّيْتُ آخِرَ يَوْمِكَ مُعْرَسًا بِبَعْضِ أَرْوَاحِكَ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهُ ، لَقَدْ هَمَمْتُ . أَوْ أَرَدْتُ ، أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَآتِيهِ وَأَعْهَدُ : أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ ، أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ، ثُمَّ قُلْتُ : يَا بَنِي اللَّهِ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ ، أَوْ يَدْفَعُ اللَّهُ وَيَأْتِي الْمُؤْمِنُونَ) .

[۶۷۹۱]

(۶۲) إرشاد الساری: ۳۹۴/۱۲، وعمدة القاری: ۲۲۲/۲۱

(۶۳) عمدة القاری: ۲۲۲/۲۱، وشرح الکرمانی: ۱۹۳/۲۰، وإرشاد الساری: ۳۹۴/۱۲

(۵۳۴۲): (وارأساه) وہ آدافہ نداء للندبة، و لها انعكاس، أي اندب رأسي لما عصبه من وجع. (ذک) إشارة إلى ما يستمر العرص من لسوت، أي الموت وأنا حي. وقيل: إنها لما بدت رأسها ذكورت لسوت. فقال بها ذنب. (والتكليه) اندب مصبتي، وأصل التكليل فقدال ند أو من يعز على الفقد. ثم أصبح يقال. لا يزدني حبيته، بل صار كلاما يجري على لسانهم عند حصول المصيبة أو توفيقها. (الظنلت) لكنت ونبقت، (معرسا) من أعزس بأخيه، (بأبي بها) وعنديها، أي جامعها. (بل) أي دعي ما كنت فيه واشتغلي بسواه مما يفيد، فأنت تعيشين بعدي وأنا سابقك إلى ألم الرأس الذي يعقته الموت. (أعاهد) أوصي بالخلافة. (أن يقول القائلون) كراهة أن يقول أحد: الخلافة لفلان أو لفلان. (المتمنون) للخلافة فأنه وضعوا لئلا يراعى. (باني الله) من لا يستحقها. (يدفع المؤمنون) عنها من هو أقل حذاره لها.

۵۳۴۳ : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ . عَنْ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ . عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ وَهُوَ يُوْعَكُ . فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعُكَا شَدِيدًا . قَالَ : (أَجَلُ) . كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ) . قَالَ : لَكَ أَجْرَانِ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَصِيبُهُ أَدَى . مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ . إِلَّا حَطَّ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِ . كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقُهَا) . [ر : ۵۳۲۳]

۵۳۴۴ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ . عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ . عَنْ أَبِيهِ قَالَ : جَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَبْعُدُنِي مِنْ وَجَعٍ أَشَدَّنِي . زَمَنْ حَجَّةَ الْوُدَاعِ . فَقُلْتُ : بَلِّغْ بِي مَا تَرَى . وَأَنَا ذُو مَلٍ . وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي . أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَيْءٍ مَالِي ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : بِالشَّطْرِ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : الْثَلَاثُ ؟ قَالَ : (الْثَلَاثُ كَثِيرٌ) . أَنْ تَدْعَ وَرَثَتَكَ أَعْيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَائِلَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ . وَلَنْ تُنْفِقَ لِقَعَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجَدَ اللَّهُ إِلَّا أَجْرَاتٍ عَلَيْهَا . حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي أَمْرَاتِكَ) . [ر : ۵۶]

مریض تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مریض اگر اپنی تکلیف اور شدت درد کی وجہ سے کرا رہے ہوئے اپنے غم کا اظہار کرے تو یہ صبر کے منافی نہیں اور حدیث میں اس کی اصل موجود ہے (۶۴)

یہاں ترجمۃ الباب میں تین لفظ ذکر کیے گئے ہیں ۔ ایک ”انی وجع“ روایات باب میں اس کا ذکر نہیں، البتہ صالح بن کیسان نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں ”دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ، فَسَمِعْتُ عَنْهُ، وَسَأَلْتُهُ، كَيْفَ أَصْحَبْتَ؟ فَاسْتَوَى جَالِسًا، فَقُلْتُ: أَصْبَحْتَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِقًا؟ قَالَ: أَمَا إِنِّي عَلَى مَا تَرَى وَجَعٌ“ (۶۵) اس روایت میں حضرت صدیق اکبرؓ نے بیماری کی حالت میں اپنے متعلق فرمایا۔۔۔

(۶۴) عمدة القاری: ۲/۲۴۴، روشد الساری: ۱۲/۳۹۵

(۶۵) فتح الباری: ۱۰/۱۵۲، ۱۵۳

ہی وجہ ”میں تکلیف میں ہوں۔“

ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ دوسرا لفظ ”وارأساه“ باب کی دوسری حدیث میں اور تیسرا لفظ ”اشتد“ ہی الوجع“ باب کی آخری روایت میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام کے قول ﴿وَإِنِّي مُسْتَظِلٌّ﴾ اور ﴿وَإِنِّي مُسْتَظِلٌّ﴾ سے بھی استدلال کیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ جل شانہ سے دعا کرتے ہوئے اپنی بیماری کا شکوہ کیا۔

باب کی پہلی روایت حضرت کعب بن عجرہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں ہانڈی کے نیچے آگ لگا کے ہوئے تھا، آپ نے فرمایا:..... ”کیا تمہیں جو کس تکلیف دیتی ہیں؟“ میں نے کہا جی ہاں، آپ نے ان کی کو بولایا اور اس نے میرے سر کو مونڈ دیا، پھر آپ نے مجھے فدیہ کا حکم دیا۔

اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ ”ایؤذیت ہوام رأسک؟“ اور انہوں نے جواب میں ”نعم“ فرمایا کہ ہاں مجھے جو کس تکلیف دیتی ہیں، لہذا اسے شکوی اور جزء فزع نہیں کہا جائے گا، بلکہ اسے بیان واقعہ کہتے ہیں (۶۶)۔
یہ روایت اس سے پہلے کتاب الحج میں بھی گزر چکی ہے (۶۷)۔

حدثنا يحيى بن يحيى.....

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۸)۔ حضرت عائشہؓ نے درد سر کی شدت کی وجہ سے کہا وارأساه، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسی درد سر میں مبتلا رہ کر مر گئی اور میں زندہ رہا (تو افسوس کی کوئی بات نہیں) کیونکہ میں آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا اور دعا کروں

(۶۶) عمدة القاری: ۲/ ۲۲۳، بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

(۶۷) فتح الباری: ۱۰/ ۱۵۳، عمدة القاری: ۲/ ۲۲۳

(۶۸) (۵۳۳۲) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی الأحکام باب الاستحلاف (رقم الحدیث: ۶۷۹۱) وأخرجه

مسند فی فضائل الصحابة، باب من مصافق أبی بکر الصديق: ۳/ ۱۸۵۷ (رقم الحدیث: ۲۳۸۷)

گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر فرمانے لگیں، ہائے افسوس! واللہ! میرا خیال ہے آپ میری موت چاہتے ہیں، اگر ایسا ہوا (اور میں مر گئی) تو اس کے دوسرے ہی دن آپ اپنی کسی اور بیوی کے ساتھ دولہا بن چکے ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ میں خود دوسرے میں مبتلا ہوں، میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور ان کے لیے وصیت کروں تاکہ کوئی کہنے والے کچھ کہہ نہ سکیں اور نہ کوئی آرزو کرنے والے اس کی آرزو کر سکیں، پھر میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ (کسی اور کی خلافت) منظور نہیں فرمائیں گے اور مؤمنین بھی (حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی اور کو) ہٹائیں گے (اور قبول نہیں کریں گے)۔

وارأسأہ

امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں تفصیل ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جنازة من البقیع فوجدنی، وأنا أجد صدا عافی رأسی، وأنا أقول: وارأسأہ“ (۶۹) صداع دوسر کو کہتے ہیں۔

ذاك لو كان وأنا حي

ذاك کا مشار الیہ موت ہے جو عموماً مرض کے بعد آتی ہے یعنی اگر آپ مر گئیں اور میں زندہ رہا، ایک دوسری روایت میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہے ”ماضرك لو مت قبلي فكفتك، ثم صليت عليك ودفنتك“ (۷۰)

والكلیاہ

نُكُل اصل میں فقد الوند کو کہتے ہیں، آخر میں الف اور ہاء مذہب کی ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ میری موت چاہتے ہیں، ایک دوسری روایت میں ہے ”واللہ لو قد فعلت ذلك، لقد رجعت إلی بیتی: فأعرست ببعض نسائك، قالت: فتبسم

(۶۹) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی غسل الرجل إمرأته وغسل المرأة زوجها ۱/۴۷۰ (رقم

تحدیث: ۱۳۶۵) ومسنن الإمام أحمد بن حنبل ۶/۲۲۸

(۷۰) فتح الباری ۱۰/۱۵۳، ومسنن البخاری ۲۱/۲۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (۷۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بل أنا وراثہ، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوفا شروع ہوا (۷۲)

لقد هممت أو أردت أن أرسل إلى أبي بكر

راوی کو شک ہے کہ ہمت کہا یا اُردت فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں کتابت کا جو ارادہ فرمایا تھا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تھا، مگر چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی اور کی خلافت منظور نہیں اور مؤمنین بھی کسی اور کے خلیفہ بننے پر راضی نہ ہوں گے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت پر اصرار نہیں فرمایا۔

فَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ

عَهْدَ يَعْهَدُ كَيْ مَعْنَى وَصِيَّتْ كَرْنِ كَيْ بَحْی آتے ہيں، يهياں اسی معنی ميں ہے اَنْ يَقُولُ

الْقَائِلُونَ اَيْ لِذَلَا يَقُولُ الْقَائِلُونَ اَوْ كَرَاهَا اَنْ يَقُولَ (۷۳)

متمنون يه متنی کی جمع ہے، اصل ميں متمنيون تھا؛ پھر تعليل كے بعد متمنون

ہو گیا (۷۴)

حدیث سے مستنبط چند باتیں

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے چند باتیں مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفي الحديث ما طبعت عليه المرأة من الغيرة، وفيه مداعبة الرجل“

(۷۱) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳

(۷۲) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳

(۷۳) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳

(۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۹۶

(۷۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۹۶، ۳۹۷

أهله، وإلإفضاء إليهم بما يستره عن غيرهم، وفيه أن ذكر الوجع ليس
بشكاية، فكم من ساكت وهو ساخط، وكم من شاك وهو راض،
فالمعول في ذلك عني عمل القلب، لأعلى نطق اللسان، والله
أعلم“ (۷۵)

یعنی عورت کی طبیعت اور فطرت میں اپنے شوہر کے متعلق جو غیرت اور حساسیت ہوتی ہے،
حدیث سے وہ ظاہر ہو رہی ہے، گھر والوں کے ساتھ مزاح کرنا بھی اس سے معلوم ہو رہا ہے اور یہ بات
بھی کہ درد و تکلیف کا اظہار جزع و فزع میں داخل نہیں۔

۱۷- باب : قَوْلِ الْمَرِيضِ قَوْمُوا عَنِّي .

۵۳۴۵ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ :
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَبِي عُبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ،
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ) . فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ
غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ ، وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ . فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا ،
مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : قَرُّوْا يَكْتُبْ لَكُمْ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ . وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ
عُمَرُ ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْإِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (قَوْمُوا) .
قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : فَكَانَ أَبُو عُبَّاسٍ يَقُولُ : إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ . مِنْ إِخْتِلَافِهِمْ وَلِعَظَمِهِمْ . [ر : ۱۱۴۰]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر بیمار کے پاس عیادت کرنے والوں کا ہجوم ہو جائے اور
مریض اس کی وجہ سے تشویش اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو تو وہ عیادت کرنے والوں سے کہہ سکتا ہے کہ چلے
جاؤ، یہ بد اخلاقی اور بے مروتی کے زمرے میں نہیں آئے گا، جیسا کہ حدیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرات صحابہ سے فرمایا: ... قوموا عنی (۷۶)
اس حدیث پر تفصیلی کلام کتاب المغازی کے آخر میں گذر چکا ہے (۷۷)

۱۸ باب : مَنْ ذَهَبَ بِالْصَّيِّ الْمَرِيضِ لِيَدْعِيَ لَهُ .

۵۳۴۶ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَزَةَ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ : هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنِ الْجَعْفَرِ قَالَ : سَمِعْتُ السَّائِبَ يَقُولُ : ذَهَبْتُ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجَعَ ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِأَلْبَرَكَةِ . ثُمَّ تَوَضَّأَ فَمَسَحَتْ مِنْ وَضُوئِهِ ، وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ ، فَتَطَرْتُ إِلَى خَاتَمِ الشُّبُوءِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ . . . مِثْلُ ذِرِّ الْحَجَلَةِ . [ر : ۱۸۷]

مریض بچے کو صالحین کے پاس لے جا کر ان سے اس کے لیے دعا کروائی جاتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس کا ثبوت حدیث سے پیش کیا ہے، حدیث کی مناسبت باب سے بالکل ظاہر ہے اور یہ حدیث کتاب الطہارت میں پہلے گذر چکی ہے (۷۸) مثل ذر الحجلة: یعنی مہرت نبوت حجرہ عروسی کی گھنڈی کی طرح تھی۔

۱۹ باب : نَهَى تَمَنَّى الْمَرِيضُ الْمَوْتَ .

۵۳۴۷ : حَدَّثَنَا آدَمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ مِنْ ضَرِّ أَصَابَةٍ ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا ، فَلْيَقُلْ : اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي ، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوُفَاةُ خَيْرًا لِي) . [۵۹۹۰ ، وانظر : ۶۸۰۶]

ہندوستانی نسخوں میں ”باب نہی تمسئ المریض الموت“ ہے یعنی مریض کے لیے موت کی

(۷۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۳، رشاد نساری ۱۲/۳۹۹، لا یواب والتماح: ۲/۹۹

(۷۷) کشف الباری (کتاب المغازی) ص ۶۷۲-۶۷۷

(۷۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۵

تمنا کی نبی کا بیان ہے، لیکن فتح الباری اور عمدۃ القاری کے نسخوں میں ”نہی“ کا لفظ نہیں ہے۔

حدثنا آدم.....

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی حدیث حضرت انسؓ سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ پہلی بار یہاں ذکر فرمائی ہے (۷۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو اسے پہنچی ہے اور اگر کسی کو موت کی دعا کرنی ہی ہے تو ان الفاظ میں دعا کرے ”اللہم اٰحییٰ ما کانت الحیاة خیرا لّی، وتوفنی اذا کانت الوفاة خیرا لّی“

من ضرا أصابه

اس میں ضرر سے ضرر دنیوی مراد ہے (۸۰) یعنی دنیوی تکلیف اور نقصان کی وجہ سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، چنانچہ ابن حبان کی روایت میں ہے ”لایتمین أحدکم الموت لضر نزل به فی الدنیا“ اس حدیث میں ”فی“ میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ سیئہ ہو ائی بسبب أمر من الدنیا..... (۸۱) لیکن اگر اخروی ضرر کا اندیشہ ہے، فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ سے بحفاظت دنیا سے اٹھائے جانے کی دعا کی جاسکتی ہے، چنانچہ مؤطا امام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

”اللہم کبرت سنّی، وضعفت قوتی، وانتشرت رعیتی، فاقبضنی إلیک غیر مضیع

ولا مفراط“ (۸۲)

(۷۹) (۵۳۴۷) أخرجه البخاری أيضاً فی الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة (رقم الحديث: ۵۹۹۰)

وأيضاً فی کتاب التّمنی، باب ما یکره من التّمنی (رقم الحديث: ۶۸۰۶) وأخرجه مسلم فی کتاب الذکر

والدعاء..... باب تمنی کراهة الموت لضر نزل به: ۴/۲۰۶۴ (رقم الحديث: ۲۶۸۰)

(۸۰) فتح الباری: ۱۰/۱۵۷

(۸۱) فتح الباری: ۱۰/۱۵۷

(۸۲) المؤطا امام مالک رحمہ اللہ، کتاب الحدود، باب ما جاء فی الرجم: ۲/۸۲۴

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے ”وإذا أردت في قوم فتنة، فتوفني غير مفتون“ (۸۳)
معلوم ہوا کہ دینی ضرر اور نقصان کے اندیشے سے موت کی دعا کی جاسکتی ہے۔

فليقل اللهم أحيني.....

مقصود یہ ہے کہ اگر کسی کو ہر حال ہی میں موت کی دعا اور تمنا کرنی ہے تو پھر صراحۃً موت کی دعا نہ کرے کیونکہ مطلقاً موت کی تمنائیں ایک گونہ تقدیر پر اعتراض ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وهذا يدل على أن النهي عن تمنى الموت مقيد بها إذا لم يكن
على هذه الصيغة، لأن في التمني المطلق نوع اعتراض ومراغمة للقدر
المحتوم، وفي هذه الصورة المأمور بها نوع تفويض وتسليم
للقضاء“ (۸۳)

۵۳۴۸ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ
قَالَ : دَخَلْنَا عَلَى خُبَّابٍ نَعُوذُهُ ، وَقَدْ أَكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ ، فَقَالَ : إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا
مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُضْهُمْ الدُّنْيَا ، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ ، وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
نَهَانَا أَنْ نَدْعُو بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ .

ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى ، وَهُوَ يَتَنَبَّأُ حَاطَةً لَهُ ، فَقَالَ : إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُوجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ ،
إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هَذَا التُّرَابِ . [۵۹۸۹ ، ۶۰۶۶ ، ۶۰۶۷ ، ۶۸۰۷ ، وانظر : ۱۲۱۷]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۸۵)

(۸۳) مسند الامام احمد بن حنبل: ۵/۲۳۳، ۴/۲۶۱، ۵/۳۷۸

(۸۳) فتح الباری: ۱۰/۱۵۸

(۸۵) (۵۳۴۸) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً في الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة (رقم الحديث:

۵۹۸۹) وأيضاً في الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيه (رقم الحديث: ۲۰۶۲ و ۲۰۶۷) وأخرجه

أيضاً في كتاب التمني باب ما يكره من التمني، (رقم الحديث: ۲۸۰۷) وأخرجه مسلم في كتاب الذكر

والدعاء..... باب كراهة تمنى الموت لضرب نزل به (رقم الحديث: ۲۶۸۱) وأخرجه النسائي في الجنائز، باب

الدعاء بالموت (رقم الحديث: ۱۹۳۹) وأخرجه الترمذی في كتاب صفة القيامة، باب: ۳/۲۵۱ (رقم

الحديث: ۲۳۸۳)

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے، انہوں نے اپنے بدن پر سات جگہ داغ لگوائے تھے، اس موقع پر انہوں نے فرمایا ”ہمارے جو ساتھی گذر گئے، دنیا نے ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کی لیکن ہمارے پاس اس قدر مال آگیا ہے کہ اسے رکھنے کے لیے مٹی کے سوا کوئی جگہ ہم نہیں پاتے، اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں موت کی دعا کرتا.....“

راوی کہتا ہے کہ پھر ہم ان کے پاس دوسری بار آئے، وہ اپنے باغ کی دیوار بنا رہے تھے، اس موقع پر انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کو ہر اس چیز میں اجر ملتا ہے جو وہ خرچ کرے سوائے اس کے جس کو وہ اس مٹی میں ڈال دے

وقد اکتوی سبع کیات

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جسم میں سات داغ لگائے تھے، ترمذی کی روایت میں ہے ”وقد اکتوی فی بطنہ، فقال: ما أعلم أحدا من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی من البلاء ما لقی“ (۸۶) یعنی جتنی تکالیف میں نے اٹھائی ہیں صحابہ میں سے کسی اور نے نہیں اٹھائیں۔

علامہ ابن الملقن نے فرمایا کہ ترمذی کی اس حدیث میں ”لقی من البلاء“ سے مال کی آزمائش بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ ایک زمانہ میں ایک درہم بھی پاس نہیں تھا اور اب ہزاروں درہم ہیں، چنانچہ ترمذی کی اسی روایت میں ہے ”لقد كنت وما أجد درهما على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفي ناحية بيتي أربعون ألفاً“ (۸۷)

لیکن ظاہر پہلا مطلب ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی تکلیفیں اور اذیتیں دی گئی تھیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ مشرکین آگ بھڑکاتے اور میری پشت کی چربی اس آگ کو بجھاتی (۸۸)

(۸۶) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی النهی عن التمنی للموت: ۳/۳۰۱ (رقم الحدیث: ۹۷۰)

(۸۷) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی النهی عن التمنی للموت: ۳/۳۰۱ (رقم الحدیث: ۹۷۰)

(۸۸) حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم: ۱/۱۳۴

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور فرماتے کہ آپ سے زیادہ اس مجلس کا کوئی مستحق نہیں سوائے عمار کے، پھر ان کے جسم میں زخم کے نشانات اہل مجلس کو دکھاتے (۸۹)

وہ سابقین اولین میں سے تھے اور چھٹے نمبر پر انہوں نے اسلام قبول کیا تھا (۹۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس ہوئے تو کوفہ کے دروازے کے پاس سات قبریں انہیں نظر آئیں، پوچھا یہ کن کی قبریں ہیں، لوگوں نے بتلایا کہ اس میں ایک قبر حضرت حباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی ہے، حضرت علیؑ نے فرمایا:

”رحم الله خيأاً لقد أسلم راغباً، وها جر طائعا، وعاش مجاهداً،
وابتلى في خسمه أحوالا، ولن يضيع الله أجر من أحسن عملاً، ثم قال:
طوبى لمن ذكر المعاد، وعمل للحساب، وقنع بالكفاف، ورضى عن الله
عز وجل“ (۹۱)

۲۳ سال کی عمر میں ان کی وفات ۳۷ ہجری میں ہوئی، ان سے ۳۲ احادیث مروی ہیں (۹۲)
بہر حال ان کے پیٹ میں سات داغ لگائے گئے تھے جن کی وجہ سے وہ بڑی تکلیف میں رہتے تھے،
اس لیے فرمایا کہ اگر موت کی دعا جائز ہوتی تو میں اپنے لیے موت کی دعا اور تمنا کرتا۔
جسم میں داغ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ آگے کتاب الطب میں آ رہا ہے۔

إن أصحابنا الذين سلفوا مضوا، ولم تنقصهم الدنيا
یعنی ہمارے وہ ساتھی جو دنیا سے گزر گئے (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں ان کی

(۸۹) سیر أعلام النبلاء: ۲/۳۲۲ (رقم الترجمة: ۶۲) وطبقات ابن سعد: ۳/۱۶۵

(۹۰) الإصابة في تمييز الصحابة: ۱/۴۱۶ (رقم الترجمة: ۲۲۱۰) وحلیۃ الأولیاء: ۱/۱۳۴

(۹۱) حلیۃ الأولیاء: ۱/۱۳۷

(۹۲) سیر أعلام النبلاء: ۲/۳۲۲، ان کے حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال: ۸/۲۱۹، والعلل لابن المديني:

۵۰، وطبقات خليفة: ۱، ۲۶، وتاريخ الطبري: ۳/۵۸۹، والعقد الفريد: ۳/۳۳۸، ومعجم الطبراني

الكبير: ۳/الترجمة: ۳۶۲، والكامل لابن الأثير: ۲/۶۰، وتہذیب الأسماء واللغات: ۱/۱۷۳، وتجريد أسماء

الصحابة: ۱/۱۵۴

وفات ہو گئی) دنیائے ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔

اس سے یا تو وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جو فتوحات اور آسودہ حالی سے پہلے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور مال کی فراوانی اور دولت کی وسعت کا زمانہ انہوں نے نہیں پایا، مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے اجر و ثواب کا سارا ذخیرہ آخرت میں پائیں گے (۹۳)

اور یا اس سے پہلے وفات پانے والے مالدار اور فقیر تمام صحابہ مراد ہیں اس لیے کہ عہد نبوی میں جو صحابہ مالدار تھے، مال کی کثرت نے ان پر اثر نہیں کیا تھا، نیکی کی راہ میں ان کا مال بکثرت خرچ ہوتا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت زیادہ تھی، بعد میں مال کی فراوانی ہو گئی اور اصحاب مال کے لیے مال خرچ کرنے کے مواقع پہلے کی طرح نہیں رہے، اسی لیے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”وإننا أصبنا ما لا نجد له موضعا إلا التراب“ یعنی اب مٹی کے سوا کسی اور جگہ مال خرچ کرنے کی ہم جگہ ہی نہیں پاتے ہیں، اس سے مراد تعمیرات ہیں، کہ اب مال کا کوئی اور مصرف نہیں رہا تو لوگ تعمیرات میں مال لگا رہے ہیں، یہ بات حضرت خبابؓ جس وقت ارشاد فرما رہے تھے، اس وقت وہ خود بھی ایک دیوار بنا رہے تھے جیسا کہ روایت میں ہے (۹۴)

إن المسلم ليوجر في كل شيء ينفقه إلا في شيء يجعله في هذا التراب
یعنی مسلمان جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے، اس پر اس کو اجر ملے گا لیکن جو کچھ زائد از ضرورت تعمیرات میں خرچ کرتا ہے، اس پر کسی قسم کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

یہ جملہ یہاں موقوفاً نقل کیا گیا ہے یعنی حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر منقول ہے، البتہ طبرانی کی ایک روایت میں یہ مرفوعاً بھی منقول ہے، اس میں ہے ”وهو يعالج حائطه، فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن المسلم يؤجر في نفقته كلها إلا ما يجعله في التراب“ (۹۵)

(۹۳) فتح الباری: ۱۰/۱۵۹، وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۶

(۹۴) فتح الباری: ۱۰/۱۵۹، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۰۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۶

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۶ وفتح الباری: ۱۰/۱۵۹

لیکن اس طریق میں عمر بن اسماعیل ایک راوی ہیں، یحییٰ بن معین نے انہیں کاذب قرار دیا ہے (۹۶)

البتہ اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ثواب اور جزا سے متعلق اس طرح کی موقوف احادیث بھی مرفوع کے حکم میں ہیں (۹۷)

۵۳۴۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (لَنْ يُدْخَلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ) . قَالُوا : وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (لَا ، وَلَا أَنَا ، إِلَّا أَنْ يَتَّخِذَنِي اللَّهُ بِفَضْلِ وَرَحْمَةٍ ، فَسَدَّدُوا وَقَارِبُوا ، وَلَا يَتَمَتَّنْ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ : إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزْدَادَ خَيْرًا ، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتَبَ) . [۶۸۰۸ ، ۶۰۹۸]

۵۳۵۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ : سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَبِدٌّ إِلَيَّ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَالْحَقْنِي بِالرَّفِيقِ) . [۴۱۷۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرا سکتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و رحمت (کے دامن) میں ڈھانپ لے، اس لیے تم میانہ روی اختیار کرو اور اللہ کی نزدیکی طلب کرو اور تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، اس لیے کہ وہ یا تو نیکو کار ہوگا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی میں اضافہ کر دے اور اگر بدکار ہے تو امید ہے کہ وہ توبہ کر لے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

لَنْ يُدْخَلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ

(۹۶) عمدة القاری: ۲۴۶/۲۱، رفع الباری: ۱۵۹/۱۰

(۹۷) ظفر الأمانی: ۳۲۳، وشرح نخبہ الفكر: (بحاشیہ عبد اللہ) خاطر ۹۳ و تدریب الراوی، ص: ۱۱۴، و

۱۹۰:۱ (النوع السابع الموقوف) و تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۳۱

اس پر قرآن کریم کی آیت سے اشکال ہوگا، آیت کریمہ میں ہے۔

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۹۸) یعنی یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں تمہارے اعمال کے عوض وارث بنایا گیا۔

① اس کا جواب یہ دیا گیا آیت کریمہ میں جنت سے درجات اور منازل جنت مراد ہیں کہ جنت کے درجات اعمال سے متعین ہوں گے، کیونکہ جنت کے درجات مختلف اور متفاوت ہیں اس لیے جس کا جس قدر عمل نیک ہوگا، اسی کے موافق اس کو جنت میں رتبہ ملے گا اور حدیث باب میں جنت سے نفس جنت میں دخول مراد ہے یعنی اصل جنت میں دخول تو کسی عمل کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم سے ہوگا البتہ مراتب وہاں اعمال کے اعتبار سے ملیں گے (۹۹)

② علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے کہ ”بما کنتم“ میں پاسیہ نہیں ہے، بلکہ بالہضاق اور مصباحت کے لیے ہے..... اُورِثْتُمُوهَا مصاحبة أو ملا بسطة لثواب أعمالکم (۱۰۰) اہل سنت والجماعت کے نزدیک ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے نہیں بلکہ شرع سے ہے، اگر اللہ جل شانہ تمام مؤمنین کو عذاب دے تو بھی یہ عدل کے خلاف نہیں، یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ وہ مؤمنین کی مغفرت فرمائے گا اور صرف کفار اور فساق کو عذاب دے گا۔

معقولہ عقل کے ذریعہ ثواب اور عقاب کے ثبوت کے قائل ہیں، کہتے ہیں کہ طاعت موجب ثواب اور معصیت موجب عقاب ہے، یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے (۱۰۱)

لیکن اس پر قرآن کریم کی ایک اور آیت کریمہ سے اعتراض ہوگا، سورۃ نحل میں ہے ﴿إِسْلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۱۰۲) اس میں تصریح ہے کہ دخول جنت بھی اعمال کی وجہ سے ہوگا۔

(۹۸) الترغرف: ۷۲

(۹۹) إرشاد الساری: ۱۲/۳۰۳

(۱۰۰) عبدة القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۱) عبدة القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۲) سورۃ النحل: ۳۲

① اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں بھی جنت سے منازل جنت مراد ہیں اور

مطلب ہے..... ادخلوا منازل الجنة وقصورها بما كنتم تعملون

② اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اللہ کی رحمت کی قید معبود ہے، یعنی ادخلوها بما كنتم

تعملون مع رحمة الله لكم وتفضله عليكم (۱۰۳)

فسددوا وقاربوا

سدّدوا اُنّی اقصدوا السداد اُنّی الصواب وهو ما بین الإفراط والتفريط یعنی بھلائی اور

میانہ روی اختیار کرو اور اگر وہ اختیار نہیں کر سکتے ہو تو اس کے قریب ہونے کی کوشش کرو (۱۰۴)

سدّدوا کے دوسرے معنی کیے گئے ہیں کہ اپنے اعمال کو درست کرو اور قاربوا کے معنی ہیں اللہ

تعالیٰ کی قربت کو طلب کرو (۱۰۵)

ولا یتسبّین أحدکم الموت

ایک روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی ہے "ولا یُدعَ به من قبل ان یتّیہ" یعنی موت

آنے سے پہلے اس کی دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن موت کا وقت قریب آجائے تو پھر اس کی دعا کی جاسکتی

ہے (۱۰۶)

بعض حضرات نے کہا کہ موت کی تمنا نہ کرنے کا یہ حکم حضرت یوسف علیہ السلام کے قول

﴿توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین﴾ (۱۰۷) سے منسوخ ہو چکا ہے، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ

السلام کا قول قرآن میں نقل کیا گیا ہے ﴿وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین﴾ (۱۰۸)

(۱۰۳) برہان الساری: ۱۲/۲۰۲

(۱۰۴) عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۵) عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۶) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۰۷) سورۃ یوسف: ۱۰۱

(۱۰۸) سورۃ النمل: ۱۹

باب کی آخری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے النہم بالرفیق الاعلیٰ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کے لیے دعا کا ذکر کر گزر چکا ہے۔ ان نصوص کی وجہ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے (۱۰۹)

لیکن یہ قول درست نہیں، حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قول کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ انہوں نے موت کے لیے دعا نہیں کی بلکہ یہ کہا ہے کہ موت کے وقت خاتمہ بالخیر ہو اور ایمان کی حالت میں وفات ہو ای نوفی مسلماً عند حضور اجلیٰ دوسرا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ جب ہماری شریعت میں کوئی ایک حکم آجائے تو پھر شرائع من قبلنا ہمارے لیے محبت نہیں، ہمارے لیے پھر ہماری شریعت کا حکم حجت ہوگا (۱۱۰)

اور ایک جواب یہ ہے کہ انہوں نے موت کے وقت قریب آنے کے بعد ہی دعا کی تھی جس کا جواز ہے کیونکہ جس روایت میں موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس میں ”من قبل ان یأتیہ“ کی قید ہے (۱۱۱)

إما محسناً فلعله أن یرداد خیراً، وإما مسیئاً فلعله أن یرستعب۔

یا تو وہ نیکو کار ہوگا تو امید ہے کہ اپنی بھلائی میں اضافہ کرے گا، یا بدکار ہوگا تو امید ہے کہ وہ اللہ کی رضا طلب کر کے توبہ کرے گا۔

یرستعب: یطلب العقی، وهو الإرضاء، أي یطلب رضا اللہ بالتوبة (۱۱۲)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”وأنہ

(۱۰۹) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۱۰) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۱۱) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۱۲) عمدة القاری: ۲/۲۲۷، وارشاد المساری: ۱۳/۴۰۴

لایرید المؤمن عمرہ بالآخر" (۱۱۳)

مؤمن کی عمر ختمی لمبی ہوگی، اسی قدر اس کے نیک اعمال میں اضافہ ہوگا، موت سے تو عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

اس پر اشکال ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اگر بدکار ہے تو اس کے طول عمر سے حیر کا نہیں، شر کا اضافہ ہوگا، اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں

① "لایرید المؤمن عمرہ بالآخر" میں مؤمن سے مؤمن کامل مراد ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس جواب کو بعد قرار دیا۔

② اس حدیث میں غالب مومنین کے تقابلاً سے کہا گیا کہ ان کا طول عمر، حسنات میں اضافہ کا سبب ہے، اب اگر ایک دوا مسلمان ایسا ہے کہ عمر میں اضافہ اس کے لیے حسنات کی بجائے سسنات کا ذریعہ بن رہا ہے تو وہ نادر ہے، غالب نہیں (۱۱۴)

باب کی آخری حدیث میں ہے "اللهم اغفر لی، و حمنی، والحقنی بالرفیق الاعلیٰ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفا میں یہ دعا فرمائی تھی اس کی تفصیل کتاب المغازی کے آخر میں گزر چکی ہے (۱۱۵)

باب کی دو روایتوں کو ساتھ کر کرنے میں نکتہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے "و لا تمس حدکم الموت" ولی . یت کے بعد "اللهم بالرفیق الاعلیٰ" کی یہ روایت کر کی جیسا کہ گذر چکا "لا تمس حدکم الموت" کے بعد بک روایت میں "ولا یدع بہ فلان باتہ" کی قد ہے کہ موت کی تمنا و رد موت الے سے پہلے دست نہیں لیکن اگر موت نے آثار ظاہر ہو جائیں تو اس وقت جلد موت آنے کی دعا اور تمنا کی جا سکتی ہے، جیسا کہ حضور اکرم

(۱۳) مع الباری ۱۰ / ۱۶۱

(۴) مع الباری ۱ / ۱۰

(۱۵) کشف الباری کتاب البغی ۶۷۸ /

صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اللهم بالرفیق الأعلى“ کہہ کر موت کے وقت دعا فرمائی، اسی نکتہ کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ دونوں روایتیں ایک ساتھ ذکر فرمائی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وزاد (أى فى رواية أبى هريرة) بعد قوله: ”أحدكم الموت“

: ”ولا يدع به من قبل أن يأتيه“ وهو قيد فى الصورتين، ومفهومه أنه إذا

حل به لا يمنع من تمنيه رضا بقاء الله ، ولا من طلبه من الله لذلك،

وهو كذلك، ولهذا النكتة عقب البخارى حديث أبى هريرة بحديث

عائشة: ”اللهم اغفرلى وارحمنى ، وألحقنى بالرفيق الأعلى“ إشارة إلى أن

النهى مختص بالحالة التى قبل نزول الموت، فلهذا درہ ماكان

أكثر استحضاره، وإشاره للأخفى على الأجل شحذا للأذهان ، وقد خفى

صنيعه هذا على من جعل حديث عائشة فى الباب معارضاً لأحاديث

الباب أو ناسخاً لها“ (۱۱۶)

۲۰ - باب . دُعَاءُ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ .

وَقَالَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ سَعْدٍ : عَنْ أَبِيهَا : (اللَّهُمَّ أَشْفِ سَعْدًا) . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ۵۳۳۵]

۵۳۵۱ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ،

عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، كَانَ إِذَا أَتَى مَرِيضًا أَوْ أَتَى بِهِ ،

قَالَ : (أَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ ، أَشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِي ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءٌ لَا يُعَادِرُ

سَقَمًا) .

(فتح الباری: ۱۰/۱۶۰)

(۱۱۷) (۵۳۵۱) الحديث أخرجه البخارى أيضاً فى الطب، باب رقية النبى ﷺ (رقم الحديث: ۵۳۱۱، ۵۳۱۲)

وأيضاً فى الطب، باب مسح الرأقى الوجيه بيده اليمنى (رقم الحديث: ۵۳۱۸)، وأخرجه مسلم فى كتاب

السلام، باب استحباب رقية المريض: ۴/۱۷۲۱ (رقم الحديث: ۲۱۹۱)، وأخرجه النسائى فى الطب، باب

دعاء العائد للمريض. ۴/۳۵۸ (رقم الحديث: ۷۵۰۸)

قَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَأَبِي الضُّحَى :
إِذَا أَتَى بِالْمَرِيضِ .

وَقَالَ جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى وَحَدَّثَهُ ، وَقَالَ : إِذَا أَتَى مَرِيضًا .

[۵۴۱۱ ، ۵۴۱۲ ، ۵۴۱۸]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کے لیے شفا کی دعا کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی بیمار کو لایا جاتا یا جب آپ کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا فرماتے ”أذهب البأس، رب الناس، اشف وأنت الشافي، لاشفاء إلا شفاءك، شفاء لا يغادر سقما“

شفاء لا يغادر سقما

ایسی شفا جو بیماری کو نہ چھوڑے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وفائدة التقييد بذلك أنه قد يحصل الشفاء من ذلك المرض،

فيخلفه مرض آخر يتولد منه، فكان يدعوله بالشفاء المطلق ، لا بمطلق

الشفاء“ (۱۱۸)

یعنی بسا اوقات آدمی ایک بیماری سے توشفایاب ہو جاتا ہے لیکن دوسری بیماری اس کے بعد لگ جاتی ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس بیماری سے شفایاب ہونے کی دعا نہیں کرتے بلکہ مطلقاً ہر بیماری سے شفا کی دعا فرماتے۔

باب کے آخر میں ابراہیم بن طہمان کی تعلیق کو اسماعیلی نے ابو جریر کے طریق کو امام ابن ماجہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۱۹)

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۶۲ نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۱۲/۳۰۶

(۱۱۹) فتح الباری: ۱۰/۶۲ او إرشاد الساری: ۱۲/۳۰۶ وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۸

ایک اشکال اور اس کا جواب

مریض کے لیے مرض سے شفا کی دعا مانگی گئی ہے، حالانکہ مرض گناہوں کے لیے کفارہ ہے اور اخروی ثواب کا ذریعہ ہے جو درحقیقت بندہ مؤمن کے حق میں ایک نعمت ہے تو اس سے شفا کی دعا کیوں مانگی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا عبادت ہے اور یہ ثواب اور کفارہ کے منافی نہیں، کیونکہ بیماری کا انسان کے کناہوں کے لیے کفارہ بننا اور اس پر آدمی کو اجر و ثواب کا ملنا تو ابتدائے مرض سے حاصل ہو جاتا ہے، اس کے لیے مرض کا برقرار رہنا تو ضروری نہیں، اس لیے مریض کے لیے دعا، مرض کے نعمت ہونے کی جہت کی منافی نہیں ہے (۱۲۰)۔

۲۱ باب : وَضُوءُ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ

۵۳۵۲ . حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَادٍ . حَدَّثَنَا عُذْرٌ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ . قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَرِيضٌ ، فَنُوضًا فَصَبَّ عَلَيَّ . أَوْ قَالَ : (صَبَّوْا عَلَيَّ) . فَعَقَلْتُ . فَقُلْتُ : لَا يَرُبُّنِي إِلَّا كَلَالَةٌ ، فَكَيْفَ الْمِيرَاثُ ؟ فَمَزَلْتُ آيَةَ الْفَرَائِضِ [ر ۱۹۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اگر مریض کی عیادت کے لیے آنے والا شخص کوئی بر رگ۔ رحل صالح ہے اور وہ مریض کے لیے وضو کرتا ہے، اس طرح کہ وضو سے بچا ہو پانی ہو، برک مریض پر چھڑک دیا جائے، تو سنت میں اس کی گنجائش موجود ہے (۱۲۱)۔

جناح حدیث باب میں ہے کہ حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، آپ حضرت جابر کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے، وضو کے بعد فرمایا کہ یہ بچا ہو پانی جار پر چھڑک دو، چنانچہ وہ پانی ان پر چھڑک دیا گیا، بخاری کی بعض قسموں میں ٹھنڈے پانی کو جسم پر ڈالنا مفید ہوتا ہے، بعض حضرات نے کہا کہ

حضرت جابؑ اس طرح کے بخار میں مبتلا تھے، اس لیے حضور ﷺ نے پانی چھرنے کا حکم دیا۔

۲۲ باب . مَنْ دَعَا بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْحُمَى

۵۳۵۳ . حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْكَ نَوْبُكَرٍ وَبِلَالٌ . قَالَتْ : فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا ، فَقُلْتُ : يَا أَبَتِ كَيْفَ تُحَدِّثُ ؟ وَبِإِلَالٍ كَيْفَ تُحَدِّثُ ؟ قَالَتْ : وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذْ أَخَذَتْهُ لِحْمَى يَقُولُ

كُلُّ أَمْرٍ مُصَحَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ دُؤَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ
وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ بِرَفْعِ عَقِيرَتِهِ يَقُولُ :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَ لَيْلَةً
وَهَلْ أَرَدَنْ يَوْمًا مَيَاةَ مَحَجَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُونَ لِي شَامَةً وَطَفِيلُ
قَالَتْ : عَائِشَةُ : فَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاحْزَنَتْهُ . فَقَالَ : (اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ
كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ . ضَحَّحَهَا . وَبَالَكَ لَنَا فِي صَاعِهَا بِسَاعِهَا ، وَثَقُلْ حِمَامَهَا فَاجْعَلْهَا بِالْحُحْفَةِ)

[۱۷۹ ر]

وبا کا لفظ اردو میں بھی بعینہ اسی معنی میں استعمال سوتا ہے جس معنی میں عربی میں مستعمل ہے

امراض اور بیماریوں کے عام ہونے اور مخصوص بیماری کے پھیل جانے کو، ماکتے ہیں اعضوں نے واما
اطلاق طاعون پر کیا ہے طاعون بھی درحقیقت وبا کی ایک قسم ہے (۲۲)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ سے اس ترجمۃ الباب کی غرض بیان کرتے ہوئے
فرمایا کہ بخار اور طاعون دونوں کو شہادت کے اسباب میں شمار کیا گیا ہے اور یہ دونوں کفارہ سینات بھی ہیں،
لہذا کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ جو شخص ان میں مبتلا ہو جائے، اس کے لیے مناسب نہیں کہ ان کے دفع
کرنے کی دعا کرے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا، حناجہ وہ لکھتے
ہیں:

”وما یظهر لهذا العبد الضعیف من الترجمة ، أنه إنما ترجم بذلك لتلايتهم أن لا ینبغی الدعاء برفع الوباء والحمی ، فإنهما من أسباب الشهادة ، وكفارة السيئات ، فإن الطاعون من أسباب الشهادة ، لقوله علیه السلام: ”المطعون شهید“ (۱۲۳)

ترجمۃ الباب میں وبا کا ذکر ہے لیکن حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے بعض طرق میں وبا کا بھی ذکر ہے، چنانچہ کتاب الحج کے آخر میں اس کا ایک طریق گزر چکا ہے، اس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”فقد منا المدینة، وهی أوبأ أرض الله“ (۱۲۴)

وبا کے دفعیہ کے لیے دعا پر ایک اشکال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دعا برفع الموت کو متضمن ہے اور موت کا ایک وقت مقرر ہے، اس کے نالے کے لیے دعا کرنا ایک عبث نام ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دعائیات خود ایک عبادت ہے اور درازی عمر اور دفعیہ امراض کے اسباب میں سے ہے، اس لیے امراض کے دفع کرنے اور درازی عمر کے لیے دعائیں فعل عبث نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واستشکل أيضا الدعاء برفع الوباء ، لأنه يتضمن الدعاء برفع الموت ، والموت حتم مقضى ، فيكون ذلك عبثا ، وأجيب: بأنه لا ینبغی التعبد بالدعاء ، لأنه قد ینبغی من جملة الأسباب فی طول العمر، أو رفع المرض“ (۱۲۵)

یرفع عقیرتہ

عقیرۃ آواز کو کہتے ہیں، یعنی وہ بلند آواز سے ذکر کردہ شعر پڑھتے تھے۔

(۱۲۳) الأبواب والتراجم: ۵۹/۲

(۱۲۴) إرشاد الساری: ۴۰۸/۱۲

(۱۲۵) إرشاد الساری: ۴۰۸/۱۲

۷۹ - کتاب الطب

کتاب الطب الاحادیث ۵۴-۵۵-۵۶ (۵۴۴۵)

کتاب الطب میں ہاں نواب اور ایک سو بھارہ حادث میں
بھارہ نہ تنس معلق ا بقہ موصول ہیں، پچاسی حادث مکر او میتیں
احادیث پہلی بار کی ہیں، ان ۳۳ میں سے پچیس احادیث متفق علیہ ہیں، صحابہ
وغیرہ کے سولہ آثار امام بخاری نے کتاب الطب میں ذکر کیے ہیں، ہماری اس
جلد میں کتاب الطب کے ۲۵ ابواب کی تشریح آگئی ہے، بقیہ ابواب ان شاء
اللہ اگلی جلد میں آئیں گے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۹ کتاب الطب

کتاب الطب کی مناسبت کتاب نہ تھی ہے۔ اکل ظاہر ہے صفائی سے شے میں ”الطب“ کے بعد
 لا۔ و۔ کا اضافہ بھی ہے ()

طِب کے لغوی اور اصطلاحی معنی

طب کے طاء پر تینوں اعراض درست ہیں، طب کا لفظ علاج اور مرض دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہ تضاد میں سے ہے ()

طب کا لفظ سحر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ حس شخص جہاں میا گیا سو، اس کو مطبوب کہتے ہیں، ایک حدیث میں ہے: "حل مطبوب ای مسح" (۳)۔

دورِ اصل زمانہ جاہلیت میں اٹل عرب کا خیال تھا کہ آدمی کی بیماری کا سبب سحر ہے، جادو اور سحری

(۱)۔ یکمے سے ۱۵ مئی ۲۰۱۲ء

۲۱) دیکھیے فتح: ۱۰، ۶۵، عہدہ انصاف: ۲۱/۲۶، دلسا: ۲، ۱۰۹

(۳) الحدید - ج ۱ - سحای فی کتاب الطب نامہ - نسخہ ۷۶۰ (رقم الحفظ ۵۶۳) اور خرچہ
مسلّم فی کتاب اسلام نامہ - نسخہ ۷۶۱ (رقم الحفظ ۵۶۴) اور خرچہ مسلم فی کتاب الطب نامہ
نسخہ ۷۶۲ (رقم الحفظ ۵۶۵) و نامہ جدید - ج ۱ - حدیث فی کتاب الطب نامہ - نسخہ ۷۶۳ (رقم
الحفظ ۵۶۴)

کی وجہ سے آدمی بیمار ہوتا ہے، اس لیے طب کو سحر کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا (۴)۔

علم طب کی اصطلاحی تعریف ہے ”هو علم يتعرف منه أحوال بدن الإنسان من جهة ما يصح ويحول عن الصحة، ليحفظ الصحة الحاصلة، وليستردھا زائلة“ (۵) یعنی علم طب سے صحت اور عدم صحت کے نقطہ نظر سے انسانی جسم کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں تاکہ موجودہ صحت برقرار رکھا جاسکے اور زائل ہونے والی صحت کو لوٹایا جاسکے۔

طب کی قسمیں

پھر سمجھیں کہ طب کی دو قسمیں ہیں، ایک طب الارواح اور دوم طب الابدان، طب الارواح تو حضرات انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔

اور طب الابدان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول طب کو ابو نعیم اصفہانی نے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کا اچھا خاصہ ذخیرہ ”زاد المعاد“ میں بھی جمع کیا ہے (۶) جس کو بعض لوگوں نے ”طب النبی لابن القیم“ کے نام سے شائع کیا ہے اور اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے (۷)۔

اور دوسرا حصہ وہ ہے جو انسانی تجربات سے وجود میں آیا ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت نہیں ہوتی، قدرت نے خود ہی جاندار میں اس کے علاج کا علم رکھ دیا ہے، جیسے پیاس کا علاج پانی اور بھوک کا علاج غذا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے جیسے دوسری بیماریاں انسان کو لاحق ہوتی ہیں، ان بیماریوں کا علاج لوگوں کے تجربات سے وجود

(۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹

(۵) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹، برشاد الساری: ۲۱/۴۰۹

(۶) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، زاد السعاد، فصل فی علاجه صلی اللہ علیہ وسلم لأمراض القلوب وأمراض

البدن: ۵/۴

(۷) یہ کتاب دار الاشاعت کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

میں آیا ہے (۸)۔

پھر جس طرح بیماری کی دو قسمیں ہیں روحانی اور جسمانی، اسی طرح علاج کی بھی دو قسمیں ہیں ایک طبعی و جسمانی، یہ مفردات کی شکل میں بھی ہوتا ہے اور مرکبات کی صورت میں بھی، دوسری قسم ہے روحانی اور لسانی..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دونوں قسم کے علاج اختیار فرمائے، ظاہری و طبعی دواؤں کو بھی اختیار فرمایا اور باطنی اور روحانی معالجے کو بھی (۹)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس طب الابدان کا ذکر کیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، جسے طب نبوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

طب جسمانی کا مدار

طب جسمانی کا مدار تین چیزوں پر ہے، ایک حفظانِ صحت، دوم مضر چیزوں سے پرہیز اور سوم فاسد مادہ کا اخراج..... قرآن کریم میں ان تینوں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:

سورۃ بقرہ میں ہے ﴿فَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ سفر میں چونکہ مشقت ہوتی ہے جو مضر صحت ہو سکتی ہے، اب اگر اس میں روزہ رکھا جائے گا تو صحت کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے صحت کو برقرار رکھنے کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے۔

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ (۱۰) اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے ہلاکت کا خوف ہو تو ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے، شی مضر سے اجتناب اس سے سمجھ میں آرہا ہے۔

اور تیسری چیز ہے فاسد مادہ کا اخراج، اس کی طرف قرآن کریم کی آیت ﴿أَوْ بِهٖ أُذًی مِنْ رَاسِہٖ﴾

(۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹، إرشاد الساری: ۲۱/۳۰۹

(۹) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹، إرشاد الساری: ۲۱/۳۰۹

(۱۰) النساء: ۲۹

فعدة (۱۱) میں اشارہ ہے کہ محرم، اگر جو کیں وغیرہ تنگ کرتی اور تکلیف دہی میں تو وہ اس اذیت کو اپنے سے دور کر سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں

”ومدار ذلك على ثلاثة أشياء: حفظ الصحة، والاحتماء عن المؤدى، واستفراغ المادة الفاسدة، وقد أشر إلى الثلاثة في القرآن . فالأول من قوله تعالى: ﴿فَس كَانَ مريضاً وعلى سفر فعدة من أيام أخر﴾ وذلك أن لسفر مظنة النصب وهو من مغيرات الصحة، فإذا وقع فيه الصيام، ازداد، فأبىح الإفطر بقاء على الجسد. وكذا القول في المرض الثاني وهو الحمية من قوله تعالى: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ فإنه استنبط منه جواز لتيسر عند حذف استعمال الماء البارد، والثالث من قوله تعالى: ﴿لَا يَكُونَهُ أذى من رأى بعدة﴾ فإنه أشير بذلك إلى حواز خلق الرأس لذى منع منه المحرم لاستفراغ الأذى لحاصل من التجار المحتقن في الرأس“ (۱۲)

حضور اکرم ﷺ کے علاج کی قسمیں

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو علاج فرمایا کرتے تھے، اس کی تین قسمیں تھیں، ایک طبعی دواؤں کے ذریعے، دوم ادویہ الہیہ کے ذریعے اور سوم دہنوں سے مرکب کر کے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد تو لوگوں کو روحانی یزریوں اور امراض سے پاک کرنا تھا تاہم بوقت ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی علاج بھی فرمایا ہے (۱۳)۔

(۱) نیرد ۱۹۶

(۱۲) دیکھیے فتح الناری: ۱۰/۱۶۵

(۱۳) دیکھیے رد المعاد ۳/۲۴

حضرت شاد ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی علاج کرنا شریعت کا اس طرح حصہ نہیں کہ اسے، موت و تبلیغ کا جزء قرار دیا جائے اور ہر آدمی پر اس کی تقلید واجب اور ضروری ہو، چنانچہ وہ فرماتے ہیں

”اعلم أن ماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودون فی کتب الحدیث علی فسمین: أحدهما ماسیله سبیل تبلیغ الرسالة، وفيه قوله تعالی ﴿وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا﴾ منه علوم المعاد وعجائب الملوك..... ومنه شرائع وصیط للعبادات، وثانيهما مالیس من باب تبلیغ الرسالة. وفيه قوله صلی اللہ علیہ وسلم: ”إنما أنا بشر“ وقوله صلی اللہ علیہ وسلم فی قصة تأییر النحل: ”فإني إنما ظننت ظناً، ولا تؤاخذوني بالظن، ولكن إذا حدثكم عن الله شيئاً فخذوا به، فإنني لم أكذب على الله“ فمنه الطب، ومنه باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم: عليكم بالأدھم الأقرح“ ومستنده التحربة، ومنه ما فعله صلی اللہ

علیہ وسلم علی سبیل العادة، دون العبادة“ (۱۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علاج اور ادویہ منقول ہیں، یہ اس زمانے کے تجربات کا ایک حصہ تھا اور یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی اس کو استعمال کرے لیکن فائدہ نہ ہو، ہاں اگر کوئی بطور تیرک اور ایمانی قوت کے ساتھ ماثور ادویہ کو استعمال کرتا ہے تو اس کو بہر حال فائدہ ہوتا ہے، علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں یہ بات تفصیل سے لکھی ہے (۱۵)۔ اس باب میں علماء کے اقاعات بھی مشہور ہیں (۱۶)۔

(۱۳) نظر حجة الله السابعة ۱/ ۱۲۸

(۱۵) دیکھیے مقدمہ ابن خلدون ۱/ ۳۹۳ (باب ۶، فصل ۱۹)

(۱۶)

۱۔ باب : ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً .

۵۳۵۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ

أَبْنُ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَا أَنْزَلَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً) .

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں اتاری ہے جس کے لیے شفا نازل نہ کی ہو۔

إلا أنزل له شفاء

نسائی شریف کی روایت میں ہے ”إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ اللَّهُ لَهُ شِفَاءً ، فتداووا“ (۱۷)

اور مسند احمد کی روایت میں ہے ”إِنَّ اللَّهَ حَيْثُ خَلَقَ الدَّاءَ ، خَلَقَ الدَّوَاءَ فتداووا“ (۱۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے الآداب المفرد میں اسامہ بن شریک سے روایت نقل کی ہے، اس کے

الفاظ ہیں : ”تداووا یا عباد اللہ ! فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَصْنَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا :

الْهَرَمَ“ (۱۹) ایک روایت میں ”الْهَرَمَ“ کے ساتھ ”السَّامَ“ کا اضافہ بھی ہے (۲۰)

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے ”لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ ، فَإِذَا

أَصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ ، بَرَأَ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى“ (۲۱)

(۵۳۵۴) الحديث أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الأمر بالدواء: ۳/۳۶۹ (رقم الحديث: ۷۵۵۴)

وأخرجه مسلم في كتاب الإسلام، باب لكل دواء داء واستحب التداوى، (رقم الحديث: ۲۲۰۳)

وأخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ما جاء في الدواء والحث عليه: ۳/۳۸۳ (رقم الحديث: ۲۰۳۸)

وأخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً: ۲/۱۱۳۸ (رقم الحديث: ۳۴۳۸)

وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً: ۲/۱۱۳۸ (رقم الحديث: ۳۴۳۸)

(۱۷) أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الأمر بالدواء: ۳/۳۶۹ (رقم الحديث: ۷۵۵۴)

(۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۶۶

(۱۹) فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۰

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۰

(۲۱) مسلم كتاب الإسلام، باب لكل داء دواء واستحب التداوى (رقم الحديث: ۲۲۰۳)

ذکر کردہ احادیث سے مستنبط چند باتیں

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفاء اور اس کا علاج نازل فرمایا ہے، یہ اور بات ہے کہ بسا اوقات بعض بیماریوں کا علاج انسانوں کو معلوم نہیں ہوتا تو وہ ایسی بیماریوں کو لا علاج قرار دیتے ہیں، جب کہ وہ حقیقتاً لا علاج نہیں ہوتیں (۲۲)۔

اس طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ علاج سے ضروری نہیں کہ آدمی صحت مند بھی ہو جائے، چنانچہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں ”بإذن اللہ“ کی قید ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت نہیں ہوگی، اس وقت تک کوئی دوا کارگر نہیں ہو سکتی ہے (۲۳)۔

ان احادیث سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بیماری کا علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں، جس طرح بھوک کے رفع کے لیے غذا اور پیاس کے رفع کے لیے پانی استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں، اسی طرح دفع مرض کے لیے علاج کرنا بھی توکل کے منافی نہیں، جمہور علماء کے نزدیک علاج کرنا مستحب اور مندوب ہے (۲۴)، بعض شوافع اور حنابلہ تو اسے واجب قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ”تداوا“ امر ہے

(۲۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۰۔

(۲۳) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۰۔

(۲۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۰۔ فقہاء نے لکھا

ہے کہ فائدہ ظاہر ہونے کے اعتبار سے اسباب کے تین درجے ہیں۔ ① سبب یقینی ② سبب ظنی ③ سبب وہمی۔ سبب یقینی کا مطلب یہ ہے کہ اس سبب کو اختیار کرنے پر نفع اور فائدہ عاۃً ضرور مرتب ہوتا ہو، اس کے خلاف نہ ہوتا ہو، مثلاً کھانے کے بعد آسودگی ہو جانا، پانی پینے کے بعد پیاس بجھ جانا تو اس طرح کے اسباب کو اختیار کرنا شرعاً واجب و ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کھانا بند کر دے اور بھوک لگنے پر بھی بالکل نہ کھائے اور برہنہ بھوک موت واقع ہو جائے تو گناہ گار ہوگا۔

دوسرا درجہ، سبب ظنی کا ہے، اس سے مراد وہ اسباب ہیں جن کے اختیار کرنے پر اکثر نفع مرتب ہو جاتا ہے مگر کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، یعنی کبھی کبھار اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا ہو جیسے علاج کے بعد صحت پانا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ صحت حاصل ہو جائے کیونکہ علاج سبب یقینی نہیں کہ لازماً اس سے فائدہ ظاہر ہو ہی جائے تو چونکہ انسان (اگلے صفحہ پر جاری ہے)

اور وجوب کے لیے آتا ہے۔

بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون متوکل ہو سکتا ہے، آپ سید المتوکلین تھے۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم علاج بھی کرایا کرتے تھے اور دوسرے ظاہری اسباب بھی اختیار فرمایا کرتے تھے۔

۲ باب : هل يداوى الرجل المرأة أو المرأة الرجل

۵۳۵۵ حدثنا قتيبة بن سعيد . حدثنا شريك بن مفضل . عن خالد بن دكان . عن ربيع بن معوذ بن عمرو قال . كنا نغزو مع رسول الله ﷺ . نسقي القوم ونحلبهم . ونرد القتلى وخراجي بن المدينة [۲۷۲۶]

(گزشتہ سے بیوستہ) سب یقینی کے اختیار کرنے کا مکلف ہے، کہ سب ظنی کے اختیار کرنے کا، اس لیے علاج کرانا اس درجہ واجب، ہو گا کہ اگر کسی نے طاق نہیں کرایا اور موت واقع ہو گئی تو گناہ گار ہو گا۔
وہی اسباب، یعنی سبب کے اختیار کرنے پر یقین ظاہر ہونے کا، صریحاً تو عید وغیرہ کہ اس کے فوائد موموم ہیں تو اس کا اختیار کرنا جائز ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب سابق صدر، مفتی دارالعلوم دہلویہ تحریر فرماتے ہیں
”روایت دہلوی (علاج) کا مسئلہ اتنا اس کے فی غلبہ مباح ہونے میں کلام نہیں، قی میں شخص پر ہر حال میں کھیت و حوالہ ہو، صحیح نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے اور ایہ کہ اگر مرض شدید و خطرناک یا مہلک ہو اور تدبیر استطاعت و قدرت میسرہ بھی موجود ہو تو حسب حیثیت، استطاعت و قدرت میسرہ عالم اسباب ہونے کی وجہ سے شفا کے حصول کا اعتقاد فقط اللہ جل مجدہ پر رکھتے ہوئے حکم تبرع کے اندر اندر علاج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قدرت میسرہ موجود نہ ہو یا مرض شدید یا خطرناک و مہلک نہ ہو تو وجوب علاج کا حکم متوجہ نہیں ہوتا یا حکم موکد رہے یا مستحب و افضل رہے، حسب حال منہی ہے و قیود مذکور بالا سے معاف جو حکم نہ ہو تو ہو سکتا ہے مگر، ادب نہ ہو گا۔“

(فتنات نظام الفتاوی ج ۱ ص ۳۵، و فتاوی نظامیہ اندوینہ ص ۴۱۰)

مرد و عورت کے ایک دوسرے کے علاج کرنے کا مسئلہ

اگر ضرورت ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورتیں مردوں کا اور مرد خواتین کا علاج کر سکتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں، جب عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں تو مرد بھی عورتوں کا علاج کر سکتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ”ہل“ استفہام کو ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کی کہ اس کے لیے کوئی قانون کلی نہیں، جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، وہاں اس کی اجازت ہے اور جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی گنجائش نہیں ہے (۲۵)

حدیث باب کتاب الجہاد میں ”باب مداواة النساء الجرحى فى الغزو“ کے تحت گزر چکی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں اگرچہ تصریح ہے کہ عورتیں مردوں کا علاج کرتی تھیں لیکن اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جزم کے ساتھ کوئی حکم بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہو (۲۶)

۳- باب : الشفاء في ثلاث

۵۳۵۷/۵۳۵۶ : حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ : حَدَّثَنَا سَالِمُ الْأَفْطَسُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : (الشفاء في ثلاثة : شربة عسل ، وشرطة محجم ، وكيّة نار ، وأنهى أمي عن الكي) . رفع الحديث . ورواه القمي ، عن لبث ، عن مجاهد ، عن ابن عباس ، عن النبي ﷺ : في العسل والحجم .

(۲۵) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۰

(۲۶) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۸

(۵۳۵۶) الحدیث أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الكي: ۳/۳۷۸ (رقم الحديث: ۷۶۰۳) وأخرجه ابن

ماجه في كتاب الطب، باب الكي: ۲/۱۱۵۵ (رقم الحديث: ۳۴۹۱)

(۵۳۵۷) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ أَبُو الْخَارِثِ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ ، عَنْ سَالِمِ الْأَفْطَسِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الشفاء في ثلاثة : في شَرْطَةِ مَحْجَمٍ ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ كَيْتَةِ بَنَارٍ . وَأَنْتَهَى أُمِّي عَنِ الْكَيِّ) .

حسین

یہاں پہلی حدیث کی سند میں حسین کے والد کا ذکر نہیں، اس حسین سے کون مراد ہے، اس میں دو قول ہیں:

① بعض حضرات نے کہا کہ اس سے حسین بن زیاد مراد ہیں (۲۷)، یہ نیساپور کے تھے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ نیساپور میں رہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہ تینتیس سال زندہ رہے (۲۸) امام مسلم رحمہ اللہ کے اقران میں سے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے، اسے ”روایۃ الأصاغر عن الأكابر“ کہا جاتا ہے (۲۹)

حسین بن زیاد کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے (۳۰)

② لیکن حاکم نے فرمایا کہ اس سے حسین بن یحییٰ بن جعفر بیکندی مراد ہیں، ان کے والد یحییٰ بن جعفر سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بکثرت احادیث نقل فرمائی ہے، یہ حسین بھی امام بخاری رحمہ اللہ سے چھوٹے ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے (۳۱)

احمد بن منیع

احمد بن منیع امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ کے طبقہ وسطیٰ میں سے ہیں، ان کی کنیت ابو جعفر ہے،

(۲۷) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۸، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۱

(۲۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۱

(۲۹) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۰) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

(۳۱) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۱

۲۴۴ھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۳۲)، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۳۳) ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی توثیق فرمائی ہے (۳۴)

مروان بن شجاع

مروان بن شجاع کی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے اور ایک کتاب الشہادت میں گذر چکی ہے (۳۵)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے، ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ”یکتب حدیثہ ولیس بالقوی“ (۳۶)

الشفاء فی ثلاث

حدیث باب میں ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے، شہد پینا، پچھنے لگوانا اور آگ سے داغنا لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

شَرْطَةُ مُحْجَمٍ

شَرْطَةُ: فَعْلَةٌ کے وزن پر شرط سے ہے، شرط الحاجم: پچھنے لگانا، سبکی لگانا (۳۷)، مُحْجَمٍ (میم کے کسرہ کے ساتھ) اس آلہ کو کہتے ہیں جس میں سبکی کا خون جمع ہوتا ہے، یہاں اس سے وہ لوہا مراد ہے جس کے ذریعے خون نکالا جاتا ہے (۳۸)

(۳۲) تہذیب الکمال: ۱/۴۹۷ (رقم الترجمة: ۱۱۴) و تہذیب التہذیب: ۱/۸۴-۸۵

(۳۳) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

(۳۴) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۵) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۶) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲

(۳۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲، المنہاج لابن الأثیر: ۱/۳۴۷، و مجمع بحار الأنوار:

تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب

تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے علاوہ کسی اور چیز میں شفا نہیں ہے بلکہ اس سے علاج کے اصول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کیونکہ امراض یا دُموی ہوتے ہیں یا صفرادی یا بلغمی اور یا سودادی ہوتے ہیں، مرض اگر دُموی یعنی فساد خون کی بناء پر ہوتا ہے تو اس کا علاج فاسد خون کو باہر نکال کر ہوتا ہے اور کچھ لگانے میں خون فاسد ہی نکالا جاتا ہے اور باقی تینوں صورتوں میں مرض کا علاج اسہال ہوتا ہے اور شہد مُسہل ہوتا ہے، لیکن بسا اوقات فاسد مادہ نہ کچھنے کے ذریعے نکل سکتا ہے، نہ اسہال کے ذریعے، تو آگ سے اس کی بجائی کی جاسکتی ہے جس سے جل کر وہ ختم ہو جاتا ہے (۳۹)

داغنے کا حکم

وَأَنْهَى أُمْتِي عَنِ الْكِي

کئی جسم کو آگ سے داغنے کو کہتے ہیں، اس کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض میں نہیں وارد ہے اور بعض روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

جن روایات میں نہیں وارد ہے، ان میں سے ایک حدیث باب ہے جس میں ہے..... ”وَأَنْهَى

أُمْتِي عَنِ الْكِي“

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے ”وَمَا أَحَبُّ أَنْ أُكْتَوِيَ“ (۴۰)

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْكِي، قَالَ: فَابْتَلَيْنَا، فَاكْتَوَيْنَا، فَمَا أَفْلَحْنَا وَلَا أُنْجَيْنَا“ (۴۱)

(۳۹) دیکھیے فتح الباری: ۱/۱۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۲۱۲

(۴۰) الحدیث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحب التداوى (رقم الحديث: ۲۲۰۵)

(۴۱) الحدیث أخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ما جاء في كراهية التداوى بالكی: ۳/۳۸۹، (رقم

الحديث: ۲۰۴۹) وأخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الكی: ۳/۵، (رقم الحديث: ۳۸۶۵)

طبرانی نے ایک روایت صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے ”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الکی، وقال: أکره شرب الحمیم“ (۴۲)

لیکن بعض روایات سے اس کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ”رُمی أبی یوم الأحزاب علی أکحله، فکواه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (۴۳)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گئی (داغنے) کے ذریعہ ان کا علاج کیا (۴۴)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری میں آرہی ہے کہ انھوں نے عہد نبوی میں ذات الجنب بیماری میں حضرت انسؓ کا علاج داغ کر کیا (۴۵)

ان کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی علاج بالگی مروی ہے (۴۶)

مختلف روایات میں تطبیق

دونوں طرح کی روایات میں تعارض ختم کرنے کے لیے محدثین نے مندرجہ ذیل مختلف توجیہات اختیار فرمائی ہیں:

① احادیث نبی، نبی تنزیہی پر محمول ہیں اور احادیث اثبات اصل جواز پر..... اور نبی تنزیہی جواز

(۴۲) دیکھیے مجمع الزوائد: ۵/۹۷، قال: رجالہ رجال الصحیح

(۴۳) الحدیث أخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوی: (رقم الحدیث:

(۲۲۰۷

(۴۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

(۴۵) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الطب، باب ذات الجنب (رقم الحدیث: ۵۳۸۹) فتح الباری:

۱۷۰/۱۰

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت اس لیے فرمائی کہ اس میں مریض کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اس طرح اس کا نقصان اس کے فائدہ سے بڑھ جاتا ہے (۴۷)

② بعض حضرات نے کہا ممانعت کا تعلق خطرہ اور تردد کی صورت سے ہے یعنی اگر ایسی صورت ہو کہ داغنے سے فائدے کے جزم کے بجائے نقصان اور ہلاکت جان کا خوف اور خطرہ ہو تو پھر داغنے سے گریز کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی طبیب حاذق داغنے کا ہی مشورہ دے تو پھر کوئی حرج نہیں (۴۸)

③ عربوں کا خیال تھا کہ داغنے سے فاسد مادہ یقینی طور پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر اس کو اختیار نہ کیا جائے تو وہ ہلاکت کو یقینی سمجھتے تھے، چنانچہ وہ داغنے کو موثر حقیقی سمجھنے لگے تھے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی، چنانچہ ممانعت کی احادیث اسی فاسد عقیدے اور شرک خفی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے وارد ہوئی ہیں۔

لیکن اگر کسی کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ ظاہری سبب کے طور پر اس کو اختیار کرتا ہے تو اس کی گنجائش ہے اور احادیث جو اسی صورت پر محمول ہیں (۴۹)۔

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لیے پسند نہیں فرمایا کہ اس میں مریض کو بڑی شدید تکلیف ہوتی ہے اور اسے عذاب میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔

رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی

العسل والحجم

قُمی (بضم القاف وتشدید المیم المکسورة)..... ان کا نام یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن ہانی ہے اور ان کی کنیت ابوالحسن ہے، قُم عراق کے ایک شہر کا نام ہے، اسی کی طرف یہ منسوب ہیں (۵۰)

(۴۷) فتح الباری: ۱۰/۷۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲

(۴۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۷۳، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲

(۴۹) فتح الباری: ۱۰/۷۱، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲

(۵۰) فتح الباری: ۱۰/۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲

امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے (۵۱) لیکن دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ایس بالقوی (۵۲) صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۵۳) ایک قتی شیعوں کے ہاں مشہور ہیں، وہ یہ نہیں بلکہ وہ ابن بابویہ سے معروف ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وهذا القمّي غير القمّي المعتبر في الروافض، فلا يغرن أحدًا قولُ الرافضة أن القمّي معتبر، حتى أنه من رواة البخاري“ وفي هامشه: ”القمّي منسوب إلى قم بلد بعراق العجم، وماله في البخاري سوى هذا الموضع..... وليس هو بابن بابويه القمّي الرافضي كما زعمه بعض المتأخرين“ (۵۴)

قتی کی اس تعلیق کو ”مسند بزار“ میں موصولاً نقل کیا گیا ہے (۵۵)

۴ - باب : الدَّوَاءُ بِالْعَسَلِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : «فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ» / النحل : ۶۹ /

۵۳۵۸ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي هِشَامٌ . عَنْ أَبِيهِ .

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ . [ز : ۴۹۱۸]

شہد میں اللہ جل شانہ نے بہت سی بیماریوں کی شفا رکھی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں

(۵۱) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

(۵۲) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۳۱

(۵۳) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

(۵۴) دیکھیے الأبواب والتراجم: ۲/۱۰۰

(۵۵) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۲، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

علاج بالعسل کو بیان کیا ہے، قرآن کریم کی آیت میں ﴿فیه شفاء للناس﴾ فرمایا گیا ”فیه“ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں، جمہور کے نزدیک اس کی ضمیر عسل کی طرف راجع ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اسے ذکر کر کے جمہور کے قول کی تائید کی ہے (۵۷)
دوسرا احتمال بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے لیکن وہ قول مرجوح ہے (۵۸)

کیا شہد میں ہر بیماری کی شفا ہے

شہد میں شفاء ہے..... اس میں دو قول ہیں:

❶ بعض حضرات کے نزدیک شہد میں شفا کا ہونا عام نہیں بلکہ بعض امراض کے لیے یہ شفا کا باعث ہے چنانچہ بعض امراض میں شہد کا استعمال نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے، اس لیے ”فیه شفاء للناس“ عام نہیں بلکہ مخصوص ہے (۵۹)

پھر اس حکم کو دو طریقوں سے مخصوص کیا گیا، ایک یہ کہ ”لنناس“ سے بعض الناس مراد ہیں (۶۰) اور دوسرے یہ کہ ”شفاء“ نکرہ ہے اور موضع اثبات میں واقع ہے، نکرہ جب موضع اثبات میں واقع ہوتا ہے تو عموم پر دلالت نہیں کرتا (۶۱)

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے الفاظ عام ہیں اور واقعاً شہد اصلاً تمام امراض کے لیے شفاء ہے، تاہم کسی عارض کی وجہ سے اگر شہد نقصان دہ ثابت ہوتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں (۶۲)

(۵۷) فتح الباری: ۱۰/۱۷۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۳

(۵۸) فتح الباری: ۱۰/۱۷۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۳

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۱۷۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

(۶۰) فتح الباری: ۱۰/۱۷۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

(۶۱) روح السعانی: ۸/۱۸۵ (سورة النحل)

(۶۲) فتح الباری: ۱۰/۱۷۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

لفظ غسل مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور عربی زبان میں اس کے سو سے زیادہ نام

ہیں (۶۳)

شہد کے منافع

شہد میں کئی منافع ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان منافع کو تلخیص کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے:

”يجلو الأوساخ التي في العروق والأمعاء. ويدفع الفضلات، يغسل خمل المعدة، ويسخنها تسخيناً معتدلاً، ويفتح أفواه العروق ويشد المعدة، والكبد والكلى والمثانة والمنافذ، وفيه تحليل لدرطوبات أكلا وطلاء وتغذية، وفيه حفظ المعجونات وإذهاب لكيفية الأدوية المستكرهة، وتنقية الكبد والصدر، وإدرار البول الطست، ونفع للسعال الكائن من البلغم، ونفع لأصحاب البلغم والأمزجة الباردة، وإذا أضيف إليه الخل، نفع لأصحاب الصفراء، ثم هو غذاء من الأغذية، ودواء من الأدوية، وشرب من الأشربة، وحلوى من الحلوات، وطلاء من الأطلية، ومفرح من الفرحات، ومن منافع..... إذا جعل فيه اللحم الطري حفظ طراوته ثلاثة أشهر، وكذلك الخيار والقرع والبادنجان واليسون ونحو ذلك من الفواكه، وإذا نطخ به البدن للقمل، قتل القمل، وطول الشعر وحسنه ونعمه، وإن اكحل به جلا ظلمة البصر، وإن استن به صقل الأسنان وحفظ صحتها..... ولم يكن يعول قدماء الأطباء في الأدوية المركبة إلا عليه، ولا ذكر للسكر في أكثر كتبهم أصلاً“ (۶۴)

یعنی شہد آنتوں، رگوں اور جسم کے زائد فضلات کو صاف کرتا ہے، رگیں کھولتا ہے، معدہ، جگر، گردوں اور مثانہ کو قوت بخشتا ہے، جگر اور سینے کو صاف کرتا ہے، بلغم سے پیدا ہونے والی کھانسی میں مفید ہے، ٹھنڈے اور بلغمی مزاج رکھنے والوں کے لیے فائدہ بخش ہے، شہد غذا بھی ہے، دوا بھی، شہد میں

گوشت اور فواکہ رکھے جائیں تو ان کی تازگی تین ماہ تک برقرار رہتی ہے، جسم میں ملا جائے تو جوؤں کو ماردیتا ہے، بالوں میں لگایا جائے تو انہیں خوب صورت اور ملائم بنادیتا ہے، آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی کے لیے جلا بخش ہے، دانتوں کو چمکاتا ہے اور ان کے لیے مفید ہے، قدیم اطباء مرکب دواؤں میں شہد ہی پر اعتماد کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”من لعق العسل ثلاث غدوات، فی کل شهر، لم یصبہ عظیم بلاء“ یعنی جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد استعمال کرے تو وہ کسی بڑی آفت میں مبتلا نہیں ہوگا (۶۵) باب کی پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، یہ حدیث کتاب الأطعمة میں گزر چکی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلو اور عسل پسند تھا، علامہ کرمانی رحمہ اللہ باب سے اس کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”الإعجاب أعم من أن يكون على سبيل الدواء، أو الغذاء، فتؤخذ

المناسبة بهذه الطريق“ (۶۶)

۵۳۵۹ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ : عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ - أَوْ : يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ - خَيْرٌ ، فَنِي شَرْطَةِ مُحَجِّمٍ ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تَوَافِقُ الدَّاءَ ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ أَكْتُوِي) . [۵۳۷۲ ، ۵۳۷۵ ، ۵۳۷۷]

(۵۳۵۹) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب الحمامة من الداء : ۲۱۵۶/۵ (رقم الحدیث: ۵۳۷۲)، وأخرجه أيضاً فی باب الحمامة فی الشقیقة والصداع : ۲۱۵۷/۵ (رقم الحدیث: ۵۳۷۵)، وأخرجه أيضاً فی باب من اکتوی أو کوی غیره، وفضل من لم یکتوی : ۲۱۵۷/۵ (رقم الحدیث: ۵۳۷۷)، وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوی (رقم الحدیث: ۲۴۰۵)، وأخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ما جاء فی الحمامة : ۳۹۱/۳ (رقم الحدیث: ۲۰۵۳) وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الکی : ۳۷۸/۳ (رقم الحدیث: ۷۲۰۳) وأخرجه ابن ماجہ فی کتاب الطب، باب الحمامة : ۱۱۵۱/۲ (رقم الحدیث: ۳۳۷۶)

(۶۵) الحدیث أخرجه ابن ماجہ فی کتاب الطب، باب العسل (رقم الحدیث: ۳۳۵۰) وفتح الباری : ۱۴۲/۱۰

(۶۶) شرح بخاری للکرمانی : ۲۰/۲۰۷

عبدالرحمن بن الغسیل

غسیل سے مشہور صحابی حضرت حذلقہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں، جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا، اسی وجہ سے انھیں غسیل کہا جاتا ہے، غسیل بمعنی المغسول ہے، فغسل مفعول کے معنی میں آتا ہے، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبدالرحمن کے پردادا ہیں، یہاں یہ پردادا کی طرف منسوب ہے، نسب نامہ یوں ہے، عبدالرحمن بن سلیمان بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حذلقہ..... (۶۷) عبدالرحمن بن سلیمان صغار تابعین میں سے ہیں، اکثر محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں، البتہ ابن حبان نے ان پر جرح کی ہے اور کہا ہے کان یخطی: کثیرا (۶۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں بھلائی ہو تو کچھنے لگوانے یا شہد پینے میں یا آگ سے داغ لگوانے میں ہے، یہ تب جب وہ داغ بیماری کے موافق آجائے تاہم میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

إن کان فی شیء من أدویتکم أو یکون فی شیء من أدویتکم

راوی کو دونوں جملوں میں شک ہے اس لیے ”أو“ لائے ہیں، علامہ ابن التین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”أو یکن“ ہونا چاہیے، کیونکہ یہ معطوف علی المجزوم ہے اس کا عطف ”کان“ پر ہے اور ”کان“ پر ”إن“ حرف شرط داخل ہے جو فعل کو جزم دیتا ہے (۶۹)، چنانچہ مسند احمد کی روایت میں ”إن کان..... إن یکن“ ہی ہے (۷۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاید راوی نے ”یکن“ کے کاف کے ضمہ میں اشباع کیا اور

اسے کھینچا تو سننے والے نے ”یکن“ کو ”یکون“ سمجھ لیا (۷۱)

(۶۷) فتح الباری: ۱۰/۴۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳

(۶۸) فتح الباری: ۱۰/۴۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳

(۶۹) فتح الباری: ۱۰/۴۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳، ارشاد الساری: ۱۲/۴۱۵

(۷۰) فتح الباری: ۱۰/۴۳، ارشاد الساری: ۱۲/۴۱۵

(۷۱) فتح الباری: ۱۰/۴۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳، ارشاد الساری: ۱۲/۴۱۵

أول دغة بنار

لُدْغ (ذال کے سکون کے ساتھ) بلکے سے جلانے کو کہتے ہیں مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں اس کا ترجمہ ”سوزش“ سے کیا ہے (۷۲) مراد آگ سے داغ لگانا ہے۔

توافق الداء

یہ لُدْغہ کی صفت ہے یعنی ایسا داغ جو بیماری کے موافق اور مناسب ہو تو اس میں شفا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ آگ کے ذریعہ داغنا بطور تجربہ نہ ہو بلکہ طبیب حاذق اور مجرب آدمی کے ذریعہ ایسا داغ جو مرض کے مناسب ہو، اس میں شفا ہے (۷۳)

۵۳۶۰ : حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ : أَنَّ رَجُلًا أُنِيَ النَّسِيُّ عَلَيْهِ فَقَالَ : أَخِي بَشْتَكِي بَطْنَهُ ، فَقَالَ : (أَسْقِيهِ عَسَلًا) . ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ . فَقَالَ : (أَسْقِيهِ عَسَلًا) . ثُمَّ أَتَاهُ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ : (أَسْقِيهِ عَسَلًا) . ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ : قَدْ فَعَلْتُ ؟ فَقَالَ : (صَدَقَ اللَّهُ) . وَكَذَبَ بَطْنُ أُخِيكَ . أَسْقِيهِ عَسَلًا . فَسَقَاهُ فَبَرَأَ . [۵۳۸۶]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرے بھائی کو پیٹ کی شکایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شہد پلا دو، پھر وہ دوبارہ آیا، آپ نے فرمایا، اسے شہد پلاؤ، پھر وہ تیسری بار آیا اور عرض کیا کہ میں نے پلایا (لیکن فائدہ نہیں ہوا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس کو شہد پلا“۔ اس نے پھر شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

(۷۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، عسدة القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۲/۲۱۵

(۷۳) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، عسدة القاری: ۲۱/۲۳۳

(۵۳۶۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب دواء المبطون: ۲۱۶۱۵، (رقم الحدیث:

۵۳۸۶) وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب شداوی بعضی تعمل. (رقم الحدیث: ۲۲۱۷) وأخرجه

الترمذی فی کتاب الطب، باب ما جاء فی الشداوی بالتعلیل: ۴/۴۰۹ (رقم الحدیث: ۲۰۸۲)، وأخرجه

النسائی فی کتاب الطب، باب دواء بالتعلیل: ۴/۳۷۰. (رقم الحدیث: ۷۵۶۰)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس حدیث کی کچھ تفصیل آگے ”باب دواء المبطون“ میں آرہی ہے، بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے کہ شہد مسہل ہے اور یہاں جس شخص کو پیٹ کی شکایت تھی، روایت میں آگے تصریح آرہی ہے کہ اس کو اسہال آرہے تھے تو ایسے شخص کے لیے شہد کیونکر تجویز کیا گیا؟

① اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ اس شخص کو شہد ہی سے شفا ملے گی، اس لیے اسہال میں اضافے کے باوجود آپ شہد پلانے ہی کا حکم دیتے رہے، لہذا طب کے عام اصولوں سے ہٹ کر یہ ایک مخصوص معاملہ تھا، جو شہد عموماً اسہال میں اضافہ کا ذریعہ بنتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز اور دعا کی برکت سے وہی شہد اس کے حق میں شفا یابی کا ذریعہ بن گیا اور وہ تندرست ہو گیا (۷۴)۔

② دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اسہال جس طرح بد ہضمی کی وجہ سے آتے ہیں، اسی طرح پیٹ میں فاسد مادہ کے جمع ہو جانے کی وجہ سے بھی اسہال آتے ہیں، ایسی صورت میں اس مادے کو پیٹ سے خارج کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کا بہترین علاج شہد ہے، مذکورہ شخص بھی اسی طرح کا مریض تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شہد پلانے کا حکم دیتے رہے، یہاں تک کہ جب اس کا معدہ فاسد مادے سے بالکل صاف ہو گیا تو وہ تندرست ہو گیا، لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے شہد پلانے کا حکم دینا اصول طب کے عین مطابق تھا۔ (۷۵) واللہ اعلم

صدق اللہ و کذب بطن أخیک: اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے کہ ﴿فیه شفاء للناس﴾ تیرے بھائی کا پیٹ غلط کہتا ہے یعنی وہ ظاہر کر رہا ہے کہ مرض بڑھ رہا ہے لیکن حقیقت میں اس کو شفا ہو رہی ہے۔

۵ - باب : الدَّوَاءُ بِالْبَيَانِ الْأَيْلِ

۵۳۶۱ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا سَلَامٌ بْنُ مِسْكِينٍ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ نَاسًا كَانَ بَيْنَهُمْ سَقَمٌ . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ آوِنَا وَأَطْعِمْنَا ، فَلَمَّا صَحُّوا ، قَالُوا : إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ ، فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذُوْدِهِ لَهُ ، فَقَالَ : (أَشْرَبُوا الْبَنَاتِ) . فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِي النَّبِيِّ ﷺ وَأَسْتَأْفُوا ذُوْدَهُ ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ : فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَرَجُلَهُمْ . وَتَمَرَّأَعِيَهُمْ ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْلِمُ الْأَرْضَ بِلسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ .

قال سَلَامٌ : فَلَبَغْنِي أَنَّ الْحِجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ : حَدَّثَنِي بِأَشَدِّ عَقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ : فَحَدَّثَنِي بِهَذَا . فَلَبَغَ الْحَسَنَ فَقَالَ : وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهَذَا . [ر : ۲۳۱]

اونٹنیوں کا دودھ بطور دواء استعمال کیا جاسکتا ہے جیسا کہ عرینین کے واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال کرنے کو کہا تھا۔

عرینین کا واقعہ اس سے پہلے کئی بار گزر چکا ہے ذُوْدِ اونٹوں کو کہتے ہیں، ابن سعد نے ان اونٹوں کی تعداد پندرہ نقل کی ہے (۷۶)۔

قال سَلَامٌ : فَلَبَغْنِي أَنَّ الْحِجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ : حَدَّثَنِي بِأَشَدِّ عَقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ : فَحَدَّثَنِي بِهَذَا ، فَلَبَغَ الْحَسَنَ ، فَقَالَ : وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ سَلَامٌ

سَلَامٌ سے سلام بن مسکین از دی مراد ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ اور ایک آگے کتاب الأدب میں آرہی ہے (۷۷)۔

یہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے، فرماتے ہیں کہ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے حضرت انسؓ سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سخت سے سخت سزا جودی ہو، وہ مجھے بیان کریں، حضرت انسؓ نے عرینین کا قصہ بیان کیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت انسؓ یہ حدیث حجاج بن یوسف سے بیان نہ کرتے (کیونکہ وہ اس حدیث سے غلط استدلال کر کے اپنے ظلم کے لیے جواز اور بہانہ مہیا کرے گا)

چنانچہ بصری کی روایت میں ”فواللہ ما انتہی الحجاج حتی قام بہا علی المنبر، فقال: حدثنا انس.....“ فذكره وقال: ”قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الأیدی والأرجل، وسمل الأعین فی معصیۃ اللہ، أفلا نفعل نحن ذلك فی معصیۃ اللہ“ (۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بعد میں فرمایا کرتے تھے ”ماندمت علی شیء ماندمت علی حدیث حدثت به الحجاج“ (۷۹) یعنی مجھے جس قدر ندامت حجاج سے اس حدیث کو بیان کرنے پر ہوئی اتنی ندامت کسی چیز پر نہیں ہوئی۔

حضرت انسؓ نے اس لیے بعد میں پشیمان ہوئے کہ حجاج اس واقعہ سے اپنے ظلم کے جواز پر استدلال کیا کرتا تھا۔

۶ - باب : الدَّوَاءُ بِأَبْوَالِ الْإِبِلِ .

۵۳۶۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ نَاسًا اجْتَوَوْا فِي الْمَدِينَةِ ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيِهِ ، بِعَنِي الْإِبِلِ ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، فَلَحَقُوا بِرَاعِيِهِ ، فَشَرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ ، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَّ وَسَاقُوا الْإِبِلَ ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِئَ بِهِمْ ، فَقَطَعَ أَبْدَانَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ، وَتَمَرَّ أَعْيُنُهُمْ .

قال قَتَادَةُ : فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ : أَنَّ ذَلِكَ كَانَ قِيلَ أَنَّ تَزَلُّ الْحُدُودِ . [ر : ۲۳۱]

تداوی بالمحرمات کا مسئلہ

ضرورت کے وقت محرمات اور نجس چیزوں کے ذریعہ علاج کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے:

- ① حضرات مالکیہ اور حضرات حنابلہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات مطلقاً ناجائز ہے (۸۰)۔
- ② حضرات شافعیہ کے نزدیک تداوی بالنجاسات اور تداوی بالمحرمات جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مسکرنہ ہوں، چنانچہ علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مذهبنا جواز التداوی بجميع النجاسات، سوى المسکر“ (۸۱)

- ③ حضرات حنفیہ کے ہاں تین قول ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات ناجائز ہے (۸۲)۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات مطلقاً جائز ہے (۸۳)۔
دوسرے مشائخ حنفیہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات والنجاسات اس وقت جائز ہے جب طیب
حاذق کو ان کے علاوہ کوئی دوسری دوا معلوم نہ ہو (۸۴) اس طرح حنفیہ کے ہاں تین قول ہیں، ایک مطلقاً
عدم جواز کا، دوسرے مطلقاً جواز کا اور تیسرا مخصوص صورت میں جواز کا!

اکثر مشائخ حنفیہ نے اس تیسرے قول ہی پر فتویٰ دیا ہے (۸۵)

جو فقہاء تداوی بالمحرمات کو ناجائز کہتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

- ① امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کتاب الطب میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل

(۸۰) دیکھیے المغنی لابن قدامة، کتاب الأطعمة: ۸۳/۱۱، والشرح الكبير: ۱۱/۱۰۸، والتاج والإكليل: ۳/۲۳۳

(۸۱) المجموع شرح المہذب: ۹۲/۹

(۸۲) دیکھیے المبسوط للسر حسی، کتاب انظہار، باب الوضوء والغسل: ۵۴/۱

(۸۳) البحر الرائق: ۱/۱۱۵

(۸۴) البحر الرائق: ۱/۱۱۶، وبذل المجہود: ۱۶/۱۹۹

(۸۵) البحر الرائق: ۱/۱۱۶

کی ہے ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أنزل الداء، والدواء، وجعل لكل داء دواء، فتداووا، ولا تتداواوا بحرام“ (۸۶)

② سنن أبی داود کی ایک دوسری روایت میں ہے ”إن طيبا سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن ضفدع يجعلها في دواء، فيها ه النبي صلى الله عليه وسلم عن قتلها“ (۸۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو قتل کر کے دوا میں ڈالنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ نجس ہے۔

③ سنن أبی داود، ابن ماجہ اور سنن دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا، آپ نے اسے منع فرمایا، اس نے کہا ”یا نبی اللہ، إنها دواء“ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا، ولكنها داء“ (۸۸)

④ امام طحاوی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے جسے امام بخاری نے بھی کتاب الاشرار میں تعلیقاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں ”إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم“ (۸۹)

⑤ موارد الطمآن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ”إن الله لم يجعل شفاءكم في حرام“ (۹۰)

لیکن جو حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ ان احادیث کو حالت اختیار پر محمول کرتے ہیں یعنی جب مرض اور بیماری کے دوسرے علاج بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں تداوی بالنجاسات درست نہیں، لیکن اگر کوئی اور علاج نہیں تو پھر تداوی بالمحرمات کو جائز ہونا چاہیے لأن الضرورة تبيح المحظورة (۹۱)

(۸۶) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة: ۲/۲ (رقم الحديث: ۳۸۷۴)

(۸۷) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة: ۲/۳ (رقم الحديث: ۳۸۷۴)

(۸۸) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة: (رقم الحديث: ۳۸۷۴)

وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب باب النهي أن يتداوى بالخمر (رقم الحديث: ۳۵۰۰)

(۸۹) الحديث أخرجه الطحاوي في كتاب الطهارة، باب حكم بول ما يؤكل لحمه: ۱/۸۳

(۹۰) الحديث أخرجه الهيثمي في موارد الطمآن، كتاب الطب، باب التداوى بالحرام: ۳۳۹ (رقم الحديث: ۱۳۹۷)

(۹۱) عمدة القاري: ۱/۲۹۰، وفيض الباري: ۱/۳۲۹، وبذل المجهود: ۱۶/۱۹۹، ومعارف السنن: ۱/۲۷۸،

وأمانی الأحبار: ۲/۱۱۵

۷ - باب : الحَبَّةُ السَّوْدَاءُ .

۵۳۶۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَجْرٍ فَمَرَضَ فِي الطَّرِيقِ ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ ، فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ ، فَقَالَ لَنَا : عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ ، فَخَذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْتَحَقَّوْهَا ، ثُمَّ أَقْطَرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطْرَاتٍ زَيْتٍ ، فِي هَذَا الْجَانِبِ وَفِي هَذَا الْجَانِبِ ، فَإِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِي : أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ ، إِلَّا مِنَ السَّامِ) . قُلْتُ : وَمَا السَّامُ ؟ قَالَ : الْمَوْتُ .

۵۳۶۴ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ ، إِلَّا السَّامَ) . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَالسَّامُ الْمَوْتُ ، وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ : الشُّوْنِيزُ .

کلو نجی کے فوائد

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار نقل فرمائی ہے، حضرت خالد بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم لوگ چلے، ہمارے ساتھ غالب بن ابجر بھی تھے، وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، ہم مدینہ پہنچے اور وہ اسی طرح بیمار تھے، ابن ابی عتیق ان کی عیادت کے لیے آئے، تو ہم سے کہا کہ تم اس چھوٹے سے سیاہ دانے (کلو نجی) کو اختیار کرو، اس کے پانچ یا سات دانے لے کر انہیں گھسو، پھر روغن کے چند قطروں کے ساتھ اسے اس کی ناک میں اس جانب اور اس جانب پکادو کیونکہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ سیاہ دانہ (کلو نجی) بجز سام کے تمام

(۵۳۶۳) الحدیث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب التداوي بالحبة السوداء، (رقم الحديث: ۲۲۱۵)

وأخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ما جاء في الحبة السوداء: ۳/ ۳۸۵ (رقم الحديث: ۲۰۳۱)، و

أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الدواء بالحبة السوداء: ۳/ ۳۷۳ (رقم الحديث: ۷۵۷۸)،

وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب الحبة السوداء: ۲/ ۱۱۳۱، (رقم الحديث: ۳۴۴۷)

امراض کا علاج ہے، میں نے پوچھا سام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا موت دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلو نجی ہر بیماری کا علاج ہے، سوائے سام یعنی موت کے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگرچہ حدیث کا مفہوم عام ہے لیکن یہ خاص طور پر انہی امراض میں زیادہ فائدہ مند ہے جو رطوبت اور بلغم سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ کلو نجی کی تاثیر خشک اور گرم ہوتی ہے، اس لیے ان امراض کو دفع کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں۔

بعض علماء نے کہا کہ کلو نجی تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے، بعض امراض میں منفرد اور بعض بیماریوں میں مرکب بایں طور کہ اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار اور مناسب ترکیب کے ساتھ شامل کیا جائے تو اس کے صحت بخش اثرات ظاہر ہوتے ہیں (۹۲☆)۔

ساحب سفر السعاده نے لکھا ہے کہ اکابر و مشائخ کا معمول رہا ہے کہ وہ تمام امراض میں کلو نجی کو بطور دوا استعمال کرتے رہے ہیں (۹۲)۔

حکیم ابن سینا نے طب کی مشہور کتاب ”القانون“ میں کلو نجی کے فوائد لکھے ہیں کہ یہ بلغم ختم کرتی ہے، نفخ شکم کے لیے مفید ہے، جسم پر نکلنے والے قلع اور برص وغیرہ کو قطع کرتی ہے، درد سر کے لیے بھی مفید ہے، سرکہ وغیرہ میں اسے ڈال دیا جائے اور اگلے دن پیس کر اسے سو لگھا جائے تو درد سر جاتا رہتا ہے، دانتوں کے درد میں بھی فائدہ مند ہے (۹۳)، جدید اطباء نے اسے بلڈ پریشر کے لیے بھی مفید قرار دیا ہے (۹۴)۔

رجال سند کی وضاحت

پہلی روایت کی سند میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ ”عبید اللہ“ ہیں، ان کے والد کا نام ذکر

(۹۲) دیکھیے مظاہر حق شرح مشکوٰۃ، کتاب الطب: ۲۵۹/۴

(۹۲☆) دیکھیے شرح الطیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطب: ۲۹۷، وفتح الباری: ۱۰/۱۷۸

(۹۳) القانون لابن سینا: ۱/۳۳۷

(۹۴) دیکھیے الطب و العلم الحدیث: ۲۶۵/۳

نہیں کیا، اس سے عبید اللہ بن موسیٰ مراد ہیں جو مشہور راوی ہیں اور کوفہ کے رہنے والے ہیں (۹۵)

پہلی روایت خالد بن سعد سے ہے، خالد بن سعد کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایات نقل کی ہے، یحییٰ بن معین، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے (۹۶)

غالب بن ابجر صحابی ہیں، ابجر احمد کے وزن پر ہے، غالب بن ابجر کے تفصیلی حالات نہیں ملتے ہیں، علامہ مزی رحمہ اللہ نے ”تہذیب الکمال“ میں لکھا ہے کہ ان سے صرف دو حدیثیں منقول ہیں، حر احلیہ کے متعلق ان کی ایک حدیث مشہور ہے جس کے الفاظ ہیں: ”قلت یا رسول اللہ لم یبق من مالی ما أطعمہ أهلی إلا حمری، فقال: أطعمہ أهلك من سمين مالک“، علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب، حافظ ابن حجر نے الإصابة اور علامہ ابن اثیر نے اسد الغابة میں ان کا تذکرہ کیا ہے، صحیح بخاری میں صرف اسی ایک جگہ ان کا ذکر ہے، امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے ان کی حمر والی حدیث نقل فرمائی ہے۔ (۹۷)

فعادہ ابن ابی عتیق

ابن ابی عتیق کا نام عبد اللہ ہے، یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے ہیں، ان کے والد محمد بن عبد الرحمن بن ابی بکر صدیقؓ ہیں (۹۸)

(۹۵) فتح الباری: ۱۰/۱۷۷، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۸

(۹۶) فتح الباری: ۱۰/۱۷۷، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۶، ان کے حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال: ۸/۷۹-۹۰

(رقم الترجمة: ۱۶۱۶) وأسماء الدارقطنی، الترجمة: ۲۷۰، وتہذیب التہذیب: ۳/۹۳، ومقدمة الفتح: ۳۹۸،

ودیوان الضعفاء الترجمة: ۱۲۱۵

(۹۷) مذکورہ تفصیل اور ان کے مختصر حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال: ۲۳/۸۲ (رقم الترجمة: ۳۶۷۶)

والإصابة: ۳/۶۹۰، وأسد الغابة: ۴/۱۶۷، والاستیعاب لابن عبد البر: ۳/۱۲۵۲، ومعجم الطبرانی

الکبیر: ۱۸/۲۶۵، وثقات ابن حبان: ۳/۳۲۷۔

(۹۸) فتح الباری: ۱۰/۱۷۷، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۸

الحبة السوداء: الشونیز

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چونکہ اس زمانے میں شونیز زیادہ مشہور تھا، اس لیے حبة سودا کی تفسیر شونیز سے کی گئی، لیکن اب ”حبة سوداء“ زیادہ مشہور ہے اور شونیز غیر معروف ہے (۹۹)

۸- باب : التَّلْبِيَّةُ لِلْمَرِيضِ

۵۳۶۶/۵۳۶۵ : حَدَّثَنَا حِجَّانُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِيَنِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ . وَكَانَتْ تَقُولُ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ التَّلْبِيَّةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ . وَتَذْهَبُ بَعْضُ الْحُزَنِ) .

(۵۳۶۶) : حَدَّثَنَا فُرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَرْزَاءِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِيَّةِ وَتَقُولُ : هُوَ الْبَغِيضُ النَّافِعُ . [د : ۵۱۰۱]

تلینہ دودھ، شہد اور جو یا گندم سے بنایا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مریض کے لیے اور مرنے والے پر غمزدہ شخص کے لیے تلینہ بنانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تلینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔ یہاں حدیث باب میں ہے تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيضِ: مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے، أَجَمَّ إِجْمَامًا کے معنی راحت پہنچانے کے ہیں، کتاب الأطعمہ کی روایت میں ہے، فَإِنِهَا مُجِمَّةٌ (۱۰۰)

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے ”عليكم بالبغیض النافع. التلبیة یعنی

الحساء“ (۱۰۱)

اور نسائی کی روایت میں ہے ”والذی نفس محمد یدہ إنیها تغسل بطن أحدکم کما

(۹۹) فتح الباری: ۱۰/۱۷۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۷

(۱۰۰) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمه . باب التلبیة . (رقم الحدیث: ۵۱۰۱)

(۱۰۱) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمه . باب التلبیة: ۳/۱۱۳۰ . (رقم الحدیث: ۳۶۳۲)

یغسل أحدكم الوسخ عن وجهه بالماء“ (۱۰۲)

اور سنن ترمذی کی روایت میں ہے ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أخذ أهله الوعل، أمر بالحساء، فصنع، ثم أمرهم، فحسوا منه، ثم قال: إنه یرتو فؤاد الحزین، ویسرو عن فؤاد السقیم كما تسرو إحدا کن الوسخ عن وجهها بالماء“ (۱۰۳)

وتقول: هو البغیض النافع

بغیض بروزن عظیم، بغض سے ہے، فعیل بمعنی مفعول ہے، یعنی بیمار اس کو ناپسند کرتا ہے لیکن وہ بیمار کے لیے نافع ہوتا ہے۔

مریض کی طبیعت دودھ وغیرہ اور دوسری نرم غذاؤں سے اکتا جاتی ہے، تلبینہ بھی وہ شوق سے نہیں کھاتا، لیکن وہ اس کے لیے مفید ہوتا ہے، اس لیے اسے بغیض نافع کہا گیا۔

۹ - باب : السَّعُوطُ .

۵۳۶۷ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبٌ ، عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَحْتَجِمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامُ أَجْرَهُ ، وَأَسْتَعْطَ . [ر : ۱۹۹۷]

سَعُوط (سین کے زبر کے ساتھ بروزن صبور)، اس دوا کو کہتے ہیں جو ناک میں ڈالی جاتی ہے، سَعَط: باب فتح اور نصر دونوں سے آتا ہے، سعطہ الدواء: مریض کی ناک میں دوا ڈالنا۔

حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے شخص کو اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ استعط کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۰۲) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة ، باب التلبينة: ۴/۳۷۲ (رقم الحدیث ۷۵۷۲)

(۱۰۳) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الطب ، باب ما جاء فيما يطعم المريض: ۴/۳۸۳ (رقم الحدیث:

استعط: استعمل السَّعُوط بأن استلقى على ظهره، وجعل بين كتفيه ما يرفعهما، لينحدر رأسه الشريف، وقطر في أنفه ما تداوى به، ليصل إلى دماغه، ليخرج مافيه من الداء بالعطاس (۱۰۴)

یعنی ناک میں ڈالی جانے والی دوا آپ نے اس طرح استعمال کی کہ آپ چٹ لیٹ گئے، دونوں کندھوں کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھ دی کہ وہ بلند ہو گئے اور سر مبارک زمین کی طرف جھک گیا، پھر ناک میں دماغ تک پہنچانے کے لیے دوا پکائی گئی تاکہ چھینک کے ذریعے بیمار جراثیم نکل جائیں۔

یہ حدیث کتاب الاجارۃ میں باب خراج الحجام کے تحت گزر چکی ہے (۱۰۵)

۱۰ - باب : السُّعُوطُ بِالْفُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ .

وَهُوَ الْكُسْتُ ، مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ ، مِثْلُ «كُشِطَتْ» / التَّكْوِيرُ : ۱۱ / وَقُشِطَتْ : نَزَعَتْ ، وَقَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ : قُشِطَتْ .

۵۳۶۸ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا أَبُو عِيْنَةَ قَالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ . يُسْتَعْطُ بِهِ مِنَ الْعُدْرَةِ ، وَيُلْدُ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ) . وَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِابْنٍ لِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ ، فَقَالَ عَلَيْهِ ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَ عَلَيْهِ . [۵۳۸۳ ، ۵۳۸۵ ، ۵۳۸۸]

(۱۰۴) فتح الباری: ۱۰/۸۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۸، ارشاد الساری: ۱۲/۳۲۱

(۱۰۵) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الإجارۃ، باب خراج الحجام (رقم الحدیث: ۱۹۲۷)

(۵۳۶۸) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب اللدود: ۵/۲۱۵۹ (رقم الحدیث: ۵۳۸۳)

وأخرجه فی باب العذوة أيضاً: ۵/۲۱۶۰، (رقم الحدیث: ۵۳۸۵) وأخرجه أيضاً فی باب ذات الجنب: ۵/

۲۱۶۱ (رقم الحدیث: ۵۳۸۸) وأخرجه مسلم فی کتاب الطب ، باب التدوی بالعود الهندی وهو

الکست. (رقم الحدیث: ۲۲۱۳) وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الدواء بالفسط يسعط من

العذرة: ۳/۳۷۴ (رقم الحدیث: ۷۵۸۳) وأخرجه أبو داود فی کتاب الطب، باب می السعوط: ۲/۶

(رقم الحدیث: ۳۸۶۷) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب دواء ذات الجنب: ۲/۱۱۴۸ (رقم

الحدیث: ۳۳۶۸)

اس باب کے تحت میں چند باتیں ذہن نشین کر لیں:

① پہلی بات لفظ قسط کے تلفظ سے متعلق ہے، یہ قاف کے ضمہ اور سین کے سکون کے ساتھ ہے اور اسے کست کاف کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، قاف اور کاف چونکہ قریب الخرج حروف ہیں، اس لیے ایک حرف کو دوسرے سے تبدیل کیا جاسکتا ہے (۱۰۶) اسی طرح آخر میں طاء کو تاء سے تبدیل کر دیا گیا ہے، کیونکہ طاء اور تا بھی قریب الخرج ہیں، عرب قریب الخارج حروف کو ایک دوسرے سے تبدیل کیا کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اس کی دو مثالیں مزید دی ہیں، ایک کافور اور قافور، اسے کاف اور قاف دونوں سے پڑھنا درست ہے اور دوسری مثال کشطت اور قشطت ہے، یہ کلمہ سورۃ نکویر کی آیت نمبر گیارہ میں ہے ﴿وَادَا السَّمَاءَ كَشَطَتْ﴾ کشطت نزعت کے معنی میں ہے، اس میں مشہور قراءت تو کشطت کاف کے ساتھ ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قشطت قاف کے ساتھ بھی ایک قراءت مروی ہے، کاف اور قاف چونکہ قریب الخرج ہیں، اس لیے ایک کو دوسرے سے تبدیل کرنے کی گنجائش ہے۔

عود ہندی سے کیا مراد ہے؟

② دوسری بات قسط کے مصداق سے متعلق ہے، قسط کو عود ہندی اور عود بحری بھی کہتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ایک عود ہندی مشہور لکڑی ہے جس کو اردو میں ”اگر“ کہتے ہیں جو خوشبو وغیرہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور جس کا عطر عود مشہور ہے، یہاں حدیث میں قسط اور عود ہندی سے وہ خوشبودار لکڑی مراد نہیں۔

اسی طرح ایک ”قسط اظفار“ ہوتا ہے جس کا ذکر کتاب الطلاق میں باب انقسط للمحاذ کے تحت گزر چکا ہے، وہ بھی ایک خوشبو کا نام ہے، حدیث میں قسط سے ”قسط اظفار“ بھی مراد نہیں (۱۰۷)۔

(۱۰۶) فتح الناری (۱۰): ۱۸۲، عمدۃ القاری (۲۱/۲۳۵)، مسند احمد (۱۲/۲۲۱)

(۱۰۷) فتح الناری (۱۰): ۱۸۲، عمدۃ القاری (۲۱/۲۳۹)

بلکہ یہ ایک اور مفید جزئی کا نام ہے جس کو اردو میں کوٹ کہتے ہیں، اس کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک سفید اور دوسری سیاہ، سفید کو عود بحری یا قسط بحری بھی کہتے ہیں اور سیاہ کو عود ہندی کہتے ہیں، عود ہندی کی تاثیر، عود بحری کے مقابلے میں زیادہ گرم ہے (۱۰۸)، دونوں کی تاثیر گرم و خشک ہے۔

بحر کی طرف اس کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ لکڑی دوسرے علاقوں سے بحری اور سمندری راستے سے عرب پہنچتی تھی، اس لیے بحر کی طرف اس کی نسبت کی جانے لگی (۱۰۹)

عود ہندی کے فوائد

③ تیسری بات اس لکڑی کے فوائد سے متعلق ہے، اطباء نے اس کے بڑے فوائد لکھے ہیں، مثلاً نفاس والی عورت اس کی دھونی لے تو رکا ہوا فاسد خون جاری ہو جاتا ہے، مسنر جراثیم کو یہ دور کرتی ہے، دماغ، گردے اور جگر کو قوت دیتی ہے، ریاح کو تحلیل کرتی ہے، مانغی بیمار یوں جیسے فاج، لقوہ اور ر عشمہ کے لیے مفید ہے، پیٹ کے کیزے باہر نکالتی ہے، اس کا لپ کرنے سے بدن سے چھائیاں اور چھیمپ جاتی رہتی ہے، زکام کی حالت میں اس کی دھونی لینا بہترین علاج ہے، نیز اس کی دھونی سے سحر و جادو کے اثرات بھی جاتے رہتے ہیں (۱۱۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلے باب میں سَعُوْط (سین کے فتنے کے ساتھ) کا ذکر کیا یعنی وہ دوا جو ناک میں ڈالی جاتی ہے اور اس باب میں سَعُوْط (سین کے ضمہ کے ساتھ) لائے، سَعُوْط مصدر ہے بمعنی ناک میں دوا ڈالنا، اس میں اس دوا کی تصریح کر دی جس کا ناک میں ڈالنے کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے یعنی عود ہندی اور بحری۔

باب میں جو حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، یہ اس سے پہلے نہیں آئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسے پہلی بار ذکر کیا ہے۔

(۱۰۸) فتح الباری ۱۰/۱۸۲، عمدۃ القاری ۲۱/۲۳۹

(۱۰۹) فتح الباری ۱۰/۱۸۳، عمدۃ القاری ۲۱/۲۳۹، ارشاد السناری ۱۲/۴۲۲

(۱۱۰) فتح الباری ۱۰/۱۸۳

علیکم بهذا العود الهندی..... یعنی تم اس عود ہندی کو اختیار کرو اور استعمال کرو۔

فإن فيه سبعة أشفية

اس لیے کہ اس میں سات شفا ہیں، اشفیۃ شفاء کی جمع ہے جیسے ادویۃ دواء کی جمع ہے، اس کی جمع

الجمع اشفاف آتی ہے (۱۱۱)

يستعط به من العذرة

یعنی عذرہ بیماری کے علاج کے لیے اس کو ناک میں ڈالا جاتا ہے، عذرہ (عین کے ضمہ اور ذال کے سکون کے ساتھ) حلق کی بیماری ہوتی ہے جو بچوں کو لاحق ہوتی ہے، بچوں کے تالو کے قریب درم آ جاتا ہے، یہ عموماً خون کے بیجان کی وجہ سے ہوتا ہے (۱۱۲) عود ہندی کو استعمال کرنے سے یہ بیماری جاتی رہتی ہے، عود ہندی کی تاثیر چونکہ گرم اور خشک ہے اور عذرہ بیماری رطوبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے یہ اس کے لیے مفید ہے (۱۱۳)

ويُلدُّ به من ذات الجنب

یُلدُّ فعل مجہول کا صیغہ ہے، لدود: منہ میں دوا پکانے کو کہتے ہیں، ذات الجنب، ہر اس درد کو کہتے ہیں جو انسان کے پہلو میں اٹھے، یہ درد بسا اوقات گیس کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے (۱۱۴)، عود ہندی کے استعمال سے اس میں افادہ ہوتا ہے۔

دواشکال اور ان کے جوابات

یہاں حدیث میں ہے کہ عود ہندی سات بیماریوں کے لیے شفا ہے، جب کہ اطباء نے سات سے

زائد بیماریوں کے لیے اس کو شفا قرار دیا ہے (۱۱۵)

(۱۱۱) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۲

(۱۱۲) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۹، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۲

(۱۱۳) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۲

(۱۱۴) إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۲

(۱۱۵) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

- ① بعض شرح نے اس کا جواب دیا کہ سات بیماریوں کے لیے اس میں شفا ہونا وحی کے ذریعے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا ذکر فرمایا اور بقیہ بیماریوں کے لیے شفا ہونا اطباء کو ان کے تجربہ سے معلوم ہوا (۱۱۶)
- ② دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ سات بیماریوں کے لیے چونکہ یہ بہت زیادہ مفید اور مؤثر ہے، اس لیے سات کا ذکر فرمایا اور بقیہ کے لیے مفید تو ہے لیکن اس قدر نہیں (۱۱۷)
- ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سات بیماریوں کے لیے شفاء ہے، جب کہ آگے حدیث میں صرف دو بیماریوں کا ذکر ہے اور بقیہ پانچ کا ذکر نہیں ہے (۱۱۸)
- ① اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ ہو سکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا ذکر فرمایا ہو لیکن راوی نے اختصاراً صرف دو کا ذکر کر دیا اور راوی اس طرح کا اختصار کرتے رہتے ہیں (۱۱۹)
- ② اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بقیہ پانچ بیماریوں کے لیے اس کا شفا ہونا لوگوں میں مشہور ہوگا، البتہ ان دو کے لیے اس کا شفا ہونا لوگوں میں غیر مشہور تھا، اس لیے ان دو کا ذکر فرمایا اور بقیہ پانچ کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی (۱۲۰)
- ③ اور مذکورہ دونوں اشکالوں کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہاں سات سے عدد معین مراد نہیں، بلکہ کثرت مراد ہے اور عربی زبان میں سات کا عدد کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہذا حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ عود ہندی کئی بیماریوں کے لیے باعث شفا ہے اور ان میں سے دو کا آپ نے ذکر فرمایا (۱۲۱)
- ④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سبعة سے علاج کے سات اصول مراد ہوں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ویمحتمل أن تكون السبعة أصول صفة التداوی بها، لأنها طلاء،

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۱۷) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۲

(۱۱۹) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۲

(۱۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۲۱) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

أو شرب، أو تكميد، أو تطيل، أو تبخير، أو سعوطة، أو لدود، فالطلاء يدخل في المراهم، ويحلى بالزيت، ويلطخ، وكذا التكميد، والشرب يسحق، ويجعل في عسل أو ماء أو غيرهما، وكذا التطيل، والسعوطة يسحق في زيت، ويقطر في الأنف. وكذا الدهن، والتبخير واضح، وتحت كل واحدة من السعة منافع لأدوا مختلفة، ولا يستغرب ذلك ممن أوتي جوامع الكلم“ (۱۲۲)

یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ سات سے علاج کے سات اصول مراد ہوں اس لیے کہ علاج میں دوا سات طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے۔

① دوا ٹالی جاتی ہے ② یا پی جاتی ہے ③ یا اس سے سکائی کی جاتی ہے ④ یا اس کے چھینے مارے جاتے ہیں ⑤ یا اس کی دھونی دی جاتی ہے ⑥ یا ناک میں ڈالی جاتی ہے ⑦ یا منہ میں ڈالی جاتی ہے، کلو نجی مذکورہ سات طریقوں سے استعمال کی جاسکتی ہے، اسے مرہم میں شامل کیا جاسکتا ہے پس کر اس کو پیا جاسکتا ہے، زیتون کے تیل میں پس کر اسے ناک اور منہ میں پکایا جاسکتا ہے، اس کی دھونی لینا تو بالکل واضح ہے۔
تو کلو نجی میں سات شفا میں کا مطلب یہ ہے کہ مختلف بیماریوں کے لیے اسے سات طریقوں سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ودخلت على النبي صلى الله عليه وسلم باين لى لم يأكل الطعام، فبال عليه فدعا بماء فرش عليه

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں باب بول الصبیان کے تحت گزر چکی ہے (۱۲۳) حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا اپنا چھوٹا بیٹا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں، حضور نے اسے اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے پیشاب کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور پیشاب کی جگہ پر اسے چھڑکا۔

(۱۲۲) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۲۳) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الوضوء، باب بول الصبیان ۱/۹۰ (رقم الحدیث: ۲۲۱)

۱۱ - باب : أَمِيَّ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ

وَأَحْتَجِمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا .

۵۳۶۹ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ : عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ
أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : أَحْتَجِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ . [ر : ۱۷۳۸]

ترجمہ الباب کا مقصد

ساعت سے یہاں مطلقاً وقت مراد ہے، اصطلاحی گھنٹہ مراد نہیں ہے، اس ترجمہ الباب کے دو مطلب اور مقصد بیان کیے گئے ہیں :

① امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ احتجام یعنی سیکنگی اور پچھنے لگانے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں، جب بھی ضرورت ہو بغیر کسی کراہت کے پچھنے لگائے جاسکتے ہیں (۱۲۴)

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تعلیق ذکر کی کہ انہوں نے رات کے وقت پچھنے لگائے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اس حال میں آپ روزے سے تھے یعنی دن کے وقت پچھنے لگوائے، معلوم ہوا پچھنے دن اور رات کسی بھی وقت لگائے جاسکتے ہیں اور اس کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے (۱۲۵)

② بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ ان روایات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن میں پچھنے لگانے کی تاریخ اور وقت بتایا گیا ہے، وہ روایات چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے انہیں ذکر نہیں کیا (۱۲۶)

مثلاً سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”مَنْ احْتَجِمَ لِسَبْعِ عَشْرَةِ

(۱۲۴) فتح الباری ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری ۱۲/۴۲۳

(۱۲۵) فتح الباری ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری ۱۲/۴۲۳

(۱۲۶) فتح الباری ۱۰/۱۸۳

وتسع عشرة، وإحدى وعشرين، كان شفاء من كل داء“ (۱۲۷)

سنن ترمذی میں حضرت انسؓ کی حدیث ہے ”إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحتجم في الأخدعين والكاهل، وكان يحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة، وإحدى وعشرين“ (۱۲۸) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

سنن ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم العبد الحجام يذهب بالدم، ويخف الصلب، ويجلو عن البصر، وإن خير ما تحتجمون فيه: يوم سبعة عشرة، ويوم تسعة عشرة، ويوم إحدى وعشرين“ (۱۲۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے ”الحجامة تزيد في الحفظ وفي العقل، وتزيد الحافظ حفظا، فعلى اسم الله يوم الخميس، ويوم الجمعة، ويوم السبت، ويوم الأحد، ويوم الاثنين، ويوم الثلاثاء، ولا تحتجموا يوم الأربعاء، فما ينزل من جنون ولا جذام ولا برص إلا ليلة الأربعاء“ (۱۳۰)

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منگل کے دن پچھنے لگوانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ”يوم الثلاثاء يوم الدم، وفيه ساعة لا يرقأ فيها“ (☆۱۳۰) یعنی منگل کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں (جاری ہونے والا) خون نہیں رکتا۔

ان احادیث میں دن اور تاریخ دونوں بتائے گئے ہیں کہ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو پچھنے لگانا زیادہ بہتر ہے، اسی طرح جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن لگانے چاہیں، بدھ اور ایک روایت میں منگل کے دن کی ممانعت آئی ہے، امام بخاریؒ کی شرط پر چونکہ یہ احادیث نہیں تھیں، اس لیے انھوں نے

(۱۲۷) الحديث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب حتى تستحب الحجامة: ۴/۴ (رقم الحديث: ۳۸۶۱)

(۱۲۸) الحديث أخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ما جاء في الحجامة: ۴/۳۹۰ (رقم الحديث: ۲۰۵۱)

(۱۲۹) الحديث أخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ما جاء في الحجامة: ۴/۳۹۰ (رقم الحديث: ۲۰۵۲)

(۱۳۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۰

(☆۱۳۰) سنن أبي داود، كتاب الطب: ۵/۵، باب متى تستحب الحجامة (رقم الحديث: ۳۸۶۲)

انہیں ذکر نہیں کیا، تاہم ترجمۃ الباب سے ان احادیث کی طرف اشارہ مقصود ہے، علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

”وعند الأطباء أن أنفع الحجامة ما يقع في الساعة الثانية أو الثالثة، وأن لا يقع عقب استفراغ من حمام أو جماع ولا عقب شبع ولا جوع، وإنها تفعل في النصف الثاني من الشهر، ثم في الربع الثالث من أرباعه أنفع من أوله وآخره، لأن الأخطا في أول الشهر تهيج وفي آخره تسكن فأولى ما يكون الاستفراغ في اثنا عشر“ (۱۳۱)

یعنی دن کے دوسرے تیسرے حصے میں کچھنے لگانا، اطباء کے نزدیک بہتر ہے، غسل، جماع کے بعد صحیح نہیں، اسی طرح زیادہ بھوک یا زیادہ شکم سیری کی حالت میں بھی ٹھیک نہیں، مہینہ کے آخری پندرہ دنوں میں لگائے جائیں، چودہ تاریخ سے لے کر ۲۳ تاریخ تک کے دن سب سے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ جسم کے اخلاط میں (خون، سودا، صفر اور بلغم) مہینے کی ابتدا میں ہیجان ہوتا ہے جب کہ مہینے کے آخر میں یہ ساکن ہوتے ہیں اس لیے درمیان کا عرصہ بہتر ہے کیونکہ وہ اخلاط کے اعتدال کا زمانہ ہوتا ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے (۱۳۲)

ان کی یہ تعلیق ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل فرمائی ہے (۱۳۳)

باب کی آخری حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ، کتاب الصوم میں ”باب الحجامة والقى“

کے تحت گزر چکی ہے۔

(۱۳۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۲۲۳

(۱۳۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۲۲۳

(۱۳۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۰

۱۲۔ باب : الْحَجُّ فِي السَّفَرِ وَالْأَحْوَامِ .

قَالَ ابْنُ بَحِينَةَ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۱۷۱۶]

۵۳۷۰ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا سَفْيَانٌ . عَنْ غَيْرِهِ . عَنْ طَاوُسٍ . وَعَطَاءٍ . عَنْ ابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ : أَحْتَجُّمُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُحَرَّمٌ . [ر : ۱۷۳۸]

سفر اور احرام کی حالت میں پھپھنے لگوائے جاسکتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ بَحِينَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن نخعینہ کا نام عبد اللہ بن مالک بن قشب ہے، نخعینہ ان کی والدہ کا نام ہے (۱۳۴) ان کی یہ

حدیث آگے موصول آ رہی ہے۔

حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں پھپھنے لگوائے۔

یہ حدیث کتاب الحج میں ”باب الحجامة للمحرم“ کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۳۔ باب : الْحِجَامَةُ مِنَ الدَّمَاءِ .

۵۳۷۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ . عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَجْرِ الْحِجَامِ . فَقَالَ : أَحْتَجِّمُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . حَجْمَهُ أَبُو طَيْبَةَ ، وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ . وَكَلَّمَ مَوْلَاهُ فَحَقَّنْهُ عَنْهُ . وَقَالَ : (إِنْ أَثْمَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ ، وَالْقُسْطُ النَّحْرِيُّ) . وَقَالَ : (لَا تَعْدَبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْعَمْرِ مِنَ الْعُدَّةِ . وَعَنَيْكُمْ بِالْقُسْطِ) .

[ر : ۱۹۹۶]

۵۳۷۲ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نَلَيْدٍ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو وَغَيْرُهُ : أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ : أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَنَادَةَ حَدَّثَهُ : أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : دَعَا النَّقْعَ ثُمَّ قَالَ : لَا أَبْرَحُ حَتَّى تُحْتَجِّمَ . فَأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنْ فِيهِ شِفَاءٌ) .

[ر : ۵۳۵۹]

اس باب میں بیماری کے سبب پچھنے لگانے کا بیان ہے، روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ سے پچھنے لگانے والے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، ابو طیبہ نے انہیں پچھنے لگائے تھے اور آپ نے ان کو دو صاع غلہ دیا تھا اور ان کے مالکوں سے (روزانہ لی جانے والی رقم میں) تخفیف کے متعلق گفتگو کی تو انہوں نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ بہترین علاج جو تم کرتے ہو وہ پچھنے لگوانا اور قسط بھری ہے اور فرمایا کہ عذرہ بیماری میں اپنے بچوں کا تالود با کر تکلیف نہ دو بلکہ قسط استعمال کیا کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ مقنع کی عیادت کرنے لگے تو کہا کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم پچھنے نہ لگواؤ، اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس میں شفا ہے۔

ابو طیبہ کے جس غلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگوائے تھے، ان کا نام نافع تھا (۱۳۵)، ان کے آقا حمید بن مسعود تھے، مولیٰ جمع کا صیغہ مجازاً استعمال کیا ہے (۱۳۶)

أَمْثَلُ مَا تَدَوَّيْتُمْ..... أَمْثَلُ بِمَعْنَى أَفْضَلُ هِيَ (۱۳۷)

لَا تَعَذِّبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمَزِ مِنَ الْعُدَّةِ

عَمَز: دبانے کو کہتے ہیں، بچوں کو جب حلق کی یہ بیماری لاحق ہوتی تو عورتیں بچوں کا تالود باتیں جس کی وجہ سے خون نکلتا، اس عمل میں بچے کو بڑی تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو اس طرح تکلیف مت دو، بلکہ عود ہندی کے ذریعہ اس بیماری کا علاج اختیار کرو۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوانے کو بہترین علاج قرار دیا، کیونکہ پچھنے لگوانے سے جسم سے فاسد خون نکل جاتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”مَا كَانَ أَحَدٌ يَشْتَكِي إِلَى

(۱۳۵) فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، عمدة القاری: ۲۱/۲۴۱، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۳

(۱۳۶) فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۳

(۱۳۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۱، فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعا فی رأسه، إلا قال: احتجم، ولا وجعا فی رجلیه، إلا قال: اخضبہا“ (۱۳۸)

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ پچھنے لگوانے میں دراصل مخصوص رگوں سے فاسد خون نکالا جاتا ہے، یہ ہر آدمی نہیں نکال سکتا، بلکہ کوئی ماہر اور تجربہ کار آدمی نکال سکتا ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کے مزاج میں برودت زیادہ ہو اور حرارت نہ ہو، ان کے لیے پچھنے لگوانا زیادہ مفید نہیں رہتا، چنانچہ طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے ”إذا بلغ الرجل أربعین سنة لم یحتجم“ (۱۳۹)، علامہ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

”الحجامة فی الأزمان الحارة، والأمكنة الحارة، والأمرجة الحارة

التي دم أصحابها فی غایة النضج أنفع“ (۱۴۰)

عَادَ الْمُقْتَعِ

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے مقتع کی عیدت کی، مقتع (نون) مشدودہ مفتوحہ کے

ساتھ (تالعی ہیں) (۱۴۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”لا أعرفه إلا فی هذا الحديث“ (۱۴۲)

۱۴ باب : الْحِجَامَةُ عَلَى الرَّأْسِ .

۵۳۷۳ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ، عَنْ عَلْقَمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجَ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بُحَيْنَةَ يُحَدِّثُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحْتَجَمَ بِلَحْيٍ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ ، وَهُوَ مُحْرَمٌ ، فِي وَسْطِ رَأْسِهِ .

وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ . [ر : ۱۷۳۸ ، ۱۷۳۹]

(۱۳۸) الحدیث أخرجه أبو داود فی کتاب الطب، باب فی الحجامة: ۴/۴ (رقم الحدیث: ۴۸۵۸)

(۱۳۹) فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، عمدة القاری: ۲۱/۲۴۱

(۱۴۰) زاد السعاد: ۴/۵۴، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۴

(۱۴۱) عمدة القاری: ۲۱/۴۲۴، فتح الباری: ۱۰/۱۸۷، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۵

(۱۴۲) فتح الباری: ۱۰/۱۸۷، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۵

یہ ابن نخسینہ کی وہ روایت ہے جسے پہلے معلقاً ذکر کیا تھا اور اب یہاں موصولاً ذکر کیا، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں مقام لُحی جمل میں سر مبارک میں کچھنے لگوائے، اس حال میں آپ محرم تھے۔

احتجم بلحی جمل

لحی جمل میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ جگہ کا نام ہے، مطلب یہ ہے اس مقام پر آپ نے کچھنے لگوائے تھے، اس صورت باء جارہ ”فی“ کے معنی میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جمل سے اونٹ مراد ہے اور ”لحی“ واڑھ کو کہتے ہیں، تو لحی جمل سے کچھنے لگانے کا آلہ مراد ہے یعنی اونٹ کی ہڈی کے ذریعے وہ کچھنے لگائے گئے، اس صورت میں باء جارہ استعانت کے لیے ہے (۱۴۳)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے پہلے قول کو ”معتمد“ قرار دیا (۱۴۴)۔

وقال الأنصاری أخيراً.....

انصاری سے محمد بن عبد اللہ بن المشی بن عبد اللہ بن انس بن مالک مراد ہیں (۱۴۵) اس تعلیق کو امام بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۴۶)، اس کے الفاظ ہیں: ”احتجم وهو محرم من صداع كان به أوداء، واحتجم موضع يقال له: لحی جمل“ (۱۴۷)۔

۱۵ - باب : الْحَجْمُ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصَّدَاعِ .

۵۳۷۴ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ : أَحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ ، مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ ، بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ لُحْيُ جَمَلٍ .

(۱۴۳۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۲، فتح الباری: ۱۰/۱۸۸، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۶

(۱۴۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۲

(۱۴۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۶، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۶

(۱۴۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۶، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۶

(۱۴۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۳، فتح الباری: ۱۰/۱۸۸، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۶

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحْتَجِمَ وَهُوَ مُحَرَّمٌ فِي رَأْسِهِ ، مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ . [ر : ۱۷۳۸]

۵۳۷۵ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ : حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ قَالَ : حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ ، فَي شَرِبَهُ عَسَلٌ ، أَوْ شَرَطَهُ مِخْجَمٌ ، أَوْ لَدَعَهُ مِنْ نَارٍ ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ أَكْتُوبِي) . [ر : ۵۳۵۹]

شقیقہ: آدھے سر کے درد کو کہتے ہیں اور صداع پورے سر کے درد کو کہتے ہیں (۱۳۸)، پچھنے

لگوانا دوسرے کے لیے مفید ہے، ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت مر فوعاً نقل فرمائی ہے

”الحجامة فی الرأس تنفع من الجنون ، والجذام ، والبرص ، والنعاس ، والصداع ، ووجع الضرس والعین“ (۱۳۹)

لیکن اس روایت کی سند میں عمر بن رباح ایک راوی ہیں جو متہم بالکذب ہیں (۱۵۰)

۱۶ - باب : الْخَلْقُ مِنَ الْأَذَى .

۵۳۷۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ قَالَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبٍ ، هُوَ ابْنُ عُجْرَةَ ، قَالَ : أُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ زَمَنَ الْحَدِيثَةِ ، وَأَنَا أُوقِدُ تَحْتَ بَرْمَةٍ ، وَالْقَمَلُ يَنْتَازِعُ عَنْ رَأْسِي ، فَقَالَ : (أَيُّذِيكَ هَوَامُّكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (فَاخْلُقْ) ، وَصُمِّ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، أَوْ أَطْعَمْ سِتَّةً ، أَوْ أَنْسُكْ نَسِيكَةً) . قَالَ أَيُّوبُ : لَا أَدْرِي بِأَيِّنَ بَدَأَ [ر : ۱۷۱۹]

سر میں اگر جو کیں وغیرہ تکلیف دیتی ہوں تو خلق کر لیا جاسکتا ہے، اس باب کی کتاب الطب سے

مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وجه إيرادہ فی باب الطب من حيث إن كل ما يتأذى به

(۱۳۸) عمدة القاری: ۴۳۲/۴۱، فتح الباری: ۱۰/۱۸۸، إرشاد الساری: ۳۲۶/۱۳

(۱۳۹) إرشاد الساری: ۳۲۷/۱۳

(۱۵۰) إرشاد الساری: ۳۲۷/۱۳

المؤمن وإن ضعف أذاه يباح له إزالته، وإن كان محرماً، وفيه معنى
التطبيب لأنه إزالة الأذى يشابه المرض، لأن كل مرض أذى، وتسلط
القمل على الرأس أذى، وكل أذى يباح إزالته، فالقمل يباح إزالته“ (۱۵۱)
یعنی سر کے لیے باعث اذیت جوؤں وغیرہ کو حالت احرام میں حلق کر کے ہٹانا جائز ہے، اس میں
علاج کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ مرض سے مشابہ ایک اذی کو ہٹانا ہے اس لیے کہ ہر مرض اذی ہے۔

۱۷ - باب : مَنْ أَكْتَوَى أَوْ كَوَى غَيْرَهُ ، وَفُضِّلَ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ .

۵۳۷۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ
الْفَسِيلِ : حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنْ كَانَ
فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ شِفَاءٌ ، فَبِئْسَ شَرْطَةٌ مَحْجَمٌ ، أَوْ لَذْعَةٌ بَنَارٍ ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ) .

[۵۳۵۹ : ر]

۵۳۷۸ : حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ فَضْلٍ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ عَامِرٍ ،
عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَا رُقِيَّةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ . فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيدِ بْنِ
جَبْرِ فَقَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ
وَالنَّبِيَّانَ يَمُرُّونَ مَعَهُمُ الرُّهْطُ ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ ، حَتَّى رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ ، قُلْتُ :
مَا هَذَا ؟ أَمِّي هَذِهِ ؟ قِيلَ : هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ . قِيلَ : أَنْظُرْ إِلَى الْأَفْقِ . فَإِذَا سَوَادٌ يَمَلَأُ الْأَفْقَ .
ثُمَّ قِيلَ لِي : أَنْظُرْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا فِي آفَاقِ السَّمَاءِ ، فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأَفْقَ . قِيلَ : هَذِهِ
أُمَّتُكَ ، وَبَيْدُخُلُ الْجَنَّةِ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ) . ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يَبَيِّنْ لَهُمْ . فَأَفَاضَ
الْقَوْمُ ، وَقَالُوا : نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُولَهُ ، فَتَحْنُ هُمْ . أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ وَلِدُوا فِي
الْإِسْلَامِ ، فَإِنَّا وَلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ . فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ . فَقَالَ : (هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْفُونَ ،
وَلَا يَطْفِرُونَ . وَلَا يَكْتَوُونَ ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) . فَقَالَ عُكَاشَةُ بْنُ مِيحَصٍ : أَمِنْهُمْ أَنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . فَقَامَ آخِرَ فَقَالَ : أَمِنْهُمْ أَنَا ؟ قَالَ : (سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ) .

[۳۲۲۹ : ر]

اکتوی اور کوی میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اول لازم اور ثانی اعم ہے یعنی اکتوی لنفسہ: اپنے لیے داغ لگانا اور کوی لنفسہ و لغيرہ: خود کو داغنا یا دوسرے کو داغنا (۱۵۲)

ترجمۃ الباب تین اجزاء پر مشتمل ہے: ① من اکتوی ② کوی غیرہ ③ اور فضل من لم یکتو..... پہلے دو جزوں سے داغنے کے جواز کی طرف اشارہ کیا اور جز ثالث سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جب ضرورت نہ ہو تو اس کا ترک اور چھوڑنا افضل ہے (۱۵۳)

باب کی پہلی حدیث ابھی گزر چکی ہے، جب کہ دوسری حدیث کتاب الانبیاء میں ”باب وفاة موسیٰ علیہ السلام“ کے تحت اختصار کے ساتھ گزاری ہے، آگے کتاب الرقاق میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج فرمائی ہے (۱۵۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نظر بد یا زہریلے جانور (سانپ بکھو وغیرہ) کے کاٹنے کے سوا (کسی چیز پر) منتر جائز نہیں، حصین بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے یہ بات بیان کی تو انہوں نے کہا ہم سے ابن عباس نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میرے سامنے چند امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک اور دودھنی گذرنے لگے، ان کے ساتھ جماعت تھی اور ایسا بھی نبی گذرا جس کے ساتھ کوئی ایک امتی بھی نہ تھ، یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بڑی جماعت پیش کی گئی، میں نے پوچھا، یہ کیا ہے، کیا یہ میری امت ہے، جواب ملا کہ یہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا، افق کی طرف دیکھو تو دیکھا کہ ایک جماعت آسمان کو گھیرے ہوئے ہے مجھے کہا گیا کہ ارد گرد آفاق میں دیکھیں، میں نے دیکھا کہ خلق خدا کا ایک جم غفیر ہے جس نے سارا افق بھر دیا ہے..... کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

(۱۵۲) عمدۃ القاری: ۲/۲۴۳، نیز دیکھیے، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۸

(۱۵۳) عمدۃ القاری: ۲/۲۴۳، نیز دیکھیے، فتح البحاری: ۱۰/۱۹۱

(۱۵۴) إرشاد الساری: ۱۲/۴۳۱، نیز دیکھیے عمدۃ القاری: ۲/۴۴۴

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور آپ نے یہ نہ بتلایا کہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والے وہ لوگ کون ہیں، لوگ جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ ہم ہیں، اس لیے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی اتباع کی یا پھر ہماری اولاد ہے کیونکہ وہ اسلام میں پیدا ہوئی جب کہ ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر پڑھتے ہیں نہ بد فال لیتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

عکاشہ بن محصن نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا..... ”جی ہاں، آپ ان لوگوں میں سے ہیں“..... ایک دوسرے شخص نے بھی کھڑے ہو کر پوچھا کہ کیا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔“

عن عمران بن حصین قال: لارقية إلا من عين أو حمة

حدیث کے اس جملے میں اختلاف ہے کہ یہ موقوف ہے، یا مرفوع، یہاں محمد بن فضیل نے تو اس کو موقوفاً نقل کیا ہے، البتہ مالک بن مغول نے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے، مالک کی روایت امام احمد اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے۔ (۱۵۵)

حُمَة (حاء کے ضمہ اور میم کی تخفیف کے ساتھ) بچھو کے زہر یا اس کے کاٹنے کو کہتے ہیں (۱۵۶) رقية (راء کے ضمہ اور قاف کے سکون کے ساتھ) جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں، لارقية إلا من عين أو حمة کا مطلب یہ ہے کہ جھاڑ پھونک دو آفتوں میں نسبتاً زیادہ مفید ہے، ایک آنکھ یعنی نظر بد لگنے میں اور دوم بچھو وغیرہ کے کاٹنے میں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملے کا یہ مقصد نہیں کہ جھاڑ پھونک صرف ان دو آفتوں میں جائز ہے اور باقی کسی بھی آفت میں جائز نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان دو آفتوں میں جھاڑ پھونک زیادہ

(۱۵۵) أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في تعيين السمائم: ۹/۳ (رفع الحديث: ۳۸۸۴۰) إرشاد الساری:

۴۲۹/۱۲

(۱۵۶) إرشاد الساری: ۴۳۰/۱۲، عمدة القاری: ۲۴۲/۲۱

مفید اور زیادہ نفع بخش ہے۔۔۔۔۔ لارقیہ أحق وأولی من رقیة العین والحمة (۱۵۷)

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے فرمایا لارقیہ أولى وأنفع، یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں لافنی
إلا علی (۱۵۸) (رقیہ کے متعلق تفصیلی گفتگو آگے مستقل باب میں آ رہی ہے)

فذکرته لسعيد بن جبیر

یہ حصین بن عبدالرحمن کا قول ہے کہ میں نے مذکورہ جملہ حضرت سعید بن جبیرؒ کے سامنے ذکر
کیا۔

فأفاض القوم

أفاض فی الحدیث: گفتگو میں مصروف ہو جانا، مناظرہ کرنا۔

هم الذين لا يسترقون، ولا يتطيرون، ولا يكتون

یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے، استرقاء سے یہاں زمانہ جاہلیت والا استرقاء
مراد ہے، جس میں شرکیہ الفاظ شامل ہوتے تھے، استرقاء بکتاب اللہ مراد نہیں، کیونکہ قرآن کی آیات پڑھ
کر جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے اور توکل کے منافی نہیں ہے (۱۵۹)

لا يتطيرون: بدقال نہیں لیتے، زمانہ جاہلیت میں طیور (پرندوں) سے لوگ بدشگونئی لیا کرتے
تھے (۱۶۰) جس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

ولا يكتون: اور جو داغ نہیں لگاتے، یعنی داغنے کو مؤثر حقیقی نہیں سمجھتے، جیسا کہ پہلے گذر چکا،
ضرورت کے وقت داغنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس کو علاج میں سبب مؤثر سمجھنا درست نہیں (۱۶۱)

(۱۵۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵

(۱۵۸) النهاية لابن اثیر ۲/۲۵۵

(۱۵۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵

(۱۶۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵

(۱۶۱) عمدة القاری ۲۱/۲۳۵، برشاد الساری: ۱۲/۳۳۱

فقام آخر: فقال: أمنهم أنا؟ قال: سبقك بها عكاشة

یہ دوسرے آدمی کون تھے؟ اس میں ایک قول تو ہے کہ یہ حضرت سعد بن عبادہ تھے، اور دوسرا قول ہے کہ یہ کوئی اور منافق تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پردہ پوشی کرتے ہوئے سبقک بها عکاشۃ فرما کر جمیل اسلوب میں اس کو رد کیا کہ شاید وہ توبہ کرے اور مخلص مسلمان بن جائے (۱۶۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقک بها عکاشۃ فرمایا..... یا تو اس لیے کہ وہ پوچھنے والا ان لوگوں میں سے نہیں تھا جن کی بے حساب مغفرت ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں لیکن حضور ﷺ نے اس سلسلے کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب ہر ایک اٹھ کر اپنے بارے میں پوچھنا شروع کر دے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں یا نہیں؟ (۱۶۳)

اس حدیث کے متعلق باقی تفصیل آگے کتاب الرقاق میں ان شاء اللہ آئے گی۔

۱۸ - باب : الإِئْتِدَ وَالْكُحْلُ مِنَ الرَّمَدِ .

فِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ . [ر : ۵۰۲۷]

۵۳۷۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْنَبَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ أَمْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا ، فَاشْتَكَتْ عَيْنَهَا ، فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَذَكَرُوا لَهُ الْكُحْلَ ، وَأَنَّهُ يُخَافُ عَلَى عَيْنِهَا ، فَقَالَ : (لَقَدْ كَانَتْ إِحْذَاكُنَّ تَمَكُّتُ فِي بَيْتِهَا . فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا . أَوْ : فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا ، فَإِذَا مَرَّ كُلُّ رَمَتٍ بَعْرَةً . فَلَا ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) . [ر : ۵۰۲۵]

إِئْتِد (ہنرہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ) ایک مشہور پتھر ہے جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے، الکحل عام ہے اور إئمد خاص ہے، کحل کا عطف إئمد پر عطف العام علی الخاص کی قبیل سے

(۱۶۳) ہے

من الرمد میں من سیمہ ہے ای بسبب الرمد، رمد آنکھ کی تکلیف کو کہتے ہیں (۱۶۵) آنکھ میں تکلیف ہو تو سرمہ اور خاص کر ائٹمد استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فیہ عن أم عطیة

یعنی اس باب میں حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے، ام عطیہ کا نام نسیت بنت کعب ہے (۱۶۶)
ان کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں موصولاً نقل فرمائی ہے، جس کے الفاظ ہیں ”لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تحد فوق ثلاث إلا علی زوج فإنها لا تکتحل“۔ اس روایت میں اگرچہ ائٹمد کا ذکر نہیں، تاہم عرب چونکہ عموماً ائٹمد ہی کو بطور سرمہ استعمال کرتے تھے، اس لیے اس روایت سے ائٹمد کے ثبوت پر استدلال کیا جاسکتا ہے (۱۶۷)
جن روایات میں ائٹمد کا ذکر آیا ہے، غالباً وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے امام نے ان کی تخریج نہیں فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ ہیں ”إن خیر أکحالکم: الإئتمد، یجلو البصر، وینبت الشعر“ (۱۶۸)
امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی ایک روایت نقل فرمائی ہے ”وخیر ما اکتحلتم به الإئتمد، فإنه یجلو البصر، وینبت الشعر“ (۱۶۹)

حدیث باب کتاب الطلاق میں باب الاکتحال للحادة کے تحت گزر چکی ہے۔

(۱۶۳) عمدة القاری: ۲/۲۳۵، إرشاد الساری: ۱۲/۴۳۱

(۱۶۵) عمدة القاری: ۲/۲۳۵، إرشاد الساری: ۱۲/۴۳۱

(۱۶۶) عمدة القاری: ۲/۲۳۵، إرشاد الساری: ۱۲/۴۳۱

(۱۶۷) عمدة القاری: ۲/۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۲/۴۳۱

(۱۶۸) عمدة القاری: ۲/۲۳۶

(۱۶۹) أخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ما جاء فی السعوط وغیره: ۴/۳۸۹ (رفع الحدیث: ۲۰۴۷)

۱۹ - باب : الْجَذَامُ .

۵۳۸۰ : وَقَالَ عَفَّانُ : حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (لَا عَدْوَى وَلَا طِيرَةَ ، وَلَا هَامَةَ وَلَا ضَفَرَ ، وَفَرٌّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفَرُّ مِنَ الْأَسَدِ) . [۵۳۸۷ ، ۵۴۲۵ ، ۵۴۳۷ ، ۵۴۳۹]

جذام کے بارے میں شارحین لکھتے ہیں: ”هو علة رديفة نحدث من انتشار المرة السوداء

في البدن كله، فتفسد مزاج الأعضاء، سمي بذلك لتجذم الأصابع وتقطعها“ (۱۷۰)

یعنی جذام ایک بیماری ہے جو پورے جسم میں سودا کے پھیل جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ اعضاء کے نظام کو بگاڑ دیتی ہے، جذام کے معنی کانٹے کے آتے ہیں، یہ بیماری چونکہ انگلیوں کو کاٹ ڈالتی ہے اس لیے اس کو جذام کہتے ہیں۔

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے لیکن اس کو امام نے تعلیقا ذکر کیا ہے، ابو نعیم اور ابن خزیمہ نے اس کو موصول نقل کیا ہے (۱۷۱)

(۵۳۸۰) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاصفر وهوداء يأخذ البطن: ۵/ ۲۱۶۱ (رقم الحديث: ۵۳۸۷)، وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاهامة ولاصفر: ۵/ ۲۱۷۱ (رقم الحديث: ۵۴۲۵)، وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاهامة: ۵/ ۲۱۷۷ (رقم الحديث: ۵۴۳۷)، وأخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب لاعدوى: ۵/ ۲۱۷۷ (رقم الحديث: ۵۴۳۹)، وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لاعدوى، ولاطيرة، ولاهامة، ولانوء، ولاغول ولايردد ممرض على مصح: (رقم الحديث: ۲۲۲۰) وأخرجه الترمذي في كتاب السير، باب ماجاء في الطيرة: ۳/ ۱۱۶۱ (رقم الحديث: ۱۶۱۵)، وأخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الطيرة: ۳/ ۱۷ (رقم الحديث: ۳۹۱۱)، وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب لاصفر وهوداء يأخذ البطن: ۳/ ۳۷۵ (رقم الحديث: ۷۵۹۱)، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب من كان يعجبه الفال ويكره الطيرة: ۲/ ۱۱۷۱، (رقم الحديث: ۳۵۳۹)

(۱۷۰) فتح الباری: ۱۰/ ۱۹۵، عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۳۲

(۱۷۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۹۵، عمدۃ القاری: ۲۱/ ۲۳۷، إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۳۲

لاعدوی

عدوی: اِعداء کا اسم ہے، ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف منتقل کرنا، یہاں عدوی سے ایک بیماری کا دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا مراد ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیہ امراض کی نفی فرمائی ہے کہ ایک مریض کا مرض دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ مرض میں یہ تاثیر نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سبب حقیقی کے طور پر منتقل ہو جائے (۱۷۲)

ولا طيرة

طيرة بد شکونی کو کہتے ہیں، مختلف پرندوں اور چیزوں سے بد شکونی لینے کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ولا هامة

هامة تو اصل میں کھوپڑی اور سر کو کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ اگر کسی شخص کو قتل کیا جائے تو میت کے استخوان سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے اسقونی اسقونی، جب قاتل مر جاتا ہے تو تب وہ جانور اڑ کر غائب ہوتا ہے (۱۷۳)

بعض لوگ کہتے تھے کہ خود مقتول کی روح اس جانور کا روپ اختیار کر کے آتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو باطل قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۱۷۴)

ایک قول یہ بھی ہے کہ ہامہ الو کو کہتے ہیں لوگوں کا خیال تھا کہ جب وہ کسی گھر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی فرد مر جاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ اس عقیدہ کو بے حقیقت قرار دیا (۱۷۵)

(۱۷۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۴، ارشاد الساری: ۱۲/۳۳۳

(۱۷۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۴، ارشاد الساری: ۱۲/۳۳۳

(۱۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۴، ارشاد الساری: ۱۲/۳۳۳

(۱۷۵) ارشاد الساری: ۱۲/۳۳۳

ولا صفر

اس لفظ کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں اور دو قول مشہور ہیں:

- ① بعض لوگ ماہ صفر کے متعلق مختلف قسم کے خیالات اور اوہام رکھتے تھے، اس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس میں آفات اور حوادث و مصائب کا نزول ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے میں اس کی نفی فرمائی ہے کہ اس اعتقاد کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۱۷۶)
- ② اس کی دوسری تشریح یہ کی گئی کہ لوگوں کا زمانہ جاہلیت میں خیال تھا کہ آدمی کے پیٹ میں سانپ ہوتا ہے جو بھوک کے وقت اسے کاٹتا رہتا ہے، اس سانپ کو صفر کہا کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا صفر فرما کر اس کو بے حقیقت قرار دیا (۱۷۷)

مسالہ تعدیہ امراض

و فرم المجدوم کما تفر من الأسد

مجدوم سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو..... تعدیہ امراض ہوتا ہے یا نہیں..... اس میں احادیث مختلف ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امراض کا تعدیہ نہیں ہوتا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے امراض میں تعدیہ ہوتا ہے۔

جن روایات سے معلوم ہوتا ہے، امراض میں تعدیہ نہیں ہوتا، ان میں سے چند یہ ہیں:

- ① ایک توحید باب ہے جس میں لا عدوی فرمایا گیا۔
- ② حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجدوم کے ساتھ یہ کہتے ہوئے کھانا تناول فرمایا ”ثقة بالله و توکلا علیہ“ (۱۷۸)

(۱۷۶) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳

(۱۷۷) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳

(۱۷۸) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۲، نیز دیکھیے ۲۱/۲۳۷، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۷، فتح الساری: ۱۰/۱۹۶

③ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدویٰ کی نفی فرمائی تو ایک اعرابی نے کہا کہ ایک خارش زدہ اونٹ تندرست اونٹوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کی خارش صحیح اونٹوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فمن أعدى الأول..... پہلے اونٹ کو یہ بیماری کس نے لگائی ہے (۱۷۹) یہ روایت یہاں آگے باب لاعدویٰ کے تحت بھی آرہی ہے۔

اس کے برعکس بعض روایات سے تعدیہ امراض کا ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ حدیث باب کے آخر میں ہے وفرمن المجذوم کما تفر من الأسد

اسی طرح سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے ”لاتدیموا النظر إلی المسجدومین“ (۱۸۰) ایک حدیث میں ہے ”لایورد مسررض علی مصح“ (۱۸۱) مریض کو تندرست آدمی کے پاس نہ لایا جائے۔

ایک اور حدیث میں طاعون کے متعلق ہے ”من سمع به بأرض فلا یقدم علیہ“ (۱۸۲) یعنی جہاں طاعون کی وبا پھیلی ہو، وہاں جانے سے گریز کیا جائے۔

حل تعارض کی توجیہات

اور یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ جب ایک مسئلہ کے متعلق احادیث میں تعارض آجائے تو محدثین کے ہاں حل تعارض کے عموماً تین طریقے ہوتے ہیں، نسخ، ترجیح اور تطبیق، ان احادیث میں بھی علماء نے یہ تینوں قول اختیار کیے ہیں:

(۱۷۹) فتح الباری: ۱۰/۱۹۹، نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۴۷

(۱۸۰) أخرجه ابن ماجة في كتاب النطب، باب الجذام: ۲۰/۱۱۷۲ (رقہ الحدیث: ۳۵۴۳)

(۱۸۱) فتح الباری: ۱۰/۱۹۸

(۱۸۲) فتح الباری: ۱۰/۱۹۸

① چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ مجذوم سے فرار کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، حضرات مالکیہ میں سے عیسیٰ بن دینار نے یہ قول اختیار کیا ہے (۱۸۳)

② بعض علماء نے ترجیح کا طریقہ اختیار کیا، اس میں پھر دو فریق ہے، بعضوں نے تعدیہ امراض کی نفی کرنے والی روایات کو ترجیح دی ہے اور بعض نے اس کے برعکس ثبوت والی روایات کو ترجیح دی ہے (۱۸۴)

③ لیکن اکثر حضرات نے ان دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی ہے اور اس تطبیق کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں:

(الف)..... جن روایات میں اجتناب اور فرار من المجذوم کا حکم دیا گیا ہے، وہ استنباب اور احتیاط پر محمول ہیں اور جن میں حضور ﷺ نے ساتھ کھایا ہے، وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

(ب)..... ابن الصلاح اور امام بیہقیؒ وغیرہ علماء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ جن احادیث میں تعدیہ امراض کی نفی ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی بیماری اور مرض میں بالذات یہ تاثیر نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے، زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہی خیال تھا کہ امراض میں دوسرے کی طرف منتقل ہونے کی ذاتی تاثیر اور صلاحیت ہوتی ہے، وہ امراض کو بالذات متعدی سمجھتے تھے، حضور ﷺ نے اس کی نفی فرمائی اور جن احادیث سے تعدیہ امراض کا ثبوت معلوم ہوتا ہے، وہ ظاہری سبب کے اعتبار سے ہے کہ اللہ جل شانہ نے ظاہری سبب کے طور پر بعض امراض میں تعدیہ کا وصف پیدا فرمایا کہ وہ دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں، لیکن سبب حقیقی اور مؤثر اصلی کے طور پر یہ وصف ان میں نہیں، لہذا نفی سبب حقیقی کی ہے اور اثبات سبب ظاہری کا ہے، اس لیے دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں (۱۸۵)

جمہور علماء نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

(۱۸۳) فتح الباری: ۱۰/۱۹۶، عمدة القاری: ۲۱/۲۴۷

(۱۸۴) فتح الباری: ۱۰/۱۹۶، عمدة القاری: ۲۱/۲۴۷

(۱۸۵) فتح الباری: ۱۰/۱۹۷، عمدة القاری: ۲۱/۲۴۷

(ج)..... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح نخبة الفكر میں تطبیق کے جس قول کو راجع قرار دیا، وہ یہ ہے کہ ”لاعدوی“ تو اپنی اصل اور عموم پر ہے اور حقیقت یہی ہے کہ کوئی مرض اور کوئی بیماری کسی شخص کی طرف منتقل نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود جو نوگ کمزور عقیدے کے ہیں، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ مجذوم وغیرہ کے قریب نہ رہیں، کیونکہ ممکن ہے انہیں وہ بیماری تعدیہ کے سبب سے نہیں بلکہ ویسے ہی لگ جائے اور وہ یہ سمجھنے لگتیں کہ یہ بیماری تعدیہ کی وجہ سے لگی ہے تو اس طرح ان کا عقیدہ بگڑ جائے گا، اس لیے ان کے عقیدے کی حفاظت اور غلط عقیدے کے سد باب کے لیے احتیاطاً انہیں مجذوم سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبة الفكر میں لکھتے ہیں:

”والأولى في الجمع بينهما أن يقال: إن نفيه صلى الله عليه وسلم للعدوى باق على عموميه وقد صح قوله صلى الله عليه وسلم: لا يُعْدَى شَيْءٌ شَيْئًا وقوله صلى الله عليه وسلم: لمن عارضه بأن البعير الأجرب يكون في الإبل الصحيحة، فيخالطها، فتجرب حيث ردّ عليه بقوله: فمن أعدى الأول يعني أن الله سبحانه وتعالى ابتداء ذلك في الثاني كما ابتداء في الأول وأما الأمر بالفرار من المجذوم، فمن باب سد الذرائع لئلا يتفق للشخص الذي يخالطه شيء من ذلك بتقدير الله تعالى ابتداء لالعدوى المنفية، فيظن أن ذلك بسبب مخالطته فيعتقد العدوى فيقع في الحرج فأمر بتجنبه حَسْمًا للمادة“ (۱۸۶)

۲۰ - باب : الْمَنْ شَفَاءُ لِلْعَيْنِ .

۵۳۸۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عُذْرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ : سَمِعْتُ عُمَرَو بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الْكُمَاهُ مِنَ الْمَنْ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءُ لِلْعَيْنِ) . قَالَ شُعْبَةُ : وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ بْنُ عَتِيْبَةَ . عَنِ الْحَسَنِ الْعُرْنِيِّ . عَنْ عُمَرَوِ ابْنِ حُرَيْثٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . قَالَ شُعْبَةُ : لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أَكْرِهْ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ . [ر : ۴۲۰۸]

الکَمَاءُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاءٌ هَا شَعَاءُ الْعَيْنِ

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محض کھمبی کا پانی آنکھ کو شفا بخشتا ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر آنکھ میں حرارت کی وجہ سے تکلیف ہو تو اس کے لیے کھمبی کا خالص پانی شفا ہے۔ تاہم اگر صرف حرارت کی وجہ سے آنکھوں میں تکلیف نہ ہو، بلکہ دوسرے اسباب مرض بھی ہوں تو پھر دوسری دواؤں کے ساتھ ملا کر اس کا پانی مفید رہتا ہے (۱۸۷)۔ کھمبی کو اردو میں سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں۔ یہ اکثر برسات میں از خود پیدا ہوتی ہے، یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک قسم کا سالن بھی بنایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کچھ تفصیل اور الکَمَاءُ مِنَ الْمَنِّ کی تشریح کشف الباری، کتاب التفسیر میں سورۃ بقرہ کے تحت گزری چکی ہے (۱۸۸)۔

قال شعبه: لما حدثني به الحكم، لم أنكره من حديث عبد الملك

اوپر روایت شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ نے عبد الملک بن عمیر سے نقل کی ہے، شعبہ فرما رہے ہیں کہ یہی روایت مجھ سے پھر حکم بن عتیہ نے بیان کی تو عبد الملک کی حدیث کا پھر میں نے انکار نہیں کیا۔ شعبہ کے دو شیخ ہیں، ایک عبد الملک اور دوسرے حکم، پہلے انہوں نے یہ حدیث عبد الملک سے سنی لیکن عبد الملک چونکہ ضعیف ہو گئے تھے اور ان کا حافظہ متاثر ہو گیا تھا، اس لیے شعبہ کو اس حدیث میں توقف تھا، بعد میں جب یہ حدیث حکم بن عتیہ نے بھی ان سے بیان کی تو ان کو تسلی ہو گئی اور عبد الملک کی بیان کردہ یہ روایت ان کے ہاں قابل اعتبار ٹھہری..... (۱۸۹) لم أنكره من حديث عبد الملك..... لم أنكره کے اندر ضمیر منصوب حدیث کی طرف راجع ہے یعنی میں نے اس روایت کو اس وجہ سے کہ یہ عبد الملک کی حدیث ہے اور وہ ضعیف ہو چکے ہیں مجہول اور منکر قرار نہیں دیا..... اور یوں بھی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ میں نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا اس وجہ سے کہ یہ عبد الملک کی حدیث ہے کیونکہ اس کی متابعت حکم نے کر لی تھی تو اب انکار کی گنجائش باقی نہیں رہی، ”انکرہ“ کے یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں، منکر اور

(۱۸۷) فتح الباری: ۱۰/۲۰۲

(۱۸۸) کشف الباری، کتاب التفسیر: ۲۲

(۱۸۹) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۵، وفتح الباری: ۱۰/۲۰۲، وعدة القاری: ۲۱/۲۳۸

مجبور قرار دینا اور انکار کرنا (۱۹۰)۔

عکرم بن عتیبہ کے شیخ یہاں حسن عمرنی (عین کے ضمہ اور راء کے فتح کے ساتھ) ہے، یہ حسن بن عبد اللہ بجلی ہیں، کوفہ کے ہیں، امام ابو زرہ، عجمی اور ابن سعد نے ان کی توثیق کی ہے، یحییٰ بن معین نے انہیں صدوق کہا ہے، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۱۹۱)۔

۲۱ - باب : اللدود

۵۳۸۲ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ ، عَنْ عُبيدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبْلَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مَيِّتٌ ، قَالَ : وَقَالَتْ عَائِشَةُ : لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا : أَنْ لَا تَلْدُونِي ، فَقُلْنَا : كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ : (أَلَمْ أَتْهُكُمْ أَنْ تَلْدُونِي) . قُلْنَا : كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَقَالَ : (لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لَدَّ وَآنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسُ . فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ) . [ر : ۴۱۸۸ ، ۴۱۸۹]

۵۳۸۳ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُبيدُ اللَّهِ ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ : دَخَلْتُ بِأَبْنِي لِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . وَقَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُدْرَةِ ، فَقَالَ : (عَلَى مَا تَدْعُونَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذَا الْعِلَاقِ ، عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ : يُسْعَطُ مِنَ الْعُدْرَةِ ، وَيُلْدُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ) . فَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ : بَيْنَ لَنَا اثْنَيْنِ ، وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا خُسْرَةَ . قُلْتُ لِسُفْيَانَ : فَإِنْ مَعْمَرًا يَقُولُ : أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ ؟ قَالَ : لَمْ يَحْفَظْ ، إِنَّمَا قَالَ : أَعْلَقْتُ عَنْهُ . حَفِظْتُهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ ، وَوَصَفَ سُفْيَانُ الْغُلَامَ يُحَنِّكُ بِالْإِصْبَعِ ، وَأَدْخَلَ سُفْيَانُ فِي حَنَكِهِ ، إِنَّمَا يَعْنِي رَفَعَ حَنَكِهِ بِإِصْبَعِهِ ، وَلَمْ يَقُلْ : أَعْلَقُوا عَنْهُ شَيْئًا . [ر : ۵۳۶۸]

لُدُوْد (لام کے زبر کے ساتھ) مریض کے منہ میں دوانپکانے کو کہتے ہیں۔

قُلْتُ لِسَفِيَّانٍ: فَإِنْ مَعِدًا يَقُولُ: أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ، قَالَ: لَمْ يَحْفَظْ، إِنَّمَا قَالَ أَعْلَقْتُ عَنْهُ،

حفظته مِنْ فِي الزَّهْرَى

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ علی بن عبد اللہ مدنی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ معمر بن راشد تو اس جملے کو ”علی“ کے ساتھ ”أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ“ کہہ کر نقل کرتے ہیں تو سفیان نے کہا کہ انہیں یاد نہیں رہا، ہمارے شیخ زہری نے اس کو ”عن“ کے ساتھ ”أَعْلَقْتُ عَنْهُ“ فرمایا تھا، میں نے زہری کی زبان سے یہی یاد کیا ہے..... مِنْ فِي الزَّهْرَى یعنی مِنْ فَمِ الزَّهْرَى، علامہ خطابی اور ابن بطلان نے فرمایا کہ صحیح ”أَعْلَقْتُ عَنْهُ“ ہے جیسا کہ سفیان نے کہا لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”عنه“ اور ”عليه“ دونوں درست ہیں، ”علی“ اور ”عن“ حروف جارہ ہیں جو ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں (۱۹۲)

وَوَصَفَ سَفِيَّانَ الْغَلَامَ يَحْنُكُ بِالْإِصْبَعِ وَأَدْخَلَ سَفِيَّانَ فِي حَنْكِهِ إِنَّمَا يَعْنِي رَفَعَ حَنْكَهُ بِإِصْبَعِهِ، وَلَمْ يَقُلْ: أَعْلَقُوا عَنْهُ شَيْئًا

سفیان نے اس لڑکے کی جس کا تالو انگلی سے دبایا جاتا ہے حالت اس طرح بیان کی کہ خود اپنے تالو میں انگلی ڈالی، ان کا مقصد اپنے تالو کو انگلی سے اٹھانا تھا۔

سفیان کا مقصد یہ تھا کہ إِعْلَاق سے کسی چیز کو لٹکانا یا تالو کے ساتھ کوئی چیز لگانا مراد نہیں، بلکہ إِعْلَاق سے تالو اٹھانا مراد ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”غرضه من هذا الكلام التنبيه على أن الإِعْلَاق، هو رفع الحنك، لا تعليق شيء منه على ما هو المتبادر إلى الذهن، ونعم التنبيه“ (۱۹۳)

باب بلا ترجمہ

۵۳۸۴ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ : قَالَ الزُّهْرِيُّ :
 أَخْبَرَنِي عُمَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ :
 لَمَّا نَقَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ ، اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يَمْرُضَ فِي بَيْتِي ، فَأَذِنَ لَهُ ،
 فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَحْطُورِيَّ الرَّجُلَ فِي الْأَرْضِ ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَآخَرَ .
 فَأَخْبَرْتُ أَبْنَ عَبَّاسٍ ، قَالَ : هَلْ تَذَرِي مِنَ الرَّجُلِ الْآخَرِ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ ؟ قُلْتُ :
 لَا . قَالَ : هُوَ عَلِيٌّ .

قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَمَا دَخَلَ بَيْتَهَا ، وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ : (هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ
 سَبْعِ قَرَبٍ لَمْ تُحَلَّلْ أَوْكِتَيْنِ ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ) . قَالَتْ : فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ
 زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَضُبُ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقَرَبِ ، حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا : (أَنْ قَدْ
 فَعَلْتُمْ) . قَالَتْ : وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ ، فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ . [ر : ۱۹۵]

یہ باب بلا ترجمہ ہے، ابن بطال رحمہ اللہ نے یہاں باب ذکر نہیں کیا، بلکہ اس حدیث کو ماقبل
 باب میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ باب بلا ترجمہ کیوں لاتے ہیں، اس کی وجوہات مقدمۃ الکتاب میں گذر چکی
 ہے، بعض شارحین نے اس کو ”کالفصل من الباب السابق“ قرار دیتے ہوئے کہا کہ پہلے باب میں لدود
 کا ذکر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور صحابہ نے اسے اختیار کیا جس پر آپ
 ناراض ہوئے اور اس باب میں آپ نے جس کام کا حکم دیا، صحابہ نے اس پر عمل کیا جو ماقبل کی ضد تھا،
 وبضدھا تبیین الأشياء، اس طرح اس باب بلا ترجمہ کی ماقبل کے ساتھ نسبت تضاد ہے (۱۹۴)
 حدیث باب ماقبل میں کئی بار گذر چکی ہے۔

۲۲ - باب : العُدْرَةُ .

۵۳۸۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيَّةَ ، أَسَدَ خَزَيْمَةَ ، وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأَوَّلِ اللَّاتِي بَايَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ ، وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ ، أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُدْرَةِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (عَلَى مَا تَدْعُرْنَ أَوْلَادَكُمْ هَذَا الْعِلَاقِ ، عَلَيْكُمْ هَذَا الْعُودُ الْهِنْدِيُّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ) . يُرِيدُ الْكُسْتَ ، وَهُوَ الْعُودُ الْهِنْدِيُّ . وَقَالَ يُونُسُ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : عُلِقَتْ عَلَيْهِ . [ر : ۵۳۶۸]

جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ عذرہ حلق کی ایک بیماری ہے جو شیر خوار بچے کو ہو جایا کرتی ہے، عہد نبوی میں مائیں عموماً اس بیماری کو دفع کرنے کے لیے بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر دباتیں جس سے سیاہ خون نکلتا اور بچے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف دہ طریقہ علاج سے منع فرمایا اور عود ہندی کو بطور دوا تجویز فرمایا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ عود ہندی کو پانی میں حل کر کے ناک میں چکادیا جائے، یہ محلول حلق میں پہنچ کر بیماری کو ختم کر دیتا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ عذرہ اصل میں شعری کے نیچے پانچ ستاروں کا نام ہے، جب وہ ستارے طلوع ہوتے ہیں تو بچوں کو حلق کی یہ بیماری لاحق ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے اسے عذرہ کہتے ہیں، اس بیماری کو سقوط اللہاء بھی کہتے ہیں (۱۹۵) لہاۃ اس سرخ گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو حلق کی طرف منہ کے آخری حصے میں لٹکا ہوتا ہے، اردو میں اسے کوا کہتے ہیں۔

قد أعلقت عليه من العُدْرَةِ

یعنی انہوں نے بچے کے تالو کو عذرہ بیماری کی وجہ سے اٹھایا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی ماتذعرن أولاً دکن بهذا العَلاق دَعْرُ اور عَلاق (عین کے فتح کے ساتھ) کے ایک معنی ہیں: دبانا یعنی تم کیوں اپنے بچوں کے تالو کو دباتی ہو، جس کی وجہ سے بچوں کو بڑی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ باب کے آخر میں یونس کی تعلیق کو امام مسلم اور ابوداؤد نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۹۶)

(۱۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۹ (باب السعوط) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۲۲۲

(۱۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۵۱، إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۹، فتح الباری: ۱۰/۲۰۶

۲۳ - باب : دَوَاءِ الْبَطْنِ .

۵۳۸۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنَهُ . فَقَالَ : (اسْقِهِ عَسَلًا) . فَسَقَاهُ فَقَالَ : إِنِّي سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتَطْلَاقًا . فَقَالَ : (صَدَقَ اللَّهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ) . تَابِعَهُ النَّضْرُ ، عَنْ شُعْبَةَ . [ر : ۵۳۶۰]

مبطون اس شخص کو کہتے ہیں جو پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہو۔

صدق اللہ و کذب بطن أخیک

”کذب“ یہاں فساد اور خطا کے معنی میں استعمال ہوا ہے، عربی میں لفظ کذب اس معنی میں استعمال ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سچ فرمایا ہے کہ شہد میں شفا ہے، البتہ آپ کے بھائی کا پیٹ خراب ہے کیونکہ اس میں فاسد مادہ بہت زیادہ جمع ہو گیا ہے، جب تک وہ سارا نہیں نکلے گا، تندرست نہیں ہوگا (۱۹۷)

تابعه النضر عن شعبة

یعنی محمد بن جعفر کی متابعت نضر بن شعیب نے کی ہے، یہ متابعت اسحاق بن راہویہ نے موصولاً۔

نقل کی ہے (۱۹۸)

۲۴ - باب : لَا صَفْرَ ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ .

۵۳۸۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ . عَنْ صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَغَيْرُهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا عَدْوَى وَلَا صَفْرَ وَلَا هَامَةَ) . فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَمَا بَالُ إِبِلِي ، تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظَّبَاءُ ، فَيَأْتِي الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِيهَا ؟ فَقَالَ : (فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلِ) . رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ . وَسَنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ . [ر : ۵۳۸۰]

(۱۹۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۴، إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۰، فتح الباری: ۱۰/۲۰۹

(۱۹۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۵۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۰، فتح الباری: ۱۰/۲۰۸

صفر کے متعلق مختلف اقوال کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ یہ ایک بیماری ہے جو پیٹ کو لاحق ہوتی ہے، پہلے بتایا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ پیٹ کے اندر سانپ یا کیڑے ہوتے ہیں جو بھوک کے وقت انسان کو پیٹ میں کانٹے ہیں، اس کو صفر کہتے ہیں، امام بخاریؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وهذا آخر ما أردنا إيراده من شرح أحاديث كتاب النفقات والأطعمة والعقيقة والذبائح والصيد والأضاحي والأشربة والمرضى والطب من صحيح البخاري رحمه الله تعالى للشيخ المحدث الحليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حياته وقد وقع الفراغ من تسويده، وإعادة النظر فيه، ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الجمعة ٨ من شوال ١٤٢٣ هـ الموافق ١٣ ديسمبر ٢٠٠٢ م والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات وصلى الله عليه النبي الأمي وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم مادامت الأرض والسموات، رتبہ وراجع نصوصہ وعلق عليه ابن الحسن العباسي عضو قسم التحقيق والتصنيف والأستاذ بالجامعة الفاروقية، وفقه الله تعالى لإتمام باقي الكتب كما يحبه ويرضاه وهو على كل شيء قدير، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، ويليه إن شاء الله شرح باب ذات الحنب من كتاب الطب۔

مصادر و مراجع کشف الباری

کتاب النفقات، کتاب الأطعمة، کتاب العقیقة، کتاب الذبائح والصيد،
کتاب الاضاحی، کتاب الأشربة، کتاب المرضی، کتاب الطب

۱. القرآن الکریم.

۲. الأبواب والتراجم للبخاری. حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب، رحمہ اللہ، المتوفی ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲م. ایچ ایم سعید کمپنی.

۳. أمانی الأحبار شرح معانی الآثار. حضرت مولانا یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ ادارۃ تالیفات اشرفیہ، لاہور

۴. أسماء الدارقطنی. حافظ أبو الحسن علی بن عمر دارقطنی متوفی ۱۳۸۵ھ

۵. آپ کے مسائل اور ان کا حل، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی، متوفی ۱۴۲۰ھ مکتبہ بینات کراچی۔

۶. الإنصاف فی معرفة الراجع من الخلاف. علاؤ الدین علی بن سلیمان مرداوی،

دار احیاء التراث العربی.

۷. أحكام القرآن. علامہ أبوبکر أحمد بن علی جصاص، دار الکتب العربیة، بیروت.

۸. أحكام القرآن. حضرت مولانا ظفر أحمد عثمانی، إدارة القرآن کراچی.

۹. إمداد الفتاوی. حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، مکتبہ

دارالعلوم کراچی.

۱۰. أحكام الذبائح، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، مکتبہ

دارالعلوم کراچی.

۱۱. إغاثة اللفهان. أبو عبد الله محمد بن أبی بکر: ابن قیم الجوزیة المتوفی ۷۵۱ھ.

۱۲. الإكمال. الأمير الحافظ ابن ماکولاً المتوفی ۴۷۵ھ محمد امین دیح، بیروت

لبنان.

١٣. الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع، الشيخ محمد الخطيب الشربيني، المتوفى

١٢١٨ هـ المطبعة الخيرية، مصر.

١٤. إمداد الباري، حضرت مولانا عبد الجبار أعظمي، مكتبة حرم، مراد آباد.

١٥. الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان. إمام أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله

تعالى، المتوفى ٣٥٤ هـ، مؤسسة الرسالة بيروت.

١٦. إحياء علوم الدين مع إتحاف السادة المتقين. إمام محمد بن محمد الغزالي، رحمه

الله، المتوفى ٥٠٥ هـ، دار إحياء التراث العربي.

١٧. الأدب المفرد مع شرح فضل الله الصمد. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن

إسماعيل البخاري، المتوفى ٢٥٦ هـ مكتبة الإيمان المدينة المنورة.

١٨. إرشاد الساري شرح صحيح البخاري. أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد

القسطلاني، رحمه الله، المتوفى ٩٢٣ هـ المطبعة الكبرى الأميرية مصر، طبع سادس ١٣٠٤ هـ.

١٩. الاستيعاب في أسماء الأصحاب بهامش الإصابة. أبو عمر يوسف بن عبد الله بن

محمد بن عبد البر، رحمه الله، المتوفى ٤٦٣ هـ دار الفكر بيروت.

٢٠. أسد الغابة عز الدين أبو الحسن علي بن محمد الجزري المعروف بابن الأثير،

المتوفى ٦٣٠ هـ، دار الكتب العلمية بيروت.

٢١. الإصابة في تمييز الصحابة. شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني

المعروف بابن حجر، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢ هـ، دار الفكر بيروت.

٢٢. أنوار الباري. مولانا سيد أحمد رضا بجنوري، رحمه الله تعالى. مدينه پريس

بجنور.

٢٣. أوجز المسالك إلى مؤطا مالك. شيخ الحديث حضرت مولانا محمد زكريا

صاحب كاندهلوي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٤٠٢ هـ، إدارة تاليفات أشرفيه ملتان.

٢٤. البحر الرائق. علامه زين العابدين بن إبراهيم بن نجيم، رحمه الله، المتوفى

٩٦٩هـ يا ٩٧٠هـ مكتبة رشيدية كوئته.

٢٥. بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع. ملك العلماء علاء الدين أبوبكر بن مسعود

الكاساني، رحمه الله، المتوفى ٥٨٧هـ ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى.

٢٦. بذل المجهود في حل أبي داود. علامه خليل أحمد سهارن پوري، رحمه الله عليه،

المتوفى ١٣٤٦هـ مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ ١٣٩٣هـ. ١٩٧٣م.

٢٧. بهشتى زيور. حضرت مولانا أشرف على تهانوى ١٣٦١هـ، مكتبة رحمانيه

لاهور.

٢٨. بداية المجتهد. علامه قاضى أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد قرطبي متوفى

٥٩٥هـ مصر طبع خاص

٢٩. البناية شرح الهداية. بدرالدين عيني محمود ابن أحمد المتوفى ٨٥٥هـ مكتبة

رشيدية، كوئته.

٣٠. البدر الساري إلى فيض الباري. مولانا بدر عالم ميرتھي، متوفى ١٣٨٥هـ بکڈپو،

دهلي مطبوعة: ١٩٨٠ء

٣١. تحفة الأحوذى. الشيخ عبدالرحمن المبارکفوري، المتوفى ١٣٥٢هـ نشر السنة

ملتان

٣٢. تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشيعة الموضوعة. أبو الحسن على بن

محمد ابن عراق كناني، دارالكتب، بيروت.

٣٣. تجريد الصحابة. حافظ شمس الدين أبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

متوفى ٧٤٨هـ

٣٤. تذهيب التهذيب. حافظ شمس الدين الذهبي المتوفى ٧٤٨هـ بيروت لبنان.

٣٥. التعليق المغنى على سنن دارقطنى. شمس الحق عظيم آبادى، دارالنشر الكتب

الاسلامية، لاهور.

٣٦. تحفة الودود فى أحكام المولود. علامة ابن القيم الجوزية، متوفى ٧٥١هـ

٣٧. التعليق الممجد على مؤطا الإمام محمد. مولانا عبدالحى لكهنوى متوفى

١٣٠٤هـ، نور محمد كراچى

٣٨. تقرير ترمذى. حكيم الامت حضرت مولانا اشرف على تھانوى متوفى ١٣٦٢ھ إدارة تايقات

اشرفيه ملتان.

٣٩. تذكرة الرشيد. مولانا عاشق الهى ميرٹھى متوفى ١٣٦٠ھ إدارة اسلاميات

لاهور.

٤٠. تاريخ طبرى. أبو جعفر محمد بن جرير الطبرى، متوفى ٣١٠ھ مؤسسة الرسالة

بيروت.

٤١. تعليقات ابن ماجه للشيخ محمد فؤاد عبدالباقى، دارالكتاب اللبنانى، بيروت.

٤٢. التاج والإكليل على حاشية المواهب الجليل للإمام المواق المالكي، دارالفكر،

بيروت

٤٣. تنوير الأبصار للشيخ شمس الدين محمد بن عبدالله بن أحمد الغزي الحنفي،

المتوفى ١٠٠٤ھ مكتبة رشيديه كوثه.

٤٤. تاج العروس من جواهر القاموس. أبو الفيض سيد محمد بن محمد المعروف

بالمرتضى الزبيدي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٢٠٥ھ دارمكتبة الحياة، بيروت.

٤٥. تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس، الشيخ حسين بن محمد بن الحسن

الدياربكري المالكي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٥٩٦٦هـ، مؤسسة شعبان، بيروت.

٤٦. التاريخ الصغير. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن اسمعيل البخاري، رحمه الله،

المتوفى ٢٥٦ھ المكتبة الأثرية، شيخوپوره.

٤٧. تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي. المتوفى ٢٨٠ھ عن أبي زكريا يحيى بن معين،

المتوفى ٢٣٣ھ، دارالمأمون للتراث، ١٤٠٠.

٤٨. التاريخ الكبير. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن اسمعيل البخاري، رحمه الله،

المتوفى ٢٥٦ھ دارالكتب العلمية بيروت.

٤٩. تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف. أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمن المزي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٧٤٢هـ المكتب الإسلامي، بيروت، طبع دوم ١٤٠٣هـ مطابق ١٩٨٣م.

٥٠. تدريب الراوي بشرح تقريب النواوي. حافظ جلال الدين عبدالرحمن سيوطي رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ المكتبة العلمية مدينه منوره.

٥١. تذكرة الحفاظ. حافظ أبو عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨هـ دائرة المعارف العثمانية، الهند.

٥٢. الترغيب والترهيب، إمام عبدالعظيم بن عبدالقوي المنذري، رحمه الله تعالى، المتوفى ٦٥٦هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٣٨٨هـ ١٩٦٨م.

٥٣. تعليقات على تهذيب الكمال، دكتور بشار عواد معروف، حفظه الله تعالى. مؤسسة الرسالة طبع أول ١٤١٣هـ.

٥٤. تعليقات على لامع الدراري. شيخ الحديث مولانا محمد زكريا صاحب، رحمه الله، المتوفى ١٤٠٢هـ مطابق ١٩٨٢م، مكتبة إمداديه مكة المكرمة.

٥٥. تعليقات نور الدين عتر على علوم الحديث لابن الصلاح. تصوير ١٤٠٦هـ ١٩٨٦م، دار الفكر بدمشق.

٥٦. تغليق التعليق. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر، رحمه الله تعالى، المتوفى ٨٥٢هـ. المكتب الإسلامي ودار عمار.

٥٧. تفسير الطبري (جامع البيان) إمام محمد بن جرير الطبري، رحمه الله، المتوفى ٣١٠هـ دار المعرفة، بيروت.

٥٨. تفسير القرآن العظيم. حافظ أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر بن كثير دمشقي، رحمه الله، المتوفى ٧٧٤هـ دار الفكر بيروت.

٥٩. التفسير الكبير. الإمام أبو عبد الله فخر الدين محمد بن عمر بن الحسين الرازي، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦هـ مكتب الإعلام الإسلامي إيران.

۶۰. تقریب التهذیب. حافظ ابن حجر العسقلانی، رحمہ اللہ، المتوفی ۸۵۲ھ دار الرشید حلب ۵۱۴۰۶.
۶۱. تکملة فتح الملہم. حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مدظلہم. مکتبہ دارالعلوم کراچی.
۶۲. التلخیص الجیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر. حافظ ابن حجر العسقلانی، رحمہ اللہ، المتوفی ۸۵۲ھ دار نشر الکتب الإسلامیة لاهور.
۶۳. تلخیص المستدرک (المطبوع بذیل المستدرک) حافظ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان ذہبی، رحمہ اللہ، المتوفی ۷۴۸ھ دار الفکر بیروت.
۶۴. تهذیب الأسماء واللغات. إمام محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمہ اللہ، المتوفی ۶۷۶ھ إدارة الطباعة المنيرية.
۶۵. تهذیب التهذیب. حافظ ابن حجر العسقلانی، رحمہ اللہ، المتوفی ۸۵۲ھ دائرة المعارف النظامية، حیدرآباد الدکن ۵۱۳۲۵.
۶۶. تهذیب الکمال. حافظ جمال الدین أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزی، رحمہ اللہ، المتوفی ۷۴۲ھ مؤسسة الرسالة، طبع أول ۵۱۴۱۳.
۶۷. تیسیر مصطلح الحديث. دكتور محمود الطحان حفظه الله، قديمي كتب خانہ کراچی.
۶۸. الثقات لابن حبان. حافظ أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمہ اللہ، المتوفی ۳۵۴ھ. دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد ۵۱۳۹۳.
۶۹. جامع الترمذی (سنن الترمذی) إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذی، رحمہ اللہ، المتوفی ۲۷۹ھ ایچ ایم سعید کمپنی / دار احیاء التراث العربی.
۷۰. الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي). إمام أبو عبد الله محمد بن أحمد الأنصاري، رحمہ اللہ، المتوفی ۶۷۱ھ دار الفکر بیروت.
۷۱. جامع المسانيد. إمام أبو المؤيد محمد بن محمود الخوارزمي، رحمہ اللہ، المتوفی

۶۶۵ھ، المكتبة الإسلامية، سمندری، لائل پور.

۷۲. جامع الدروس العربية. الشيخ المصطفى الغلاني، انتشارات ناصر خسرو ایران.

۷۳. الجرح والتعديل. عبدالرحمن بن أبي حاتم الرازي، دائرة المعارف عثمانیه
حیدرآباد دکن.

۷۴. الجمع بين رجال الصحيحين، أبو الفضل محمد بن طاهر المقدسي المعروف بابن
القيسراني، المتوفى ۵۰۷. دار الكتب العلمية، بيروت.

۷۵. الجوهرة النيرة. الشيخ العلامة أبوبكر بن علي بن محمد الحداد البهني المتوفى
۸۰۰ھ، مكتبة حقانيه ملتان.

۷۶. جمهرة اللغة. أبوبكر محمد بن الحسن بن دريد، المتوفى ۳۲۱ھ دارصادر،
بيروت.

۷۷. الجوهر النقي في الرد على الإمام البيهقي. علامه علاؤ الدين بن علي بن عثمان
المارديني، نشر السنة، ملتان.

۷۸. جامع الأصول. مبارك بن أحمد ابن أثير الجزري متوفى ۶۰۶ھ دار الفكر بيروت.

۷۹. جواهر الفتاوى. عبدالسلام چانگامی، اسلامی کتب خانہ کراچی.

۸۰. حاشية لقط الدرر. عبدالله بن حسين خاطر السمين، مكتبة، مصطفى البابی، مصر.

۸۱. حاشية الدسوقي على الشرح الكبير للدردير، دار الفكر، بيروت.

۸۲. حاشية الصاوي على الشرح الصغير للدردير، أحمد بن محمد الصاوي المالكي.

۸۳. حياة الحيوان. العلامة كمال الدين الدميري، المتوفى ۸۰۸ھ، اداره اسلاميات
لاهور.

۸۴. حاشية البخاري، أحمد علي سهارنپوری متوفى ۱۲۹۷ھ قديمی کتب خانہ
کراچی.

۸۵. حاشية الطحطاوي على الدر المختار للعلامة السيد أحمد الطحطاوي، متوفى
۱۲۳۱ھ، دار المعرفة، بيروت.

٨٦. حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء. الشيخ سيف الدين أبو بكر محمد بن أحمد القفال، المتوفى ٥٠٧ هـ مؤسسة الرسالة، بيروت.
٨٧. حاشية السندي على البخاري. إمام أبو الحسن نور الدين محمد بن عبد الهادي السندي، رحمه الله، المتوفى ١١٣٨ هـ قديمي كتب خانه كراچی.
٨٨. حجة الله البالغة. حضرت مولانا شاه ولي الله الدهلوي، رحمه الله، المتوفى ١١٧٦ هـ إدارة الطباعة المنيرية مصر ١٣٥٢.
٨٩. حلية الأولياء. حافظ أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد أصبهاني، رحمه الله، المتوفى ٤٣٠ هـ دار الفكر بيروت.
٩٠. خصائل نبوي شرح شمائل ترمذي. حضرت مولانا زكريا رحمه الله، مكتبه الشيخ بهادر آباد، كراچی.
٩١. خلاصة الخرجي (خلاصة تذهيب تهذيب الكمال) علامه صفي الدين الخرجي، رحمه الله، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب.
٩٢. دائرة المعارف (قاموس عام لكل فن ومطلب) بطرس المعلم البستاني، دار المعرفة، بيروت.
٩٣. الدر المختار. علامه علاء الدين محمد بن علي بن محمد الحصكفي، رحمه الله، المتوفى ١٠٨٨ هـ مكتبه رشيديه كوثه.
٩٤. الدر المنثور في التفسير بالمأثور. حافظ جلال الدين عبد الرحمن السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١ هـ مؤسسة الرسالة.
٩٥. الذخيرة. شهاب الدين أحمد بن إدريس الصنهاجي، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، كويت.
٩٦. رد المحتار. علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين شامي، رحمه الله، المتوفى ١٢٥٢ هـ مكتبه رشيديه كوثه.
٩٧. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني. أبو الفضل شهاب الدين

- سيد محمود آلوسي، بغدادي، رحمه الله، المتوفى ١٢٧٠ هـ مكتبة إمداديه ملتان.
٩٨. الرسالة. للإمام محمد بن إدريس الشافعي المتوفى: ٢٠٤ مكتبة دار التراث.
٩٩. روائع البيان في تفسير آيات الأحكام للشيخ محمد علي الصابوني، مكتبة الغزالي، دمشق.
١٠٠. زاد المعاد في هدي خير العباد. أبو عبد الله محمد بن أبي بكر: ابن قيم الجوزية. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، عبد القادر الأرئؤوط. مؤسسة الرسالة، بيروت.
١٠١. السراج المنير شرح الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير. علي بن أحمد ابن محمد ابن إبراهيم العزيمي، المتوفى ١٠٧٠ مكتبة الإيمان، المدينة المنورة.
١٠٢. سنن ابن ماجه. إمام أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجه، رحمه الله، المتوفى ٢٧٣ هـ قديمي كتب خانه كراچي / دار الكتاب المصري قاهرة.
١٠٣. سنن أبي داود. إمام أبو داود سليمان الأشعث السجستاني، رحمه الله، المتوفى ٢٧٥ هـ ايچ ايم سعيد كمپني كراچي / دار إحياء السنة النبوية.
١٠٤. سنن الدارقطني. حافظ أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني، رحمه الله، المتوفى ٣٨٥ هـ دار نشر الكتب الإسلامية لاهور.
١٠٥. سنن الدارمي، إمام أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، رحمه الله، المتوفى ٢٥٥ هـ قديمي كتب خانه كراچي.
١٠٦. السنن الكبرى للبيهقي. إمام حافظ أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله، المتوفى ٤٥٨ هـ نشر السنة ملتان.
١٠٧. السنن الصغرى للنسائي. إمام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣ هـ قديمي كتب خانه كراچي.
١٠٨. السنن الكبرى للنسائي. إمام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣ هـ نشر السنة ملتان.
١٠٩. سير أعلام النبلاء. حافظ أبو عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان

- الذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨ هـ مؤسسة الرسالة.
١١٠. السيرة الحلبية. (إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون) علامة علي بن برهان الدين الحلبي، رحمه الله، المتوفى ١٠٤٤ هـ المكتبة الإسلامية بيروت.
١١١. شذرات الذهب في أخبار من ذهب. علامة عبدالحى بن أحمد بن محمد بن العماد العكري الحلبي متوفى ١٠٨٩ هـ، دار الآفاق الجديدة، بيروت.
١١٢. شرح نخبه الفكر. ابن حجر عسقلاني، قديمى كتب خانه كراچى.
١١٣. شرح ابن بطل. إمام أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، المعروف بابن بطل، رحمه الله تعالى، المتوفى ٤٤٩ هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ ٢٠٠٠ م.
١١٤. شرح الأبي على مسلم (إكمال إكمال المعلم) أبو عبد الله محمد بن خلفه الأبي المالكي، رحمه الله، المتوفى ٨٢٧ هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.
١١٥. شرح الكرماني (الكواكب الدراري) علامة شمس الدين محمد بن يوسف الكرماني، رحمه الله، المتوفى ٧٨٦ هـ دار أحياء التراث العربي.
١١٦. شرح مشكل الآثار. إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى ٣٢١ هـ مؤسسة الرسالة ١٤١٥ هـ ١٩٩٤ م.
١١٧. شرح معاني الآثار. إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى ٣٢١ هـ مير محمد آرام باغ كراچى.
١١٨. شرح النووي على صحيح مسلم. إمام أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى ٦٧٦ هـ قديمى كتب خانه كراچى.
١١٩. شعب الإيمان. إمام حافظ أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٤٥٨ هـ دار الكتب العلمية بيروت ١٤١٠ هـ.
١٢٠. الشمانل المحمدية للترمذي. إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي رحمه الله تعالى، المتوفى ٢٧٩ هـ فاروقى كتب خانه، ملتان.
١٢١. الصحيح للبخاري. إمام أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، رحمه الله تعالى،

المتوفی ۲۵۶ھ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۱۲۲. الصحيح لمسلم. إمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، رحمه الله

تعالی، المتوفی ۲۶۱ھ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۱۲۳. طب نبوی علامہ ابن قیم (اردو ترجمہ، حکیم عزیز الرحمن اعظمی) دارالاشاعت

کراچی۔

۱۲۴. الطب النبوی والعلم الحديث. محمد ناظم، مؤسسة الرسالة، بيروت

۱۲۵. طبقات الشافعية الكبرى. علامہ تاج الدین أبو نصر عبد الوهاب بن تقي الدين

سيكي، رحمه الله، المتوفی ۷۷۱ھ دارالمعرفة بيروت۔

۱۲۶. الطبقات الكبرى. إمام أبو عبد الله محمد بن سعد، رحمه الله تعالى، المتوفی

۲۳۰ھ۔ دارصادر بيروت۔

۱۲۷. ظفر الأمانی. علامہ عبدالحی لکھنوی رحمه الله تعالى، المتوفی ۱۳۰۴ھ

مکتبہ المطبوعات الإسلامية بحلب الطبعة الثالثة ۱۴۱۶ھ۔

۱۲۸. العلل، علی بن عبد الله المدیني، المکتب الإسلامي

۱۲۹. العناية. علامہ اکمل الدین محمد بن محمود البارتی متوفی ۷۸۶ھ مکتبہ

رشیدیہ کوئٹہ

۱۳۰. العقد الفريد. أحمد بن محمد بن عبدربه الأندلسي، المتوفی ۳۲۸ھ، دارالباز،

مكة المكرمة۔

۱۳۱. علاج معالجے کی شرعی حیثیت۔ مفتی انعام الحق قاسمی، زمزم پبلشرز کراچی۔

۱۳۲. عون المعبود شرح سنن ابی داود. شمس الحق عظیم آبادی، دارالفکر، بيروت۔

۱۳۳. علوم الحديث. (مقدمة ابن الصلاح) حافظ تقي الدين عثمان بن عبد الرحمن

المعروف بابن صلاح الشهرزوري، رحمه الله، المتوفی ۶۴۳ھ دارالکتب العلمية بيروت۔

۱۳۴. عمدة القاري. إمام بدرالدین أبو محمد محمود بن أحمد العيني، رحمه الله،

المتوفی ۸۵۵ھ إدارة الطباعة المنيرية۔

١٣٥. فقه اللغة، علامة عبدالملك بن محمد بن إسماعيل أبو منصور الثعالبي، مطبع مصطفى البابي الحلبي، مصر.
١٣٦. الفردوس. أبوشجاع شبرويه ابن شهر دار الديلمي متوفى ٥٠٩ هـ دار الكتب العلمية، بيروت.
١٣٧. فتاوى رحيميه. حضرت مولانا مفتي عبدالرحيم صاحب مدظله، دارالاشاعت كراچي.
١٣٨. فتاوى محموديه. حضرت مولانا مفتي محمود الحسن صاحب رحمه الله مظهرى كتب خانه، كراچي.
١٣٩. فضل الله الصمد فى توضيح الأدب المفرد، فضل الله جيلاني، صدف پبلشرز كراچي.
١٤٠. الفقه الإسلامى وأدلته. علامه وهبه زحيلي، مكتبه حقانيه پشاور.
١٤١. فتاوى عالمگیریه. جماعة من العلماء، نورانى كتب خانه پشاور.
١٤٢. الفائق. علامه جلاله أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشري، المتوفى ٥٣٨ هـ دارالمعرفة بيروت.
١٤٣. فتح الباري. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢ هـ دار الفكر بيروت.
١٤٤. فتح القدير. إمام كمال الدين محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام، رحمه الله، المتوفى ٨٦١ هـ، مكتبه رشيديه، كوثه.
١٤٥. فيض الباري. إمام العصر علامه انور شاه الكشميري، رحمه الله، المتوفى ١٣٥٢ هـ ربانى بکڈپو دهلى.
١٤٦. القاموس الوحيد. مولانا وحيد الزمان قاسمى رحمه الله، ادارة اسلاميات لاهور.
١٤٧. القاموس الجديد. مولانا وحيد الزمان قاسمى رحمه الله، ادارة اسلاميات لاهور.
١٤٨. مختصر القدوري. أبو الحسن بن أحمد بن محمد بن جعفر البغدادى، المتوفى

٤٢٨ هـ سعيد ايج ايم كمبني كراچي.

١٤٩. القانون في الطب للشيخ الرئيس أبي علي حسين بن عبدالله المعروف بابن سينا

المتوفى ٤٢٨ هـ.

١٥٠. الكامل في التاريخ، علامه ابو الحسن عز الدين علي بن محمد ابن الأثير الجوزي،

المتوفى ٦٣٠ هـ دار الكتاب العربي، بيروت.

١٥١. كفايت المفتي، حضرت مولانا مفتي كفايت الله صاحب دار الاشاعت، كراچي.

١٥٢. كتاب الام الإمام محمد بن إدريس الشافعي، المتوفى ٢٠٤ هـ، دارالمعرفه

بيروت

١٥٣. كتاب الموضوعات، رضی الدین حسن بن محمد بن حيدر اللاهوري المتوفى

(٦٥٠ هـ) المطبعة الإعلامية، مصر.

١٥٤. كتاب الآثار، امام اعظم ابو حنيفه، إدارة القرآن كراچي.

١٥٥. كتاب الحيون، أبو عثمان عمرو بن بحر، الجاحظ، المتوفى ٢٥٥ هـ المجمع

العلي العربي الإسلامي، بيروت، لبنان

١٥٦. اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، علامه جلال الدين سيوطي المتوفى

(٩١١ هـ)

١٥٧. الكاشف، شمس الدين أبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه

الله، المتوفى ٧٤٨ هـ شركة دار القبلة مؤسسة علوم القرآن، طبع أول ١٩٩٢ م/ ١٤١٣ هـ

١٥٨. الكاشف عن حقائق السنن، (شرح الطيبي) إمام شرف الدين حسين بن محمد بن

عبدالله الطيبي، رحمه الله، المتوفى ٨٤٣ هـ إدارة القرآن كراچي.

١٥٩. الكامل في ضعفاء الرجال، إمام حافظ أبو أحمد عبدالله بن عدي الجرجاني،

رحمه الله، المتوفى ٣٦٥ هـ دار الفكر بيروت.

١٦٠. كتاب الضعفاء والمتروكين للنسائي (المطبوع مع التاريخ الصغير والضعفاء

الصغير للبخاري)، إمام أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي رحمه الله تعالى، المتوفى

- ۳۰۳ھ، المكتبة الأثرية، سانگله هل، شیخوپورہ.
۱۶۱. كشف الباری (كتاب الإيمان وكتاب المغازی) شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ، مکتبہ فاروقیہ، کراچی.
۱۶۲. الکوکب الدرّی. حضرت مولانا رشید أحمد گنگوہی، قدس اللہ سرہ المتوفی ۱۳۲۳ھ، إدارة القرآن کراتشی.
۱۶۳. لامع الدراری. حضرت مولانا رشید أحمد گنگوہی، رحمہ اللہ، المتوفی ۱۳۲۳ھ مکتبہ إمدادیہ مکہ مکرمہ.
۱۶۴. لسان العرب. علامہ أبو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الإفريقي المصري، رحمہ اللہ، المتوفی ۷۱۱ھ نشر أدب الجوزہ، قم ایران ۱۴۰۵ھ.
۱۶۵. المؤطا. إمام مالک بن أنس، رحمہ اللہ، المتوفی ۱۷۹ھ داراحیاء التراث العربی.
۱۶۶. المؤطا. إمام محمد بن الحسن الشیبانی، رحمہ اللہ، المتوفی ۱۸۳ھ نور محمد أصح المطابع، آرام باغ کراچی.
۱۶۷. المبسوط. شمس الأومة أبوبکر محمد بن أبي سهل السرخسي، رحمہ اللہ تعالیٰ، المتوفی ۴۸۳ھ دارالمعرفة بیروت ۱۳۹۸ھ-۱۹۷۸م.
۱۶۸. المتواری علی تراجم أبواب البخاری. علامہ ناصر الدین أحمد بن محمد المعروف بابن المنیر الإسکندرانی، رحمہ اللہ، المتوفی ۶۸۳ھ مظهری کتب خانہ کراچی.
۱۶۹. مجمع بحار الأنوار. علامہ محمد طاهر پشني، رحمہ اللہ، المتوفی ۹۸۲ھ دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد ۱۳۹۵ھ.
۱۷۰. مجمع الزوائد. إمام نورالدين علي بن أبي بكر الهيثمي، رحمہ اللہ، المتوفی ۸۰۷ھ دارالفکر بیروت.
۱۷۱. المجموع (شرح المہذب) إمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمہ اللہ، المتوفی ۶۷۶ھ شركة من علماء الأزهر.

١٧٢. مظاهر حق (جديد). نواب محمد قطب الدين خان دهلوي، دارالاشاعت كراچی.
١٧٣. موارد الظمان. نورالدين علي بن ابي بكر الهيتمي، دارالكتب العلمية، بيروت.
١٧٤. مقدمه ابن خلدون. أبوزيد ولي الدين محمد بن خلدون، المتوفى ٨٠٨ هـ مطبوعة، مصر.
١٧٥. مقدمه لامع الدراري. حضرت مولانا زكريا رحمه الله (١٤٠٢ هـ) مكتبه إمداديه، مكة المكرمة.
١٧٦. معجم البلدان. علامه أبو عبد الله ياقوت حموي، متوفى (٦٢٦ هـ) دارالحياة التراث، بيروت.
١٧٧. مجموعة الفتاوى. حضرت مولانا عبدالحی لکهنوی رحمه الله المتوفى ١٣٠٤ هـ ايج ايم سعيد کمپنی.
١٧٨. المدونة الكبرى للإمام مالك بن أنس، دارصادر، بيروت.
١٧٩. المخصص في اللغة، أبو الحسن علي بن إسماعيل: ابن سيدة اللغوي، المتوفى ٤٥٨ هـ دارالآفاق الجديدة، بيروت.
١٨٠. معارف القرآن. حضرت مولانا مفتي محمد شفيع صاحب، متوفى ١٩٧٦ هـ ادارة المعارف كراچی.
١٨١. معارف القرآن. حضرت مولانا ادريس كاندهلوي رحمه الله.
١٨٢. مجمع مقاييس اللغة. أبو الحسن أحمد بن فارس بن زكريا، دارالفكر، بيروت.
١٨٣. المعرفة والتاريخ. الشيخ أبو يوسف يعقوب بن سفيان الفسوي، المتوفى (٢٧٧ هـ) مؤسسة الرسالة، بيروت.
١٨٤. مالا بد منه قاضي ثناء الله يانی پتی: مكتبه شركت علمية، بيرون يوهڙ گيٽ، ملتان.
١٨٥. المحلى. علامه أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم، رحمه الله،

- المتوفى ٤٥٦ هـ المكتب التجاري بيروت / دار الكتب العلمية بيروت.
١٨٦. مختار الصحاح. إمام محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازي، رحمه الله
- المتوفى ٦٦٦ هـ دار المعارف مصر.
١٨٧. مرقاة المفاتيح. علامه نور الدين علي بن سلطان القاري، رحمه الله،
- المتوفى ١٠١٤ هـ مكتبة إمداديه ملتان.
١٨٨. المستدرک علی الصحيحین. حافظ أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم
- النيسابوري، رحمه الله، المتوفى ٤٠٥ هـ. دار الفكر بيروت.
١٨٩. مسند أبي داود الطيالسي. حافظ سليمان بن داود بن الجارود المعروف بأبي
- داود الطيالسي، رحمه الله، المتوفى ٢٠٤ هـ دار المعرفة بيروت.
١٩٠. مسند أحمد. إمام أحمد بن حنبل، رحمه الله، المتوفى ٢٤١ هـ
١٩١. مسند الحميدي. إمام أبو بكر عبدالله بن زبير الحميدي، رحمه الله،
- المتوفى ٢١٩ هـ، المكتبة السلفية مدينه منوره.
١٩٢. المصنف لابن أبي شيبة. حافظ عبدالله بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي
- بكر بن أبي شيبة، رحمه الله، المتوفى ٢٣٥ هـ. الدار السلفية بمبني، الهند طبع دوم ١٣٩٩ هـ
- ١٩٧٩ م.
١٩٣. المصنف لعبد الرزاق. إمام عبد الرزاق بن همام صنعاني، رحمه الله،
- المتوفى ٢١١ هـ مجلس علمي كراچی.
١٩٤. معالم السنن. إمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه الله،
- المتوفى ٣٨٨ هـ مطبعة أنصار السنة المحمدية ١٣٦٧ هـ ١٩٤٨ م.
١٩٥. معجم الطبراني الكبير. إمام سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، رحمه الله،
- المتوفى ٣٦٠ هـ دار إحياء التراث العربي.
١٩٦. المعجم الوسيط. دكتور إبراهيم أنيس، دكتور عبد الحليم منتصر، عطية
- الصوالحي، محمد خلف الله أحمد. مجمع اللغة العربية دمشق.

١٩٧. معرفة علوم الحديث. إمام أبو عبدالله محمد بن عبدالله حاكم نيسابوري، رحمه الله، المتوفى ٤٠٥ هـ دار الفكر بيروت.

١٩٨. المغنى. إمام موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامه، رحمه الله، المتوفى ٦٢٠ هـ دار الفكر بيروت.

١٩٩. مقدمة ابن الصلاح. (علوم الحديث) حافظ تقي الدين أبو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف بابن الصلاح، رحمه الله، المتوفى ٦٣٤ هـ دار الكتب العلمية بيروت.

٢٠٠. المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، الإمام الحافظ أبو العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم، القرطبي، المتوفى: ٦٥٦ هـ دار ابن كثير، دمشق، بيروت.

٢٠١. الموضوعات. للإمام أبي الفرج عبد الرحمن ابن الجوزي المتوفى ٥٩٧ هـ قرآن محل اردو بازار كراچی.

٢٠٢. ميزان الاعتدال في نقد الرجال. حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨ هـ دار إحياء الكتب العربية مصر ١٣٨٢ هـ.

٢٠٣. نصب الراية. حافظ أبو محمد جمال الدين عبد الله بن يوسف زيلعي، رحمه الله، المتوفى ٧٦٢ هـ مجلس علمي ذابهيل ١٣٧٧ هـ.

٢٠٤. نظام الفتاوى. حضرت مولانا مفتي نظام الدين صاحب (انڈيا) مكتبه حسامية (ديوبند).

٢٠٥. النهاية في غريب الحديث والأثر. علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦ هـ دار إحياء التراث العربي.

٢٠٦. هدي الساري (مقدمة فتح الباري) حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢ هـ دار الفكر بيروت.

٢٠٧. الهداية. علي بن أبي بكر مرغيناني. ايج يم سعيد، كمپني.